

# فتاویٰ علم ساریہ

جلد - ۲۱

♦ — تیار کردہ — ♦



منتخب علماء ہند



♦ — زیر سرپرستی — ♦

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

♦ — زیر نگرانی — ♦

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم القدوی

♦ — باہتمام — ♦

منظمۃ السلام العالمیۃ

مہمانی، الہند

# فتاویٰ علم ساریہ

جلد - ۲۱

— تیار کردہ —



منتخب علماء ہند



— زیر سرپرستی —

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

— زیر نگرانی —

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الدروی

— باہتمام —

منظمتہ السلام العالمیۃ

مہمانی۔ الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد - ۲۱)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضا اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الہند

یہ کتاب ”منظمة السلام العالمية“ کی  
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے  
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com

Mob. : +91-7303 7076 05

# کتاب الحج

۷۴	--	۳۷	سفر حج اور نفل حج کے احکام
۱۵۶	--	۷۵	ارکان، واجبات اور سنن حج
۱۷۸	--	۱۵۷	حج میں قربانی کے مسائل
۲۰۸	--	۱۷۹	احرام کے مسائل
۲۳۶	--	۲۰۹	ممنوعاتِ احرام کے مسائل
۲۶۲	--	۲۳۷	میقات کے احکام و مسائل
۲۸۸	--	۲۶۳	حج قرآن، تمتع اور افراد کا بیان
۳۲۰	--	۲۸۹	دورانِ سفر حج کے احکام
۴۷۰	--	۳۲۱	حج بدل کے احکام و مسائل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال الله عز وجل:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

(سورة الحج: 27)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَنَى الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

(صحيح البخارى، رقم الحديث: 8، صحيح لمسلم، رقم الحديث: 16)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:

أَنَّ الْأَفْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْحَجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ: بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ.

(سنن ابى داؤد، رقم الحديث: 1721، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 2886)

عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظُّعْنَ، قَالَ: حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ.

(سنن الترمذى، رقم الحديث: 930)

عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي عَجُوزٌ كَبِيرَةٌ، وَإِنْ حَمَلْتُهَا لَمْ تَسْتَمْسِكْ، وَإِنْ رَبَطْتُهَا خَشِيتُ أَنْ أَقْتُلَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ ذَيْنِ أَكُنْتَ قَاصِيَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَحُجَّ عَنْ أُمِّكَ.

(سنن النسائى، رقم الحديث: 2643)

## فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

### فہرست مضامین (۲۸-۵)

- (الف) کلمۃ الشکر، از: انجینئر شمیم احمد صاحب، خادم منظمۃ السلام العالمیہ، ممبائی، انڈیا ۲۹
- (ب) تاثرات، از: محمد سلمان بجنوری، ابوالحسن علی ندوی، اکرم رشید رحمانی ۳۰
- (ج) پیش لفظ، از: مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، ممبئی، انڈیا ۳۵
- (د) ابتدائیہ، از: مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی، چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ ۳۶

### سفر حج اور نفل حج کے احکام (۷۴-۳۷)

- (۱) سفر حج سے پہلے کیا کرے ۳۷
- (۲) حاجی سفر حج پر کس طرح روانہ ہو ۳۸
- (۳) حاجیوں کا قافلہ کی شکل میں مردوں عورتوں کے ساتھ روانہ ہونا ۳۸
- (۴) حجاج کرام کا اپنے قافلہ میں کسی عالم دین کو امیر الحجاج بنانا ۳۹
- (۵) مسجد کا امام امیر الحجاج بن کر جائے، یا امامت کرے ۴۰
- (۶) پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا ۴۰
- (۷) حج کے لیے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز؛ مگر غیر اولیٰ ہے ۴۱
- (۸) سفر حج میں حج سے پہلے موت ۴۲
- (۹) حج کے سفر پر جانے والے کو ”حاجی“ کہنا ۴۳
- (۱۰) حاجیوں کو ”الحاج“ کیوں کہا جاتا ہے ۴۳
- (۱۱) حاجی کا خطاب ۴۴
- (۱۲) کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دے دیا ۴۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۳)	حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے	۴۵
(۱۴)	یوم جمعہ کا حج	۴۵
(۱۵)	قرآن کا ترک حج کو کفر سے تعبیر کرنا	۴۶
(۱۶)	دوبارہ حج کرنا ضروری ہے، یا اپنے بچوں کی جائز ضروریات پورا کرنا	۴۶
(۱۷)	حج فرض فوراً ادا کیا جائے	۴۷
(۱۸)	نفل حج افضل ہے، یا صدقہ	۴۸
(۱۹)	سفر حج کے اسرار اور منافع	۵۱
(۲۰)	حدیث ”من لم یحج فلیمت ان شاء یہود یا انصرانیا“ تغلیظ پر محمول ہے	۵۱
(۲۱)	صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا	۵۲
(۲۲)	حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا	۵۲
(۲۳)	نکاح ہونے کی صورت میں شوہر اور بیوی کا حج پر جانا جائز ہے	۵۳
(۲۴)	اکانومی کلاس میں ٹکٹ نہ ملنے کی بنا پر فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے کر حج پر جانا فرض	۵۳
(۲۵)	دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے	۵۴
(۲۶)	حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ	۵۵
(۲۷)	مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم	۵۵
(۲۸)	ضرورت سے زائد مزد رو عزمین کو فروخت کر کے حج پر جانے فرض ہے:	۵۵
(۲۹)	مسجد کے لیے زمین فروخت کی، اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ	۵۶
(۳۰)	مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ	۵۷
(۳۱)	مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ	۵۷
(۳۲)	مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے	۵۸
(۳۳)	مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو، اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا	۵۸
(۳۴)	حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم	۵۹
(۳۵)	قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم	۵۹
(۳۶)	مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم	۶۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۷)	مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط؛ مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے	۶۰
(۳۸)	حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہو جاتا	۶۰
(۳۹)	حکومتی اعانت سے نفلی حج کے لیے جانے کا حکم	۶۱
(۴۰)	سرکاری اعانت پر حج کے لیے جانا جائز ہے، جب کہ سیاسی رشوت نہ ہو	۶۱
(۴۱)	ہبہ سے غنا آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ	۶۲
(۴۲)	حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا	۶۲
(۴۳)	حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے	۶۳
(۴۴)	دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا	۶۴
(۴۵)	بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ	۶۴
(۴۶)	فریضہ حج کی تاخیر کے لیے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے	۶۵
(۴۷)	پہلے بیٹے کی شادی کرائے، یا حج ادا کرے	۶۵
(۴۸)	کمپنی سے اجازت لیے بغیر نفلی حج ادا کرنا	۶۶
(۴۹)	صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے	۶۶
(۵۰)	عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا	۶۶
(۵۱)	کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جائے گا	۶۷
(۵۲)	کیا عمرہ کرنے کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے	۶۸
(۵۳)	اگر کوئی شخص بڑھاپے میں غنی ہو جائے تو کیا اس پر حج فرض ہوگا	۶۸
(۵۴)	تلاش ملازمت میں نیت حج	۶۹
(۵۵)	عمرہ کا ویزا لے کر جانا اور وہاں ٹھہر کر حج ادا کرنا	۶۹
(۵۶)	سعودی حکومت میں حج صحیح ہے، یا نہیں	۷۰
(۵۷)	حج کے لیے تنہا عورتوں کا قافلہ	۷۱

## ارکان، واجبات اور سنن حج (۷۵-۱۵۶)



نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۹)	عرفات کی حاضری کا وقت کیا ہے	۷۵
(۶۰)	عرفات میں کس وقت حاضری ضروری ہے کہ حج ہو جائے	۷۶
(۶۱)	خطبہ حج کا وقت کیا ہے	۷۶
(۶۲)	غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے واپس ہو جائے تو دم واجب ہوگا، یا نہیں	۷۶
(۶۳)	غروب آفتاب سے پہلے میدان عرفات میں واپسی	۷۷
(۶۴)	عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنا	۷۸
(۶۵)	ہوائی جہاز کے ذریعہ میدان عرفات کی فضا کو پار کرنے پر وقوف صحیح ہوتا ہے، یا نہیں	۷۸
(۶۶)	ہوائی جہازوں میں وقوف عرفہ اور طواف کعبہ کا حکم	۷۹
(۶۷)	محرم عرفات میں نہ پہنچا تو حج ہوا، یا نہیں	۸۱
(۶۸)	یوم عرفہ کس دن	۸۱
(۶۹)	یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام	۸۲
(۷۰)	یوم عرفہ کی دعائیں	۸۳
(۷۱)	استلام کا طریقہ	۸۴
(۷۲)	نفل طواف کے بعد استیلام	۸۶
(۷۳)	حجر اسود کا استلام کرتے وقت پیر کس طرف رہیں	۸۶
(۷۴)	کیا طواف زیارت کے لیے مستقل احرام کی ضرورت ہے	۸۷
(۷۵)	طواف زیارت بحالت احرام	۸۷
(۷۶)	طواف زیارت نہ کیا تو کیا حکم ہے	۸۷
(۷۷)	دسویں ذی الحجہ کو قربانی سے قبل طواف زیارت کرنا	۸۸
(۷۸)	متمتع کے لیے طواف قدم کا حکم	۸۸
(۷۹)	زمین حل کے رہنے والوں کے لیے طواف قدم کا مسئلہ	۸۹
(۸۰)	طواف وداع	۸۹
(۸۱)	ارکان حج	۹۰
(۸۲)	طواف وداع نہ کرے تو کیا حکم ہے	۹۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۸۳)	طواف وداع سے قبل عورت کا حائضہ ہونا	۹۲
(۸۴)	زمین حل کے رہنے والوں کے لیے طواف وداع کا مسئلہ	۹۴
(۸۵)	کیا احرام باندھ کر طواف ضروری ہے	۹۴
(۸۶)	دو گانہ طواف اوقات مکروہ ہیں	۹۴
(۸۷)	دو گانہ طواف بھول کر دوسرا طواف شروع کر دیا	۹۵
(۸۸)	متعدد طوافوں کے بعد نفل	۹۵
(۸۹)	تین چکر طواف کے بعد خطبہ شروع ہو گیا	۹۶
(۹۰)	طواف کے پہلے تین چکر میں رمل نہ کرنا	۹۷
(۹۱)	سعی میں چودہ چکر لگانا	۹۷
(۹۲)	طواف اور سعی کے درمیان موبائل سے گفتگو کرنا	۹۷
(۹۳)	دوران طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے کھانا	۹۸
(۹۴)	دوران طواف وضو کا ٹوٹ جانا	۹۸
(۹۵)	بحالت احرام بیماری کی وجہ سے بال گرنے کا حکم	۹۸
(۹۶)	دوران طواف اردو میں دعائیں پڑھنا	۹۹
(۹۷)	سعی کا شرعی حکم	۹۹
(۹۸)	صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی وجہ	۱۰۰
(۹۹)	ایام نحر میں سعی کرنا	۱۰۰
(۱۰۰)	کمزور لوگوں کے لیے کم بھیڑ کے وقت ارکان ادا کرنا	۱۰۱
(۱۰۱)	مزدلفہ کی ایک دعا کا صحیح مطلب	۱۰۱
(۱۰۲)	معذورین کے لیے وقف مزدلفہ کا ترک جائز ہے	۱۰۲
(۱۰۳)	وقف مزدلفہ	۱۰۴
(۱۰۴)	ایضاً	۱۰۴
(۱۰۵)	منیٰ سے روانگی	۱۰۴
(۱۰۶)	منیٰ سے عرفات کے لیے نماز صبح سے پہلے روانہ ہونا	۱۰۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰۷)	۱۲/ ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کا حکم	۱۰۷
(۱۰۸)	ایام منی میں حدود مزدلفہ میں بنے خیموں میں قیام کرنا	۱۰۸
(۱۰۹)	حجاج کی کثرت، یا حکومتی پابندی کی وجہ سے ۸/۱۲ ذی الحجہ کو منی سے باہر قیام کرنا	۱۰۸
(۱۱۰)	حدود منی میں جگہ کی تنگی کے باعث حدود مکہ میں قیام کر کے رمی جمرات کرنا	۱۰۹
(۱۱۱)	۱۰/ ذی الحجہ کو عزیمت پہنچ کر ۲۰/ دن منی، مزدلفہ اور مکہ میں ٹھہرنے والا مسافر ہے، یا مقیم	۱۱۰
(۱۱۲)	کیا منی آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم ہو جائے گی	۱۱۱
(۱۱۳)	کیا پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منی کو عزیمت سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے	۱۱۱
(۱۱۴)	کیا منی بطور پارکنگ مستعمل ہونے کی وجہ سے مصالح مکہ میں شمار ہو سکتا ہے	۱۱۲
(۱۱۵)	حکومت اگر دو الگ مقامات کو ایک شمار کر لے تو کیا قصر و تمام کے باب میں دونوں ایک ہی شمار ہوں گے	۱۱۳
(۱۱۶)	حدیث ”منی مناخ من سبق“ کا منشا کیا ہے	۱۱۶
(۱۱۷)	متمتع اور قارن پر کیا دوام ہیں	۱۱۷
(۱۱۸)	مشین سے بال کٹانے پر حلق کی فضیلت ثابت نہ ہوگی	۱۱۷
(۱۱۹)	قصر کی مقدار واجب	۱۱۸
(۱۲۰)	تمام سر، یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے، یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا	۱۱۹
(۱۲۱)	احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا	۱۱۹
(۱۲۲)	احرام سے حلال ہونے کے لیے چند بالوں کا منڈانا	۱۲۰
(۱۲۳)	افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے	۱۲۱
(۱۲۴)	قصر کی مقدار اور یوم الثالث میں قبل الزوال رمی کا عدم جواز	۱۲۲
(۱۲۵)	حلق و قصر میں ایک ربع بھی کافی ہے	۱۲۳
(۱۲۶)	محرم کو حلال ہونے کے لیے حلق و قصر خود کرنا	۱۲۴
(۱۲۷)	عورتیں حلال ہونے کے لیے کتنے بال کہاں کے کاٹیں	۱۲۴
(۱۲۸)	حج میں عورتوں اور مردوں کے لیے بال کٹوانے کی مقدار	۱۲۵
(۱۲۹)	محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل	۱۲۵
(۱۳۰)	وقت احصار بغیر ذبح حلال ہونے کی شرط	۱۲۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۳۱)	رمی جمار کی حقیقت	۱۲۶
(۱۳۲)	رمی جمار کی وجہ	۱۲۸
(۱۳۳)	تینوں جہرات پر رمی کرنے کی حکمت	۱۲۸
(۱۳۴)	رمی جہرات کے لیے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے	۱۲۹
(۱۳۵)	رمی میں نیابت کب جائز ہے	۱۲۹
(۱۳۶)	کیا تین دن تک رمی جمار صرف اس امت کی خصوصیت ہے	۱۳۰
(۱۳۷)	معذور اور خواتین کا ۱۰ ارذی الحجہ کو آدھی رات سے رمی شروع کرنا	۱۳۱
(۱۳۸)	حوادث کی وجہ سے اوقات رمی کے سلسلہ میں مسلک غیر پر فتویٰ دینا	۱۳۲
(۱۳۹)	منی میں ۲۴ گھنٹہ رمی کے بارے میں چسپاں کئے گئے اشتہارات کا کیا حکم ہے	۱۳۷
(۱۴۰)	بارہویں کی رمی زوال سے پہلے جائز ہے، یا نہیں	۱۳۸
(۱۴۱)	بارہویں کو بعد مغرب طواف زیارت ہو سکتا ہے، یا نہیں	۱۳۸
(۱۴۲)	بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی کرنا اور بدون عذر رمی میں نیابت کا حکم	۱۳۸
(۱۴۳)	علالت و کمزوری کی بنا پر رمی میں نائب بنانا	۱۳۹
(۱۴۴)	کمزور عورتوں، یا بیمار کے لیے رمی جہرات کا ترک کرنا، یا وکیل مقرر کرنا	۱۴۰
(۱۴۵)	گوٹھا کس طرح تلبیہ پڑھے	۱۴۱
(۱۴۶)	ذبح حلق کے بعد ہے، یا قبل	۱۴۱
(۱۴۷)	ایام معلومات کی تشریح	۱۴۱
(۱۴۸)	یوم القر کی تشریح	۱۴۳
(۱۴۹)	بدرجہ مجبوری خواتین کے لیے بحالت حیض طواف زیارت کا حکم	۱۴۸
(۱۵۰)	کیا بحالت مجبوری رمی، قربانی اور خلیق کے درمیان ترتیب ساقط ہو جائے گی	۱۴۹
(۱۵۱)	یوم النحر کے بعد منی میں قیام کی شرعی حیثیت	۱۵۳
(۱۵۲)	منی میں رات گزارنے کا حکم اور منی سے واپسی کا حکم	۱۵۳
(۱۵۳)	حلق کے مسنون طریقے کا بیان، نیز امام صاحب کا واقعہ حلق	۱۵۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

## حج میں قربانی کے مسائل (۱۵۷-۱۷۸)

- ۱۵۷ (۱۵۴) حج قرآن اور تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہے
- ۱۵۸ (۱۵۵) کیا تمتع، یا قارن پر مالی قربانی بھی واجب ہے
- ۱۵۹ (۱۵۶) دم شکر صرف قارن، یا تمتع پر واجب ہے، مفرد پر نہیں
- ۱۶۰ (۱۵۷) قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے
- ۱۶۰ (۱۵۸) تمتع پر علاوہ دم شکر کے قربانی کا وجوب
- ۱۶۱ (۱۵۹) حج کے بعد دم شکر یہ کا حکم
- ۱۶۱ (۱۶۰) میاں بیوی دونوں کا حج تمتع میں صرف ایک قربانی کرنا
- ۱۶۳ (۱۶۱) حلق کرانے اور وطن واپس لوٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمتع کی قربانی نہیں ہو سکی
- ۱۶۴ (۱۶۲) قارن اور تمتع کے لیے رمی قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے
- ۱۶۷ (۱۶۳) حاجی کی طرف سے اہل خانہ کا قربانی کرنا
- ۱۶۸ (۱۶۴) حج کی قربانی کہاں کی جائے
- ۱۶۸ (۱۶۵) منیٰ کی قربانیوں کا گوشت اور چمڑا قابل استعمال بنانے کی اسکیم
- ۱۶۹ (۱۶۶) ذبح کرنا قربانی کے جانور، یا شکر یہ کے جانور کا محرم کے لیے کیسا ہے
- ۱۷۰ (۱۶۷) حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے
- ۱۷۰ (۱۶۸) حرمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ
- ۱۷۱ (۱۶۹) ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے
- ۱۷۲ (۱۷۰) حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے
- ۱۷۲ (۱۷۱) منیٰ میں حجاج کا اسلامی بنک کے توسط سے جانور ذبح کرانا
- ۱۷۵ (۱۷۲) اسلامی بینک کے توسط سے جانور ذبح کرانا

## احرام کے مسائل (۱۷۹-۲۰۸)

- ۱۷۹ (۱۷۳) احرام کی حقیقت کیا ہے
- ۱۸۰ (۱۷۴) احرام کس وقت باندھے

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۷۵)	احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے	۱۸۰
(۱۷۶)	لبس رنگین و تحیض احرام	۱۸۰
(۱۷۷)	گرم کپڑے میں احرام باندھنا	۱۸۱
(۱۷۸)	احرام کی چادر کا عام استعمال	۱۸۱
(۱۷۹)	ادائیگی حج کے بعد احرام کے کپڑوں کا استعمال	۱۸۲
(۱۸۰)	حالت احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا	۱۸۳
(۱۸۱)	احرام کے کپڑے پر مسح	۱۸۳
(۱۸۲)	احرام کی چادر کو پن سے منسلک کرنا	۱۸۳
(۱۸۳)	احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے	۱۸۴
(۱۸۴)	احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم	۱۸۴
(۱۸۵)	حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کے لیے طواف وغیرہ کرنا	۱۸۵
(۱۸۶)	صلوٰۃ احرام اور صلوٰۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم	۱۸۵
(۱۸۷)	احرام کی حالت میں اگر چادر علاحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے	۱۸۶
(۱۸۸)	حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ	۱۸۶
(۱۸۹)	احرام اور پردہ	۱۸۷
(۱۹۰)	احرام کی حالت میں کیسا جوتا پہننا جائز ہے	۱۸۷
(۱۹۱)	حالت احرام میں پاؤں میں مہندی لگانا	۱۹۰
(۱۹۲)	حکم استعمال پان در احرام	۱۹۱
(۱۹۳)	محرم کے لیے خوشبودار دوا کا استعمال	۱۹۱
(۱۹۴)	احرام میں ازار بدلنا جائز ہے	۱۹۲
(۱۹۵)	محرم ربڑ یا تار کی پٹی سے تہبند احرام باندھ سکتے ہیں، یا نہیں	۱۹۲
(۱۹۶)	محرم احرام کی چادر گرمی کی وجہ سے اتار سکتا ہے، یا نہیں	۱۹۲
(۱۹۷)	حج کی دعائیں کتاب دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے	۱۹۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۹۸)	احرام میں ہمیانی باندھنے کا حکم	۱۹۳
(۱۹۹)	محرم عینک لگا سکتا ہے، یا نہیں	۱۹۳
(۲۰۰)	احرام کی حالت میں عورت کا زیور اور چوڑیاں پہننا	۱۹۴
(۲۰۱)	محرم کا تین، یا زائد بال اکھاڑنا	۱۹۴
(۲۰۲)	چہرہ سے مراد	۱۹۵
(۲۰۳)	حالتِ احرام میں غسل واجب ہو جائے	۱۹۵
(۲۰۴)	محرم کا دوسرے کے بال کاٹنا	۱۹۶
(۲۰۵)	بے شعور بچوں کا احرام	۱۹۶
(۲۰۶)	عمرہ کے احرام کی چادر کا کفن میں استعمال	۱۹۷
(۲۰۷)	آفاقی کو بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم	۱۹۷
(۲۰۸)	قاصد مدینہ کو بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم	۱۹۸
(۲۰۹)	کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ	۱۹۸
(۲۱۰)	کیا طواف زیارت کے لیے مستقل احرام کی ضرورت ہے	۱۹۹
(۲۱۱)	مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لیے احرام باندھے، یا نہیں	۱۹۹
(۲۱۲)	جدہ میں رہنے والا حج، یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھے	۲۰۰
(۲۱۳)	اہل جدہ بلا احرام مکہ مکرمہ جاسکتے ہیں، یا نہیں	۲۰۱
(۲۱۴)	دوبارہ حرم میں داخلہ کے وقت احرام کا حکم	۲۰۱
(۲۱۵)	بحری و ہوائی راستہ سے سفر کرنے والوں کو احرام کب باندھنا چاہیے	۲۰۱
(۲۱۶)	آفاقی بطریقہ مرورہ پختہ کر مکہ مکرمہ جانا چاہیے تو احرام ضروری ہے، یا نہیں	۲۰۳
(۲۱۷)	ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا کیسا ہے	۲۰۵
(۲۱۸)	ملازمت، یا تجارت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جانے والے کے لیے احرام ضروری ہے، یا نہیں	۲۰۴
(۲۱۹)	کس صورت میں اضطباع مسنون ہے	۲۰۶
(۲۲۰)	متمتع اور مکی حج کا احرام کہاں سے باندھے	۲۰۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۲۱)	بوقت احرام بیوی ساتھ ہو تو صحبت کرنا اور پھر غسل کرنا مسنون ہے	۲۰۷
(۲۲۲)	احرام کی چادر لگی کی طرح سینا	۲۰۸
(۲۲۳)	کیا تلبیہ کے لیے خاص الفاظ منقول ہیں	۲۰۸
<b>ممنوعات احرام کے مسائل (۲۰۹-۲۳۶)</b>		
(۲۲۴)	کیا محرم کے لیے سلی ہوئی لنگی کا پہننا بلا کراہت جائز ہے	۲۰۹
(۲۲۵)	احرام کے لیے سلا ہو کپڑا اور ٹیڑون استعمال کرنے کا حکم	۲۱۱
(۲۲۶)	بحالت احرام ٹھنڈک کی وجہ سے سویٹر، مفطر، موزہ اور چادر وغیرہ اوڑھنا	۲۱۱
(۲۲۷)	احرام کی حالت میں کٹوے کو مارنا	۲۱۳
(۲۲۸)	محرم آدمی سانپ، بچھو، کوا، گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے	۲۱۴
(۲۲۹)	احرام میں شکار اور غیر محرم کا حد و حرم کے اندر شکار لانے کا حکم اور فقہی عبارتوں میں تعارض کی تحقیق	۲۱۴
(۲۳۰)	احرام کے بعد میقات سے خارج ہونا	۲۲۰
(۲۳۱)	عورت کے لیے احرام میں منہ چھپانے کا طریقہ	۲۲۰
(۲۳۲)	کیا عورت بحالت احرام مسح راس کے لیے سر سے کپڑا اتار سکتی ہے	۲۲۱
(۲۳۳)	محظورات احرام کا بلاز عذر ارتکاب اور دم و صدقہ سے عاجز کے لیے روزے رکھنا کافی ہے، یا نہیں	۲۲۱
(۲۳۴)	عورت حالت احرام میں چہرہ کسی چیز سے ڈھانپنے	۲۲۳
(۲۳۵)	بحالت احرام عورت کو مردانہ جوتا پہننا کیسا ہے	۲۲۳
(۲۳۶)	بحالت احرام بنیان، یا سلی ہوئی چادر پہننے کا حکم	۲۲۳
(۲۳۷)	ارکان چھوٹنے، یا ترتیب میں تقدیم و تاخیر کا حکم	۲۲۳
(۲۳۸)	بحالت احرام خون نکلنے سے کیا دم واجب ہوگا	۲۲۴
(۲۳۹)	قرآن کے حج کا احرام باندھنے والے کے لیے عمرہ کرنا	۲۲۴
(۲۴۰)	میقات سے مکہ جانے کا ارادہ نہ ہو تو میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں	۲۲۴
(۲۴۱)	عورت کا حالت احرام میں میک اپ کر کے ادھر ادھر گھومنا	۲۲۵
(۲۴۲)	میقات سے بلا احرام گزرنا	۲۲۶



نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۴۳)	مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے	۲۲۸
(۲۴۴)	ایک محرم کا دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دینا	۲۲۹
(۲۴۵)	احرام کی حالت میں خفین پہننا	۲۲۹
(۲۴۶)	حالت احرام میں چہرہ پر ”ماسک“ لگانا	۲۳۰
(۲۴۷)	احرام کی حالت میں سوتے ہوئے چہرہ ڈھنکنا	۲۳۱
(۲۴۸)	بلا احرام میقات میں دخول	۲۳۱
(۲۴۹)	حالت احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹ گئے	۲۳۲
(۲۵۰)	حالت احرام میں اعذار متعدده کی وجہ سے مختلف سلعے ہوئے کپڑے پہننے سے کفارہ واحدہ واجب ہوگا، یا متعدد	۲۳۲
(۲۵۱)	رفض احرام حج سے ایک دم اور ایک حج لازم ہوگا یا دو دم اور دو حج	۲۳۵

### میقات کے احکام و مسائل (۲۳۷-۲۶۲)

(۲۵۲)	میقات کی حکمت	۲۳۷
(۲۵۳)	میقات سے متعلق ایک اہم تحقیق	۲۳۸
(۲۵۴)	اہل طائف کے لیے احرام باندھنے کا مسئلہ	۲۴۱
(۲۵۵)	میقاتی کو احرام باندھنے کا حکم	۲۴۲
(۲۵۶)	مدینہ منورہ سے جدہ جانے جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کے لیے احرام کہاں سے باندھے	۲۴۴
(۲۵۷)	یللم سے احرام	۲۴۴
(۲۵۸)	ہندوستانیوں کے لیے میقات یلملم ہے، یا جدہ	۲۴۶
(۲۵۹)	پانی کے جہاز سے جانے والا ہندوستانی کہاں سے احرام باندھے	۲۴۷
(۲۶۰)	سمندری جہاز سے حج کے لیے جانے پر احرام کہاں سے باندھا جائے	۲۴۸
(۲۶۱)	ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا احرام کہاں سے باندھے	۲۴۹
(۲۶۲)	بذریعہ جہاز سفر ہو تو احرام کہاں باندھا جائے	۲۵۰
(۲۶۳)	یللم سے تمتع کا احرام باندھ کر مدینہ جائے پھر حج کرے تو تمتع ہوگا، یا نہیں	۲۵۰
(۲۶۴)	”جدہ“ کی حیثیت کیا ہے	۲۵۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

- (۲۶۵) کیا جدہ میقات ہے ۲۵۳
- (۲۶۶) میقات کا علم نہ ہو تو تخری کرے ۲۵۳
- (۲۶۷) مکی اگر جدہ جائے تو واپسی پر احرام لازم ہے، یا نہیں ۲۵۳
- (۲۶۸) کسی ضرورت کے لیے مکہ سے جدہ آئے، پھر مکہ جانے کے لیے کیا احرام ضروری ہے ۲۵۴
- (۲۶۹) اہل ہند کے لیے جدہ بھی میقات ہے ۲۵۵
- (۲۷۰) جدہ تک بغیر احرام کے جانے والا مسافر اگر کسی دوسری میقات سے احرام باندھ لے تو اس پر دم نہیں ۲۵۵
- (۲۷۱) اگر کوئی شخص آفاق میں چلتا ہوا جدہ پہنچ جائے تو احرام کہاں سے باندھے ۲۵۷

### حج قرآن، تمتع اور افراد کا بیان (۲۶۳-۲۸۸)

- (۲۷۲) کون سا حج افضل ہے ۲۶۳
- (۲۷۳) حج کی افضل صورت ۲۶۳
- (۲۷۴) آفاقی جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کر کے مدینہ چلا جائے، واپسی میں قرآن، یا تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں ۲۶۴
- (۲۷۵) مفرد اور قارن کے لیے سعی ۲۶۶
- (۲۷۶) مفرد اور قارن طواف میں سعی کرے گا، یا نہیں ۲۶۷
- (۲۷۷) تمتع کا مدینہ طیبہ جانا، پھر عمرہ کرنا ۲۶۸
- (۲۷۸) ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے کیا تمتع باقی رہے گا ۲۶۹
- (۲۷۹) اشہر حج سے پہلے عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا ۲۷۰
- (۲۸۰) قارن کے لیے وطن کے اعتبار سے حرم میں قربانی افضل ہے ۲۷۱
- (۲۸۱) عمرہ کے بعد کیا بال منڈوانا لازم ہے ۲۷۱
- (۲۸۲) حج کے مہینوں میں بار بار عمرہ ۲۷۱
- (۲۸۳) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمتع سے منع کرنے کی وجہ ۲۷۲
- (۲۸۴) حج تمتع کرنے والوں کے لیے عمرہ ۲۷۵
- (۲۸۵) حج تمتع میں عمرہ کے بعد بیوی سے قربت ۲۷۵
- (۲۸۶) حکم تبدیل احرام حج بعمرہ ۲۷۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۸۷)	اہل جدہ کے لیے تمتع اور قرآن کا حکم	۲۷۷
(۲۸۸)	اشترج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو	۲۷۷
(۲۸۹)	حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ	۲۷۸
(۲۹۰)	مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد، یا تمتع کا مسئلہ	۲۷۹
(۲۹۱)	تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں	۲۸۰
(۲۹۲)	سعودی عرب میں مقیم شخص کے لیے حج قرآن کا حکم	۲۸۱
(۲۹۳)	حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے والے جدہ میں مقیم شخص کے لیے حج قرآن کا حکم	۲۸۱
(۲۹۴)	تمتع عمرہ سے حلال ہو کر مدینہ جائے پھر آ کر حج کرے تو تمتع ہوگا، یا نہیں	۲۸۲
(۲۹۵)	حاجی کے پاس دم قرآن و تمتع کے پیسے نہ ہوں تو وہ کیا کرے	۲۸۳
(۲۹۶)	میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے تمتع کا حکم، والد کی جانب سے کون سا حج کیا جائے، دم کہاں ذبح کیا جائے اور مسجد نبوی میں چالیس نمازیں نہ پڑھ سکا	۲۸۴
(۲۹۷)	تمتع حج سے پہلے مدینہ منورہ جاسکتا ہے، یا نہیں	۲۸۵
(۲۹۸)	تمتع عمرہ کر کے مدینہ منورہ چلا گیا واپسی پر حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو کیا حکم ہے	۲۸۷
<b>دوران سفر حج کے احکام (۲۸۹-۳۲۰)</b>		
(۲۹۹)	مدینہ طیبہ میں حاجی قصر کرے گا، یا اتمام	۲۸۹
(۳۰۰)	کیا عرفات میں حاجی قصر کرے	۲۸۹
(۳۰۱)	اہل جدہ عرفات جاتے ہوئے نماز میں قصر کریں گے، یا اتمام	۲۹۰
(۳۰۲)	قیام مکہ کے دوران تفریح کے لیے جدہ جانے کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم	۲۹۰
(۳۰۳)	قصر و اتمام کے مسئلہ میں کیا مکہ و منیٰ ایک شہر شمار ہوگا	۲۹۳
(۳۰۴)	سفر حج میں نماز پوری پڑھیں، یا قصر کریں	۲۹۷
(۳۰۵)	حاجی مسافر رہتا ہے، یا مقیم	۲۹۸
(۳۰۶)	شہر سے متصل مقام کو بحکم شہر ہونے کے لیے کس قسم کا اتصال شرط ہے	۲۹۹
(۳۰۷)	اگر ایک ہی گروپ میں اتمام اور قصر دونوں کے قائل ہوں تو امام کس کو بنائیں	۲۹۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۰۸)	مغرب کی نماز عرفات میں اور عشاء کی مزدلفہ میں پڑھنے کا حکم	۳۰۰
(۳۰۹)	عرفات میں بعد جماعت عصر و ظہر دونوں کو جمع کرنا کیسا ہے	۳۰۱
(۳۱۰)	مزدلفہ میں صبح صادق کے بعد مغرب و عشاء نہیت ادا پڑھی تو کیا حکم ہے	۳۰۱
(۳۱۱)	مزدلفہ میں دیر سے پہنچنے پر مغرب و عشاء پڑھنے سے دم نہیں	۳۰۱
(۳۱۲)	طواف زیارت کی تکمیل نفلی طواف سے	۳۰۱
(۳۱۳)	عرفات میں جمع بین الصلواتین کا مسئلہ	۳۰۲
(۳۱۴)	عرفات، یا راستہ میں نماز مغرب و عشاء نہیں پڑھے گا	۳۰۳
(۳۱۵)	مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے جمع کرنے میں امام شرط نہیں ہے	۳۰۳
(۳۱۶)	مزدلفہ میں مغرب و عشاء میں ترتیب واجب ہے	۳۰۳
(۳۱۷)	حج سے پہلے پہونچنے والا مکہ معظمہ میں مقیم ہے، یا مسافر	۳۰۴
(۳۱۸)	عورت کا احرام سے قبل مانع حیض و استئصال کرنا	۳۰۴
(۳۱۹)	دوران حج حیض کا آجانا	۳۰۵
(۳۲۰)	جس عورت کو ایام حج میں حیض آئے، وہ حج کیسے کرے	۳۰۵
(۳۲۱)	اگر ایام حج میں عورت کو حیض آجائے تو وہ کیا کرے	۳۰۶
(۳۲۲)	حالت حیض میں طواف کرنا	۳۰۶
(۳۲۳)	حالت حیض میں حرم شریف کی نماز اور صلوٰۃ و سلام	۳۰۷
(۳۲۴)	حائضہ کس طرح مناسک حج ادا کرے	۳۰۸
(۳۲۵)	دوران حج حیض آ گیا	۳۰۹
(۳۲۶)	حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ	۳۰۹
(۳۲۷)	طواف، یا سعی کے دوران ماہواری شروع ہوگئی	۳۱۰
(۳۲۸)	فجر اور عصر کے بعد دو گانہ طواف	۳۱۰
(۳۲۹)	بغیر وضو کے طواف	۳۱۱
(۳۳۰)	حج تمتع کرنے والی عورت حائضہ ہوگئی تو کیا حکم ہے	۳۱۲
(۳۳۱)	قرآن کا احرام باندھنے والی حائضہ ہوگئی	۳۱۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۳۳)	اگر ۸/ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا حکم ہے	۳۱۵
(۳۳۴)	اگر ۹/ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا کرے	۳۱۶
(۳۳۵)	ماہواری کی وجہ سے طواف و داع نہ کر سکی اور روانگی کا وقت آ گیا	۳۱۷
(۳۳۶)	ایام حج میں دوائی کے ذریعہ حیض روکنا	۳۱۷
(۳۳۷)	قرآن کا احرام باندھنے کے بعد حیض آ گیا	۳۱۸
(۳۳۸)	عورتیں اقتدا کی نیت نہیں کرتیں	۳۱۸
(۳۳۹)	تیرھویں کی رمی مغرب کے بعد کرنا	۳۱۹
(۳۴۰)	حج کی سعی سے پہلے عمرہ	۳۱۹
(۳۴۱)	ہوائی جہاز میں نماز کیسے پڑھیں	۳۱۹
(۳۴۲)	عورت خود بھی بیمار ہو اور اس کا محرم بھی تو کیا کرے	۳۲۰

### حج بدل کے احکام و مسائل (۳۲۱-۴۷۰)

(۳۴۳)	حج بدل کسے کہتے ہیں	۳۲۱
(۳۴۴)	حج کا بدل کیوں ہے	۳۲۱
(۳۴۵)	حج بدل کے لیے کیسے شخص کو بھیجے	۳۲۲
(۳۴۶)	حج بدل کے لیے شرائط کیا ہیں	۳۲۲
(۳۴۷)	حج بدل کے شرائط	۳۲۴
(۳۴۸)	مراہق حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۳۲۵
(۳۴۹)	حج بدل کا حکم	۳۲۵
(۳۵۰)	حج بدل سے متعلق چھ ضروری احکام	۳۲۷
(۳۵۱)	حج بدل کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ	۳۲۷
(۳۵۲)	حج بدل کا تفصیلی مسئلہ	۳۳۱
(۳۵۳)	حج بدل میں جانے والا بیمار ہو جائے تو کیا کرے	۳۳۲
(۳۵۴)	حج بدل میں جانے والا مر جائے تو کیا حکم ہے	۳۳۲
(۳۵۵)	مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل از حج وفات پا گیا تو کیا کرے	۳۳۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۵۶)	فرض حج ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وصیت کرے، یا نہیں	۳۳۳
(۳۵۷)	صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے	۳۳۳
(۳۵۸)	مریض حج بدل کو بھیجے، پھر اچھا ہو جائے	۳۳۳
(۳۵۹)	تندرست اگر حج بدل کے لیے بھیجے تو کیا حکم ہے	۳۳۴
(۳۶۰)	متعلق حج بدل	۳۳۴
(۳۶۱)	کیا حج بدل میں نام لینا ضروری ہے	۳۳۶
(۳۶۲)	حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے	۳۳۷
(۳۶۳)	حج بدل کی ایک صورت کا حکم	۳۳۷
(۳۶۴)	حج بدل کا طریقہ	۳۳۸
(۳۶۵)	سفر حج سے عاجز ہونے کی صورت میں حج بدل کرانے کا حکم	۳۳۸
(۳۶۶)	زندگی میں حج بدل	۳۳۹
(۳۶۷)	اپنی زندگی میں حج بدل کرائے، یا نہیں	۳۳۹
(۳۶۸)	حج بدل میں کس کی طرف سے حج کی نیت کرے	۳۴۰
(۳۶۹)	حج بدل کرنے والا قارن جنایت کس طرح ادا کرے	۳۴۰
(۳۷۰)	حج بدل اور ضمان مامور کی ایک صورت کا حکم	۳۴۱
(۳۷۱)	معذور کے حج بدل کرانے کی ایک صورت کا حکم	۳۴۲
(۳۷۲)	مامور اپنی جائے قیام سے حج کرے تو حج آمر کا صحیح ہو جائے گا، یا نہیں	۳۴۳
(۳۷۳)	اجنبی کے مال سے بغیر وصیت و اذن و رش حج بدل کی ایک صورت کا حکم	۳۴۴
(۳۷۴)	حج بدل میں اگر مامور کے پاس خرچ نہ رہے اور وہ قرض لے کر خرچ کرے تو کیا حکم ہے	۳۴۵
(۳۷۵)	بغیر وصیت کے حج بدل کرنا بہتر ہے، یا نفلی حج کر کے ثواب پہنچانا	۳۴۶
(۳۷۶)	ایک سے زائد لوگوں کو نفل حج کا ثواب پہنچانا	۳۴۶
(۳۷۷)	حج بدل کرانے والے، کرنے والے اور جس کی طرف سے کر رہا ہے کس کو زیادہ ثواب ملے گا	۳۴۷
(۳۷۸)	اجرت لے کر حج بدل کرنا	۳۴۸
(۳۷۹)	حج بدل پر اجرت لینا	۳۴۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۸۰)	مدرسہ صولتیہ میں حج بدل کا پیسہ جمع کر کے حج بدل کرنا	۳۴۸
(۳۸۱)	ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل کرنا	۳۴۹
(۳۸۲)	امیر الحج کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا	۳۵۰
(۳۸۳)	جس پر حج فرض نہ ہو، اس کا بار بار حج بدل کرنا	۳۵۱
(۳۸۴)	حکم افساد حج بدل	۳۵۱
(۳۸۵)	حج بدل کی ایک صورت	۳۵۳
(۳۸۶)	حج بدل کرنا افضل ہے، یا مدرسہ کی تعمیر	۳۵۳
(۳۸۷)	صاحب استطاعت مریض کا اپنی طرف سے حج بدل کرنا	۳۵۳
(۳۸۸)	جس نے حج نہیں کیا ہے، وہ حج بدل میں جائے تو کیا اس پر حج فرض ہو جاتا ہے	۳۵۴
(۳۸۹)	غیر مستطیع حج بدل کرنے والے پر حج فرض نہیں ہوتا	۳۵۵
(۳۹۰)	حج بدل کے لیے فراہم کی گئی رقم کا کافی ہونا	۳۵۶
(۳۹۱)	حج بدل میں مامور بال حج دوسرے کو اپنا نائب نہیں بنا سکتا	۳۵۶
(۳۹۲)	عورت کے لیے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ	۳۵۷
(۳۹۳)	حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا	۳۵۷
(۳۹۴)	ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ	۳۵۸
(۳۹۵)	حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا	۳۵۸
(۳۹۶)	حج بدل میں نماز و نوافل کا ثواب کس کو ملے گا	۳۵۹
(۳۹۷)	زندہ اور مردہ کی طرف سے حج بدل اور عمرہ کا حکم	۳۵۹
(۳۹۸)	حج بدل کرنے والے حاجی کی طرف سے ہندوستان میں قربانی کرنا	۳۶۰
(۳۹۹)	وہیل چیر پر حج بدل کرنے والے کے طواف و سعی کا صرفہ	۳۶۰
(۴۰۰)	والدین کی طرف سے حج بدل	۳۶۱
(۴۰۱)	والدین کی طرف سے کسی غیر مستطیع کے ذریعہ حج بدل کرنا کیسا ہے	۳۶۱
(۴۰۲)	والدین کی طرف سے حج بدل کرادے تو ثواب ہوگا، یا نہیں	۳۶۲
(۴۰۳)	والدین کو ایصال ثواب کے لیے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں	۳۶۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۰۴)	بیمار کا لڑکا حج بدل کرے، یا نہیں	۳۶۳
(۴۰۵)	ماں کی طرف سے حج بدل کرنا	۳۶۳
(۴۰۶)	والدین کے لیے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں، یا والدہ کو	۳۶۴
(۴۰۷)	والدین، بھت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج و عمرہ کرنا	۳۶۴
(۴۰۸)	بیٹا باپ کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۳۶۶
(۴۰۹)	داماد کا سر کی جانب سے حج بدل میں جانا	۳۶۶
(۴۱۰)	بیٹی کا اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا	۳۶۷
(۴۱۱)	والد اور دادا کی طرف سے بغیر وصیت کے حج بدل کرنا	۳۶۷
(۴۱۲)	حج بدل میں والدین کی طرف سے قرآن وغیرہ کی نیت کرنا	۳۶۸
(۴۱۳)	ستر سالہ بوڑھا جو کمزور ہے، وہ حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۳۶۸
(۴۱۴)	کیا ضعیف شخص کسی دوسرے کو اپنی جگہ حج کے لیے بھیج سکتا ہے	۳۶۹
(۴۱۵)	مستطیع حج فرض کے بجائے دوسرے کا حج بدل کرے	۳۶۹
(۴۱۶)	مجبوری کی وجہ سے حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۳۷۰
(۴۱۷)	والدہ مرحومہ کے لیے نفلی حج کا حکم	۳۷۰
(۴۱۸)	حج فرض کے ہونے کے بعد اگر قدرت نہ رہے تو حج ساقط نہیں ہوتا	۳۷۱
(۴۱۹)	مریض کا حج بدل کرنا	۳۷۱
(۴۲۰)	سلسلہ البول کے مریض کا حج کرنا	۳۷۲
(۴۲۱)	کمزور دل آدمی کا حج بدل کرنا	۳۷۲
(۴۲۲)	بیماری کی وجہ سے کسی دوسرے کو حج بدل پر بھیجنے کا حکم	۳۷۳
(۴۲۳)	جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو اسے حج بدل پر نہیں بھیجنا چاہیے	۳۷۳
(۴۲۴)	۶۶ سال کا سن رسیدہ حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۳۷۴
(۴۲۵)	والدین میں سے کس کا حج بدل کرنا افضل ہے	۳۷۴
(۴۲۶)	عورت کا حج بدل میں جانا	۳۷۵
(۴۲۷)	کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے	۳۷۵



نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۲۸)	بوڑھی نابینا عورت کا حج بدل کرانا	۳۷۶
(۴۲۹)	عورت کی طرف سے کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے	۳۷۷
(۴۳۰)	پردہ نشیں عورت جب محرم نہ ہو تو کیا حج بدل کر سکتی ہے	۳۷۷
(۴۳۱)	مرحومین کی طرف سے حج و عمرہ:	۳۷۸
(۴۳۲)	حج بدل مرحومین کی طرف سے	۳۷۹
(۴۳۳)	مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کی نیت کی، پھر سفر کے قابل نہ رہا تو وہ شخص کیا کرے	۳۷۹
(۴۳۴)	والد مرحوم کی طرف سے حج بدل	۳۸۰
(۴۳۵)	میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا	۳۸۱
(۴۳۶)	بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج بدل	۳۸۲
(۴۳۷)	میت کی طرف سے بلا وصیت حج بدل	۳۸۲
(۴۳۸)	ورثہ میت کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں	۳۸۳
(۴۳۹)	میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے	۳۸۴
(۴۴۰)	بلا وصیت نابالغ کے مال سے حج بدل درست ہے، یا نہیں	۳۸۴
(۴۴۱)	مطلق حج بدل کی وصیت میں کون سے حج احرام باندھے	۳۸۵
(۴۴۲)	بغیر وصیت میت کی طرف سے حج بدل کرے تو فرض ساقط ہو جائے گا	۳۸۶
(۴۴۳)	بلا وصیت مرحومہ کی جانب سے حج بدل کرنا	۳۸۶
(۴۴۴)	بدون وصیت کے حج بدل کر سکتے ہیں، یا نہیں	۳۸۷
(۴۴۵)	وصیت کے بغیر والدین کی طرف سے حج کیا تو ان کا حج ادا ہوگا، یا نہیں	۳۸۷
(۴۴۶)	وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کر سکتا ہے	۳۸۸
(۴۴۷)	وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار	۳۸۹
(۴۴۸)	حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو	۳۸۹
(۴۴۹)	اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا	۳۹۰
(۴۵۰)	حج بدل کہاں سے کرائے	۳۹۰
(۴۵۱)	حج بدل کے لیے آمر کے وطن سے روا لگی ضروری ہے	۳۹۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۵۲)	حج بدل کے لیے آمر کے نفقہ اور اس کے وطن سے حج کرنا ضروری ہے	۳۹۱
(۴۵۳)	کیا حج بدل وطن سے کرنا ضروری ہے	۳۹۳
(۴۵۴)	سعودی سے حج بدل کرنا	۳۹۴
(۴۵۵)	جدہ سے حج بدل	۳۹۴
(۴۵۶)	مکہ معظمہ سے حج بدل کرنا	۳۹۵
(۴۵۷)	حج بدل کے لیے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا	۳۹۵
(۴۵۸)	اگر حج فرض نہ ہو تو ایصال ثواب کے لیے حرمین میں کوئی شخص بدل کے لیے مقرر کر سکتا ہے	۳۹۶
(۴۵۹)	ضعیف والد کے لیے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ	۳۹۶
(۴۶۰)	پاکستانی کے لیے ابوظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ	۳۹۷
(۴۶۱)	حج بدل میں واپسی شرط نہیں ہے	۳۹۸
(۴۶۲)	کیا حج بدل کے بعد آمر کے مکان پر واپسی ہونی چاہیے	۳۹۸
(۴۶۳)	ایضاً	۳۹۸
(۴۶۴)	حج بدل کرنے والا کس حج کی نیت کرے	۳۹۹
(۴۶۵)	حج بدل میں تمتع	۳۹۹
(۴۶۶)	حج بدل میں تمتع	۴۰۰
(۴۶۷)	ایضاً	۴۰۲
(۴۶۸)	ایضاً	۴۰۳
(۴۶۹)	حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کا حکم	۴۰۴
(۴۷۰)	حج بدل میں تمتع کا احرام باندھنے کا حکم	۴۰۸
(۴۷۱)	کیا حج بدل کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے	۴۰۹
(۴۷۲)	حج بدل میں تمتع کا عدم جواز	۴۰۹
(۴۷۳)	حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے	۴۱۳
(۴۷۴)	حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں	۴۱۴
(۴۷۵)	حج بدل میں افراد ہو، یا قرآن	۴۱۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۷۶)	جج بدل میں تینوں اقسام جج آمر سے واقع ہوتے ہیں	۴۱۸
(۴۷۷)	جج بدل کے لیے کس کو بھیجنا افضل ہے	۴۲۱
(۴۷۸)	جج بدل کے لیے حاجی ہونا	۴۲۲
(۴۷۹)	جج بدل کرنے والے کا حاجی ہونا	۴۲۲
(۴۸۰)	میت کی جانب سے جج بدل کرنا	۴۲۲
(۴۸۱)	تحقیق اشراط جج خود برائے جج بدل	۴۲۳
(۴۸۲)	جس نے اپنا جج نہ کیا ہو، اس کے جج بدل کا حکم	۴۲۵
(۴۸۳)	جج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے، جس نے پہلے جج کیا ہو	۴۲۵
(۴۸۴)	جج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا؛ جس نے پہلے جج نہ کیا ہو	۴۲۶
(۴۸۵)	جس نے پہلے جج نہ کیا ہو اور جو کرچکا ہو، جج بدل میں کس کا بھیجنا بہتر ہے	۴۲۶
(۴۸۶)	جج بدل کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہے	۴۲۷
(۴۸۷)	جس نے اپنا جج نہ کیا ہو، اس کے جج بدل کرنے کا حکم	۴۲۷
(۴۸۸)	جس نے اپنا جج نہ کیا ہو، اس کے جج بدل کرنے کا حکم	۴۲۸
(۴۸۹)	جس نے جج فرض ادا نہ کیا ہو، اس کا جج بدل میں پہنچنا کیسا ہے	۴۲۹
(۴۹۰)	ساری تیاریاں مکمل کر لینے کے بعد سفر جج شروع کرنے سے پہلے انتقال کر جائے	۴۳۰
(۴۹۱)	جج ضرورہ	۴۳۲
(۴۹۲)	صاحب استطاعت کا اپنا جج کئے بغیر جج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے	۴۳۷
(۴۹۳)	من استطاع الیہ سبیلاً کا مفہوم	۴۳۸
(۴۹۴)	کسی حاجی کی جانب سے جج بدل کرنے کا حکم	۴۳۹
(۴۹۵)	جج بدل کے لیے جانے والا اپنا جج کرے اور بدل کے لیے حرمین میں کوئی مقرر کرے	۴۴۰
(۴۹۶)	غیر حاجی جج بدل کو جائے تو کیا حکم ہے	۴۴۱
(۴۹۷)	جس میت پر جج فرض باقی ہو، اس کی طرف سے جج بدل کرنا بہتر ہے	۴۴۱
(۴۹۸)	مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف سے جج بدل	۴۴۲
(۴۹۹)	مرد کی طرف سے عورت جج بدل کر سکتی ہے، یا نہیں	۴۴۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۰۰)	عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کے لیے جانا	۴۴۳
(۵۰۱)	عورت کی حج بدل کون کرے	۴۴۳
(۵۰۲)	عورت کی طرف سے مرد اور خفی کی طرف سے غیر مقلد حج کر سکتا ہے، یا نہیں	۴۴۴
(۵۰۳)	غیر محرم کے ذریعہ حج بدل	۴۴۴
(۵۰۴)	حج بدل کے لیے جس شخص کو رقم دی، وہ اس میں سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو	۴۴۵
(۵۰۵)	حج بدل کے لیے جس شخص کو بھیجا جائے، اس کے آنے تک اس کے گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے	۴۴۵
(۵۰۶)	ترجمانی کے لئے مکہ گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازمی نہیں	۴۴۶
(۵۰۷)	حج بدل کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام	۴۴۷
(۵۰۸)	حج بدل والے کو مدینہ طیبہ پہلے جانا	۴۴۸
(۵۰۹)	حج بدل میں پہلے روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری	۴۴۹
(۵۱۰)	ایضاً	۴۵۱
(۵۱۱)	حج بدل کے بعد عذر زائل ہو گیا تو دوبارہ حج فرض نہیں	۴۵۱
(۵۱۲)	بیوی کو اپنے حج سے پہلے حج بدل کرانا	۴۵۲
(۵۱۳)	حج بدل کرنے والے کا مکہ پہنچ کر کسی دوسرے سے حج بدل کرانا اور خود اپنا حج کرنا	۴۵۳
(۵۱۴)	حج بدل میں روپیہ مامور کو دیں یا اپنے پاس رکھے	۴۵۴
(۵۱۵)	بیوی پر حج فرض ہونے کے باوجود مکہ سے اس کا حج بدل کرانا	۴۵۴
(۵۱۶)	مکتب میں پیسہ دینے کا ثواب زیادہ ہے، یا حج بدل کا	۴۵۵
(۵۱۷)	حج بدل کے لیے دی ہوئی رقم اگر کمپنی ضبط کر لے تو مامور پر ضمان نہیں	۴۵۵
(۵۱۸)	حج بدل کی رقم میں تصرف کرنے کا ضمان	۴۵۶
(۵۱۹)	باسٹھ سالہ حج بدل کیوں کر سکتا ہے یا نہیں	۴۵۷
(۵۲۰)	ایک شخص حج کرنے کے لیے روانہ ہوا؛ مگر راستہ میں انتقال کر گیا: دوسرے شخص نے وہ روپیہ لے کر حج کر دیا، کیا حکم ہے	۴۵۷
(۵۲۱)	اندھا مستطیع خود حج کرے، یا حج بدل کر سکتا ہے	۴۵۸
(۵۲۲)	زید پر حج فرض تھا، اس نے نہ ادا کیا اور نہ وصیت کی، کیا کیا جائے	۴۵۹
(۵۲۳)	جس کی صحت خراب ہے وہ اپنی زندگی میں حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۴۵۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۲۴)	تکلیف کے ڈر سے حج بدل کرانا اور خود نہ کرنا کیسا ہے	۴۶۰
(۵۲۵)	زید شروع میں غفلت سے حج نہ کر سکا، اب وہ لائق سفر نہیں ہے تو حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں	۴۶۰
(۵۲۶)	بلا تقسیم ترکہ حج بدل کرنا درست ہے، یا نہیں	۴۶۱
(۵۲۷)	جس پر حج فرض نہ تھا، حج خرید کر اس کا ثواب بخشا کیسا	۴۶۱
(۵۲۸)	ورثاء حج بدل کرائیں تو کیا حکم ہے	۴۶۱
(۵۲۹)	حج بدل والا پہلے اس روپے سے اپنا حج کر سکتا ہے، یا نہیں	۴۶۲
(۵۳۰)	جو روپیہ ماں لے، وہ کس کے حصہ میں شمار ہوگا	۴۶۲
(۵۳۱)	چندہ سے حج میں کسی سے یہ کہنا کہ اتنا روپیہ دید دیجئے، حج بدل کروں گا	۴۶۳
(۵۳۲)	حج کے ارادے سے نکلا؛ مگر کسی وجہ سے واپس آگیا، کیا وہ روپیہ مسجد، یا مدرسہ پر خرچ کرنا درست ہے	۴۶۴
(۵۳۳)	نفل حج بدل کرنا کیسا ہے	۴۶۴
(۵۳۴)	حج بدل میں خرچ کے کم ہونے کی وجہ سے احرام غیر میقات سے	۴۶۵
(۵۳۵)	حج بدل کے روپے سے تجارت درست ہے، یا نہیں	۴۶۵
(۵۳۶)	ہندہ پر حج فرض تھا، بغیر وصیت انتقال کر گئی، اب اس کا بیٹا حج بدل کرادے تو کافی ہے، یا نہیں	۴۶۶
(۵۳۷)	کیا حج بدل کے لیے اولاد کا بہتر ہے اور اس روپے سے قرض دینا درست ہے، یا نہیں	۴۶۶
(۵۳۸)	حج بدل میں جانے والا راستہ میں مر گیا تو اب کیا کیا جائے	۴۶۷
(۵۳۹)	حج بدل کے لیے جو روپے دیئے وہ کم ہیں تو کیا کیا جائے	۴۶۷
(۵۴۰)	اپنا حج دوسرے کو دینا درست ہے، یا نہیں	۴۶۸
(۵۴۱)	حج بدل کرنے والا کس حج کا احرام باندھے	۴۶۹
(۵۴۲)	حج بدل کرنے والا احرام کہاں سے باندھے	۴۶۹
(۵۴۳)	میت کے حج بدل کی وصیت اور عدم وصیت کا حکم اور حج بدل کہاں سے ادا کیا جائے	۴۷۰
(۵)	اردو کتب فتاویٰ	۴۷۱
(۶)	مصادر و مراجع	۴۷۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کلمۃ الشکر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

الحمد للہ آپ کے زیر نظر یہ کتاب موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی اکیسویں جلد ہے اس جلد میں حج کے ارکان، واجبات، سنن اور نوافل بیان کئے گئے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ حج میں قربانی کے مسائل، احرام کے مسائل، میت کے احکام و مسائل، حج کی قسمیں، حج کا سفر اور حج بدل کے احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

حج اسلام میں اہم ترین عبادت ہے، ارکان اسلام میں سے پانچواں رکن ہے، صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتِطَاعٍ اِلَيْهِ سَبِيلًا“ حج و عمرہ کو جانے والا اللہ کا مہمان ہے، وہاں کی دعائیں مستجاب ہیں۔

حج کا لغوی معنی ارادہ کرنا زیارت کرنا ہے وغیرہ لیکن اصطلاح میں یہ ایک اہم عبادت ہے اس کے لئے مسلمان ہونا، اگر کفار کے ملک میں ہو تو حج کے فرض ہونے کا علم ہونا، عاقل بالغ ہونا، آزاد و تندرست ہونا شرط ہے اس کے روحانی، اور حقیقی فوائد اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب یہ سفر عاشقانہ ہو۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر روضۃ اطہر کی حاضری کے حسب حال ہے۔

تمری دور یا کیسے چھوڑوں      تم سے توڑ و کس سے جوڑوں

تمہاری گلی کی دھول بٹوروں      تم رے نگر میں دم بھی توڑوں

جی کا اب ارمان یہی ہے      آٹھوں پہراب دھیان یہیں ہے

اس کے متعلق حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر مدینہ پاک کے قیام میں ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ سوئی ہوئی طبیعت جاگ اٹھی اور ایسا معلوم ہوا کہ کھوئی ہوئی چیز مل گئی۔

بندہ شمیم احمد (انجینیئر) نقشبندی مجددی

ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ

ممبئی الہند

یکم ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ

# تاثرات

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين اما بعد!

ہر مسلمان بحیثیت مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارے اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا علم ہو جس زمانے میں یہ زمین رحمت اللعالمین ﷺ کے وجود سے فیضیاب تھی تو اللہ کے احکام اس کی مرضی کا علم ہونے کا ذریعہ وحی الہی اور ذات نبوی تھی، بعد کے زمانے کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف رجوع کیا جانا تھا جن میں بعض حضرات اپنے تفقہ اور رسوخ علم کی بناء پر فقہاء صحابہ کہلائے، جیسے حضرات خلفائے راشدین حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہم۔ یہ حضرات اس دور میں حسب ضرورت احکام شریعت کی تشریح و توضیح اور واقعات پر احکام شریعت کی تطبیق یا دوسرے لفظوں میں فتویٰ دینے کا فریضہ انجام دیتے تھے، پھر ان حضرات کی صحبت و تربیت سے امت میں اس امانت کے حاملین تیار ہونا شروع ہوئے جس کا نقطہ عروج دور تابعین کے آخر میں امام اعظم ابو حنیفہ کی شخصیت کا ظہور تھا۔

امام اعظم کے بعد ان کے تلامذہ اور ائمہ ثلاثہ کے علاوہ بے شمار فقہاء و مفتیان پیدا ہوئے اور اس وقت سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے کہ مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق ہر زمانے میں ان کی دینی رہنمائی کرنے اور واقعات کا شرعی حکم واضح کرنے کی صلاحیت رکھنے والے فقہاء و مفتیان کرام موجود رہتے ہیں۔ فقہ و فتاویٰ کی یہ میراث اپنے تاریخی سفر میں جب برصغیر پہنچی تو یہاں بھی ایسے ایسے اصحاب افتاء اور فقہاء وجود میں آئے جنہوں نے پوری دیانت و امانت اور گہری بصیرت کے ساتھ مسلمانوں کی رہنمائی کی اور فتاویٰ لکھے، خاندان ولی اللہی اور خاندان فرنگی محل اور پھر ان کے سچے جانشین حضرات علمائے دیوبند اس کی بہترین مثال ہیں۔ خصوصاً گذشتہ ڈیڑھ صدی کے دوران یہ خطہ علمائے دیوبند کے فقہ و فتاویٰ کی قدیلوں سے روشن ہے اور بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ ’ان حضرات کا فتویٰ سکہ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے‘۔

سلسلہ دیوبند کے ان مفتیان کرام کا دائرہ کار دیوبند و سہارنپور سے لے کر برصغیر کے تینوں ملکوں خصوصاً ہندو پاک اور اب تو ساؤتھ افریقہ، یورپ اور امریکہ تک وسیع ہے اور ان کے فتاویٰ کے بے شمار مجموعے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے دستیاب ہیں جن میں سے بعض بیس یا تیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ فتاویٰ کے ان ضخیم مجموعوں کا اپنا اپنا انداز ہے جو فتویٰ لکھنے

والے مفتی کے ذوق و بصیرت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور بعض اوقات استفادہ کرنے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے تفقہ سے فیضیاب ہو سکے لیکن یہ کام آسان نہیں ہوتا اس لیے مختلف فتاویٰ کو یکجا مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔

اس ضرورت کا احساس ہمارے زمانے کے بعض علماء کرام کو ہوا تو ”فتاویٰ علماء دیوبند“ کے نام سے ایک وسیع منصوبہ پر کام شروع ہو گیا جس کی ترتیب کا سہرا دار العلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور امارت شرعیہ بہار، اڈریسہ و جھارکھنڈ کے سابق ناظم حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب قاسمی مدظلہ کے سر ہے۔ جو بڑے سلیقے کے ساتھ اس علمی ذمہ داری سے عہدہ برآں ہو رہے ہیں۔ اور اس کی تکمیل و نگرانی کی عظیم ذمہ داری باہمت فاضل نوجوان جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب زید مجدہم پوری کر رہے ہیں اور اس کام کی سرپرستی معروف دعوتی شخصیت جناب الحاج انجینئر شمیم احمد صاحب مدظلہ العالی فرما رہے ہیں مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب نے مجھ سے اصرار کیا کہ کوئی تحریر لکھ کر فقہاء کی اس بزم میں فقراء کی شمولیت کا پیوند لگا دوں، ان کے حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور حاضر ہیں جن کی تمہید میں اجمالاً یہ بات عرض کی گئی ہے کہ فتاویٰ حکم شریعت کے اظہار و تطبیق کا نام ہے، کسی مفتی کی ذاتی رائے کا نام نہیں ہے امید ہے کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اس حقیقت کو واضح کرے گا اور امت کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کرے گا انشاء اللہ۔

اللہ رب العزت اس عظیم الشان علمی منصوبے کو تمام حدود و آداب اور نزاکتوں کی رعایت کے ساتھ مکمل و آسان فرمائے۔

والسلام

محمد سلمان بجنوری

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

۱/ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ والصلاة والسلام على رسول اللہ، اما بعد!

تشکرانہ خدمات سے لبریز یہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اس کے دل میں یہ احساس ابھرتا تھا کہ زندگی کے بے شمار گوشوں، ضرورتوں اور حالات کے متعلق ایک وسیع کتب خانہ پر محیط ان کتب فتاویٰ کو، علم و فقہ کی بہتی ان ندیوں کو سمیٹ کر ایک موسوعہ کی شکل میں اگر پیش کر دیا جائے تو ان کا نفع کتنا عام اور استفادہ تام ہو جائے، یہ عظیم کام ایک مجربے کران کی شکل اختیار کر سکتا ہے؛ لیکن حسن اختیار مرتب و تبویب، احالہ و تخریج اور تعلیق و تحشیہ کے بعد اس میں غواصی کرنا اور اس کے گوہر و صدف سے دامن بھرنا سہل ترین ہو جائے گا، تاہم اس کے لئے دل گردہ والی محنت و جانفشانی، بلند حوصلہ، عالی ہمت، طویل سفر کی پر خار وادیوں سے بے پرواہ ہو کر کود پڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان صفات عالیہ سے اللہ تعالیٰ نے بردار مکرم گرامی قدر مولانا محمد اسامہ شمیم الہندوی حفظہ اللہ کو خوب نوازا ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں دوسری طرف حضرت مولانا انیس الرحمن جیسی ذی علم شخصیت کا بلند حوصلہ کے ساتھ پیش قدمی کرنا بارامانت کو سنبھالنے کا اہل قرار دیتا ہے۔

نہیں معلوم حد منزل عرفان کہا تک ہے پتا ہر شخص دیتا ہے پہونچ جسکی جہاں تک ہے بندہ ناچیز خوشی سے سرشار ہے کہ ان بلند پایہ جلیل القدر دقیق الفہم بالغ النظر مفتیان کرام کے رشحات قلم کا بہتر ص اور بیش قیمت مجموعہ سامنے آرہا ہے، جو قیمتی موتیوں کا ایسا خزانہ اور انمول ہیروں کا ایسا تاج ہوگا جو پانے والے کو بادشاہ بنا دے، جو گلہائے رنگارنگ کا ایسا حسین گلدستہ ہوگا جو ہر محفل کو ہر کتب خانے کو زینت بخشنے۔ عوام کے لئے تو دلچسپی و رہبری کا سامان ہوگا ہی، دریائے علم و فن کے شاد و بھی اس عطر بغیر سوغات سے خوب خوب معطر و مستفید ہوتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ ان تاثرات کے ساتھ بندہ کے دل سکی قابل مشورہ باتیں تھیں، بطور نمونہ ایک رائے آپ کے سامنے رکھنے کی جسارت کر رہا ہوں، وہ یہ کہ ضعیف احادیث میں محدثین و فقہاء نے اس حد تک تساہل تو روا رکھا ہے کہ اس میں اگر تین شرطیں پائی جائیں تو کوئی حرج نہیں، چنانچہ شدید الضعف یا منکر جیسی روایتوں کو قبول نہیں کیا جائیگا، اس متفقہ فیصلے (جس کو حنفیہ نے بھی تسلیم کیا جہور محدثین کے ساتھ) کی بنیاد پر بے سند (لا اصل لہ) والی روایتیں قبول نہیں کی جائیں گی، جیسے وضو کے بعد سورۃ

القدر پڑھنا، اگر بعض فتاویٰ میں (خصوصاً اس زمانے میں جب کہ اکثر کتب حدیث زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھیں) اس کو مستحب وغیرہ کہا ہے تو بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اس کے تحت ایک نوٹ ایک نوٹ چڑھا دیا جائے: ”اصل دعا تو وضو کے بعد پڑھنے کی وہی ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے (أشہد۔۔ الخ) اور (سبحانک اللہ۔۔ الخ) لہذا ان ہی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے اور یاد کیا جائے، یا کوئی اور الفاظ میں یہ نوٹ چڑھا دیا جائے، اہل علم و اہل الرائے سے مشورہ لے کر ان کی اجازت سے اس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ اب تک اس کی کوئی سند سامنے نہیں ہے۔

بہر حال اس عظیم و پرخطر کام کے روح رواں اور نگہباں دونوں ہی حضرات لائق ستائش اور قابل مبارکباد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عظیم کاوش کو قبول فرمائے۔

آج سے تقریباً چار سال قبل مولانا محمد اسامہ نے مدینہ منورہ میں بندہ سے تاثرات لکھنے پر اصرار کیا تھا، اپنی کم مائیگی و بضاعتی کے احساس نے طبیعت کو کچھ لکھنے پر آمادہ نہیں ہونے دیا، آخر ان کے بار بار کے اصرار کو ہی غالب آنا تھا، اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ ان دونوں حضرات کو ان کے رفقاء کار اہل علم کی جماعت کو شرف قبولیت سے نوازے اور یہ موسوعہ صدقہ جاریہ و ساریہ رہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ الفقیر الی ربہ العلی

ابو احسن محمد علی

الکھنوی الہندوی

۲۷ / رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم و مکرم مفتی اسامہ شمیم ندوی مدظلہ عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ارسال کردہ کتب موسوم بفتاویٰ علماء ہند موصول ہوئیں، جزاکم اللہ خیرا، کتاب میں جمع کردہ فتاویٰ کو دیکھ کر بہت زیادہ مسرت ہوئی، واقعہً برصغیر میں یہ ایک منفرد کوشش ہے، اس میں دو سو سالہ عظیم و ضخیم فتاویٰ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، نیز عربی اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ دو سو جلد میں آنے کی توقع ہے، اس کے عربی اور انگریزی میں ترجمہ کے بعد عالمی سطح پر اپنی نوعیت کا منفرد کارنامہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کام کو تکمیل تک پہنچائے، مرتبین اور منتظمین کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے، امت کے لئے اس کام کو نفع بخش بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقط والسلام

اکرم رشید رحمانی

فاضل و خادم تدریس دارالعلوم لونا واڈہ



## پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، وصلى الله وسلم على سيد الأولین والآخرین رحمة للعالمین وبعد  
ایمان و جہاد کے بعد حج افضل ترین عبادت ہے۔ دوران حج اگر کسی سے کوئی شہوانی فعل اور کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو تو حاجی گناہوں سے یوں پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے، حج کی جزا جنت ہے، حج عورتوں کا جہاد ہے، جس میں کوئی قتال نہیں۔  
عورتوں کی طرح بوڑھوں اور ضعیفوں کا جہاد بھی حج و عمرہ ہے۔ حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔ حاجی کی زندگی قابل رشک اور وفات قابل فخر ہوتی ہے، اگر وہ احرام کی حالت میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ پکارتا اُٹھایا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہی کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے فتاویٰ علمائے ہند کی حج کے مسائل سے متعلق جلد ۲۱ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

اس جلد میں سفر حج، نقلی حج، قربانی، احرام، ممنوعات احرام، حج تمتع، قرآن، افراد، اور حج بدل سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علمائے ہند کے اس جلد اکیسویں میں فتاویٰ کے سوال و جواب کو من و عن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالے کو بھی درج کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔  
اس کے علاوہ آیات قرآنی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ اور بھی زیادہ مدلل ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ فتاویٰ علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہو رہا ہے لیکن بہر صورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا و ثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔  
میں شکر گزار ہوں حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب مدظلہ کا جن کی سرپرستی ہمارے لئے باعث نعمت ہے، ان کی توجہات اور دعاؤں اور مشفقانہ مدبرانہ مشوروں سے کام تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا جا رہا ہے اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے علمائے دیوبند و علماء سہارنپور اور المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد کے مفتیان عظام کا جن کی توجہات سے کام کافی آسان ہو گیا ہے۔

اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا جنہوں نے بندہ کی گزارشات پر اپنے مفید تاثرات و تشجیعی کلمات تحریر فرمائے اور مفید مشوروں سے نوازا۔ دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان تمام کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علماء ہند۔ رئیس المجلس العلمی للفقہ الاسلامی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء وخاتم المرسلین، سيدنا ونبينا محمد بن عبد الله، وعلى آله وصحابه أجمعين، والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين. وبعد:

حج ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اللہ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے﴾ (سورۃ آل عمران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے پاس بیت اللہ تک پہنچانے کے لیے زاد راہ اور سواری ہو؛ لیکن اس نے حج نہ کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج) یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: کلمہ شہادت کہنا نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا بشرطیکہ وہاں جانے کی طاقت ہو۔ (بخاری و مسلم) ہر صاحب استطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ حج فرض ہو جائے تو حتی الامکان اسے ادا کرنے میں جلدی کرے، بلا عذر تاخیر نہ کرے کہ یہ گناہ کا ذریعہ ہے۔ اگر صاحب استطاعت شخص نے اپنا فرض حج ادا کر لیا ہو تو اپنی صلاحیت کے مطابق نفلی حج، حج بدل وغیرہ جیسے اعمال انجام دے سکتا ہے، اس کی بھی بڑی فضیلتیں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ”فتاویٰ علماء ہند“ کی حج کے مسائل سے متعلق ”جلد-۲۱“ کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں سفر حج، نفلی حج، قربانی، احرام، ممنوعات احرام، حج تمتع، قرآن، افراد اور حج بدل سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۱ روایں) میں فتاویٰ کے سوال و جواب کو من و عن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علماء ائمہ اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال کو اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان و معاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، اسی طرح شکر گزار ہوں اپنے محترم بزرگ انجینئر شمیم احمد مدظلہ اور مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری صاحب کا، جن کی مخلصانہ تعاون سے یہ کام اشاعت پذیر ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین و مخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمن قاسمی)

# سفر حج اور نفل حج کے احکام

سفر حج سے پہلے کیا کرے:

سوال: میرے رشتے کے بھائی حج کو گئے ہیں، خاندان کے قریبی رشتہ داروں سے ان کے تعلقات ٹھیک نہیں ہیں، یہاں تک کہ کئی سالوں سے بات چیت اور سلام بھی بند ہے تو کیا ان کا حج قبول ہوگا؟ حج کو جانے سے پہلے کن باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے؟ (مومن علی، یلندو)

الجواب

حج بہت عظیم الشان عبادت ہے اور اس سے حقوق اللہ سے متعلق گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ اس لیے عازمین حج کو چاہیے کہ اگر کسی شخص کے حق میں ان سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو معافی تلافی کر لیں؛ تاکہ حقوق الناس سے متعلق گناہوں سے بھی اس کا دامن پاک ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ ترک کلام جائز نہیں۔ (۱) نیز یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہوگا، جو سلام میں پہل کرے: ”خیرهما الذی یبدأ بالسلام“۔ (۲) لہذا اب جب آپ کے بھائی صاحب حج سے واپس آئیں تو انہیں سمجھائیے کہ اپنے اعزہ سے تعلقات کو ٹھیک کر لیں اور نئی زندگی شروع کریں۔ حج کرنے والے کے لیے سب سے پہلے دو باتوں کا اہتمام ضروری ہے: ایک یہ کہ مال حلال ہو اور دوسرے نیت میں اخلاص ہو۔ (۳) حج کے سنن و آداب میں اہل علم نے لکھا ہے کہ خرچ میں فراخی برتے، زیادہ سے زیادہ پاک رہنے کا اہتمام کرے، اپنی زبان کی حفاظت کرے، سفر کو جانے سے پہلے والدین اور اگر کسی کا قرض باقی ہو تو اس سے اجازت لے، جاتے وقت مسجد میں دو رکعت و داعی نماز پڑھے، اہل تعلق سے ملاقات کرے، ان سے اپنی لغزشوں کے لیے معافی کا طلب گار ہو اور ان سے دعا کی خواہش کرے۔ (۴) (کتاب الفتاویٰ: ۹۲/۴-۹۳)

(۱) عن أنس بن مالک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تكونوا عباد الله إخوانا ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال. (صحيح البخاري، باب الهجرة، رقم الحديث: ۶۰۷۶، انيس)

(۱) الجامع للترمذی: ۱۸۴/۲

(۲) رد المحتار: ۴۵۳/۳

(۳) رد المحتار، کتاب الحج: ۴۷۳/۳

### حاجی سفر حج پر کس طرح روانہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عازمین حج کے لیے سفر حج پر روانگی کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

با سمة سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

شرعی طریقہ یہ ہے کہ ریا و نمود سے بچتے ہوئے بلا کسی اہتمام و التزام کے انفرادی طور پر اپنے احباب و اقارب سے مل لے، کوئی جانے کے دن ہی کی قید نہیں؛ بلکہ پہلے بھی مل سکتا ہے، اور سادگی کے ساتھ دو گانہ سفر ادا کر کے سفر پر روانہ ہو جائے۔

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا خرجت من منزلک فصل رکعتین تمنعناک من الخروج السوء، وإذا دخلت منزلک فصل رکعتین تمنعناک من دخول السوء. (رواہ

البزار مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک رقم: ۸۵۶۷، و رجالہ موثقون، مجمع الزوائد: ۵۷۲/۲، الأحادیث المنتخبة: ۲۲۵، وأخرج نحوه البيهقي في شعب الإيمان زاد فيه: إلى الصلاة: ۴/۶۱، رقم: ۲۸۱۴)

ومفاده اختصاص صلاة رکعتی الفرض فی البيت. (رد المحتار، ۴/۶۶۶، ذکر کیا، کتاب المسائل، ۳/۷۳-۷۴)

فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۱۱/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۹/۷)

### حاجیوں کا قافلہ کی شکل میں مردوں و عورتوں کے ساتھ روانہ ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بعض جگہوں پر یہ دستور ہے کہ عازمین حج کو سفر حج پر رخصت کرتے وقت ایک خاص مسجد میں خاص وقت پر جمع کیا جاتا ہے، جہاں مرد اور عورتوں کا علاحدہ علاحدہ نظم ہوتا ہے، وہاں علما کے بیانات ہوتے ہیں، بعدہ اجتماعی دعا ہوتی ہے، اس کے بعد قافلہ کی شکل میں عازمین حج لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے گزرتے ہیں اور سواری پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں، حج کے لیے سفر کرنے والی عورتوں کے ساتھ عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور یہ عورتیں بھی سواری تک رخصت کرتی ہیں، جس میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے، یا سلسلہ وقفہ وقفہ سے اس وقت تک رہتا ہے، جب تک کہ اس بستی کے عازمین حج کا آخری قافلہ روانہ نہ ہو جائے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ عازمین حج کا کسی خاص مسجد میں متعین وقت پر جمع ہونا اور وہاں اجتماعی دعا کا ہونا اس کے بعد قافلہ کی شکل میں لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے جانا شرعاً کیسا ہے؟

با سمة سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

شہرت اور ریا نمود سے اجتناب اور اخلاص و لہیت حج کی روح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے کجاوہ (جس پر صرف ۴ درہم قیمت کی ایک چادر پڑی ہوئی تھی) پر حج کا سفر فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

اللهم حجة لا رياء فيها ولا سمعة. (سنن ابن ماجه: ۲۱۳)

(یعنی اے اللہ میں ایسے حج کو چاہتا ہوں، جس میں کوئی ریا کاری اور شہرت کا جذبہ نہ ہو۔)

سوال میں ذکر کردہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارک اور شریعت کے منشا کے بالکل خلاف ہے، پھر اجتماعی طور پر خاص وقت میں مسجد میں جمع ہو کر دعا کرنا اور اس کے لیے باقاعدہ اعلان کرنا اور دعوت دینا وغیرہ بھی ایسے لوازمات میں سے ہے، جن کا کسی شرعی دلیل سے ثبوت نہیں ہے اور اس میں عورتوں کا نکلنا اور بے پردگی ہونا صریح منکر ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ میں مجالس الابراہ سے نقل کیا گیا ہے:

”ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم، فالواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها من الخروج ولو أذن لها كانا عاصيين“۔

یعنی حاجیوں کے جاتے اور آتے وقت ان کو رخصت کرنے اور ان کے استقبال کے لئے عورتوں کا نکلنا معیوب ہے، عورت کو تو گھر ہی میں رہنا چاہئے اور شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسی جگہ جانے سے روکے، اگر شوہر نہ روکے گا تو عورت کے ساتھ ساتھ وہ بھی گنہ گار ہوگا۔ (جلاس الابراہ: ۱۴۵، بحوالہ: فتاویٰ رحیمیہ: ۴۸/۲، فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۲/۳، کتاب المسائل ۴۳-۷۲)

عن أبي الأحوص قال: قال عبد الله: المرأة عورة وأقرب ماتكون من ربها إذا كانت في قعر بيتها فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (المصنف لابن أبي شيبه: ۳۸۴/۲، رقم: ۸۶۹۸، سنن الترمذی، رقم: ۱۱۸۳، مسند البزار: ۴۲۷/۵، رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة: ۹۳/۳، رقم: ۱۵۸۵، صحيح ابن حبان: ۴۱۲/۱۲، رقم: ۵۵۹۸، الشاملة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۱۱/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۷/۲)

### حجاج کرام کا اپنے قافلہ میں کسی عالم دین کو امیر الحجاج بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج کل مروج حج و زیارت ٹور والے مشہور عالم دین کو امیر الحجاج بنا کر اپنا قافلہ کے ساتھ لے جاتے ہیں؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کو ٹور میں آئیں تو ایسا کرنا صحیح ہے، یا غلط؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

با سمة سبحانه تعالى، الجواب ————— وباللہ التوفیق

کسی واقف کار عالم دین کو حج کے قافلہ کے ساتھ لے جانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے؛ تاکہ اس کی نگرانی میں عازمین حج اپنے مناسک صحیح طرح انجام دے سکیں۔

ولا بد من رفيق صالح يذكره إذا نسي وإن تيسر مع هذا كونه من العلماء فأولى جداً، ويجب أن يصحب عالماً متأهلاً يعلمه. (غنية الناسك: ۳۶، إدارة القرآن كراتشي)



وليلتمس الحاج رفيقاً صالحاً راغباً في الخير كما رها للشر ليعينه على مبارّ الحج ومكارم أخلاق السفر، ويمنعه بعلمه وعمله من سوء يطرأ على المسافر من الضجر والضيق ومساوئ الأخلاق، وليذكره بالله رؤيته، ويعود على مرافقته بركنه. (البحر الرائق: ۲۹۹/۱، المكتبة المكية) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱۲/۱۴۱۸ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۱/۷)

### مسجد کا امام امیر الحجاج بن کر جائے، یا امامت کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر وہ امیر الحجاج مسجد کی امامت کی ذمہ داری والا ہو تو کیا اس کا ہر سال امیر الحجاج بن کر جانا افضل ہے؟ یا مفوضہ ذمہ داری کا نبھانا افضل ہے؟

با سمة سبحانه تعالى، الجواب: ————— وبالله التوفيق

اگر اس امام کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ امام کی ذمہ داری انجام دینے والے معتبر شخص کا انتظام ہو جائے تو ہر سال بھی وہ امام سفر حج کر سکتا ہے۔

ولا بد من رفيق صالح يذكره إذا نسي وإن تيسر مع هذا كونه من العلماء فأولى جداء ويجب أن يصحب عالماً متأهلاً يعلمه. (غنية الناسك: ۳۶، إدارة القرآن كراتشي) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱۲/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۲/۷)

### پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا:

سوال: ایک صاحب حج کے واسطے پیدل جا رہے ہیں اور قدم، یا دو قدم چل کر نفل پڑھتے ہیں، اسی طریقہ سے ان کا ارادہ ہے کہ مکہ شریف تک پہنچ کر حج کریں، ان سے کہا گیا کہ کسی ولی پیغمبر نے ایسا حج نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ میری والدہ کا حکم ہے، اسی طرح حج کرو یہ جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: ۸۵۷، حاجی محمد حیات، ضلع علی گڑھ، ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

ایسا حج اگر مخلصانہ نیت اور ارادہ سے ہو، شہرت اور ریاء مقصود نہ ہو اور اعلان و تشہیر نہ کی جائے تو فی حد ذاتہ جائز ہے؛ لیکن ان عوارض سے بچنا مشکل ہے؛ اس لیے اندیشہ ہے کہ یہ فعل بجائے ثواب کے موجب مواخذہ ہو جائے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۳۳۸/۳-۳۳۹)

(۱) لیکن چون کہ والدہ کا حکم ہے اور جائز امور میں بقدر استطاعت والدین کا حکم ماننا (بحکم شرع شریف) ضروری ہے؛ اس لیے اس طرح حج کے لیے جاسکتا ہے۔

## حج کے لیے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز؛ مگر غیر اولیٰ ہے:

(الجمعية، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

سوال: زید اپنے گھر سے عازم حج بیت اللہ ہو کر چلتا ہے اور ہر پانچ، یا سات قدم پر سر راہ مصلیٰ بچھا کر اور جوتا پہنے پہنے نماز پڑھتا ہے اور شہرت کے لیے اشتہارات شائع کرتا اور اخبارات میں مضامین بھیجتا ہے۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

### الجواب

حج کی فرضیت کے لیے یہ شرط ہے کہ مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچنے کے لیے روپیہ ہو اور سفر کے ضروری مصارف اور واپسی تک اہل و عیال کے نفقہ کی رقم بھی رکھتا ہو، (۱) جس کے پاس اتنی رقم نہ ہو کہ وہ سواری پر جاسکے، اس پر پیدل جا کر حج کرنا فرض نہیں؛ لیکن اگر کوئی شخص پیدل حج کرے تو ناجائز بھی نہیں؛ مگر اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو؛ تاکہ راستہ کی تکلیف سے دل تنگی اور دشواری پیش نہ آئے اور یہ پیدل جانا محض ثواب اور رضائے الہی کے لیے ہو، شہرت اور ناموری مقصود نہ ہو، (۲) اپنے اس فعل کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ شہرت دینا ناجائز ہے کہ اس میں سوائے شہرت کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے، جن بزرگوں نے ایسے کام کئے ہیں، انہوں نے حتی الامکان چھپانے کی سعی کی ہے اور اس کی غرض بھی ریاضت اور قہر نفس، ہے نہ کہ اتباع سنت؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیدل حج کیا اور نہ ترغیب دی؛ بلکہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کروں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا تھا: ”مروها فلتربك“ (۳) کہ اس کو کہو کہ سواری پر جائے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دشوار اور مشقت کے کام اختیار کرنے سے منع بھی فرمایا ہے: ”خذوا من الأعمال ما تطيقون فإن الله لا يمل حتى تملوا“۔ (۴) رہا ہر قدم یا چند قدم پر نماز پڑھنا تو یہ بھی اگرچہ فی نفسہ جائز ہے؛ مگر اس میں

- (۱) الحج واجب على الأحرار البالغين العقلاء الأصحاء إذا قدر وأعلى الزاد، والراحلة فاضلاً عن المسكن، وما لا بد منه، وعن نفقة عياله إلى حين عودته، وكان الطريق أمناً. (الهداية، كتاب الحج: ۲/۳۱۱، ط: شركة علمية، ملتان)
- (۲) ریاء و نمود سے نہ بچنے کی زندہ مثال شیخ سعدیؒ نے اپنی کتاب بوستان میں ذکر فرمائی ہے، مندرجہ ذیل اشعار میں ملاحظہ فرمائیں:
- شنیدم کہ مردے براہِ حجاز، بہر خطوہ کر دے دور رکعت نماز، چنان گرم رودر طریقِ خدائی، کہ خار مغیلاں نکندے ز پائی، باخرز و سواس خاطر پریش، پسند آمدش در نظر کار خویش، تلپیس ایلپس در جاہ رفت، کہ نخواست ازیں خوب ز راہ رفت۔
- آخر میں فرماتے ہیں:

- باحسانے آسودہ کردن دے، بہ از الف رکعت بہر منزلے۔ (بوستان مترجم، باب دوم، ص: ۸۵، ط: میر محمد کتب خانہ)
- (۳) عن أبي هريرة قال: امرأة نذرت أن تمشي إلى بيت الله، فسنل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال: إن الله لغني عن مشيها. مروها فلتربك (الجامع للترمذی، أبواب النذور، والإيمان باب فيما يحلف بالمشي ولا يستطيع: ۲/۲۸۰، رقم الحديث: ۵۱۱، ط: سعید)
- (۴) الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة المسافرين، وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم: ۲۶۷/۱، ط: سعید

بھی نفس کو ریا و عجب سے محفوظ رکھنا سخت دشوار ہے؛ اس لیے اس کا ترک کرنا ہی اسلم و احوط ہے اور بر سر راہ مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے، (۱) رہ گزر سے علاحدہ ہو تو خیر۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی؛ اسی لیے امور مشاقہ فرض نہیں فرمائے؛ لیکن کسی خاص مصلحت دینیہ سے نفس کو مقہور کرنے اور ریاضت کی نیت سے کوئی دشوار بات کوئی شخص اختیار کر لے تو بشرطیکہ وہ ریا و شہرت و ناموری و مقبولیت کی نیت سے پاک ہو جائز ہے؛ مگر اس کو طریق سنت اور افضل نہ سمجھا جائے؛ کیوں کہ افضل وہی مراد ہے، جو پورے شوق و رغبت اور نشاط سے ہو، خواہ تھوڑا ہو، ”لیصل أحد کم نشاطہ“ (۲) کا حکم اسی پر شاہد ہے، بزرگوں کے پیادہ سفر حج کو دلیل بنانا بھی درست نہیں کہ ان جیسا خلوص، صفائے قلب بھی میسر نہیں، دوسرے ان کے یہ افعال مصالح مخصوصہ پر بطور ریاضت مبنی تھے، نہ یہ کہ جادہ مسلوک فی الدین یہی تھا۔ واللہ اعلم بالصواب محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۲۸/۳-۳۵۰)

### سفر حج میں حج سے پہلے موت:

- سوال (۱) ایک شخص اور اس کی زوجہ حج کو جانا چاہتے ہیں، اگر ان ایام میں بقضائے الہی راستہ میں کوئی حادثہ پیش آوے اور راستہ ہی میں دونوں کا یا ایک انتقال ہو جاوے تو حج کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟
- (۲) اگر یہ دونوں حج کی نیت رکھتے ہوں اور راستہ میں فوت ہو جاویں تو اس وقت بھی ثواب ملے گا، یا نہ؟
- (۳) زوجہ کا والد زندہ ہے اور اس نے ابھی وقت جانے کے واسطے آمادہ ہے، اس عورت نے کہا کہ مجھ کو حج کرادو، یہی میرا مہر ہے اور اس وقت جانے کے واسطے آمادہ ہے، اس عورت کا باپ مانع ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟
- (۴) ابھی سے کہ ایام حج میں عرصہ ہے جانے سے اور راستہ میں مر جانے سے بھی ثواب ہوگا، یا نہیں؟

### الجواب

- (۱) اگر راستہ میں انتقال ہو جاوے، یا کوئی حادثہ پیش آ جاوے تو ثواب موافق پورا ملے گا اور عند اللہ ان کا اجر عظیم ہے اور بڑا درجہ ہے۔

(۱) وتكره الصلاة في الطريق . (مراق الفلاح على الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۱۹۶، قديمی ردیكھتہ: رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب مكروهات الصلاة: ۴۰۴/۲)

عن ابن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى سبعة أن يصلى في سبعة مواطن: في المذبل والمجزرة والمقبرة وقارة الطريق، وفي الحمام وفي معائن الإبل وفوق ظهر البيت. (سنن الترمذی، ص: ۲۴۶، سنن ابن ماجه، ص: ۷۴۶)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے، خود امام ترمذی کا تبصرہ ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (التلخیص الخیر: ۳۱/۱)

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم: ۲۶۶/۱، ط: سعيد

(۲) اس میں ثواب حاصل ہے۔ (۱)

(۳) اگر عورت پر حج فرض نہیں ہے اور شوہر کا کچھ اصرار لے جانے پر نہیں ہے تو عورت کو اپنے والد کی اطاعت کرنی چاہیے، یعنی اس وقت حج نفل کو نہ جانا چاہیے۔

شامی میں ہے: أمّا حج النفل فطاعة الوالدین أُولیٰ مطلقاً، الخ. (۲)

(۴) ثواب حاصل ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۸۴/۲)

حج کے سفر پر جانے والے کو ”حاجی“ کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص حج کرنے گیا، ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اس کو کسی نے ”حاجی“ کہا تو کیا اس کو حاجی کہنا درست ہے؟

با سمة سبحانه تعالى، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو شخص حج کے سفر جا رہا ہے، اس کو مال کے اعتبار سے ابھی سے ”حاجی“ کہنا بھی درست ہے، جیسے کسی طالب علم کو مولوی بننے سے پہلے ہی ”مولوی“ کہہ دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۰/۴/۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۳/۷)

حاجیوں کو ”الحاج“ کیوں کہا جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جو لوگ حج کرتے ہیں، انہیں ”الحاج“ لکھا جاتا ہے تو جو لوگ نماز پڑھتے ہیں انہیں نمازی اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں، انہیں ”زکاتی“ کیوں نہیں کہا جاتا ہے؟

با سمة سبحانه تعالى، الجواب ————— وباللہ التوفیق

دیگر عبادات کی بہ نسبت حج کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے، اس لیے بطور امتیاز حج کرنے والوں کو حاجی لکھ دیا جاتا ہے اور بقیہ عبادات کرنے والوں کو نمازی، یا زکاتی نہیں لکھا جاتا؛ کیوں کہ ان اعمال کے کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ اس صفت سے امتیاز کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا؛ تاہم ریاکاری اور شہرت کی غرض سے اپنے کو حاجی کہلوانا مذموم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱۸۳/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۸/۷/۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۷/۷)

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من خرج حاجاً أو معتمراً أو غزياً ثم مات في طريقه كتب الله له أجر الغزى والحاج والمعتمر. (رواه البيهقي في شعب الایمان). (مشكاة المصابيح، کتاب

المناسك، الفصل الثالث، ص: ۲۲۳)

(۲) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام: ۴/۳، ۵، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس

حاجی کا خطاب:

سوال: حجاج کرام جب حج کر کے واپس لوٹتے ہیں تو انہیں حاجی کا خطاب دیا جاتا ہے اور کچھ لوگ خود ہی حاجی لکھنے لگتے ہیں۔ عوام کو حاجی کے خطاب سے پکارنا درست ہے، یا نہیں؟ یہاں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی حج کئے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ ہی حج کیا؛ لیکن کہیں بھی حاجی کا خطاب نظر نہیں آتا۔ شرع سے اس کی تفصیل لکھیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ”حاجی“ کے لفظ سے خطاب نہیں کیا جاتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی؛ اس لیے کہ ان کے مناقب و فضائل بے شمار تھے اور حج تو وہاں کے مشرک بھی کرتے تھے۔ ہمارے یہاں جس غریب کے پاس کوئی فضائل و مناقب نہیں، اس کو حاجی کہہ کر کچھ تعظیم و تکریم کر لی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں؛ لیکن حاجی کو اس کا منتظر رہنا، یا خواہشمند رہنا، یا خود اس کی تشہیر کرنا کہ لوگ مجھے حاجی کہیں، یہ زیبا نہیں، وہ اپنے حج کی نمائش ہرگز نہ کرے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۹/۱۰-۲۶۰)

کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دے دیا:

سوال: میری والدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں، میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں گی تو میں ایک ایسے آدمی کو حج کراؤں گا، جس نے حج نہ کیا ہو، اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا فرمائی۔ اب میں نے ایک شخص کو تجویز کر کے یہاں سے دہلی لکھا؛ مگر انہوں نے یہ جواب لکھا کہ ایک ایسے شخص کثیر الاولاد ہیں، بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے، لہذا بجائے میرے حج کرانے کے ان کو روپیہ دے دیجئے؛ تاکہ اس رقم سے یہ کچھ کام کاج کر لیں، اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں؛ مگر میری دلی تمنا ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہیے؟

(المستفتی: ۱۱۲۸، سلطان احمد صاحب، کلکتہ، ۲۶/جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۵/اگست ۱۹۳۶ء)

(۱) ﴿الذین هم یراؤون﴾ الناس، فیعملون حیث یرو الناس ویرونہم طلباً للثناء علیہم۔ (روح المعانی، سورۃ الماعون: ۲۴۲/۳۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

”وعن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من سمع: أى من عمل عملاً لسمعة بأن نواه بعمله، وشہره لیسلم الناس به، ويتمدحوه (سمع اللہ به). (أى شہره اللہ بین أهل العرصات، وفضحه علی رؤوس الأشهاد). (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ۱۷۷/۹، رشیدیہ/نیز دیکھئے: معلم الحجاج، ص: ۴۰۷، إدارة القرآن کراتشی)

## الجواب

اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کر سکتے ہیں؛ یعنی کسی کو حج کرادیں اور دوسری صورت اختیار کرنا؛ یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دے دینا، جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی ہو، یہ بھی جائز ہے، جو صورت آپ پسند کریں، اس کی شرعی اجازت ہے، اولیٰ اور بہتر دوسری صورت ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کا نالہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۵۱/۴)

## حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے:

سوال: ایک بیوہ عورت نے اس ارادے سے اپنا زیور اور کچھ رقم جمع کر کے رکھا تھا کہ زیور کو فروخت کر کے اور رقم مذکور کو ملا کر جب اس قدر رقم ہو جائے، جو سفر حج کے لیے کافی ہو تو سفر حج کروں گی؛ لیکن کل رقم اس مقدار کو نہ پہنچی جو سفر حج کے لیے کافی ہو؛ اس لیے اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اس رقم موجودہ میں سے اپنی ضرورت کے موقع پر کچھ خرچ بھی کرتی رہی، اب وہ بقایا رقم کو اور زیور کو فروخت کر کے اپنے کھانے پینے میں صرف کر سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور)

## الجواب

وہ روپیہ اس کی ملک ہے، جس کام میں چاہے، خرچ کرے، اپنے کھانے پینے اور ہر کام اور ہر ضرورت میں خرچ کر سکتی ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کا نالہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۵۲-۳۵۱/۴)

## یوم جمعہ کا حج:

سوال: اگر ذی الحج کی نو تاریخ جمعہ کی ہو تو حجاج کو ثواب مزید ملے گا، یا نہیں؟

## الجواب

فقہاء اس مسئلہ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ یہ حج ستر حج سے زیادہ بہتر ہے۔

البحر الرائق میں ہے: وقد قيل إذا وافق يوم عرفة يوم الجمعة غفر لأهل كل الموقف وإنه أفضل من سبعين حجة في غير يوم الجمعة كما ورد في الحديث الشريف، إنتهی۔ (۳) (مجموع فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ۲۴۰)

(۱) بخلاف النذر المعلق، فإنه لا يجوز تعجيله. وفي الشامية: أما تأخير، فيصح الإنعقاد السبب قبله، وكذا يظهر منه أنه

لا يتعين فيه المكان، والدرهم، والفقير. (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسده: ۴۳۷/۲، ط: سعيد)

(۲) اگر یہ رقم حج کے لیے کافی ہوئی ہو، تب بھی اس رقم کا خرچ کرنا جائز تھا، البتہ اس کے ذمے حج فرض ہو جاتا؛ لیکن چون کہ رقم پوری نہیں ہوئی؛ اس لیے جو چاہے کر سکتی ہے؛ کیونکہ حج فرض ہی نہیں ہوا۔

(۳) اس سلسلے میں یہ روایت نقل کی جاتی ہے: أفضل الأيام يوم عرفة إذا وقف يوم الجمعة، لیکن یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۲۷۱/۸، السلسلة الضعيفة للشيخ الألبانی، ص: ۲۰۷، رقم الحديث، ۳۱۴، تحفة

## قرآن کا ترک حج کو کفر سے تعبیر کرنا:

سوال: باری تعالیٰ نے فرضیت حج کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ یعنی ترک حج کو کفر سے تعبیر کیا اور یہ چیز اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے تو اب آیت کی کیا مراد ہوگی؟

الجواب

علامہ بغوی رحمہ اللہ معالم التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور عطاری رحمہما اللہ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: ﴿وَمَنْ كَفَرَ﴾ سے فرضیت حج کا منکر مراد ہے۔

اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَمَنْ كَفَرَ﴾ میں اللہ اور یوم آخرت سے کفر و انکار مراد ہے۔ اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؛ کیوں کہ وہ وجوب حج کے منکر تھے۔ تینوں تفسیروں سے معلوم ہو گیا کہ آیت اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ (۱)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ۲۳۰، ۲۳۱)

## دوبارہ حج کرنا ضروری ہے، یا اپنے بچوں کی جائز ضروریات پورا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی آدمی اپنے گناہ معاف کرانے کی غرض سے دوبارہ حج پر جانا چاہتا ہے، جب کہ اس کے بچوں کی دیگر جائز ضروریات بھی اس پر فرض ہیں، تو یہاں اس کا دوبارہ حج پر جانا ضروری ہے یا اپنے بچوں کی ضروریات کو پورا کرنا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

مسئلہ صورت میں اگر اس کے پاس اتنا انتظام ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل وعیال بسہولت کھانے پینے اور رہنے کی ضروریات پوری کر سکیں، تو اسے حج کو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر صورت حال ایسی ہے کہ اس کے جانے کی وجہ سے بچے بھوکے رہیں گے، اور ان کی لازمی ضروریات پوری نہ ہو سکیں گی، تو ایسے شخص کے لیے حج کو جانے کی اجازت نہیں ہے؛ بل کہ اپنے بچوں کی کفالت کا نظم لازم ہے۔

فرض مرة على الفور على مسلم حرم مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه. (التنوير مع الدر المختار: ۵۵۱-۵۵۲، كراتشي، ۴۵۰/۳-۴۷۲، ذكرى، الفتاوى الهندية: ۲۱۹/۱، كوثنه، الهداية، كتاب الحج: ۲۳۱/۱، كنز الدقائق، كتاب الحج: ۳۱۱-۷، البحر الرائق: ۳۱۱/۲، كوثينه، بدائع الصنائع: ۳۰۱/۲، ذكرى)

(۱) قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (سورة آل عمران: ۹۷) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءُ: جَحَدَ فَرَضَ الْحَجِّ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: نَزَلَتْ فِي الْيَهُودِ حَيْثُ قَالُوا: الْحَجُّ إِلَى مَكَّةَ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَقَالَ السُّدِّيُّ: هُوَ مَنْ وَجَدَ مَا يَحُجُّ بِهِ ثُمَّ لَمْ يَحُجَّ حَتَّى مَاتَ فَهُوَ كُفْرٌ بِهِ. (معالم

فاضلاً عن حوائجہ الاصلیة... کمسکنہ... وعن نفقہ عیالہ ممن تلزمہ نفقته وھی الطعام و الکسوة و السکنی. (غنیۃ الناسک: ۱۹، إدارة القرآن کراتشی)  
وفضلاً عن نفقة عیالہ ممن تلزمہ نفقته تتقدم حق العبد إلی حین عودہ. (الدرا المختار: ۴۷۲/۳، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۲۰/۷)

### حج فرض فوراً ادا کیا جائے:

- سوال (۱) ہندوستان سے ہر پانچ قدم پر بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے، پاپیادہ باوجود استطاعت سفر حج کیسا ہے؟
- (۲) سواری کی استطاعت رکھتے ہوئے پیدل سفر کرنا؟
- (۳) ہر پانچ قدم پر اپنے ذمہ دو رکعت نفل لازم کر لینا؟
- (۴) بند جگہ کے بجائے کھلی جگہ بیچ راستہ سے ہٹ کر نفل پڑھنا؟
- (۵) تکلیف مالا یطاق کے تحمل کا بلا ضرورت ارادہ کرنا؟
- (۶) اگر یہ سفر حج فرض ہے؛ تو اسی سال ہونا چاہئے اور اگر نفل ہے؛ تو یہاں سے زیادہ وہاں کی مسجد میں نفل کا ثواب ہے اور شوق کا تقاضا ہے کہ جلد سے جلد پہنچے، ایسی صورت میں جب کہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھی جائے، یہ سفر تقریباً بیس سال میں طے ہوگا؟
- (المستفتی: ۱۶۱، محمد ظہور خاں، ضلع فتح پور، یوپی، ۳ رمضان ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء)

### الجواب

نمبر ایک سے نمبر ۵ تک سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں، اگر اخلاص سے ادا کی جائیں تو موجب ثواب ہو سکتی ہیں؛ لیکن ریاء و نمود اور اکتساب شہرت کے لیے ہوں تو موجب وبال ہوں گی۔ (۱) نمبر ۶ کے جواب میں اول کا تو وہی جواب ہے، جو سائل نے خود ہی لکھا ہے کہ حج فرض عام اول ہی میں ادا کرنا چاہیے اور باوجود استطاعت اپنے کسی اختیاری فعل سے اس میں تاخیر نہ کرنی چاہیے؛ (۲) مگر شوق دوم کا جواب یہ ہے کہ بصورت اخلاص ریاضت نفس و تزکیہ باطن کے لحاظ سے حج نفل میں یہ صورت فی حد ذاتہ جائز ہے؛ لیکن ریاء و نمود سے بچنا اس میں بہت مشکل ہے۔ (۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۴۸/۴)

(۱) یہ عمل صرف جائز ہے، افضل پھر بھی نہیں؛ کیوں کہ ایسے موقعوں پر زیادہ تر ریاء و نمود کا غالب اندیشہ ہوتا ہے، لہذا اسے ترک کرنا ہی احوط و افضل ہے۔

(۲) علی الفور فی العام الأول عند الشافعی، وأصح الروایتین عن الإمام، ومالک، وأحمد فیفسق، وأترد شہادتہ بتاخیہ. (الدرا المختار، کتاب الحج: ۴۵۶/۲-۴۵۷، ط: سعید)

(۳) بوستان مترجم، باب دوم ص: ۸۵ ط میر محمد کتب خانہ



## نفل حج افضل ہے، یا صدقہ:

سوال: میں بحمد اللہ فریضہ حج ادا کر چکا ہوں اور پھر خواہش ہے کہ نفل حج کروں، امید ہے کہ حج کمیٹی سے مجھے حج کا موقع مل جائے گا؛ لیکن میرے بعض اقارب بہت پریشانی کی حالت میں ہیں، خاندان کی بعض یتیم لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ بھی ہے، ایسی صورت میں ہمیں نفل حج کرنا چاہیے، یا غریب رشتہ داروں کی مدد اور یتیم لڑکیوں کی شادی میں تعاون کرنا چاہیے؟

(عبدالحمید، نظام آباد)

### الجواب

فقہاء کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ حج افضل ہے، یا صدقہ کرنا؟ لیکن جو حالات آپ نے تحریر کئے ہیں، اس حقیر کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں یتیم لڑکیوں کی شادی کر دینا، یا غریب رشتہ داروں کی مدد کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے؛ کیوں کہ حج کا مقصود اللہ کے شعائر کا احترام ہے اور وہ احترام آپ کے دل میں پہلے سے موجود ہے، حج سے اس کی تجدید ہوتی ہے، جب کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنے میں اللہ کے محتاج اور ضرورت مند بندوں کی مدد کرنا ہے اور یتیم لڑکیوں کا نکاح کرانے میں انہیں گناہ سے بچانا ہے، جو ظاہر ہے کہ زیادہ اہم ہے۔ مشہور فقیہ علامہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ جب تنگی کے حالات ہوں تو صدقہ نفل حج سے افضل ہے اور انہوں نے بعض اور فقہاء سے بھی یہی رائے نقل کی ہے۔

”ثم رأيت في متفرقات الباب الحزم بان الصدقة أفضل منه“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۲۳/۴) ☆

(۱) منحة الخالق على البحر الرائق: ۳۱۰/۲

### ☆ حج کرنے کا طریقہ اور مسائل:

عمرہ: خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا جو احرام کے ساتھ ہو۔  
حج: عرفات پر وقوف کرنا اور طواف زیارت کرنا جو احرام کے ساتھ ایک وقت معین پر ہو۔  
قرآن: عمرہ اور حج کا مجموعہ جو ایک ہی احرام سے لگاتار کیا جائے۔  
تمتع: عمرہ اور حج کا مجموعہ جو دو احرام سے الگ الگ ادا کیا جائے، امام اعظم کے نزدیک سب سے افضل قرآن ہے، پھر تمتع، پھر افراد۔  
حج کے شرائط: (۱) احرام، بغیر احرام کے کوئی نفل حج کا صحیح نہیں، (۲) زمان، تمام ارکان ایام حج میں ادا ہوں، (۳) مکان، مسجد حرام و صفا و مروہ، عرفات۔  
حج کے فرائض: (۱) احرام باندھنا، (۲) عرفات میں وقوف، (۳) طواف زیارت۔  
حج کے واجبات: (۱) میقات سے احرام باندھنا، (۲) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، (۳) زوال آفتاب سے سورج ڈوبنے کے تھوڑی دیر کے بعد تک عرفات میں وقوف کرنا، (۴) وقوف مزدلفہ، (۵) سر منڈوانا، (۶) رمی جمار کرنا، (۷) طواف وداع، (۸) طواف زیارت، (۹) رمی جمار کو ذبح پر مقدم کرنا، (۱۰) ہدی کا ذبح کرنا، (۱۱) ہدی کے ذبح کو حلق پر مقدم کرنا، (۱۲) ہدی کو ایام نحر میں ذبح کرنا۔  
حج کے سنن: (۱) طواف قدم، (۲) امام کا خطبہ پڑھنا، ساتویں تاریخ کو مکہ میں، نویں کو بعد زوال کے عرفات میں گیارہ ہوئیں کو مسجد نمروہ میں، (۳) مکہ سے منیٰ کی جانب آٹھویں تاریخ کو بعد نماز فجر نکلتا، (۴) پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا، (۵) عرفہ کی شب میں منیٰ میں رہنا، (۶) عرفہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات جانا، (۷) منیٰ سے مکہ واپس ہوتے ہوئے محصب میں ذرا ٹھہرنا۔  
==

== مستحبات: (۱) سفر حج کی ایک قربانی کرنا، (۲) مکہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا، (۳) مزدلفہ میں جانے کے وقت غسل کرنا۔

احرام باندھنا: جب میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے؛ یعنی نہادھو کر ایک چادر اور تہ پھین کر دو رکعت نفل پڑھے اور جانماز پر بیٹھے اور سر کھولے اور حج بیت اللہ کی نیت کرے اور تلبیہ کہے: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمَلِكُ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ (حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں کوئی شریک تیرا، حاضر ہوں تیرے لئے سب تعریف ہے اور تیری ہی نعمتیں سب ہیں اور تیرا ہی ملک ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں پس احرام باندھ گیا)

مسئلہ: گھر سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے ہندوستانیوں کے لئے میقات یلملم ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بیہوش ہو تو دوسرا اس کی طرف سے احرام باندھ سکتا ہے۔

مسئلہ: تلبیہ کے الفاظ تجنبہ ادا ہونے چاہئیں ان الفاظ میں کمی بیشی نہ کی جائے۔

تلبیہ کے اوقات:

(۱) ہر نماز کے بعد، (۲) جب ایک دوسرے سے ملاقات کرے، (۳) جب اوپر چڑھے یا نیچے اترے، (۴) جب شتر سواروں کو آتے جاتے دیکھے، (۵) جب سواری پر سوار ہو یا اترے، (۶) ہر روز صبح کے وقت۔

مسئلہ: احرام باندھنے کے بعد (۱) رفث و فسوق اور جدال (یعنی گالی گلوچ لڑائی جھگڑے) سے پرہیز کرے، (۲) جانور کا شکار نہ کرے، (۳) کرۃ، پانچامہ، قبا، عمامہ، ٹوپی اور موزے نہ پہنے، (۴) مرد سر اور منہ کو نہ ڈھانکے اور عورت صرف منہ نہ ڈھانکے، (۵) خوشبودار تیل کا استعمال نہ کرے، (۶) بدن کے بال نہ مونڈے، ناخن نہ کترے۔

مسئلہ: اگر ممکن ہو تو زمین حرم میں پیدل چلے اور بڑی عاجزی سے قدم اٹھائے اور اس طرح چلے جیسے کوئی عاجز مسکین آدمی شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔

مسئلہ: مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہونا بہتر ہے، بہت عاجزی سے لبیک کہتا ہوا داخل ہو اور اس مقام کی عظمت و جلال دل میں قائم کرے اگر کوئی مزاحمت کرے تو اس سے بہت نرمی سے پیش آئے، بہتر یہ ہے کہ ننگے پاؤں داخل ہو۔

مسئلہ: جب خانہ کعبہ دیکھے تو دعائے ننگے پھر طواف کرے۔

مسئلہ: جب حجر اسود کی طرف جائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور تکبیر و تہلیل کہے پھر ہاتھ چھوڑے جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: حجر اسود کو بوسے دے، اس طرح کہ دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونوں ہونٹوں کو حجر اسود پر لگائے۔

مسئلہ: اگر ہجوم زیادہ ہو تو عورت کے واسطے حجر اسود کو بوسہ دینا ضروری نہیں۔

مسئلہ: خانہ کعبہ کے گرد چکر کرنے طواف کہتے ہیں، پہلے نیت کرے ہر چکر حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود ہی ختم کرے۔

مسئلہ: اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف طواف سے شروع کرے کہ حطیم اور خانہ کعبہ بیچ میں رہے۔

مسئلہ: طواف کے پہلے تین چکروں میں اضطباع اور مل کرے۔

مسئلہ: طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے پھر دعاء مانگے۔

مسئلہ: صفا جانے سے پہلے زمزم کے پاس آئے اور اس کا پانی پیٹ بھر کر پئے اور باقی پانی کنویں میں ڈال دے اور دعاء مانگے پھر ملترم کے پاس آئے۔ اور اس کو بوسہ دے اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے۔

مسئلہ: کوہ صفا پر چڑھے تو سعی کی نیت کر لے، صفا پر اس قدر اونچا چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھائی دینے لگے۔

مسئلہ: کوہ صفا پر منہ قبلہ کی طرف کرے اور درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر خدائے تعالیٰ سے حاجت چاہے۔ ==

== مسئلہ: سعی صفا سے شروع کرے تاکہ سات پھیروں کے بعد سعی مروہ پر ختم ہو۔

مسئلہ: میلین، اخضرین کے درمیان دوڑ کر چلے۔

مسئلہ: مروہ پر بھی اتنا اونچا چڑھے کہ خانہ کعبہ کو دیکھ سکے اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے، سعی میں تلبیہ کہتا رہے۔

مسئلہ: سعی کے بعد چاہئے کہ مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

مسئلہ: قیام مکہ میں جس قدر نیکی ہو سکے کرے، کیوں کہ وہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ گنا ہوتا ہے، اور گناہوں سے پرہیز کرے۔

مسئلہ: قیام مکہ میں مسجد حرام میں بیٹھ کر کم از کم ایک قرآن شریف ختم کرے۔

مسئلہ: آٹھویں تاریخ کو حج کے واسطے احرام باندھیں، صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھ کر آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔

مسئلہ: نویں تاریخ کو بعد نماز فجر سب حاجی منیٰ سے عرفات کو جائیں۔

مسئلہ: مسجد نمبرہ میں امام منبر پر آجائے اور اذان کے بعد کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اس خطبے میں لوگوں کو وقوف، رمی جمار، قربانی، حلق،

قصر، اور طواف زیارت کے احکام سنائے۔

مسئلہ: جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو مؤذن اقامت کہے اور ظہر اور عصر کی نماز ملا کر ظہر کے وقت میں پڑھے، اس طرح کہ ظہر کے دو فرض

کے بعد مؤذن دوسری اقامت کہے اور عصر کی نماز پڑھی جائے۔

مسئلہ: ان دونوں نمازوں میں فاصلہ نہ دینا چاہئے، درمیان میں نفل بھی نہ پڑھے، ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے۔

مسئلہ: نماز عصر کے بعد سب موقف کی طرف روانہ ہوں جبل رحمت کے پاس وقوف کرنا بہتر ہے، موقف میں تلبیہ برابر کہتے رہیں۔

مسئلہ: امام کو چاہئے کہ جبل رحمت کے قریب قبلہ کی طرف منہ کر کے اونٹ پر کھڑا ہو، اور دعا مانگے اور سب آدمی بھی اپنے لئے اور اپنے

عزیز و اقارب کے لئے دعا مانگیں اور دل میں عہد کریں کہ آئندہ گناہ نہ کریں گے۔

مسئلہ: غروب آفتاب کے بعد امام سب آدمیوں کو لے کر مزدلفہ کی طرف چلے، مزدلفہ میں جبل قزح کے پاس اتنا افضل ہے، وادی محصب

میں نہ ٹھہرے۔

مسئلہ: عشاء کے وقت اذان و اقامت کے بعد امام دونوں نمازیں مغرب اور عشاء کی جمع کر کے پڑھائے، ان دونوں نمازوں کے درمیان

نفل پڑھے نہ فاصلہ کرے۔

مسئلہ: عشاء کے بعد تمام رات جاگتا رہے، نماز اور تلاوت قرآن اور دعاء میں مصروف رہے کیوں کہ یہ شب لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

مسئلہ: امام کو چاہئے کہ عید کے روز مزدلفہ سے صبح کے وقت سورج نکلنے سے جامع مع حاجیوں کے منیٰ کی طرف کوچ کرے۔

مسئلہ: منیٰ میں آج پہلے رمی جمرہ عقبہ کرے اس کے بعد قربانی کرے قربانی کے بعد سر مونڈائے یا بال کتروائے لیکن سر مونڈوانا بہتر ہے

عورت کو صرف انگلی کے ایک پور کے برابر کتروانے چاہئیں۔

مسئلہ: ۱۰ ذی الحجہ آج ہی سر مونڈوانے کے بعد کے مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت کرے اور واپس منیٰ آجائے۔

مسئلہ: طواف زیارت کے بعد سب چیزیں جائز ہیں، جماع بھی درست ہے اور خوشبو کا استعمال بھی جائز ہے۔

مسئلہ: ۱۱، ۱۲، ۱۳، تاریخ کو منیٰ میں قیام کرے اور تین دن تمام جہروں کی رمی کرتا رہے اس کے بعد منیٰ سے کوچ کرے۔

مسئلہ: اب مکہ مکرمہ میں آکر طواف الصدر یا طواف الوداع ادا کرے اس طواف میں رمل نہ کرے۔

مسئلہ: طواف ووداع کے چاہہ زمزم پر آکر اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیئے، اس کے بعد ملتزم پر آئے اور اس کو بوسہ دے۔

مسئلہ: اب کعبہ شریف کی طرف منہ کئے ہوئے الٹے پاؤں چلے اور کعبہ کی جدائی پر حسرت کرتا اور روتا چلے، اور اسی طرح مسجد حرام سے

باہر جائے۔ (ماخوذ از دین کی باتیں، مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

## سفر حج کے اسرار اور منافع:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب حج کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے بسترے کو اپنے کندھوں پر لاد کر سفر کے نشیب و فراز سے واقف ہو جائے اور وقت کا کھانا بے وقت کھائے؛ تاکہ واپس آ کر مسافری کا احساس ہو، کیا واقعی حج اس لیے فرض کیا گیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حاجی عبدالوہاب)

### الجواب

حج کی فرضیت کا (راز) سبب تعظیم بیت اللہ ہے، (۱) اور سفر حج میں بہت منافع اور برکات ہوتی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس صاحب نے ذکر کئے ہیں، یشیر الی الأول مافی الدر المختار: فرض مرة لأن سببه البيت وهو واحد. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱۵۱/۲، کتاب الحج) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۱/۴)

## حدیث ”من لم تکنج فلیمت ان شاء یہودیا أو نصرانیا“ تغلیظ پر محمول ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث ذیل کی تشریح میں کہ جس نے بغیر کسی عذر کے حج نہیں کیا تو اگر وہ مر گیا تو یا یہودی مر گیا، یا نصرانی۔ حدیث یہ ہے:

وعن أمامة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لم يمنعه من الحج حاجة ظاهرة أو سلطان جابر أو مرض... فمات ولم يحج، فليمت إن شاء يهوديا أو إن شاء نصرانيا. (رواه الدارمی) بینوا تو جروا۔

### الجواب

واضح رہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور تعظیم یہود و نصاریٰ نہیں کرتے، یہ مسلمان کرتے ہیں، پس جو مسلمان باوجود استطاعت اور بغیر کسی عذر کے حج بیت اللہ نہ کرے تو اس نے مسلمانوں کے راہ پر سلوک نہیں کیا؛ یعنی اس میں یہود و نصاریٰ کا عمل موجود ہوا ہے، ورنہ اعتقاد درست ہے، منکر نہیں ہے، لہذا یہ شخص مسلمان رہے گا اور حدیث تغلیظ پر محمول ہوگا۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۲/۴)

(۱) قال الامام الشاه ولی الله الدهلوی: المصالح المرعية فی الحج امور منها تعظیم البيت فانه من شعائر الله وتعظيمه هو تعظیم الله تعالى. (حجة الله البالغة: ۵۶/۲، مبحث من ابواب الحج)

(۲) قال الملا علی قاری: (أن يموت يهوديا أو نصرانيا) أى فى الكفر ان اعتقد عدم الوجوب وفى العصيان ان اعتقد الوجوب وقيل هذا من باب التغليظ الشديد والمبالغة فى الوعيد... والأظهر إن وجه التخصيص كونهما من أهل الكتاب غير عاملين به فشبّه بهما من ترك الحج حيث لم يعمل بكتاب الله تعالى ونبذ وراء ظهره كأنه لا يعلمه، قال الطيبي: والمعنى ان وفاته على هذه الحالة ووفاته على اليهودية والنصرانية سواء والمقصود التغليظ فى الوعيد كما فى قوله تعالى ومن كفر. (مرقاة المفاتيح شرح المشكاة: ۲۷۳/۵، كتاب المناسك الفصل الثانى)

## صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند اشخاص نے زید کو کہا کہ ہم تم کو امسال حج کے لیے بھیجیں گے، تم حج کی نیت کرلو، پھر اس نے حج کی درخواست دی، منظوری آئی تو کیا زید پر صرف نیت کرنے سے حج فرض ہوا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور، ۱۰/رمضان ۱۴۰۹ھ)

### الجواب

حج صرف نیت کرنے سے فرض نہیں ہو جاتا ہے، جب کہ تلبیہ تا حال نہیں پڑھا ہے۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۳/۴-۲۱۳)

## حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا، اس نے نا سحی اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی؛ یعنی: ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیدُ الْحَجَّ، الْحَجَّ“، حالانکہ اسے ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیدُ الْعُمْرَةَ، الْحَجَّ“، پڑھنا چاہیے تھا، وہاں حرم میں جا کر طواف وسعی کر کے بال منڈ والے؛ یعنی حج کی نیت کر کے عمرہ کیا، آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی، کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: زاہد الرحمن خانہ صواتی کلے کرک، ۲۳/۴/۱۹۴۸ء)

### الجواب

نیت ارادہ قلبی کا نام ہے، نہ کہ الفاظ کا، (۲) پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج وعمرہ ہے۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۳/۴-۲۱۳)

- (۱) قال العلامة النظام: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية أو ما يقوم مقامها من الذكر أو سوق الهدى أو تقليد البدنة، كذا في المصمورات. (فتاوى عالمگیری: ۲۲۲/۱، الباب الثالث في الاحرام)
- (۲) قال العلامة الشرنبلالي: النية في اللغة مطلق القصد وفي الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له... وقال شيخ الاسلام الدبري: النية هي الارادة الجازمة لان النية في اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابي: معنى النية قصدك الشيء بقلبك وتحرك الطلب منك، وقال البيضاوي: النية عبارة عن انبعاث قلبك نحو ما تراه موافقا لفرض من جلب نفع أو دفع ضرر حالا أو مآلا والشرع خصصها بالارادة للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه الله تعالى وامتنالا لحكمه... وقال الكمال: النية قصد الفعل... وقال عبد الواحد: اذا علم اي صلاة يصلي قال محمد بن سلمة هذا القدر نية والاصح انه لا يكون نية لان النية غير العلم بها الخ. (إمداد الفتاح شرح نور الايضاح، ص: ۲۳۴، باب شروط الصلاة واركانها)
- (۳) قال في الشامية: فيصح الحج بمطلق النية اي بالنية المطلقة عن التقيد بالحج بان نوى النسك من غير تعيين حج أو عمرة ثم ان عين قبل الطواف فيها والا صرف للعمرة، قال في اللباب: وتعيين النسك ليس بشرط فصح مبهما وبما احرم به الغير ثم قال في موضع آخر ولو احرم بما احرم به غيره فهو مبهم فليز مه حجة أو عمرة... وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۷۲/۲، قبيل مطلب فيما يصير به محرما)

### نکاح ہونے کی صورت میں شوہر اور بیوی کا حج پر جانا جائز ہے:

سوال: عارفہ ۱۹۵۰ء میں اپنے شوہر سے تنگ آ کر سندھ سے ملتان چلی گئی اور ابراہیم شاہ سے پناہ طلب کی، ابراہیم شاہ نے عارفہ کو پناہ میں رکھا، اس دوران عارفہ کے شوہر نے کوئی خرچ نہیں دیا اور عارفہ کا نان و نفقہ ابراہیم شاہ برداشت کرتا رہا، ۱۹۵۱ء میں عارفہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا، بعد عدت عارفہ نے ابراہیم شاہ سے نکاح کر لیا، ۱۹۵۲ء ۱۷ اپریل کو ملتان چھاؤنی میں عبدالمنان امام مسجد نے نکاح پڑھایا احمد علی، خدا بخش والد خان جانگلہ گواہ تھے، ان کے روبرو نکاح ہوا، اس وقت فارم اور رجسٹرڈ کا عام رواج نہیں تھا، یہ حلیہ بیان ہے، ابراہیم شاہ اور عارفہ دونوں حج کو جانا چاہ رہے ہیں، یہ اپنے عزیزوں کو اس سلسلے میں مدعو کرنا چاہتے ہیں، ان کی اس دعوت میں عزیزوں کا جانا اور کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب عارفہ اور ابراہیم شاہ کے درمیان شرعی طور پر نکاح ہو چکا ہے تو اب یہ دونوں ساتھ حج کو جاسکتے ہیں اور ان کی دعوت قبول کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۲۲/۱۱/۱۳۹۶ھ (فتویٰ نمبر: ۲۵۹۱/۲۷، ۲۷) (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۸/۲)

### اکانومی کلاس میں ٹکٹ نہ ملنے کی بنا پر فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے کر حج پر جانا فرض:

سوال: میں آپ کو زحمت اس لیے دے رہا ہوں کہ میری عمر ۶۳ سال ہو چکی ہے اور میرے اوپر حج فرض ہے، چنانچہ میں مشہد سے حج پر جانے کے لیے تین مرتبہ درخواستیں دے چکا ہوں، مگر قرعہ اندازی میں میرا نام نہیں نکلتا، معاملہ قسمت پر چھوڑ دوں، یا پانی کے جہاز سے فرسٹ کلاس سے جانے کے لیے درخواست دوں؟ ایسا کرنے میں پہلے سال تو بہت امکان تھا، مگر اس میں دو باتیں ہیں:

(۱) یہ کہ حکومت پاکستان علاوہ عرشہ کے اور تمام درجوں کے مسافروں سے بڑی بھاری رقم بونس واؤچر کے نام سے لیتی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم لینا اور دینا مذہب کہاں تک جائز درست ہے؟ حج میں تو کوئی نقصان نہ ہوگا؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ میرے چار بچے بھی ہیں، جن میں ایک لڑکی جوان بھی ہے اور باقی تمام کے تمام شادی کی عمر میں ہیں، اگر میں عرشہ کے بجائے فرسٹ کلاس میں جاؤں تو اخراجات اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اولاد کی شادی میں دیر اور دقت ہوگی، ان باتوں کو مد نظر رک کر یہ فرمائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

(۱) اگر آپ کے پاس اپنی ضرورت اصلیہ سے زائد اتنا روپیہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ بونس واؤچر پر حج

کر سکیں تو آپ پر اس کے ذریعے حج کرنا واجب ہے اور اولاد کی شادی ضروریاتِ اصلیہ میں داخل نہیں اور اگر اتنا روپیہ نہیں تو عرشہ کے ذریعے جانے کی درخواست دیتے رہیے، جب نام نکل آئے تو چلے جائیں، آخر عمر تک نہ ہو سکے تو حج بدل کی وصیت کرنا ضروری نہ ہوگا، فقہائے کرام کی مندرجہ ذیل تصریحات اس مسئلے سے متعلق ہیں:

(۱) وهل ما يؤخذ من المكس والخفارة عذر قولان، والمعتمد: لا، كما في القنية

والمحتبى، وعليه فيحتسب في الفاضل عما لا بد منه القدرة على المكس ونحوه، كما في

مناسك الطرابلسي، وكذا في الدر المختار، وقال الشامي: المكس ما يأخذ العشار والخفارة ما

يأخذه الخفير وهو المجر ومثله ما يأخذ الأعراب في زماننا من الصر المعين. (شامی: ۱۹۸/۲) (۱)

(۲) وعلى تقدير اخذهم الرشوة فالاثم في مثله على الأخذ لا المعطى على ما عرف من

تقسيم الرشوة في كتاب القضاء ولا يترك الفرض لمعصية عاص. (البحر الرائق: ۳۳۸/۲) (۲)

(۳) إذا وجد ما يحج به وقد قصد التزوج يحج ولا يتزوج لان الحج فريضة اوجبها الله

تعالى ولي عبده، كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ۲۳۱/۱) (۳) فقط واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۷ھ/۸/۷۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۴/۲-۲۰۵)

دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک بار حج اپنے والد کے ہمراہ ادا کیا

ہے، خرچہ اس نے دیا تھا اور اس وقت میں غنی نہیں تھا، آج میں خود غنی ہوں؛ اس لیے دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے کا

ارادہ کیا ہے؛ لیکن اب نیت کے بارے میں فکر مند ہوں کہ میں فرض حج کی نیت کروں، یا نفل حج کی؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: امان اللہ خان)

الجواب

اگر آپ نے پہلی دفعہ فرض حج کی نیت کی تھی تو آپ کا ذمہ فارغ ہوا ہے اور اگر بالفرض آپ نے نفل حج کی نیت کی

تھی تو اب دوبارہ فرض حج ادا کرے۔ (شامی: ۵۹۱/۲) (۴)

ملاحظہ: ہمارے بلاد کے لوگ حج فرض کی نیت کرتے رہتے ہیں۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۴/۳)

(۱) ۴۶۳/۲-۴۶۴، طبع سعید

(۲) ج: ۲، ص: ۳۱۴

(۳) ج: ۱، ص: ۲۱۷ (طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) قال العلامة الشامي: فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوي نفلا على

زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج

ثانيا. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۵۵۱/۲، كتاب الحج قوله للآفاقي لا المكي)

## حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین حاجت اصلی میں داخل ہے، یا نہیں؟ اور اس میں حج کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عمر زادہ ہیڈ ماسٹر مجتہدی سوات ۱۲/۶/۱۹۷۵ء)

### الجواب

جتنی مقدار زمین سے سالانہ ضروریات پورے ہوتی ہیں، وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اور ان سے زائد حج کے لیے فروخت کیا جائے گا۔

كما في الهندية (۲/۲۱۸): وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده يبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۵/۴)

## مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زرعی زمین کے علاوہ مکانات اور دکانیں بھی ہیں، جس کا باقاعدہ آمدن کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے، کیا اس پر حج فرض ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۳/۴/۱۹۷۳ء)

### الجواب

زرعی زمین، مکانات، دکانیں اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر اس کے حوائج اصلیہ اور حج سے واپس آنے تک اہل و عیال کے نفقہ سے زائد ہو تو اس پر حج فرض ہے۔

وفي الهداية: إذا قدر على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن ومالا بد منه وعن نفقة عياله إلى حين عودته. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۵/۴-۲۱۶)

## ضرورت سے زائد مزرعہ زمین کو فروخت کر کے حج پر جانے فرض ہے:

سوال: فتاویٰ ہندیہ اردو، جلد دوم، صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے: ”اگر کوئی شخص مزرعہ زمین کا مالک ہے اور اس کے پاس اس قدر زمین ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی زمین بیچ ڈالے تو حج کے اخراجات کے لیے اور بچوں کی ضرورت

(۱) فتاویٰ عالمگیریہ: ۲۱۸/۱، کتاب المناسک، بیان شرائط وجوبہ

(۲) ہدایہ: ۲۱۳/۱، کتاب الحج



کے لیے کافی ہے، پھر بھی اتنی زمین بچی رہے گی، جس کی آمدنی سے گزر رہا ہو سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہوگا۔“ فرمائیے کیا اس صورت میں حج فرض ہوگا؟

الجواب

فرضیت حج کے لیے زکوٰۃ کی طرح مال نامی کا مالک ہونا شرط نہیں، (۱) لہذا صورت مسئلہ میں یعنی کسی شخص کے پاس نقد روپیہ نہ ہو؛ لیکن گزارے کی ضرورت سے زیادہ زمین مکان ہو جسے فروخت کر کے حج کر سکتا ہو تو اس پر حج فرض ہے۔ فتاویٰ ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

”وإن كان صاحب ضيعة إن كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج وإلا فلا.“ (فتاویٰ عالمگیریہ) (۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۰/۱۲/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۱۲۶، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۶/۲-۲۰۷)

مسجد کے لیے زمین فروخت کی، اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پرانی مسجد کو پختہ بنانے کے لیے زمین فروخت کر دی اور کافی رقم اس کے ہاتھ آئی، کیا اس رقم کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوا، یا مسجد بنادے؟ اور اس رقم کے نہ ہونے سے یہ شخص مفلس ہے؟ مینواتو جروا۔

(المستفتی: راجد محمد وزیر، کیر آف: حافظ رب نواز جنوبی وزیرستان، ۶/۴/۱۹۸۶ء)

الجواب

یہ رقم اس شخص کی ملکیت ہے، (۳) اس پر باقاعدہ حج اور زکوٰۃ مفروض ہیں، البتہ اگر حوالان حول، یا اعلان داخلہ کے وقت یہ رقم ناکافی تھی تو یہ فرائض عائد نہ ہوں گے۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۷)

(۱) وفي ارشاد الساری، ص: ۲۸، (طبع مصطفى محمد مصر) (ونصاب الوجوب) أي مقدار ما يتعلق به وجوب الحج من الغنى، وليس له حد من نصاب شرعى على ما فى الزكاة بل هو (ملك مال يبلغه الى مكة) بل الى عرفه (ذاهبا) أى اليها (و جائيا) أى راجعا الى وطنه.

(۲) (ج: ۱، ص: ۱۱۸. وفي غنية المناسك، ص: ۷، (طبع ادارة القرآن كراچی) وان كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجوعه من ضيعته قدر ما يعيش بغلته الباقي عليه الحج وإلا فلا، كذا فى الخانية.

(۳) چوں کہ یہ رقم اس شخص نے ابھی تک مسجد مرمت میں خرچ نہیں کی ہے، یعنی باقاعدہ مسجد نہیں بنائی تو یہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی؛ بلکہ بدستور اس کی ملکیت ہے اور اگر چندہ مسجد میں دی ہے تو بھی یہ رقم وقف نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مملوک ہے، کما صرح بہ الشاہ اشرف علی انتھانوی فی امداد الفتاویٰ اور اس فتاویٰ میں تصحیح الاغلاط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ابھی متفق نہیں ہوا کہ چندہ مساجد و مدارس وغیرہ معطی کی ملک سے خارج ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اہل علم غور فرمائیں تو اس حوالے سے بندہ نے ”الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیہ“ میں ایک جزئیہ پالیا، اس جزئیہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چندہ خرچ کرنے سے پہلے معطی کی ملک سے خارج نہیں ہوتا۔

### مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں کا مشترکہ مال ہو تو اس میں کون شراکت دار حج ادا کرے گا اور کس پر فرض ہے، صحیح سند کے ساتھ لکھ دیں؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: علی محمد خسرو روی ریگی غزا بند کوئٹہ، ۱۹۸۲/۳/۹ء)

#### الجواب

اگر ہر شریک کا حصہ مقدار فرضیت تک پہنچتا ہو تو ہر ایک پر حج فرض ہے، ورنہ کسی پر نہیں۔ (معتبرات فقہ) (۱)  
وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۸/۴)

### مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں، تین بھائی شادی شدہ ہیں اور ایک شادی شدہ نہیں ہے، اب ہم اتنی رقم رکھتے ہیں کہ ایک بھائی حج کر سکتا ہے تو اس پر بڑا بھائی حج ادا کرے، یا چھوٹے بھائی کی شادی کروائیں؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: فضل الرحیم لس نایک دتہ خیل بنوں، ۲۴/رمضان ۱۳۹۹ھ)

#### الجواب

آپ تمام مشترکہ نقد و زر وغیرہ کی فرضی تقسیم کریں، اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ ہر ایک بھائی پر حج فرض ہے، یا نہیں؟ مشترکہ مال سے فرضیت حج کا اندازہ لگانا اسی طریقہ سے ہوتا ہے۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۸/۴)

== كما في الملتقط (۲۷): اذا جمع دراهم لكفن ميت ففضل او كفته غيره، يصرف الى المعطين فان لم يوجدوا يصرف إلى كفن مثله فان تعذر ذلك يتصدق به انتهى، وفي الهندية: ۴۶۰/۲: رجل اعطى درهما في عمارة المسجد أو نفقة المسجد أو مصالح المسجد صح لأنه وإن كان لا يمكن تصحيحه تملیكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح فيتم بالقبض.

(۴) قال العلامة الحصكفی: والعبرة لجوبها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشروط، قال الشامي: أي يعتبر وجودها في ذلك الوقت. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۹/۲، مطلب في فروض الحج وواجباته)

#### حاشیہ صفحہ ۵۷:

- (۱) قال العلامة محمد أمين الشامي: (قوله: ذي زاد وراحلة) أفاد أنه لا يجب إلا بملك الزاد وملك أجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة أو العارية، كما في البحر. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۴/۲، كتاب الحج)
- (۲) اسی فرضی تقسیم سے ہر ایک بھائی کا حصہ جب معلوم ہو جائے اگر ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے، ورنہ مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور سے حج فرض نہیں ہوتا۔

**مشتکر مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق کے والد، والدہ اور چھوٹے بھائیوں نے مشترکہ مال سے حج کیا ہے۔ اب والد نے محمد رفیق سے کہا کہ اس سال تم حج پر چلے جاؤ؛ لیکن محمد رفیق نے کہا کہ میرا یہ حج فرض کا بدل نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ یہ مشترکہ مال ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر محمد رفیق اس اشتراک سے جدا حالت میں متمول ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا، یا نہیں؟ یا وہی مشترکہ مال سے کیا ہوا حج کافی ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: محمد رفیق مردان، ۲۵/۷/۱۹۷۵ء)

### الجواب

اگر مشترکہ مال سے آپ کا حصہ (بروئے فرضی تقسیم) حج کے لیے باقاعدہ کافی ہو تو آپ پر حج فرض ہے، (۱) آپ اس مشترکہ مال سے حج کر سکتے ہیں اور اگر آپ کا حصہ کم ہو اور میقات سے عام حجاج کی طرح عمرہ کی نیت کریں اور آٹھ ذی الحجہ سے فریضہ حج کی نیت کریں تو اس صورت میں بھی آپ کا فریضہ ادا ہوا، آپ پر آئندہ کے لیے حج فرض نہ ہوگا۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۹/۴)

**مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو، اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو والدین کی میراث میں کچھ نہیں ملا اور اسی کا شوہر بھی فوت ہوا ہے، البتہ اس عورت کے بیٹے خوب مال کماتے ہیں اور والدہ کو دیتے ہیں۔ کیا اس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: خیال حنان اور کرنی ابوظہبی امارات، ۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

### الجواب

اگر اس عورت کو شوہر، یا اولاد نے بطور تملیک کافی مال دیا ہو تو شرط موجود ہو کر اس پر حج فرض ہوگا اور اگر اولاد نے صرف اختیار دیا ہو تو یہ اس سے غنی نہیں ہو سکتی۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۱۹/۴-۲۲۰)

(۱) وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامتة له عليه كالوالدين والمولودين أو من غيرهم كالاجانب. (الفتاوى الهندية: ۲۱۷/۱، كتاب المناسك الباب الأول)

(۲) وفي الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم أيسر لا حج عليه، هكذا في فتاوى قاضى خان. (۲۱۷/۱، كتاب المناسك الباب الاول)

(۳) قال العلامة محمد أمين الشامي: (قوله ذى زاد وراحلة) أفاد أنه لا يجب إلا بملك الزاد وملك أجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة أو العارية، كما في البحر. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۴/۲، كتاب الحج)

## حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چوری کر کے مال جمع کیا، پھر اپنے حلال مال کے ساتھ خلط کر کے تجارت شروع کی اور بہت مال کمایا، کیا اس مال سے حج کرنا جائز ہے؟  
(المستفتی: عبدالرحمن وزیرستانی)

### الجواب

چوں کہ یہ مخلوط مال اس شخص کی ملکیت ہے، لہذا استطاعت موجود ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، مال حرام سے حج ادا ہوتا ہے؛ لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ (کمانی الہندیہ: ۲۲۰/۲) (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۰/۴)

## قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے مال میں ستر فیصد حرام کا اختلاط ہے؛ اس لیے اس نے قرضہ لے کر حج ادا کیا اور بعد از حج اس قرضہ کو اس مخلوط مال سے ادا کرتا ہے۔ کیا یہ حج حرام مال سے ہوا، یا حلال سے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۲۶/ذی الحجۃ ۱۳۹۴ھ)

### الجواب

اس شخص نے حلال مال سے حج ادا کیا اور قرضہ کو اپنے ملک خبیث سے (بالاختلاط) ادا کیا، (۲) البتہ اس پر حقوق کا ادا واجب ہے تاکہ مال حرام سے ذمہ فارغ ہو۔ (۳)

نوٹ: خالص مال حرام سے جس میں حلال کا خلط نہ ہو، نہ قلیل کا اور نہ کثیر کا، اس سے قرض ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے؛ لیکن ایسا مال اقل قلیل ہوتا ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۱/۴)

(۱) وفي الهندية: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط الفرض معها وإن كانت مغصوبة، كذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية: ۲۲۰/۱، الباب الأول في تفسير الحج) (قال العلامة ابن عابدين: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۲/۲، مطلب في من حج بمال حرام)

(۲) وفي الهندية: اذا اراد الرجل ان يحج بمال حلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقضى دينه من ماله، كذا في فتاوى قاضي خان في المقطعات. (الفتاوى الهندية: ۲۲۰/۱، كتاب المناسك الباب الاول)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: إن ما وجب التصديق بکله لا يفيد التصديق ببعضه لأن المغصوب إن علمت اصحابه أو ورثتهم وجب رده عليهم وإلا وجب التصديق به. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۸/۲، مطلب في التصديق من المال الحرام)

## مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناجائز دولت اور حرام مال سے حج ادا ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: مقدس خان کرکھ بنوں، ۲۸/۹/۱۳۹۸ھ)

### الجواب

اس کا حج ادا ہوتا ہے؛ لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ (شامی) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۱/۳-۲۲۲)

مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط؛ مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے افعال و کردار ناگفتہ بہ ہیں، اس کی جائیداد اور زمین سب دھوکے اور فراڈ کے ہیں، یتیموں کا مال دانا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب اس کا شیوہ ہے؛ یعنی تمام مال حرام ہے، اب حج کے لیے داخلہ بھیجا ہے۔ کیا یہ حج ادا ہوگا؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: محمد رحمن سیر غریباڑیاں، ۸/شوال ۱۳۹۵ھ)

### الجواب

جو شخص مال حرام سے حج کرے، اس کا حج قبول نہ ہوگا، ثواب سے محروم رہے گا، اگرچہ ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔

كما في رد المحتار (۱/۲): وفي البحر ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۲/۳)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہو جاتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہو اور اب تک اس نے ادا نہ

(۱) قال العلامة ابن عابدين: وفي البحر ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج أي لان عدم الترك يبتني على الصحة وهي الاتيان بالشرائط والاركان والقبول المترتب عليه الثواب يبتني على اشياء كحل المال والاخلاص كما لو صلى مرأيا أو صام واغتتاب فان الفعل صحيح لكنه بلا ثواب.

(رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۲/۲، مطلب في من حج بمال حرام)

(۲) رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۲/۲، مطلب في من حج بمال حرام

کیا ہوا اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کے لیے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: قاضی سعید احمد چوہڑہ ہریال پنڈی، ۲۲ شعبان ۱۴۰۳ھ)

### الجواب

اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہو جائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا؛ کیوں کہ یہ ملازم کسی سے حج بدل نہیں کرتا، حتیٰ کہ تبرع ضرر رسان ہو جائے۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۳/۴)

### حکومتی اعانت سے نفلی حج کے لیے جانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے، اب اگر حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کے لیے بھیجنا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے، ایسے شخص کے لیے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دارالہدیٰ ٹنڈوالہ یار حیدر آباد، ۲۴ شعبان ۱۴۰۲ھ)

### الجواب

کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے، (۲) اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، حکومت کسی کو خوشامد یا مد اہنت پر مجبور نہیں کر سکتا۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۳/۴-۲۲۴)

### سرکاری اعانت پر حج کے لیے جانا جائز ہے، جب کہ سیاسی رشوت نہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کے لیے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مولانا ناموس خان باڑہ، ۲۳/۵/۱۹۸۷ء)

(۱) وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لائمة عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالا جانب كذا في السراج ... الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا في قاضى خان. (الفتاوى الهندية: ۲۱۷/۱، كتاب المناسك الفصل الاول)  
(۲) جب کہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو، ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔

(۳) قال العلامة محمد امين: قوله ولو وهب الاب لابنه، الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع أنه لا يأمن احدهما على الآخر يعلم حكم الاجنبى بالاولى ومراده افادة أن القدرة على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۶/۲، كتاب الحج)

## الجواب

حکومت کی اعانت سے حج کے لیے جاننا جائز نہیں ہے، (۱) اگر حکومتی خزانہ لہو و لعب اور ناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو۔ (۲) دھوا الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۴/۴)

ہبہ سے غنا آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید صاحب جائیداد اور غنی آدمی ہے اور خود حج ادا کر چکا ہے زید کے چار بیٹے ہیں بالغ؛ لیکن مفلس ہیں، اس نے ایک بیٹے کو رقم دے کر حج کے لیے روانہ کیا، جب زید فوت ہوا تو ان کے بیٹے دولت مند اور غنی ہو گئے، اب زید کے بیٹے نے حالت مفلسی میں جو حج ادا کیا ہے، کیا اب اس پر دوبارہ غنی بننے کی وجہ سے حج فرض ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: محمد افضل شاہ ڈپو ہولڈر لکی مروت، ۱۰/۱۰/۱۹۷۵ء)

## الجواب

یہ مسکین والد کی بخشش کی وجہ سے غنی ہوا ہے نیز میقات تک پہنچنے کی وجہ سے یہ شخص مکی کے حکم میں ہو جائے گا۔ بہر حال یہ شخص فرض کی نیت کرے گا اور دوبارہ اس پر ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔ (ماخوذ از شامی: ۱۹۵/۲) (۳) دھوا الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۵/۴)

حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) اگر کسی فقیر شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے تو بھیجنے والے کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

(۱) وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية: ۲۱۷/۱، كتاب المناسك)

(۲) وفي الهندية: ما يوضع في بيت المال اربعة انواع... الثالث الخراج والجزية وما يوصلح عليه بنو نجران... وما اخذه العاشر من المستا؟ منين... وتصرف تلك الى عطايا المقاتلة وسد الثغور... وإلى بناء الرباطات والمساجد... والى ارزاق الولاة واعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف الى كل من تقلد شيا من امور المسلمين والى ما فيه صلاح المؤمنين، كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: ۹۰۱/۱-۹۱۱، فصل ما يوضع في بيت المال كتاب الزكوة)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: الفقير الآفاقي إذا وصل الى ميقات فهو كالمكي... وليفيد أنه يتعين عليه ان لا ينوي نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا، الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۵۵/۲، كتاب الحج قوله لا آفاقي لا المكي)

(۲) اگر اس فقیر نے پہلے حج نہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

(۳) حج بدل میں اگر مامور بہ تنگدست اور مفلس ہو، جس پر اپنا حج فرض نہیں ہے اور نہ پہلے حج کیا ہے، کیا

بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حافظ عبدالرزاق مدلل سکول آیاز قلعہ بنوں، ۱۹۷۷ء)

### الجواب

(۱) ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنا جائز ہے۔ (شامی)

(۲) ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔ (۱)

(۳) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، البتہ اکثر اہل تحقیق کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، والنفس فی

الشامیۃ - (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۵-۲۲۶)

حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں نے گزشتہ سال حج کے لیے رقم بینک، یا

(۱) قال العلامة ابن عابدین: (فجاء حج الضرورة من لم يحج) يراد به الذي لم يحج عن نفسه أي حجة

الاسلام. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲/۲۶۱، مطلب فی حج الضرورة)

(۲) قال العلامة ابن عابدین: (تنبيه) قال فی نهج النجاة لابن حمزة النقيب بعد ما ذكر كلام البحر المار اقول

وظاهره يفيد ان الضرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة وظاهر كلام البدائع باطلاقه الكراهة ای فی قوله

يكراه احجاج الضرورة لانه تارك فرض الحج يفيد انه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وان كان وقته

مشغولاً بالحج عن الأمر وهي واقعة الفتوى فليتأمل، قلت: وقد افتي بالوجوب مفتي دار السلطنة العلامة ابوالسعود

وتبعه في سكب الانهر وكذا افتي به السيد احمد بادشاہ والف فيه رسالة وافتي سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه

والف فيه رسالة لانه في هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لان سفره بمال الأمر فيحرم عن الأمر ويحج عنه وفي

تكليفه بالاقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا في تكليفه بالعود وهو فقير

حرج عظيم ايضاً واما ما في البدائع فاطلاقه الكراهة المنصرفة الى التحريم يقتضى ان كلامه في الضرورة الذى تحقق

الوجوب عليه من قبل كما يفيد ما مر عن الفتح نعم قدمنا اول الحج عن اللباب وشرحه ان الفقير الآفاقي اذا وصل

الى ميقات فهو كالمكى فى انه ان قدر على المشى لزمه الحج ولا ينوى النفل على زعم انه فقير لانه ما كان واجبا عليه

وهو آفاقي فلما صار كالمكى وجب عليه حتى لو نواه نفلاً لزمه الحج ثانياً، لكن هذا لا يدل على ان الضرورة الفقير

كذلك لان قدرته بقدره غيره كما قلنا وهي غير معتبرة بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه عند وصوله

الى الميقات صار قادراً بقدره نفسه فيجب عليه وان كان سفره تطوعاً ابتداءً ولو كان الضرورة الفقير مثله لما صح

تقييد ابن الهمام كراهة التحريم بما اذا كان حجه عن الغير بعد تحقق الوجوب عليه وتعليله لكراهة بانه تضيق

الوجوب عليه. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲/۲۶۲، قبيل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)



کسی کے پاس جمع کرائی ہو اور حج کی منظوری نہ ہوئی اور اسی رقم سے آئندہ سال جانے کا ارادہ ہو تو اس رقم پر سالانہ زکوٰۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

حج کے لیے داخل شدہ رقم منظوری سے قبل امانت ہوتی ہے، لہذا اس پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۷/۳)

### دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راقم الحروف نے دو سال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں؛ مگر منظور نہ ہوئیں، اب حج کی رقم بینک میں جمع ہے اور دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں، یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے زندگی کا بھر وسہ نہیں اگلے سال تک زندہ رہوں، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب لالہ رخ واہ کینٹ، ۳۰/۱۲/۱۹۷۱ء)

### الجواب

دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے؛ لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، (۲) جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا، لہذا اہم فالاہم کو مقدم کرے۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۷/۳-۲۲۸)

### بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے والدین کے ساتھ تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں حج کیا تھا، اب الحمد للہ میں بالغ اور غنی ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ حج نفل تھا، اب آپ پر دوبارہ حج فرض ہو گیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: میر ہشیم وزیرستانی، ۹/۱۲/۱۹۸۲ء)

- (۱) قال العلامة ابن نجيم: ويخالفه ما في معراج الدراية في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء أو للنفقة، كذا في البدائع في بحث النماء التقديرى. (البحر الرائق: ۲/۲۰۶، كتاب الزكاة)
- (۲) قال الملا على قارى: وان ملكه فيه اى في الوقت فليس له صرفه الى غير الحج فلو صرفه لم يسقط الوجوب عنه وهذا تصريح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفهوما. (ارشاد السارى: ۳۳/۱، باب شرائط الحج)
- (۳) قال العلامة النووي: (قوله فقال رجل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امرأتى خرجت حاجة وإني اكتتبت في غزوة كذا وكذا قال انطلق فحج مع امرا؟ تك) فيه تقديم الاهم من الامور المتعارضة لانه لما تعارض سفره في الغزو وفي الحج معها رجع الحج معها لان الغزو يقوم غيره في مقامه عنه بخلاف الحج معها. (شرح النووي في ذيل مسلم: ۴۳۴/۱، قبيل باب ما يقول اذا رجع من الحج)

## الجواب

فرض حج کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، قبل از بلوغت حج کرنے سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا، صاحب استطاعت کے لیے بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے۔ (لباب، ہدایہ) (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۸/۳-۲۲۹)

### فریضہ حج کی تاخیر کے لیے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اہلیہ کے ساتھ حج کے لیے جانا چاہتا ہوں؛ مگر میرا سب سے چھوٹا لڑکا غیر شادی شدہ ہے؛ اس لیے اس کا غیر شادی شدہ ہونا میرے حج بیت اللہ کے لیے جانے میں حائل ہو سکتا ہے؟ میری عمر پچتر سال سے زائد ہو چکی ہے؛ اس لیے اطمینان قلبی کے لیے یہ امر دریافت طلب ہے؟ بینواتو جروا۔ (المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم خان صوبیدار میجر واہ کینٹ)

## الجواب

آپ کے فریضہ حج کی تاخیر کے لیے کسی اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں ہے، (۲) آپ ضرور حج کے لیے تیاری کریں۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۹/۳-۲۳۰)

### پہلے بیٹے کی شادی کرائے، یا حج ادا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی غیر شادی شدہ ہے تو والد صاحب پہلے بھائی کے لیے شادی کرائیں، یا پہلے حج ادا کریں؟ بینواتو جروا۔ (المستفتی: شاہ جہان، تبوک، سعودی عرب، یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ)

## الجواب

اگر والد پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس صورت میں بیٹے کی شادی سے پہلے حج کا فریضہ ادا کرے۔ (کافی الدر المختار: ۲۳۲/۲) (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۰/۳)

(۱) قال الملا علی قاری: الثالث البلوغ وهو شرط الوجوب والوقوع عن الفرض لا عن الجواز او الصحة فلا يجب علی صبی ممیز او غیر ممیز، فلو حج... فهو نفل لا فرض لكونه غیر مکلف فلو احرم ثم بلغ فلو جدد احرامه يقع عن فرضه والا فلا، الخ. (ارشاد الساری، ص: ۲۵، باب شرائط الحج)

قال العلامة المرغینانی: وانما شرط الحرية والبلوغ لقوله عليه الصلاة والسلام ايما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعليه حجة الاسلام وايما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعليه حجة الاسلام. قال ابن الهمام: روى الحاكم من حديث محمد بن المنهال حدثنا يزيد بن زريع حدثنا شعبه عن الاعمش عن ابي ظبيان عن ابن عباس رضى الله عنهما قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ايما صبی حج ثم بلغ الحنث فعليه ان يحج حجة أخرى... وقال صحيح علی شرط الشيخين. (الهداية مع فتح القدير: ۳۲۵/۲، كتاب الحج)

(۲) وفي الهندية: اذا وجد ما يحج به وقد قصد التزوج يحج به ولا يتزوج لأن الحج فريضة أو جبهها الله تعالى علی عبده، كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ۲۱۷/۱، بحث ومنها القدرة علی الزاد والراحلة)

(۳) قال العلامة الحصكفي: وفي الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان كان قبل خروج اهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱۰۶/۲، كتاب الحج)

### کمپنی سے اجازت لیے بغیر نفلی حج ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کے لیے مصمم ارادہ کر لیا ہے، چونکہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی، لہذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: صوفی فضل دین حائل مدینہ منورہ سعودیہ، ۲۱ شوال ۱۴۰۳ھ)

#### الجواب

اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب، ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔

وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۷/۴)

### صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب، یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ)

#### الجواب

اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کر سکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا؛ کیوں کہ صحت کا ہونا حج کے لیے شرط ہے، اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج بدل درست نہ ہوگا۔

لما فی شرح التتویر علی هامش ردالمحتار (۲/۹۱۲): علی حرم مسلم مکلف صحیح البدن، وفی الشامیة تحت قوله صحیح البدن فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشيخ كبير. (۱) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۷/۴-۲۳۸)

### عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے؛ مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آتا ہے، اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: عبدالودود پانمال شریف بنگرام، ۱۹ شوال ۱۴۰۲ھ)

#### الجواب

اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے ورنہ مستحق وعید ہے۔ (۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۸/۴)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۵۴، کتاب الحج

(۱) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ملک زادا وراحلة تبلغه إلى بیت اللہ ==

## کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جائے گا:

سوال: ایک غیر مستطیع شخص ایام حج کے علاوہ کے دنوں میں عمرے کے واسطے چلا جائے، کیا اس پر حج فرض ہو جائے گا؟ یہ مشہور ہے کہ جس نے خود حج نہ کیا ہو، وہ حج بدل کے لیے نہ جائے، کیا یہ صحیح ہے؟

### الجواب

غیر ایام حج میں عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، جب تک کہ اشہر حج میں اسے حج کرنے کی استطاعت پیدا نہ ہو، (۱) اور یہ صحیح ہے کہ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو، اسے دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا درست نہیں، البتہ ایسا شخص اگر حج بدل کی نیت سے حج کر لے تو اس سے حج بدل ہی ادا ہوگا، اس کا اپنا حج نہیں ہوگا۔ (۲) واللہ سبحانہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴/۲/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۳۹، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۵-۲۰۶)

== ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا وذلك ان الله تبارك وتعالى يقول ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (رواه الترمذی ومثله رواه الدارمی) (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۲۸/۱، الفصل الثانی کتاب المناسک)  
(۲) و فی الغنیۃ، ص: ۸: (طبع ادارة القرآن) السابع الوقت أى وجود القدرة فيه، وهو اشهر الحج، أو وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قلبها، فلا يجب الا على القادر فيها أو فى وقت خروج اهل بلده فان ملك المال قبل الوقت فله صرفه حيث.... شاء، الخ.  
وفى ارشاد السارى، ص: ۳۳ (طبع مصطفى محمد مصر) السابع من شرائط الوجوب، الوقت وهو اشهر الحج او وقت خروج اهل بلده.... فان ملكه أى المال قبل الوقت اى قبل الاشهر او قبل ان يتاهب اهل بلده فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه.

و فی الغنیۃ، ص: ۴: (طبع ادارة القرآن کراچی) (السادس) الاستطاعة وهى القدرة على زاد يليق بحاله، الخ، فيها أيضا (ص: ۶) والراحلة شرط فى حق الافاقى فقط قدر على المشى أو لا، اما المكى ومن حولها وهو من كان داخل المواقيت الى الحرم فلا يشترط فى حقه الراحلة اذا كان قادرا على المشى بلا مشقة زائدة ولا فكا لأفاقى وما الزاد فشرط لا بد منه قدر ما يكفيه وعياله فى ايام اشتغاله بنسك الحج.... الخ.

وفى رد المحتار: ۶۰/۲ (طبع سعيد) والحاصل ان الزاد لا بد منه ولو لمكى كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج وما فى الخانية والنهاية من ان المكى يلزمه الحج ولو فقيرا لا زاد له، نظر فيه ابن الهمام الا ان يراد ما اذا كان يمكنه الاكتساب فى الطريق.... و بعد اشطر.... (تنبيه) فى اللباب: الفقير الأفاقى اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى قال شارحه؟ حيث لا يشترط فى قه الا الزاد والراحلة، الخ. (وراجع للتفصيل اليها)

اور زبدة المناسک، ص: ۲۱، میں ”ضروری فائدہ“ کے تحت ہے:۔۔۔ جب مکہ مکرمہ میں آکر داخل ہوا اور کعبۃ اللہ شریف میں آ پہنچا تو اب اس پر فرضیت حج متعین ہو جائے گی بالاتفاق۔۔۔ لیکن اس فقیر پر یہ فرضیت حج بالاتفاق تب ہوگی جب اشہر حج میں آکر کعبۃ اللہ شریف میں پہنچا ہو۔ اور ایام حج کا خرچہ کھانے کا بھی رکھتا ہو، اور عرفات پر پیادہ جانے کی قدرت بھی رکھتا ہو، الخ۔ (نیز دیکھئے: حیات القلوب، ص: ۲۶-۲۷)

(۲) و فی التاتارخانیۃ: ۵۶/۲ (طبع ادارة القرآن) والا فضل للانسان اذا اراد أن يحج رجلا عن نفسه ان يحج رجلا قد حج عن نفسه فان الذى لم يحج عن حجة الاسلام عن نفسه لم يجز حجته عن غيره عند بعض الناس، ومع هذا لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا، الخ.

نیز ”حج ضروری“ سے متعلق حضرت والا دامت برکاتہم کا تفصیلی فتویٰ آگے صفحہ: ۲۱۵-۲۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کیا عمرہ کرنے کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے:

سوال (۱) کیا عمرہ کرنے کے بعد حج کرنا فرض ہو جاتا ہے، جب کہ اس پر حج فرض نہ ہوا ہو؟

اگر کوئی شخص بڑھاپے میں غنی ہو جائے تو کیا اس پر حج فرض ہوگا:

(۲) اگر کوئی شخص زیادہ عمر ضعیفی کے زمانے میں تو نگر ہو جائے تو کیا اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، جب کہ اس کی

لاغری مانع ہو؟

### الجواب

(۱) عمرہ اگر ایام حج کے علاوہ دوسرے ایام میں کیا جائے تو اس سے حج فرض نہیں ہوتا، البتہ ایام حج میں مکہ

مکرمہ پہنچنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ (کذا فی عمدۃ المناسک مع زبدۃ المناسک: ۳۱) (۱)

(۲) اگر صحت و قوت کی حالت میں حج فرض نہیں تھا اور جب اتنا بوڑھا ہو گیا کہ سواری پر بغیر شدید مشقت کے

سوار نہیں ہو سکتا اور اس وقت حج کرنے کے لائق رقم حاصل ہوئی تو اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا اختلاف ہے۔ امام

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے شخص پر حج بالکل فرض نہیں، نہ خود کرنا فرض ہے اور نہ کسی دوسرے سے کرانا؛ لیکن صاحبین

کے نزدیک ایسے شخص پر خود حج کرنا فرض نہیں؛ لیکن کسی دوسرے سے کرانا فرض ہے، مشائخ حنفیہ میں سے بعض حضرات

نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور بعض نے دوسرے کو، احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا شخص صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرے

اور کسی دوسرے شخص سے اپنی طرف سے حج کروائے، یا کم از کم اس کی وصیت کر دے کہ میری طرف سے حج کیا جائے۔

فی رد المحتار: فلا یجب علی مقعد و مفلوج و شیخ کبیر لا یشب علی الراحلة بنفسه ... لا

بأنفسهم ولا بالنیابة فی ظاهر المذهب عن الامام وهو رواية عنهما، وظاهر الرواية عنهما وجوب

الاحجاج علیهم ... وظاهر التحفة اختیار قولہما، وکذا الاسیجابی وقواه فی الفتح .... وحکی

فی اللباب اختلاف التصحیح. (شامی: ۱۳۲/۲) (۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴/۲/۱۳۹۶ھ (فتویٰ نمبر: ۶۱/۲۷۷، و) (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۷/۲-۲۰۸)

(۱) ص: ۲۱

(۲) ج: ۲، ص: ۴۵۹ (ایچ ایم سعید) و فی غنیۃ الناسک، ص: ۹ (مطبع ادارة القرآن کراچی) وأما شرائط وجوب

الأداء فخمسة على الأصح الأول: الصحة... فلا يجب الحج على المقعد والزمن المفلوج، ومقطوع الرجلين أو

اليدین، أو الرجل الواحدة، والأعمى والمريض والمعذور وهو الشيخ الكبير الذي لا يثبت على الراحلة بنفسه وان

ملكوا ما به الاستطاعة، فليس عليهم الاحجاج أو الايضاء، وعندهما يجب الحج عليهم اذا ملكوا الزاد والراحلة،

ومؤنة من يرفعهم ويعضعهم..... ولكن ليس عليهم الأداء بانفسهم فعليهم الاحجاج أو لا يضاء به عند الموت،

وصححه قاضي خان واختاره كثير من المشائخ، منهم ابن الهمام، واما ظاهر المذهب فصححه في النهاية، وقال في

البحر العميق: هو المذهب الصحيح فقد اختلف التصحيح، وان ملكوا الزاد والراحلة، ولم يجدوا مؤنة من يقودهم

لا يجب عليهم الحج في قولهم.... الخ. (و كذا في الهندية: ۲۱۸/۱) (طبع رشيدية كوثه)

### تلاش ملازمت میں نیت حج:

سوال: ایک شخص کی مالی حالت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں، وہ ملازمت کی غرض سے جدہ جانا چاہتا ہے؛ مگر ملازمت کے لیے ویزا نہیں مل سکتا؛ اس لیے وہ حج کے ویزا پر جدہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے، لہذا مندرجہ ذیل امور کا جواب عنایت فرمائیں:

- (۱) یہ شخص حج اور ملازمت دونوں کی نیت کرے، یا نہیں؟
- (۲) اس کا اصل مقصود ملازمت ہے، کیا وہ بوقت حج حج کر سکتا ہے؟
- (۳) اس طرح جانا شرع کے خلاف تو نہیں؟

#### الجواب

- (۱) جب اس پر حج فرض نہیں تو ملازمت کی غرض سے سفر جدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ حج کی نیت ہو تو ثواب کا مستحق ہوگا۔
- (۲) اسباب حج میسر ہو جاوے تو ضرور حج کرے، ورنہ لازم نہیں۔
- (۳) شرعاً کوئی قباحہ نہیں۔

روی مرفوعاً عن أبي أمامة التيمي قال: قلت لابن عمر: إنا نكري، فهل لنا من حج؟ قال: أليس تطوفون وتأتون بالمعرف، وترمون الجمار وتحلقون رؤسكم؟ قال: قلنا بلى، فقال ابن عمر: جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فسأله عن الذي سألتني فلم يعبه حتى نزل عليه جبرئيل بهذه الآية ﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فصلاً من ربكم﴾ فدعاه النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أنتم حجاج. (أحكام القرآن للشيخ ظفر احمد التهانوي: ۳۵۱/۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحمیہ: ۴۹/۸-۵۰)

### عمرہ کا ویزا لے کر جانا اور وہاں ٹھہر کر حج ادا کرنا:

سوال: بعض لوگ عمرہ کا ویزا لے کر عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور وہیں رک کر حج کر کے واپس آتے ہیں، وہاں رک جانا حکومت کے قانون کے خلاف ہے تو اس طرح حج کرنے سے ان کا فریضہ حج ادا ہوگا، یا نہیں؟ مینو تو جروا۔

#### الجواب

یہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی ہے، ایسا کرنا مناسب ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص رک جائے اور حج کر لے تو فریضہ حج ادا ہو جائے گا، اگر حکومت خلاف قانون کام کرنے پر کوئی کارروائی کرے تو اس کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۵۰/۸)

## سعودی حکومت میں حج صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: ہمارے یہاں (افریقہ) میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ سعودی حکومت میں حج فرض نہیں کہ ابن سعود وہابی ہے اور اس کی دلیل میں مولانا مصطفیٰ خاں بریلوی کی کتاب ”تنویر الحج“ پیش کرتے ہیں، جس میں ہے کہ حجاز مقدس میں ابن سعود کی حکومت ہے اور بے امنی ہے، لہذا حج فرض نہیں۔ سعودی حکومت میں حج نہ کرنے سے اس کا گناہ نہ ہوگا۔ (ص: ۱۲۹، ۱۶) تو کیا یہ خیال اور دلیل صحیح ہے؟

### الجواب

سعودی حکومت میں عام طور پر امن ہے، جان و مال اور آبرو کا کوئی اندیشہ نہیں اور حج کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں، لہذا مذکورہ بالا خیال اور عقیدہ درست نہیں ہے، غلط اور گمراہ کن ہے۔ فریضہ حج اور اسلام کے رکن اعظم کی ادائیگی سے مسلمانوں کو باز رکھنا اور سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رکھنا جہالت اور شیطانی حرکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشین گوئی ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ عجم جہلاء کو اپنا مذہبی پیشوا بنائیں گے اور ان سے دینی مسائل دریافت کریں گے، وہ باوجود لاعلمی کے فتویٰ دیں گے، جس سے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

”وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ اللَّهُ لَا يَقْبِضَ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جَهَالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. (متفق عليه) (مشكاة، ص: ۳۳، کتاب العلم) (۱)

مختصر یہ کہ حج کی استطاعت والے ایسے بے علم اور گمراہ لوگوں کے غلط فتوؤں پر عمل کر کے حج نہ کریں گے اور سرور کائنات رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے محروم رہیں گے تو خدا کے عاصی اور سعادت عظمیٰ سے محروم ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

غور کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر سخت وعید فرمائی ہے: فَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحِجْ فَلَيْمَتٍ إِنَّ شَاءَ يَهُودُ يَا وَانْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا. (مشكاة، ص: ۲۲۲، کتاب المناسک، الفصل الثانی، عن علی) (استطاعت کے باوجود حج کئے بغیر مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے۔) (فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۵۸/۸-۵۹)

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جَهَالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۱۰۰، صحيح لمسلم، رقم

الحديث: ۳۶۷۳، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ۵۲، سنن الترمذی، رقم الحديث: ۲۶۵۲، انیس)

(۲) سنن الترمذی، رقم الحديث: ۸۱۲، انیس

## حج کے لیے تنہا عورتوں کا قافلہ:

سوال: یہاں افریقہ سے تین چار عورتیں (جن کی مالی حالت اچھی ہے اور کوئی محرم وغیرہ نہیں) جماعت کی شکل میں حج کے لیے جانا چاہتی ہیں، اس طرح قافلہ بنا کر جانا کیسا ہے؟ کوئی ذی حیثیت عورت حج کرنا چاہتی ہے؛ مگر کوئی محرم نہ ہو تو کیا وہ حج سے محروم رہے؟

### الجواب

فطری اور قدرتی طور پر مرد کا میلان عورت کی طرف اور عورت کا میلان مرد کی طرف ہوتا ہی ہے اور شیطان ملعون بھی معاصی میں مبتلا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں۔

عن أسامة بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما تركت بعدى فتنة أضرب على الرجال من النساء. (متفق عليه) (مشكاة، ص: ۲۶۷، كتاب النكاح) (۱)  
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ عورتوں (کے فتنہ) سے بچو؛ کیوں کہ بنی اسرائیل کی تباہی کا باعث سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی صورت میں تھا۔

فی حدیث أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: واتقوا النساء فإن أول فتنة بنی اسرائیل كانت فی النساء. (رواه مسلم) (أيضاً) (۲)  
اور حدیث میں ہے، اس شخص پر کہ جس نے (بلا عذر و بغیر اضطرار) دیکھا اور اس پر کہ جس کو دیکھا گیا، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

عن الحسن مرسلاً قال: بلغنی ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الناظر والمنظور إليه. (رواه البيهقي في شعب الإيمان) (أيضاً، ص: ۲۷۰، كتاب النكاح) (۳)  
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا عورت کے لیے کیا بات بہتر ہے؟ فرمایا: نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اس کو دیکھے۔

روى أنه عليه السلام قال لابنته فاطمة: أى شيء خير للمرأة قالت: ان لا ترى رجلاً ولا برأها رجلاً. (مجالس الأبرار، ص: ۵۹۷-۵۹۸، رقم المجلس: ۹۸)

- (۱) صحيح البخارى، رقم الحديث: ۵۰۹۶، صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۲۷۴۰، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ۳۹۹۸، سنن الترمذی، رقم الحديث: ۲۷۸۰، انيس
- (۲) صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۲۷۴۲، انيس
- (۳) شعب الإيمان، رقم الحديث: ۷۳۹۹، انيس



حدیث شریف میں ہے کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔  
 عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن المرأة تقبل في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان. (الحديث) (مشكاة، ص: ۲۶۸، باب النظر إلى المخطوبة) (۱)  
 اور فرمان نبوی ہے:

”المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان“۔ (أيضاً، ص: ۲۶۹) (۲)  
 (یعنی عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے، چناں چہ جب کوئی عورت (اپنے پردہ سے باہر) نکلتی ہے تو شیطان اس کو مردوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے۔)  
 گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تاکید فرمائی ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ (سورة الأحزاب) (۳) (اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں۔)

البتہ بوقت ضرورت شرعی وطبعیہ بلا آرائش و زیبائش کے سادہ اور غیر جاذب لباس میں شرعی پابندی اور احتیاطی تدابیر اختیار کر کے نکلے تو اس کی اجازت ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ مَنَافِعُ يُغَضِّضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ (سورة النور) (۴) (اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں (یعنی غیر محرم کو نہ دیکھیں) اور تھمتے رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگھار۔)

اور حدیث میں ہے، جب عورت عطر (سینٹ، پاؤڈر، خوشبو وغیرہ) لگا کر (مردوں کی) مجلس سے گزری تو وہ ایسی اور ایسی ہے؛ یعنی زانیہ ہے۔

عن أبي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل عين زانية وإن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا وكذا يعني زانية. (مشكاة، ص: ۹۶، باب الجماعة وفضلها) (۵)  
 ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کی آواز کا) سنانا ہے اور زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا (غیر محرم سے) بات چیت کرنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) پکڑنا ہے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرک

(۱) صحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۱۴۰۳، انیس

(۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۷۳، انیس

(۳) سورة الأحزاب: ۳۸، انیس

(۴) سورة النور: ۳۱، انیس

(۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۸۶، انیس

ذلک لا محالة فالعیناہ زناہما النظر والأذان زناہما الإستماع واللسان زناہ الکلام والید زناہا البطش. (الحديث) (مسلم: ۳۳۶/۲، مشکاة، ص: ۲۰، باب الايمان بالقدر) (۱)

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار والا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے (ٹہنے) سے روکو؛ کیوں کہ بنی اسرائیل سے اس وقت تک لعنت روک دی گئی، جب تک ان کی عورتوں نے بناؤ سنگھار کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنا (ٹہلنا) اختیار نہ کیا۔)

عن عائشة قالت: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم: جالس في المسجد إذ دخلت امرأة من مزينة ترفل في زينة لها في المسجد فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس انهموا نسائكم عن لبس الزينة والتبختر في المسجد فإن بني اسرائيل لم يلعنوا حتى لبس نسائهم الزينة وتبخترن في المساجد. (ابن ماجه، ص: ۲۹۷، أبواب الفتن، باب فتنة النساء) (۲)

مجملہ ضروریات شرعیہ کے ایک ضرورت حج کی ادائیگی بھی ہے، جس کے لیے ضابطہ شرعیہ اور فتنہ و فساد سے حفاظت کی ایک زائد احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ عورت کے سفر حج میں دیندار محرم یا شوہر ساتھ ہو جو اس کی پورے طور سے حفاظت کر سکے، ورنہ سفر حج کی بھی اجازت نہیں، جاوے گی تو شرعی حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے:

”لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم“۔ (زجاجة المصابيح: ۱۰۱/۲، کتاب المناسک) (۳)

(یعنی عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔)

ایک اور حدیث میں ہے، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں فلاں جہاں میں جانے والا ہوں اور میری اہلیہ حج کرنا چاہتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹ جا، عورت کے ساتھ رہ کر حج کر آ۔

وفی رواية للبخاري عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تحج امرأة إلا ومعها محرم فقال رجل: يا نبي الله! إني أكتبت في غزوة كذا وأمرأتى حاجة، قال: ارجع فحج معها. (أيضاً: ۱۰۱/۲، کتاب المناسک) (۴)

نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: خدا اور روز قیامت پر ایمان لانے والی کے لیے حلال نہیں کہ تین دن (باعتبار میل اڑتالیس میل)، یا اس سے زائد مسافت کا سفر کرے، الا یہ کہ اس کے ساتھ باپ شوہر بھائی وغیرہ میں سے کوئی محرم ساتھ ہو۔

(۱) صحیح لمسلم، رقم الحديث: ۲۶۵۷، انیس

(۲) سنن ابن ماجه، باب فتنة النساء، رقم الحديث: ۴۰۰۱، انیس

(۳) سنن الدارقطني، کتاب الحج، رقم الحديث: ۲۴۴۰، انیس

(۴) مسند البزار، رقم الحديث: ۵۲۵۹، انیس

عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو ذو محرم منها. (مسلم: ۴۳۴۱، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره) (۱)

دیگر روایات میں حالات اور فتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر دو دن، ایک رات و دن صرف ایک رات اور صرف ایک دن کے سفر میں بھی محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے۔ ملاحظہ ہو:

وفی رواية: نهی أن تسافر المرأة مسيرة يومين. وفي رواية: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة يوم إلا مع ذي محرم. وفي رواية: لا يحل لامرأة مسلمة تسافر مسيرة ليلة إلا ومعها ذو حرمة منها. وفي رواية: مسيرة يوم وليلة. (مسلم مع شرحه للنووی: ۴۳۲/۱-۴۳۳) (۲)

حالت سفر میں عورتوں کی عصمت و ناموس کی جس قدر حفاظت شوہر اور محرم کر سکتا ہے، وہ عورتیں نہیں کر سکتیں؛ بلکہ خود عورتیں عصمت و پاکدامنی کی حفاظت کے لیے دوسرے کی محتاج ہیں اور از روئے حدیث ”وما رأیت من ناقصات عقل و دین اذهب للرجل الحازم من إحداکن.“ (الحديث) (صحیح البخاری: ۴۴/۱، باب ترک الحائض الصوم) (۳) (عورت ناقص العقل والدین ہے تو وہ دوسری عورتوں کی عصمت اور دین کی کیا خاک حفاظت کرے گی؟ بلکہ اندیشہ فتنہ میں اضافہ ہوگا۔)

ہدایہ میں ہے کہ حج کے لیے محرم، یا شوہر کا ساتھ ہونا شرط اس لیے ہے کہ محرم کے بغیر عورت کے حق میں فتنہ کا خطرہ ہے اور صرف عورتیں ہی عورتیں ہونے کی صورت میں خوف فتنہ بڑھ جائے گا۔

ويعتبر في المرأة ان يكون لها محرم تحج به أو زوج (إلى قوله) ولأنها بدون المحرم يخاف عليها الفتنة وتزداد بانضمام غيرها إليها. (الهداية: ۲۱۳/۱، کتاب الحج) سڑک پر ایک چھوٹے بچہ کے لئے گاڑی، گھوڑے وغیرہ کا جو خطرہ رہتا ہے اس کے ساتھ دو چار بچے اور ہوجانے سے اندیشہ ختم ہوگا یا بڑھے گا؟

عورت کے حق میں محرم کی شرط اور ضرورت حج سے محرومی کا باعث نہیں؛ بلکہ اس کی عصمت و ناموس کی حفاظت اور بدگمانی بدنامی اور تہمت سے بچانے کے لیے ہے، جس کے بغیر عورت کی کوئی قیمت نہیں، لہذا عورتوں کو چاہیے کہ احکام شرعیہ کی قدر کریں اور شریعت کو محسن سمجھیں۔ رہا حج کا معاملہ تو کوئی محرم نہ ملے تو شریعت نے حج بدل کی بھی اجازت دی ہے، جس میں وہ پورے ثواب کی مستحق ہوگی اور مزید برآں شرعی حکم کی تابعداری کرنے والی اور مستحق اجر عظیم ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمہ: ۷۸-۷۹)

(۱) صحیح لمسلم، رقم الحديث: ۱۳۴۰، انیس

(۲) صحیح لمسلم، رقم الحديث: ۸۲۷، ۳۳۹، انیس

(۳) صحیح البخاری، رقم الحديث: ۳۰۴، انیس

## ارکان، واجبات اور سنن حج

### حج کے ارکان:

سوال: اگر کسی مسلمان نے حج کی نیت سے احرام کی چادریں باندھیں، عرفات میں وقوف کیا اور طواف زیارت بھی کر لیا تو کیا اس کا حج ہو گیا؟ اور اس کو حج کا پورا پورا ثواب ملے گا، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

حج کے دو رکن ہیں: وقوف عرفات اور طواف زیارت، بحالت احرام ادا کر لینے سے حج ادا ہو جائے گا۔ (۱)  
بقیہ امور حج میں واجب، سنت اور مستحب ہیں، جن کے ترک سے صدقہ وغیرہ لازم ہوتا ہے، یا تو ثواب میں کمی آتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۰۵/۱۰)

### عرفات کی حاضری کا وقت کیا ہے:

سوال: حاجی کو عرفات پر کون سے دن اور کس وقت پہنچنا چاہیے؟ حاجی کے لیے عرفات پر پہنچنے کا انتہائی وقت کون سا ہے، جس سے کہ اس کا حج ساقط نہ ہو؛ یعنی حج ادا ہو جاوے؟ حاجی کو عرفات سے مزدلفہ کی طرف کس وقت لوٹنا چاہیے اور اس کی انتہائی کہاں تک ہے؟ اگر کوئی حاجی عرفہ کے دن شام کو بعد غروب آفتاب عشا کے وقت، یا بعد دوپہر رات کے وقت؛ یعنی عید کی رات میں عرفات پر پہنچا تو اس کا حج ادا ہوا، یا نہ ہوا؟ اگر ادا ہو گیا تو پھر رات کو مزدلفہ کی طرف کب لوٹے گا؟

(۱) قال الإمام ابن الهمام: الظاهر أنه عبارة عن الأفعال المخصوصة من الطواف والوقوف في وقته محرماً بنية الحج سابقاً: أي على الأفعال. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، باب شرائط الخ، ص: ۱۷، مكتبة مصطفى محمد مصر)

(هو الاحرام) وهو شرط للحج من وجه، ولذا يجوز قبل الوقت، وركن له من وجه... وهو شرط للحج: أي عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعند الأئمة الثلاثة هو ركن... (والوقوف بعرفة): أي في وقته ولوساعة (وأكثر طواف الزيارة): أي في محله وهما ركنان للحج، قوله: وهما ركنان، إلا أن الوقف أقوى من الطواف... فإنه لا وجود للحج إلا بوجود ركنيه. (مناسك لملا على القاري، فصل في فرائضه، ص: ۹۲-۹۳، مكتبة إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

## الجواب

وقت مستحب عرفات کی طرف جانے کا یہ ہے کہ یوم عرفہ مین بعد طلوع شمس منی سے عرفات کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر حسب قاعدہ نماز ظہر وعصر سے فارغ ہو کر وقوف عرفات کرے اور وقوف عرفات کا وقت زوال یوم عرفہ سے طلوع فجر یوم نحر تک ہے؛ یعنی دسویں تاریخ کی تمام رات بھی وقوف ادا ہو گیا اور مزدلفہ کی طرف لوٹنے کا مستحب وقت تو وہی ہے، جو معروف ہے کہ بعد غروب آفتاب یوم عرفہ عرفات سے چل کر مزدلفہ پہنچے اور رات کو وہاں رہے اور صبح کی نماز اندھیرے پڑھ کر وقوف مزدلفہ کرے اور وقت اس وقوف کا طلوع فجر یوم نحر سے طلوع آفتاب، یا بوقت عشا، یا اس کے بھی بعد صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات پر پہنچ گیا، اس کا حج صحیح ہو گیا، وہ عرفات پر کچھ ٹھہر کر اسی وقت وہاں سے لوٹ کر مزدلفہ پہنچ کر وقوف مزدلفہ بھی اگر وقت وقوف مزدلفہ کا باقی ہو کر لیوے؛ تاکہ واجب ساقط نہ ہو اور اگر وقوف مزدلفہ نہ ہو سکا، (۱) کہ اس کا وقت نہ ملا تو ترک واجب ہوا، دم دیوے۔ باقی تفصیل مناسک حج کی معروف و مشہور ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے، فلیراجع۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳۸/۶-۵۳۹)

عرفات میں کس وقت حاضری ضروری ہے کہ حج ہو جائے:

سوال: عرفات پر حجاج کس وقت تک پہنچنے پر حج میں شامل ہو سکتے ہیں؟

خطبہ حج کا وقت کیا ہے:

سوال: خطبہ حج کس وقت شروع اور کس وقت ختم ہوتا ہے؟

غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے واپس ہو جائے تو دم واجب ہوگا، یا نہیں:

سوال: اگر غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے آ جاوے، تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟

## الجواب

(۱) یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی شب میں صبح صادق سے

(۱) فإذا صلى الفجر يوم التروية بكمة خرج إلى منى فيقيم بها حتى يصلى الفجر من يوم عرفة ... ثم يتوجه إلى عرفات فيقيم بها ... وإذا زالت الشمس يصلى الإمام بالناس الظهر والعصر ... ويصلى بهم الظهر والعصر في وقت الظهر بأذان وإقامتين ... وغربت الشمس أفاض الإمام والناس معه ... فلو مكث قليلاً بعد غروب الشمس وإفاضة الإمام لخوف الزحام فلا بأس به ... وإذا أتى مزدلفه ... ويصلى الإمام بالناس المغرب والعشاء بأذان وإقامة واحدة ... ثم وقف ... ثم هذا الوقوف واجب عندنا وليس بركن، الخ. (الهداية، كتاب الحج، باب الاحرام: ۱۴۳-۱۴۶، مكتبة زكريا ديوبند)

الحج (فرضه) ثلاثة (الاحرام) ... والوقوف بعرفة) في أوانه. (الدر المختار) وهو من زوال يوم عرفة إلى

قبيل طلوع فجر النحر. (رد المحتار، كتاب الحج: ۴۶۸/۳-۴۶۹، ظفیر)

پہلے، جس وقت بھی عرفات پر پہنچ جاوے فرض ادا ہو جاتا ہے اور حج ادا ہو جاتا ہے۔ (۱)

(۲) حج میں تین خطبے ہیں: ایک ساتویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ میں، دوسرا نویں ذی الحجہ کو عرفات میں بعد زوال شمس قبل از نماز ظہر وعصر کے اور تیسرا خطبہ گیارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں اور تفصیل ان کی کتابوں میں ہے۔ (۲)

(۳) غروب آفتاب تک رہنا چاہیے، اگر قبل از غروب آفتاب واپس آگیا تو دم لازم ہے۔ (کذا فی

الاشامی) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳۶، ۵۳۷)

### غروب آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات میں واپسی:

سوال: ۹/رذی الحجہ کو اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت حدودِ عرفات سے باہر جائے اور پھر غروب آفتاب سے پہلے عرفات میں واپس آجائے تو کیا غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے نکلنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو جائے گا؟  
(خواجہ نذیر الدین سیلی، نزیل مکہ)

#### الجواب

غروب آفتاب کے وقت عرفات میں وقوف ضروری ہے، اگر میدانِ عرفات سے باہر جا کر غروب آفتاب سے پہلے ہی اندر واپس آجائے تو دم واجب نہیں ہوگا؛ لیکن اس سے بھی احتیاط کرنی چاہیے؛ کیوں کہ بعض اہل علم کے نزدیک اس صورت میں بھی دم واجب ہو جاتا ہے، اگر غروب آفتاب کے بعد واپس آیا تو بالاتفاق دم واجب ہو جائے گا۔

(۱) (و) الحج (فرضہ) ثلاثة الإحرام... والوقوف بعرفة في أوانه. (الدر المختار) وهو من زوال يوم عرفة إلى قبيل طلوع فجر النحر. (رد المحتار، كتاب الحج: ۲۰۲، ۲۰۳، طغیر)

(۲) فإذا كان قبل يوم التروية بيوم خطب الإمام خطبة يعلم فيها الناس الخروج إلى منى والصلوة بعرفات والوقوف والإفاضة إلخ ثم يتوجه إلى عرفات فيقيم بها إلخ وإذا زالت الشمس صلى الإمام بالناس الظهر والعصر فبدأ بالخطبة فيخطب خطبة يعلم فيها الناس الوقوف بعرفة إلخ ويخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة كما في الجمعة، إلخ. (الهداية، باب الإحرام: ۲۲۵/۱)

قوله (وبعد الزوال ثاني النحر) قال في اللباب: ثم إذا كان اليوم الحادي عشر وهو ثاني أيام النحر خطب الإمام خطبة واحدة بعد صلاة الظهر لا يجلس فيها كخطبة اليوم السابع يعلم الناس أحكام الرمي وما بقي من أمور المناسك وهذه الخطبة سنة وتركها غفلة عظيمة، آه. (رد المحتار، كتاب الحج، فصل في الإحرام، مطلب في حكم صلاة العيد والجمعة في منى: ۵۴۰، ۵۴۱، ط: الرياض)

(۳) (ثامن الشهر خرج إلى منى) ... ومكث بها إلى فجر عرفة ثم بعد طلوع الشمس (راح إلى عرفات) ... وإذا غربت الشمس أتى ... مزدلفة. (الدر المختار)

(قوله: إذا غربت الشمس) ... بيان للواجب حتى لو دفع قبل الغروب فإن جاوز حدود عرفة لزمه دم. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في اجابة الدعاء: ۵۱۷/۳-۵۲۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

”وإن عاد قبل غروب الشمس... ذكر الكرخي أنه يسقط عنه الدم أيضًا وكذا روى ابن شجاع عن أبي حنيفة ولو عاد إلى عرفة بعد الغروب لا يسقط عنه الدم بلا خلاف“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۵۳/۴)

### عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنا:

سوال: میدان عرفات میں ظہر وعصر اکٹھا پڑھنا ہے، یا نہیں؟ (نظام الدین، درجہ نگہ)

#### الجواب

۹/رمزی الحج کو میدان عرفات میں امام حج کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا مسنون ہے، امام حج سے مراد وہ شخص ہے، جس کو سعودی عرب کے فرماں روا کی طرف سے نائب کی حیثیت سے عرفات میں نماز کا امام مقرر کیا جائے، اگر مسجد نمبرہ میں امام کی اقتدا میں نماز ادا نہ کی جائے؛ بلکہ خیموں میں نماز ادا کریں تو حنفیہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ ظہر کی نماز اپنے وقت میں اور عصر کی نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے گی، خواہ خیمہ میں تنہا نماز پڑھیں، یا الگ سے اپنی جماعت بنائیں، چنانچہ علامہ شامیؒ ایسی صورت کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ”صلوا کل واحد منهما في وقتها“ (۲) خواتین کے لیے توفی زمانہ بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے خیمہ ہی میں ظہر وعصر کی نماز اپنے وقت میں ادا کر لیں؛ کیوں کہ ازدحام کی وجہ سے مسجد نمبرہ میں خواتین کی صفیں الگ نہیں ہو پاتی ہیں اور مجمع خلط ملط ہو جاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ حکم شریعت کے خلاف ہے؛ اس لیے عورتوں کے لیے اپنے خیموں ہی میں نماز ادا کر لینا بہتر ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۳/۴-۵۴)

ہوائی جہاز کے ذریعہ میدان عرفات کی فضا کو یا ر کرنے پر وقوف صحیح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کتاب ”زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، ص: ۱۱۹“ کی یہ تحریر توجہ طلب ہے۔ ہوائی جہاز جس مقام کی فضا میں گزرے، اسی مقام کا حکم رکھتا ہے؛ اس لیے اگر بعد زوال یوم عرفہ کے فضائی عرفات پر گزرے تو محرم کا حج ہو جائے گا۔ (زبدۃ المناسک، ص: ۱۱۹)

لیکن ہوائی جہاز میں سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف تو صحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ ہوائی جہاز مسجد کی حدود میں داخل رہے؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے دم واجب ہوگا، جیسا کہ ہوائی جہاز کے علاوہ میں بھی بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کا حکم ہے؛ لیکن جہاز میں سوار ہو کر عرفات میں سے گزرنے سے وقوف عرفہ نہ ہوگا، چوں کہ طواف کی حقیقت دوران حول البیت (یعنی خانہ کے چاروں طرف گھومنا) ہے اور مکان طواف حوال البیت (طواف کرنے کی جگہ خانہ کعبہ) ہے اور گھر یعنی خانہ کعبہ سے متعلق یہ تصریح موجود ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک بیت اللہ ہے۔ یہ طواف خانہ کعبہ

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحج: ۳۰۷/۲-۳۰۶

(۲) رد المحتار، کتاب الحج: ۵۲۰/۳

سے مرتفع ہو کر بھی جائز ہے؛ اس لیے ہوائی جہاز میں بشرائط مذکور طواف صحیح ہو جائے گا؛ لیکن وقوف عرفہ سے متعلق کہیں یہ تصریح نہیں ملی کہ زمین سے لے کر آسمان تک وقوف عرفہ ہے؛ بلکہ اکثر کتب میں وقوف کو زمین کے ساتھ مقید کیا ہے۔ (بحوالہ امداد الاحکام: ۲۰۰/۲، البحر الرائق: ۳۳۹/۳، عالمگیری: ۱۴۸/۱، مکمل ومدلل مسائل حج و عمرہ، ص: ۲۳۷)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ جس طرح خانہ کعبہ کے متعلق زمین سے آسمان تک بیت اللہ ہونے کی کتب فقہ میں تصریح ہے، اس طرح کی بات عرفات وغیرہ کے بارے میں صراحۃً منقول نہیں ہے؛ لیکن عرفہ کی فضا کو عرفات ہی کے درجہ میں رکھنے کے بارے میں بیت اللہ پر قیاس کرنے میں حرج نہیں ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ موافقت اور حدود حرم کے بارے میں فضائی حدود کا بھی وہی حکم ہے جو ارض حدود کا ہے، چنانچہ آج امت کا تعامل بھی اسی پر ہے۔

بریں بنا اس مسئلہ میں زبدۃ المناسک کی تحقیق رائج معلوم ہوتی ہے۔ بعد میں جب ”امداد الاحکام“ سے مراجعت کی گئی تو اس میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ کے مذکورہ فی السوال فتویٰ کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درج ذیل تحریر سامنے آئی، اس سے بھی ”زبدۃ المناسک“ کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں: احقر اشرف علی قیاساً علی کون ہواء الکعبۃ فی حکمہا و کون ہواء المسجد فی حکمہ صحت کو رائج سمجھتا ہے؛ لیکن جزم نہیں کرتا۔ (امداد الاحکام: ۲۰۱)

اور جن فقہی عبارتوں میں ارض عرفات کی قید لگی ہوئی ہے۔ وہ اس شرط پر ہے کہ فقہاء کے زمانے میں اس کے بغیر وقوف عرفہ کا امکان ہی نہ تھا؛ اس لیے صاحب درمختار لکھتے ہیں:

فی شرح الباب: والظاهر أن هذا ركن لعدم تصور الوقوف بدونه، إلخ. (رد المحتار، کتاب الحج: ۵۲۲/۳، ذکر کیا)

اور آج جب کہ فضائی طور پر وقوف کا امکان متحقق ہو چکا ہے، لہذا اب صحت کی بات ہی رائج ہونی چاہیے۔ و کرہ الوطی فوق مسجد؛ لأن مسجد إلى عنان السماء. (مجمع الأنهر: ۱۹۰/۱، شامی: ۴۲۸/۲، ذکر کیا) القدر المفروض من الوقوف إلى مسجد إلى عنان الدابة أو محمولاً مع الغفلة. (البحر العمیق: ۴۲۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری، ۱۴۳۵ھ/۵/۹۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۷/۷)

ہوائی جہازوں میں وقوف عرفہ اور طواف کعبہ کا حکم:

رہا جواب ان مسائل کا جن کو میں نے پہلے پرچہ میں زیر غور کہا تھا اور وہ دو مسئلے ہیں: ایک ہوائی جہاز میں طواف کرنے کا، دوسرے ہوائی جہاز میں وقوف عرفہ کرنے کا، سو اس کے متعلق جو مجھ کو مطالعہ کتب فقہ سے ظاہر ہوا ہے، وہ یہ



ہے کہ مرکب ہوائی میں سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف تو صحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ مرکب ہوائی داخل حد مسجد رہے؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے دم واجب ہوگا، جیسا کہ مرکب غیر ہوائی میں بھی بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کا یہی حکم ہے اور مرکب ہوائی میں سوار ہو کر عرفات کے مرور سے وقوف عرفہ ادا نہ ہوگا۔

قال فی البدائع: وأما مكان الطواف فمكانه حول البيت، آ۵. (ص: ۱۲۱) (۱)

وفی غنیة الناسک: الطواف هو الدوران حول الکعبة کیف ماحصل، آ۵.

أما أركانہ فثلاثة: اتيان أكثره وكونه بالبيت لافيه وكونه بفعل نفسه ولو محمولا أو راكب بغير وأمام شرائطه فستة ثلاثة منها لا يفوته الحج وهو الوقت وتقديم الاحرام وتقديم الوقوف والباقي للكل وهي الإسلام وداخل المسجد ولو على سطحه فلو طاف على سطح المسجد جاز ولو مرتفعاً عن البيت لو طاف خارج المسجد مع وجود الحيطان لا يصح إجماعاً ولو كان الحيطان منهدمة لا يصح عند عامة العلماء؛ لأنه طاف بالمسجد لا بالبيت، آ۵. (ص: ۸۵) (۲)

چوں کہ طواف کی حقیقت دوران حول البيت ہے اور مکان طواف حول البيت ہے اور بیت کے متعلق یہ تصریح موجود ہے کہ ہوا کعبہ عنان سماء تک بیت ہے اور اسی لیے طواف بیت سے مرتفع ہو کر بھی جائز ہے؛ اس لیے مرکب (ہوائی جہاز) ہوائی میں بشرائط مذکورہ طواف صحیح ہو جائے گا؛ لیکن وقوف عرفہ کے متعلق کہیں یہ تصریح نہیں ملی کہ ہوا ارض عرفہ عنان سماء تک بجگم عرفہ ہے؛ بلکہ اکثر کتب میں وقوف کو ارض کے ساتھ مقید کیا ہے۔

قال فی البحر وشرطه شيان أحدهما كونه في أرض عرفات، آ۵. (ص: ۳۳۹/۲) (۳)

وفی الهندية أيضاً: والوقوف شرطه شيان أحدهما كونه في أرض عرفات والثاني أن يكون

في وقته، آ۵. (ص: ۱۴۸/۲) (۴)

اور ظاہر ہے کہ وقوف بارض عرفہ، یا کینونہ بعرفۃ را کباً علی الدابة، یا محمول علی الایدی میں بواسطہ متحقق نہیں اور مرکب ہوائی میں را کب کو وقوف بارض عرفہ کسی طرح حاصل نہیں، نہ بواسطہ نہ بلا واسطہ، ہاں مرور بہواء عرفہ متحقق ہے۔ پس اگر کسی دلیل سے ہواء عرفہ کا بجگم ارض عرفہ ہونا ثابت ہو جائے، مقام تو یہ مرور قائم وقوف بارض عرفہ کے ہو سکتا ہے؛ مگر ہنوز کہیں اس کی تصریح نہیں ملی ہے، لہذا افتاء بصحت وقوف فی ہذہ الصورة مشکل ہے۔ واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۲۳ صفر ۱۳۴۵ھ۔ احقر اشرف علی قیاساً علی کون ہواء الکعبہ فی حکمہا وکون ہواء المسجد

فی حکمہ صحت کو رائج سمجھتا ہے؛ لیکن جزم نہیں کرتا۔ (امداد الاحکام: ۲۰۱/۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحج: ۱۷۶/۳، انیس

(۲) غنیة الناسک، ص: ۸۵، انیس

(۳) البحر الرائق، کتاب الحج: ۵۹۴/۲، انیس

(۴) الفتاویٰ الهندية، کتاب الصوم: ۲۵۳/۱، انیس

## محرم عرفات میں نہ پہنچنا تو حج ہوا، یا نہیں:

سوال: محرم یوم نحر کی طلوع فجر سے پہلے عرفات میں پہنچ گیا، اس قدر فاصلہ رہا کہ میدان عرفات میں پہنچتے پہنچتے فجر طلوع ہو جائے گی، البتہ اگر وہ پتھر پھینکے تو وہاں پہنچ سکتا ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ محرم کے پتھر کا پہنچنا محرم ہی کا پہنچنا سمجھا جائے گا اور اس کا حج ہو جائے گا تو کیا یہ صحیح ہے؟

### الجواب

یہ قول اس شخص کا غلط ہے، میدان عرفات میں سے کسی جزء میں پہنچ جانا محرم کا ضروری ہے، اگرچہ ایک لحظہ کے لیے ہو، بدون عرفات میں گزرنے کے حج نہ ہوگا، چنانچہ شرح لباب المناسک میں ہے کہ شرط ثالث وقوف عرفہ کی مکان عرفات ہے۔

”فلو أخطأه لم يجز وقوفه بغير عرفة ولو بطن عرفة إلى أن قال الخامس كينونته بعرفة في وقتہ ... لولحظة“۔ (المسلك المقتسط، ص: ۱۰۴) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴۱/۶)

## یوم عرفہ کس دن:

سوال: یوم عرفہ کو جو روزہ رکھنا مسنون ہے، ہندوستان والوں کے لیے اس سے کون سی تاریخ مراد ہوگی؟ سعودی عرب کے مطابق ۹ ذی الحجہ کا دن یا وہ دن جب ہندوستان میں ذی الحجہ کی نو تاریخ آتی ہو؟ (محمد یاسر، حافظ بابا نگر)

### الجواب

شریعت میں کسی دن، یا کسی تاریخ کی جو فضیلت منقول ہے، وہ اس علاقہ کے اعتبار سے ہے، جہاں انسان قیام پذیر ہو، مثلاً ۱۰ ذی الحجہ کو یوم نحر یعنی قربانی کا دن ہے تو اب ظاہر ہے کہ پوری دنیا میں ہر جگہ کے لوگ اپنے علاقہ کے اعتبار سے ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کریں گے اور عید کی نماز ادا کریں گے، نہ کہ سعودی عرب کے اعتبار سے، اگر سعودی عرب کا اعتبار کیا جائے تو کہیں ۱۰ کے بجائے ۸ ذی الحجہ کو قربانی کرنی پڑے گی اور کہیں ۱۲ ذی الحجہ کو، اگر یہ سوچا

(۱) (و) الحج (فرضہ) ثلاثة (الاحرام) ... (و الوقوف بعرفة) في أوانه (الدر المختار) وهو من زوال يوم عرفة إلى قبيل طلوع فجر النحر. (رد المحتار، كتاب الحج: ۶۸/۳-۶۹، مكتبة زكريا، ديوبند)

وأما زمانه فزمان الوقوف من حين تزل الشمس من يوم عرفة إلى طلوع الفجر الثاني من يوم النحر حتى لو وقف بعرفة في غير هذا الوقت كان وقوفه وعدم وقوفه سواء؛ لأنه فرض موقت ... وكذا من يدرک عرفة بنهار ولا لبيل فقد فاتته الحج ... أما القدر المفروض من الوقوف فهو كينونته بعرفة في ساعة من هذا الوقت فمتى حصل إتيانها في ساعة من هذا الوقت تأذى فرض الوقوف سواء كان عالماً بها أو جاهلاً، نائماً أو يقظان مفيقاً أو مغمى عليه وقف بها أو مرو هو يمشى أو على الدابة أو محمولا. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل ركن الحج: ۶۲/۳-۶۴، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

جائے کہ یوم عرفہ حجاج کے وقوف عرفہ کی یادگار ہے تو پھر یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ یوم قربانی حجاج کی قربانی ہی کی نقل ہے؛ اس لیے قربانی بھی سعودی عرب ہی کے لحاظ سے ہونی چاہیے؛ مگر دراصل یہ سوچ ہی غلط ہے اور اصل یہی ہے کہ ہر جگہ اسی مقام کی تاریخ کا اعتبار ہوگا، اسی لحاظ سے ۹/ذی الحجہ کو یوم عرفہ سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا مسنون ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴۹/۵۰)

### یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب یوم عرفہ اور یوم جمعہ ایک دن واقع ہو جائیں اسے حج اکبر کہا جاتا ہے اور اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ اس دن حج ستر گنا جوں کا ثواب رکھتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کیا ہے؟ بینوا تو جروا

(المستفتی: راجعہ گل حسن تھانی بنوں لکی مروت، ۱۳/۱۰/۱۹۸۳ء)

### الجواب

فقہ کے رو سے اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہے، (۱) البتہ اس کے متعلق وارد شدہ حدیث میں کلام ہے۔  
کما فی شرح التنویر علی هامش الشامیة (۲/۳۸۴): لو قفة الجمعة مزية سبعين حجة.  
وفی رد المحتار: وفي الشرنبلاية عن الزيلعي افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح ولكن نقل المناوي عن بعض الحفاظ أن هذا حديث باطل لا أصل له. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدی: ۴۹/۳۵۰)

(۱) وفي المنهاج: اعلم انه ليس الحج الاكبر في تعبير القرآن والحديث ما اشتهر على السنة العوام ان الحج الاكبر ما كان فيه يوم عرفة يوم الجمعة بدليل أن الله تعالى طلق الحج الاكبر على حج الصديق الاكبر، فالحج الاكبر هو الحج مطلقا ويقال للعمرة الحج الاصغر، نعم للحج الذي يكون يوم عرفة فيه يوم الجمعة له فضل كبير روى رزين في تجريد الصحاح عن طلحة بن عبيد الله بن كريب مرسل افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة فهو افضل من سبعين حجة في غير يوم جمعة كذا في جمع الفوائد وقالوا لم نقف على اسناده، نعم أقره الفقهاء. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی: ۲۸۱/۴، قبیل باب ماجاء فی الکلام فی الطواف)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۷۲، مطلب فی فضل وقفة الجمعة

وقال الملا علی قاری: رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح واما ما ذكره بعض المحدثين في اسناد هذا الحديث بانه ضعيف فعلى تقدير صحته لا يضر في المقصود فان الحديث الضعيف معتبر في فضائل الاعمال عند جميع العلماء من ارباب الكمال، واما قول بعض الجهال بان هذا الحديث موضوع فهو باطل مصنوع مردود عليه ومنقلب اليه لان الامام رزين بن معاوية العبدري من كبراء المحدثين ومن عظماء المخرجين ونقله سند معتمد عند المحققين وقد ذكره في تجريد صحاح الست فان لم يكن رواية صحيحة فلا اقل من انها ضعيفة كيف وقد اعتضد بما ورد ان العبادة تضاعف في يوم الجمعة مطلقاً بسبعين ضعفا بل بمائة ضعف على ما سيأتى، الخ. (الحظ الأوفر في الحج الأكبر في ذيل إرشاد السارى، ص: ۳۱۹، باب المتفرقات)

## یوم عرفہ کی دعائیں:

سوال: حج میں وقوف عرفہ کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دعائیں مانگی ہیں؟ (محمد اسعد، ناندریٹ)

### الجواب

حج میں وقوف عرفہ کی بڑی اہمیت ہے، یہ حج کا رکن اعظم ہے، (۱) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الحج عرفة“۔ (۲)

عرفات سے متعلق بہت سی دعائیں ان کتابوں میں منقول ہیں، جو اذکار اور دعاؤں سے متعلق ہیں، یہ چوں کہ دعا کی قبولیت کا خاص دن ہے؛ اس لیے اپنی دنیا و آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہیے، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعا ثابت ہے، ان میں سے تین ترجمہ کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہیں:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔ (۳) (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کے لیے فرمانروائی ہے اور اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں، تمام بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو دعاء توحید سے موسوم کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے میدان عرفات میں جو دعائیں کی ہیں، یہ ان میں سب سے افضل دعا ہے۔ میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے یہ دعا بھی فرمائی ہے:

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا، اللَّهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ وَسْوَاسِ الصَّدرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهْبُ بِهِ الرِّيحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ“۔ (۴)

(اے اللہ! میرے دل میں، میرے کانوں میں اور میری آنکھوں میں نور پیدا فرما دے، اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور میرے ہر کام کو آسان فرما دے اور میرے دل کے وسوسوں، کام کے بکھراؤ اور قبر کی آزمائش سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، یا

(۱) و أما ركن الحج فشيئان : أحدهما: الوقوف بعرفة وهو الركن الأصلي للحج. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ۳۰۲/۲، كتاب الحج)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الحج عرفة فمن أدرک ليلة عرفة قبل طلوع الفجر من ليلة جمع فقد تم حجه“ عن عبد الرحمن بن يعمر رضي الله عنه. (سنن النسائي، رقم الحديث: ۳۰۱۹، فرض الوقوف بعرفة)

(۳) غنية الناسك، ص: ۸۲، حصن حصين، ص: ۱۸۴

(۴) غنية الناسك، ص: ۸۳، حصن حصين، ص: ۱۸۳

الہی! میں رات اور دن میں درپیش ہونے والی چیزوں کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے بھی جنہیں ہوا اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے اور زمانہ کی ہلاکت خیزیوں کے شر سے۔)

نیز حیزۃ الوداع کے موقع سے یوم عرفہ کی شام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا کثرت سے پڑھنا منقول ہے:

”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي تَقُولُ وَ خَيْرًا مِّمَّا نَقُولُ ، اللَّهُمَّ لَكَ صَلَوتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي ، وَ إِلَيْكَ مَابِي وَ لَكَ رَبِّي تَرَاثِي ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَاسَةِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْأُمْرِ“۔ (۱) (اے اللہ! آپ کے لیے تمام تعریفیں اسی طرح ہیں جیسا کہ آپ خود فرمائیں اور اس سے بہتر جو ہم کہہ سکیں، اے اللہ! میری نمازیں، میرے مناسک، میری زندگی اور میری موت آپ ہی کے لیے ہے، آپ ہی میری پناہ گاہ ہیں اور اے پروردگار! میرے بعد رہ جانے والی اشیا بھی آپ ہی کی ہیں، الہی! میں قبر کے عذاب، دل کے وسوسہ اور کاموں کے انتشار سے آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں۔)

یہ دعائیں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، بزرگوں نے اس کے علاوہ بھی بہت سی دعائیں بتائی ہیں، اگر دعاؤں کے عربی الفاظ یاد نہ ہو سکیں تو اردو میں بھی ان کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے اور ان کے علاوہ اپنی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے اس دن زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہیے اور یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ دعا میں الفاظ سے زیادہ جذبات و کیفیات کی اہمیت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۰۶-۵۲)

### استلام کا طریقہ:

سوال (۱) طواف کے دوسرے اور بعد کے چکروں میں جب لوٹ کر کالی پٹی پر پہنچیں تو کس طرح استلام کیا جائے گا؟ اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۲) کیا اس وقت حجر اسود کی طرف چہرہ اور دونوں ہاتھ کریں گے اور پیروں کا رخ حجر اسود کی طرف کرنا منع ہے، یا پیروں کا رخ بھی استلام کرتے وقت حجر اسود کی طرف کرنا چاہیے؟

(۳) زبدۃ المناسک کے صفحہ: ۱۲۷ پر جو عبارت لکھی ہے، اس سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ حجر اسود کے سامنے استلام کرتے وقت سینہ، منہ، ہاتھ اور پیروں کا رخ حجر اسود کی طرف کریں، یا کوئی اور مطلب ہے؟ اس عبارت کا جو مطلب ہو بیان کریں۔ مسئلہ غنیۃ المناسک میں لکھا ہے کہ جس وقت حجر اسود کو استلام کرنے میں بوسہ دیا جاتا ہے تو اس وقت استلام کرنے والے کا سر اور ہاتھ کعبہ کے جزو کے اندر داخل ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس کو لازم ہے کہ بوسہ دینے کے وقت اپنے پاؤں کو اس جگہ پر خوب جمائے رکھے، جب تک کہ استلام سے فارغ نہ ہو لے (پس جب فارغ ہو تو جیسے پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو کر اپنی دہنی طرف طواف کو چلے) اگر بوسہ دینے کے وقت پاؤں کعبۃ اللہ کے دروازہ

کی طرف اپنی جگہ سے چل گئے؛ اگرچہ ایک بالشت کی قدر سے بھی کم چھوڑ کر آگے ہو لیے اور اس کے بعد طواف شروع کیا تو گویا اس کے طواف میں اس قدر نقصان آگیا، پس اگرچہ ہم خفیوں کے نزدیک اس مقدار سے طواف باطل نہیں ہوتا؛ لیکن مکروہ تحریمی ہے اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک وہ مقدار طواف باطل ہو گیا۔ (غنیۃ: ۶۱)

برائے مہربانی مندرجہ بالا سوالات کے مدلل جواب قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں (حنفی مسلک کے اعتبار سے) تحریر فرمائیں؟ مینواتو جروا۔

### الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

(۱) استلام کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے حجر اسود کی طرف رخ کرے، تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائے، پھر ہاتھ چھوڑ کر اپنی ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے، آہستہ سے بوسہ لے کہ آواز پیدا نہ ہو؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے، مثلاً دھکا نہ لگے اور اگر بغیر دھکا لگائے، ایسا ممکن نہ ہو تو صرف دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور ان دونوں کو بوسہ دے دے، یا کسی ہاتھ کو رکھے؛ لیکن داہنا ہاتھ رکھنا افضل ہے اور اگر ہاتھ رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو لکڑی وغیرہ سے حجر اسود کو چھو لے اور اسی لکڑی کو چوم لے اور استلام اور لکڑی وغیرہ سے چھونے سے عاجز ہو تو حجر اسود کی جانب رخ کر کے اپنے ہاتھوں کو چہرے کے آگے بڑھا کر اس طرح اشارہ کرے کہ ہتھیلی کی پشت چہرے کی طرف ہو اور تہلیل کا اندرونی حصہ حجر اسود کی طرف ہو اور تکبیر و تہلیل اللہ کی حمد کرے اور درود بھیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، پھر اپنی ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔

فاستقبل الحجر مکبراً مهللاً رافعاً يديه كالصلاة واستلمه بكفيه وقبله بلا صوت وهل يسجد عليه؟ قيل: نعم بلا ايذاء؛ لأنه سنة وترك الإيذاء واجب فإن لم يقدر يضعهما ثم يقبلهما أو إحداهما وإلا يمكنه ذلك يمس بالحجر شيئاً في يده ولو عصا ثم قبله أى الشئ أو إن عجز عنهما: أى الاستلام والإمساس استقبله مشيراً إليه بباطن كفيه، ثم يقبل كفيه: أى بعد الإشارة المذكورة، قال فى الفتوح: ويفعل فى كل شوط عند الركن الأسود ما يفعله فى الابتداء. (رد المحتار: ۵۰۴/۳، مکتبہ زکریا)

(۲) استلام کے وقت پیروں کا رخ حجر اسود کی طرف ہونا چاہیے۔

(۳) زبدۃ المناسک کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر استلام کے وقت پیر کعبۃ اللہ کے دروازے سے آگے بڑھ گیا اور استلام سے فارغ ہو کر وہیں سے طواف شروع کر دیا، جہاں تک پیر گیا ہے تو اس کے بقدر طواف میں نقصان ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ ۱۴۲۲/۳/۶۲۲ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۶-۳۲۷)

## نفل طواف کے بعد استیلام:

سوال: کیا حجر اسود کا استیلام دو رکعت طواف کے بعد بھی کیا جاتا ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جس طواف کے بعد سعی ہے، اس کی دو رکعت کے بعد استیلام کے لیے جاتے وقت حجر اسود کا استیلام کیا جائے گا اور جس کے بعد سعی نہیں ہے، اس کی دو رکعت کے بعد استیلام بھی نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۹/۱۰-۳۵۰)

## حجر اسود کا استیلام کرتے وقت پیر کس طرف رہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حجر اسود کا استیلام کرتے وقت پیر کس طرح رکھے جائیں؟

طواف کرتے وقت حجر اسود تک پہنچ کر پیر سیدھا بنا ہوا ہے، ایسے ہی کھڑے ہو کر استیلام کرنا درست ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

استیلام کے وقت چہرہ اور سینہ حجر اسود کی طرف کرنا مستحب ہے، اس کی صراحت کتب فقہ میں موجود ہے؛ لیکن پیر کس طرف رہے؟ اس بارے میں کوئی صراحت نہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ جب سینہ حجر اسود کی طرف کرنے کی اجازت ہے تو اس کی طرف پیر کرنے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیے۔ (مستفاد: ایضاح المناسک، ص: ۱۱۹، زبدۃ المناسک، ص: ۱۱۵)  
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه کان إذا صلی الرکعتین رجع إلى الحجر فاستلمه، أو استقبله، إلخ. (المصنف لابن أبي شيبة: ۸۴۲/۳، رقم: ۱۵۲۳۰)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا استوت به راحلة عند مسجد ذی الحلیفۃ فی حجة أو عمرة أهل... حتی انتهی إلى البیت استقبله الحجر، إلخ. (صحیح ابن خزيمة، باب التکبیر عند استلام الحجر واستقبله: ۲۱۴/۴، رقم: ۲۷۱۶)

فإذا أراد أن يستلم الحجر الأسود يستقبله بوجهه على القول الصحيح وهذا الاستقبال للحجر مستحب، لا واجب. (البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحاج إلى بیت اللہ العتیق: ۱۷۲/۲، المكتبة المکیة)  
ثم إذا فرغ من رکعتی الطواف يعود إلى الحجر الأسود فیستلمه إن أمکنه أو يستقبله بوجهه ویکبر، إلخ. (تحفة الفقهاء، باب الإحرام: ۴۰۲/۱، الشاملة)

(۱) قال فی شرح اللباب: والأصل أن کل طواف بعده سعی، فإنه يعود إلى استلام بعد الصلوة، ومالا فلا علی ما قاله قاضی خان فی شرحه: إن هذا الاستلام الافتتاح السعی بین الصفا والمروة، فإن لم یرده السعی بعده، لم يعد علیه. (منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الاحرام: ۵۸۳/۲، رشیدیة)

وأما سنن الطواف ... واستقبال الحجر الأسود بالوجه في ابتدائه، وإما في أثنائه فمستحب.  
(غنية الناسك، ص: ۶۳، انوار ماسک، ص: ۳۷۷) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱۱/۱۴۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۹۰/۷)

### کیا طواف زیارت کے لیے مستقل احرام کی ضرورت ہے:

سوال: روزنحر کے جب جمار کورمی کر لے اور ذبح کیا، پھر احرام سے فارغ ہوا، پس واسطے طواف زیارت کے دیگر بار احرام باندھے، یا نہ؟

الجواب

وحل له كل شيء إلا النساء (إلى قوله) ثم طاف للزيارة. في ردالمختار: وشرائط صحته الإسلام وتقديم الإحرام. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بار دیگر احرام نہیں ہوتا جس احرام سے حلال ہوا ہے وہی اس کے لیے کافی ہے۔

۷/شعبان ۱۴۲۷ھ (تمہ اولیٰ، ص: ۷۰) (امداد الفتاویٰ: ۱۶۴/۲)

### طواف زیارت بحالت احرام:

سوال: دسویں ذی الحجہ کورمی اور قربانی کے بعد اگر دیر ہونے کے سبب حجامت نہ بنوائے، یا حجام نہ ملے تو ایسی صورت میں طواف زیارت کو جاسکتا ہے، احرام کے ساتھ، یا بلا احرام؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جب اس نے حجامت نہیں بنوائی، یعنی نہ حلق کیا نہ قصر تو وہ احرام سے حلال نہیں ہوا، بحالت احرام ہی طواف زیارت کر لے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۹/۱۰)

### طواف زیارت نہ کیا تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی شخص حج کے لیے گیا اور اس نے حج کے افعال و ارکان ادا کئے، لیکن طواف زیارت نہ کر سکا اور اپنے وطن واپس چلا آیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۱) الدر المختار، کتاب الحج: ۵۳۶/۳، انیس

(۲) ولو لم يحلق حتى طاف بالبيت، لم يحل له شيء حتى يحلق، كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية، الباب

الخامس في كيفية أداء الحج: ۲۳۲/۱، رشیدیہ)

لكن لا شيء على من طاف قبل الرمي والحلق. (ردالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات: ۵۵۵/۲، سعید)



## الجواب

حج کرنے والا اگر بدون طواف زیارت کے اس طرح کہ ایام نحر اور اس کے بعد کوئی طواف اس نے نہ کیا ہو، اپنے وطن کو واپس چلا آوے تو عورتیں اس پر حرام ہیں اور اس بارے میں احرام اس کا باقی ہے، واپس جانا مکہ معظمہ کو اور طواف زیارت کرنا اس پر لازم و فرض ہے، بدون اس طواف کے احرام سے باہر نہیں ہو سکتا اور عورتیں اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۵۱/۶-۵۵۲)

### دسویں ذی الحجہ کو قربانی سے قبل طواف زیارت کرنا:

سوال: کسی نے ۱۰ تاریخ کو قربانی نہ کی ہو تو وہ طواف زیارت کر سکتا ہے، یا نہیں؟ نیز کیا اس کی وجہ سے فضیلت میں کوئی فرق آئے گا؟

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

۱۰ ذی الحجہ کو قربانی سے قبل طواف زیارت کر سکتے ہیں؛ اس لیے کہ اس تاریخ میں قربانی اور طواف زیارت کے درمیان ترتیب مسنون کے خلاف کرنا مکروہ ہوگا۔ افضل یہی ہے کہ پہلے قربانی کی جائے، پھر اخیر میں طواف زیارت کیا جائے۔

فیجب فی یوم النحر أربعة أشياء: الرمي ثم الذبح لغير المفرد، ثم الحلق، ثم الطواف، لكن لا شيء على من طاف قبل الرمي والحلق نعم يكره. (الدر المختار: ۵۵۰/۲) (۲)  
والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شيء من الثلاثة وإنما يجب ترتيب الثلاثة الرمي ثم الذبح ثم الحلق. (رد المحتار: ۴۷۰/۲) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۸ھ/۱۱/۲۴۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۴/۳)

### متمتع کے لیے طواف قدوم کا حکم:

سوال: متمتع پر طواف قدوم سنت ہے، یا نہ؟ چرا کہ طواف قدوم سنت ہے واسطے حج کے اور متمتع نے احرام باندھا ہے واسطے عمرہ کے، ابھی اس پر طواف قدوم سا قط ہے، یا طواف عمرہ و قدوم ہر دو بجا کرے؟

## الجواب

فی الدر المختار: وطاف بالبيت طواف القدوم ويلسن هذا الطواف للآفاقي.

(۱) ولولم يطف طواف الزيارة أصلاً حتى رجع أهله فعليه أن يعود بذلك الاحرام لانعدام التحلل منه وهو محرم عن النساء أبداً حتى يطف. (الهداية، كتاب الحج: ۱/۶۶۱)  
وكذا اذا رجع الى أهله وقد ترك منه أربعة أشواط يعود بذلك الاحرام وهو محرم أبداً في حق النساء وكما جامع لزمه دم اذا تعدد المجالس. (فتح القدير، كتاب الحج، فصل طاف طواف اقدوم: ۲۶/۲، ظفیر)

فی رد المختار: ثم إن كان المحرم مفرداً بالحج وقع طوافه هذا لقدم وإن كان مفرداً بالعمرة أو متمتعاً أو قارناً وقع عن طواف العمرة نواه له أو لغيره وعلى القارئ أن يطوف طوافاً آخر للقدم آه استحباباً بعد فراغه عن سعي العمرة، قارى (۲۷۰/۲)

فی العالِمِگیرِیۃ: ویفعل (أی المتمتع) ما یفعله الحاج المفرد غیر انه لا یطوف طواف التحیۃ. (۱۵۴/۱) اس سے معلوم ہوا کہ متمتع پر طواف قدم نہیں ہے۔ (تتمہ اولی، ص: ۱۵۴) (امداد الفتاوی: ۱۶۳۲)

### زمین حل کے رہنے والوں کیسے لیے طواف قدم کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل مکہ پر طواف قدم نہیں ہے لیکن جو لوگ حل صغیر یعنی میقات اور زمین حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر طواف قدم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: مولوی سید کرم شاہ، صوابی)

#### الجواب

طواف قدم یعنی طواف تحیۃ الکعبۃ آفاقی مفرد بالحل، یا قرآن کرنے والے کے لیے سنت ہے اور اہل مکہ اور آفاقی متمتع اور معتمر پر طواف قدم نہیں ہے۔ (ارشاد الساری) (۱)

اور فقہانے حل صغیر کو اہل مکہ کے حکم میں شمار کیا ہے، خلافاً للہستانی فلیراجع الی رد المحتار. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۸/۴)

### طواف وداع:

سوال: اگر حج کے بعد طواف وداع کر کے کسی دوسرے مقام پر چلے گئے ہوں، پھر واپس آ کر عمرہ کئے ہوں تو کیا، پھر طواف وداع ضروری ہے، نہ کرنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر مضمین بھی وہاں سے کسی مقام پر جوحد و حرم

(۱) قال العلامة الملا علی القاری: الاول طواف القدوم ویسمى طواف التحیۃ... وهو سنة... للآفاقی دون المیقاتی والمکی المفرد بالحج والقارئ... بخلاف المعتمر ای المفرد بالعمرة والمتمتع ولو آفاقاً والمکی ای وبخلاف المکی اذا کان مفرداً بالحج ومن بمعناه ای ومن سکن او اقام من اهل الآفاق بمکة وصار من أهلها فانه لا یسن فی حقهم. (ارشاد الساری، ص: ۶۹، باب انواع الطواف)

(۲) قال العلامة شمس الدین الخراسانی القہستانی: وقد سن هذا الطواف للآفاقی ای الخارجی، کما فی المتداولات؛ لکن فی خزائن المفتیین أنه واجب علی الأصح فلا یسن للمکی إذ لا قدم له ویسن لأهل المواقیب وداخلها. (جامع الرموز: ۵۵۴/۱، کتاب الحج)

قال العلامة ابن عابدين: (قوله: للآفاقی) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیب ومن دونها الی مکة، سراج وشرح اللباب، إلا ان المکی اذا خرج للآفاق ثم عاد محرماً بالحج فعليه طواف القدوم لباب فهذا خلاف ما فی القہستانی من انه یسن لاهل المواقیب وداخلها فافهم. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۸۱/۲، مطلب فی طواف القدوم)

سے باہر ہو جانا چاہتے ہوں تو کیا عمرہ کرنے کے بعد طواف وداغ ضروری ہے؟ (عبید اختر، موتی باغ، کشن گنج)

الجواب

دوبارہ طواف وداغ کی ضرورت نہیں، پہلا ہی طواف کافی ہے، چنانچہ ہدایہ کے حاشیہ پر تحفہ سے نقل کیا ہے:

”لیس علی المعتمرین من أهل الأفاق طواف صدر“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴۷/۳۸-۳۸)

## ارکان حج:

سوال: حج کے اندر کہاں کہاں ٹھہرنا ضروری ہے اور کہاں کتنی نمازیں پڑھے؟ مہربانی فرما کر جواب سے آگاہ فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

قبل از جواب حج کے بعض نقل و حرکت کی ترتیب لکھی جاتی ہے: تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ آٹھویں تاریخ کو مکہ میں فجر پڑھ کر منی کے لیے روانہ ہو، آفتاب نکلنے کے بعد منی کی روانگی افضل معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ بعض روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منی جانے کا وقت بعد طلوع شمس منقول ہے۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر پڑھ کر عرفہ روانہ ہو، آفتاب نکلنے کے بعد روانہ ہونا سنت ہے اور میدان عرفات میں قبل الزوال پہنچ جانا بہتر ہے۔ عرفہ میں ظہر و عصر کی جمع تقدیم کرے یعنی ظہر کے وقت میں نماز ظہر کے بعد متصلاً عصر پڑھے، بشرطیکہ امام کے ساتھ جماعت سے پڑھنا ہو، غروب کے بعد بغیر مغرب پڑھے مزدلفہ روانہ ہو، مزدلفہ آ کر مغرب و عشا کی جمع تاخیر کرے؛ یعنی عشا کے وقت میں اول مغرب بعد متصلاً عشاء پڑھے، صبح کو نماز فجر مزدلفہ میں پڑھ کر منیٰ کو روانہ ہو، سنت قبل طلوع شمس روانہ ہونا ہے، منیٰ پہنچ کر جو افعال کرنے ہوتے ہیں کرے اور ایام نحر کی راتیں منیٰ میں گزارے۔

اب سنئے کہ آٹھویں تاریخ کو مکہ سے طلوع آفتاب کے بعد نکل کر منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا، فجر پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا اور طلوع آفتاب تک وقوف کرنا سنت ہے، پھر زوال شمس سے لے کر غروب آفتاب سے پہلے پہلے میدان عرفات میں جب بھی پہونچ جائے، تا غروب ٹھہرنا واجب ہے، زوال کے بعد فوراً پہونچنا واجب نہیں، البتہ زوال سے پہلے پہونچ جانا بہتر ضرور ہے اور وقوف فرض زمان وقوف کے اندر میدان عرفات میں پہونچ جانے سے ادا ہو جاتا ہے اور زمان وقوف نویں کی زوال شمس سے لے کر نویں دسویں کی درمیانی رات کے طلوع فجر صادق تک ہے اور طلوع فجر صادق کے بعد دسویں تاریخ کو طلوع شمس سے قبل وقوف بمزدلفہ خواہ ایک ہی ساعت کے لیے ہو، واجب ہے اور ایام نحر کی راتوں کو منیٰ میں گزارنا سنت ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ حج میں دو جگہ ٹھہرنا واجب ہے، ایک نویں تاریخ کو غروب سے پہلے پہلے میدان عرفات میں پہنچ کر غروب آفتاب تک ٹھہرنا، دوم دسویں تاریخ کو فجر صادق طلوع ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ میں ٹھہرنا خواہ ایک ہی ساعت ہو اور وقوف فرض فقط ایک ہی نویں کے زوال شمس سے لے کر دسویں کے طلوع فجر صادق سے پہلے پہلے میدان عرفات میں پہنچ جانا۔ (کذا فی کتب الفقہ) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۱/۶/۱۴۰۲ھ، الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ، الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم ۳۲۳-۳۲۴)

### طواف و دایع نہ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید حج فرض ادا کرنے کے لیے بیت اللہ روانہ ہوا، چوں کہ زمانہ کافی زیادہ باقی رہا تھا، زید نے اور اس کے ہمراہوں نے یلملم کے پہاڑ سے اس وجہ سے احرام نہیں باندھا کہ اول مدینہ منورہ حاضری کا قصد کر لیا، چنانچہ اول مدینہ طیبہ پہنچ کر شرف زیارت روضہ اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کیا، وہاں سے رخصت ہو کر بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوا تو طواف داخلی اور ارکان حج ادا کئے، اس کے بعد پھر ایک مرتبہ طواف کیا، بعدہ سخت بیمار ہو گیا، پھر ۷ ذی الحجہ کو وقت روانگی عرفات طواف بحالت مرض چار پائی پر کیا، عرفات میں میدان مخصوص میں داخل ہو کر خطبہ سنا اور تمام دیگر ارکان حج صفا و مروہ اثناء راہ میں ادا کئے، پھر مقام منیٰ میں ۱۳ کو احرام کھول دیا اور سر منڈوا دیا، جیسا کہ اور حجاج نے کیا، دوسرے روز بیت اللہ شریف کو واپس آیا؛ مگر بوجہ علالت کے پایادہ خود طواف واپسی حرم شریف نہ کر سکا، گو مثل ۷ تاریخ کے چار پائی پر کر لینا ممکن تھا؛ مگر مطوف و دیگر اہالیان دیار نے یہ مسئلہ اس کو بتلایا کہ طواف واپسی کی اب ضرورت نہیں ہے، اس وجہ سے طواف نہ واپسی نہیں کرایا گیا اور اسی حالت بیماری میں زید اپنے وطن کو واپس چلا آیا اور اس کو عرصہ تخمیناً دو سال کا گزر گیا اور اپنی زوجہ سے مجامعت برابر کرتا رہا، علماء ہند سے جب اس طواف کی بابت مسئلہ دریافت کیا گیا تو بعض نے طواف واپسی واجب فرمایا کہ یہ بھی رکن ہے، جب تک نہ کر لیا جاوے گا، حج کامل نہ ہوگا، بعض نے فرمایا کہ جب تک طواف نہ کیا عورت کے پاس جانا حرام ہے اور بعض نے فرمایا کہ طواف واپسی نہ کرنے سے عورت کی حرمت لازم نہیں؛ مگر طواف واپسی واجبات سے ہے اور بوجہ مرض و غلط بیانی مسئلہ ادا نہ ہو سکا، لہذا دوم دے دے؛ تاکہ جو تاخیر ہوئی ہے، وہ رفع ہو جاوے؛ مگر طواف واپسی ادا کرنا پڑے گا، چوں کہ مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے، لہذا کون قول صحیح و معتبر سمجھا جاوے گا؟ جماع کی شمار نہیں ہو سکتی اور زید میں استطاعت دوبارہ جانے کی نہیں۔ ہاں دم دے سکتا ہے کہ صاحب نصاب زکوٰۃ قربانی ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

سوال میں یہ ذکر نہیں کیا کہ زید نے طواف افاضہ بھی کیا ہے، یا نہیں؟ یہ طواف رکن اور فرض ہے، بدون اس طواف کے احرام سے نہیں نکلتا اور جماع زوجہ حلال نہیں ہوتا۔ وقت اس طواف کا دس ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک ہے، قیام

منی کی حالت میں مکہ معظمہ آکر یہ طواف کر کے پھر واپس منی کو جایا کرتے ہیں۔ پس یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زید نے یہ طواف بھی کر لیا تھا، یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تھا تو پھر مکہ معظمہ جا کر یہ طواف کرنا لازم ہے اور جماع زوجہ کی وجہ سے اور تاخیر اس احرام کی وجہ سے دم لازم ہے اور اگر یہ طواف؛ یعنی طواف افاضہ کر لیا تھا تو فرض حج ادا ہو گیا۔ (۱) طواف وداع یعنی مکہ معظمہ سے واپسی اور رخصت ہونے کا طواف فرض نہیں، واجب ہے، اس کے ترک سے صرف ایک دم لازم ہے۔ واپس جانے کی اور اس طواف کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۲) پس سائل کو یہ تشریح کرنی چاہیے کہ ایام نحر میں یعنی دس ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک کوئی طواف زید نے کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو طواف زیارت اس کے ذمہ باقی ہے اور مکہ معظمہ جا کر جب ہو سکے؛ وہ طواف کرنا ضروری ہے بدون اس طواف جماع زوجہ حلال نہیں ہوتا۔

حج کا جب ارادہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ مسائل حج سے واقفیت حاصل کرے اردو میں احکام حج کی کتابیں موجود ہیں، اتنا تو ضرور کر لینا چاہیے کہ حج میں کیا کیا فرض ہے بہر حال اب صاف لکھنا چاہیے کہ طواف زیارت کیا ہے، یا نہیں؟ اس کے بعد مکرر شرح جواب لکھ دیا جاوے گا اور واضح ہو کہ طواف زیارت اور ہے اور طواف وداع اور ہے۔ اول فرض اور کن حج ہے اور دوسرا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمن، مفتی مدرسہ عربی دیوبند (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۳۹، ۵۴۰-۵۵۱)

### طواف وداع سے قبل عورت کا حائضہ ہونا:

سوال: ایک بالغہ غیر شادی شدہ لڑکی جس کی عمر ۱۷ سال ہے، ہندوستان سے اپنے والد کے یہاں سعودی عرب میں چند ماہ قیام کرنے کے لیے آئی، اسی درمیان حج کا وقت آگیا اور وہ والدین کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئی، حج کے جملہ ارکان (فرائض و واجبات) ادا کیا، جب مکہ واپس آگئی تو دو دن قیام کیا اور آخری دن جو مکہ سے واپسی کا دن تھا اس دن آخری رکن ”طواف وداع“ کرنا تھا، یہ رکن عذر شرعی کی وجہ سے ادا نہ کر سکی اور مجبوراً بغیر طواف وداع کئے اپنی مستقل رہائش گاہ پر واپس آگئی اور پھر کچھ دنوں کے بعد ہندوستان واپس آگئی، اب ایسے میں کیا حکم ہے؟

(۱) طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے لڑکی کے حج میں کیا حرج واقع ہوا؟

(۱) (وفرضہ) ثلاثة (الإحرام) ... والوقوف بعرفة) وطواف الزيارة ... وطواف الزيارة (أول وقته بعد طلوع الفجر. يوم النحر وهو فيه) أى الطواف فى يوم النحر الأول (أفضل) لترك وحل له النساء) ... فإن أخره عنها) أى أيام النحر ولياليها منها (كره) تحريماً (ووجب دم) لترك الواجب ... (ثم أتى منى). (الدر المختار) قوله: (كره تحريماً ...) أى ولو أخره الى اليوم الرابع الذى هو آخر أيام التشريق وهو الصحيح ... وبه

يفتى. (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الإحرام، مطلب فى طواف الزيارة: ۳/ ۶۸- ۶۹، مكتبة ذكرى ديو بند، انيس) (۲) ثم إذا أراد السفر طاف للصدر أى الوداع سبعة أشواط بلا رمل وسعى وهو واجب إلا على أهل مكة. (الدر المختار) قوله: وهو واجب) فلونفر ولم يطف وجب عليه الرجوع ليطوف ما لم يجاوز الميقات فيخير بين اراقة الدم والرجوع باحرام جديد بعمره. (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فى طواف الصدر: ۳/ ۵۴، ۵۵، ۵۶، مكتبة ذكرى ديو بند، ظفیر)

(۲) کیا طواف وداع نہیں کرنے کی وجہ سے دم، یا صدقہ لازم ہوگا؟ کچھ علما کہتے ہیں کہ دم دینا ہوگا، کچھ کہتے ہیں کہ دم نہیں دینا ہوگا۔

(۳) اگر دم دینا ہوگا تو اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

(الف) دم کہاں دینا ہوگا، یہاں یا ہندوستان میں؟

(ب) اس کے لیے خسی، یا گائے کی قید ہے؟

(ج) دم دینے کا وقت کب ہے؛ یعنی اس کی ادائیگی کب کی جائے؟

(د) دم دینے کی صورت میں گوشت کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ یعنی گوشت کس کو تقسیم کیا جائے؟

(و) اس سلسلہ میں کوئی اور حکم قابل عمل ہو تو تحریر فرمائیں۔

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

طواف وداع واجب ہے؛ لیکن حیض اور نفاس والی عورت پر واجب نہیں ہے، اگر کوئی عورت دیگر ارکان کی ادائیگی کے بعد مکہ سے روانگی سے پہلے حائضہ ہو جائے اور مکہ کی آبادی سے باہر نکلنے کے وقت تک پاک نہ ہو سکے تو اس پر طواف وداع واجب ہی نہیں۔ اس عذر کی وجہ سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

المسلك المتقسط في المنسك المتوسط للملا على قارى في المكاه: (ولا يجب على المعتمر)... (ولا على أهل مكة)... (و الحائض والنفساء) لعذرهما. (ص: ۱۶۸)  
(وإن جاوزت) جدران مكة (ثم طهرت فلم يلزمها) أى الطواف أو العود... فلا يلزمها العود ولا الدم. (ص: ۱۶۹)

اور امام نوویؒ نے مناسک میں لکھا ہے: ”ولا يجب طواف الوداع على الحائض والنفساء ولا دم عليهما“۔ (ص: ۱۶۹)

(۲) دوسری بات دہن میں رکھنی چاہیے کہ طواف زیارت کے بعد اگر کوئی حاجی نفلی طواف بھی کرے تو اگرچہ طواف وداع کی نیت نہ کی ہو، طواف وداع ادا ہو جائے گا۔ ملا علی قاری کی مناسک میں مذکور ہے: (فلوطاف بعد الزيارة طوافاً) أى أى طواف كان (يكون عن الصدر) أى يقع عنه أى سواء نواه أم لا. (ص: ۱۶۸)

(۳) واضح رہے کہ ایسا ہی حادثہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا تھا، انہیں طواف زیارت کے بعد حیض آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر طواف وداع واپسی کی اجازت دے دی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام القاسمی، ۲۵/۳/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۲/۳)

## زمین حل کے رہنے والوں کے لیے طواف وداع کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حل صغیر، یعنی میقات کے اندر رہنے والوں پر طواف وداع واجب ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی)

### الجواب

طواف وداع (طواف صدر) میقات سے باہر آفاقی حاجی پر واجب ہے اور اہل میقات اور اہل مکہ اور معتمر پر واجب نہیں ہے۔ (رد المحتار) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۸/۴)

## کیا احرام باندھ کر طواف ضروری ہے:

سوال: حج کا احرام باندھنے کے بعد جب منیٰ کا ارادہ کر کے جاتے ہیں تو جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کر کے جانا ضروری ہے، یا بغیر طواف کے بھی جاسکتے ہیں؟

### الجواب

یہ طواف فرض، یا واجب نہیں؛ بلکہ مستحب ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳ھ۔  
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷/۱۰)

## دو گانہ طواف اوقات مکروہ ہیں:

سوال: طواف کے بعد دو رکعت کا پڑھنا کیا ہر وقت درست ہے؟

== لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: احبستنا ہی؟ قالوا: إنها قد افاضت، قال: فلا إذن. (الصحيح للبخارى، باب إذا حاضت المرأة بعد مأفاضت: ۲۳۷/۱) الصحيح لمسلم، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض: ۴۲۷/۱ سنن أبي داود، باب الحائض تخرج بعد الإفاضة: ۲۷۴/۱)  
(۱) قال العلامة الشامي: (ثم إذا أراد السفر طاف للصدر أي الوداع) وهو واجب الأعلى أهل مكة أفاد وجوبه على كل حاج آفاقي مفرد او متمتع او قارن ... فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقا ... (ومن في حكمهم) أي ممن كان داخل المواقيت وكذا من نوى الاستيطان قبل حل النفر كما مر. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۰۲/۲، مطلب في طواف الصدر)

(۲) وروی الحسن عن أبي حنيفة: أن المتمتع إذا أحرم بالحج يوم التروية أو قبله، فإن شاء طاف وسعى قبل أن يأتي إلى منى وهو أفضل وروی هشام عن محمد أنه إن طاف وسعى لأبأس به ووجه ذلك أن هذه الطواف ليس بواجب، بل هوسنة. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في بيان سنن الحج والترتيب ... ۱۲۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

### الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جن اوقات میں نماز فرض کا پڑھنا منع اور نفل کا پڑھنا مکروہ ہے: سورج نکلنے کے وقت، جس وقت سورج سر پر ہو، سورج ڈوبنے کے وقت، صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے، عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے، مغرب کی نماز سے پہلے، خطبہ کے وقت، جماعت شروع ہو جانے کے بعد۔ ان اوقات میں ان دو رکعت کا پڑھنا بھی منع ہے۔ (بحر: ۲۶۲/۱) (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۳۸)

### دو گانہ طواف بھول کر دوسرا طواف شروع کر دیا:

سوال: اگر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا بھول جائے اور دوسرا طواف شروع کر دے، تب یاد آئے تو کیا کرے؟ آیا اس دوسرے طواف کو چھوڑ کر دو رکعت پڑھے، یا دوسرا طواف بھی پورا کرے؟

### الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر دوسرے طواف کا ایک چکر پورا ہونے سے پہلے یاد آ جائے، تو اس کو چھوڑ کر دو رکعت پڑھے۔ اگر ایک چکر پورا ہونے کے بعد یاد آئے، تو یہ طواف پورا کر لے، اس کے بعد دو رکعت پہلے طواف کے لیے پڑھے اور دو رکعت دوسرے طواف کے لیے۔ (منہ: ۲۵۶/۲) (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۳۸-۳۳۹)

### متعدد طوافوں کے بعد نفل:

سوال: اگر کوئی شخص چند طواف مسلسل کرے اور پھر ہر طواف کے لیے دو دو رکعت مسلسل پڑھے تو کیا اس میں کوئی قباحت ہے؟

(۱) ویدخل فی الواجب رکعتا الطواف، فلا تصح فی هذه الأوقات الثلاثة، اعتبرت واجبة فی حق هذا الحكم ونفلاً فی کراهتها بعد صلاة الفجر والعصر احتیاطاً فیہما. (البحر الرائق: ۴۳۴/۱، کتاب الصلاة، رشیدیہ) (وأيضاً فی البحر الرائق: ۵۸۵/۲، باب الاحرام، رشیدیہ)

”ثم صلی شفعاً فی وقت مباح“. (الدر المختار)

”لما مر فی أوقات الصلاة من أن الواجب ولولغیره کرکتی الطواف والنذر، لا تنعقد فی ثلاثة من الأوقات المنهية: أعنی الطلوع والاستواء والغروب“. (رد المحتار، مطلب فی طواف القدوم: ۴۹۹/۲، سعید)

(۲) فروع: طواف ونسی رکعتی الطواف، فلم يتذكر إلا بعد شروعه فی طواف آخر، فإن کان قبل تمام شوط، رفضه وبعد إتمامه، لا بل يتم طوافه الذی شرع فیہ. (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام: ۵۰۸/۲، رشیدیہ)



### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا مکروہ ہے، البتہ جن اوقات میں طواف کی دو رکعت کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں اس طرح مسلسل طواف کرنا اور پھر بعد میں ہر طواف کے لیے دو دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۰/۱۰)

### تین چکر طواف کے بعد خطبہ شروع ہو گیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے حرم شریف میں جا کر طواف شروع کیا، تین چار چکر کیے تھے، جمعہ کا خطبہ شروع ہو گیا، کیا زید اپنا طواف مکمل کرے یا طواف درمیان ہی میں چھوڑ کر خطبہ جمعہ سننے ہمارے بعض ساتھی جمعہ کا خطبہ شروع ہونے کے بعد طواف شروع کرتے تھے، کیا خطبہ کے شروع ہونے کے بعد طواف کرنا درست ہے؟

### باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

طواف کے دوران اگر جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے، تو چکر پورا کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جانا چاہیے، پھر نماز کے بعد باقیہ چکر پورا کر لے اور جمعہ کا خطبہ شروع ہونے کے بعد طواف شروع کرنا جائز نہیں؛ تاہم اگر طواف کر لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

والطواف عند الخطبة مطلقاً ولو ساقطاً وإقامة المكتوبة، فإن ابتداء الخطبة حينئذ مكروه بلا شبهة. (غنية الناسك: ۱۲۷، جدید)

إذا حضرت الجنازة أو المكتوبة في أثناء الشوط ينبغي أن يتمه إذا خاف فوت الركعة مع الإمام. (غنية الناسك: ۱۲۷، جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۹۹/۷)

(۱) قال فی السراج: ويكره الجمع بين أسبوعين أو أكثر من غير صلوة بينهما عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، سواء أنصرف عن وتر أو شفع. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا يكره إذا انصرف عن وتر نحو أن ينصرف عن ثلاثة أسابيع أو خمسة أو سبعة.

قوله: (ولم أر؛ إلخ) قال في اللباب في فصل مكروهات الطواف: والجمع بين أسبوعين أو أكثر من غير صلاة بينهما إلا في وقت كراهة الصلاة؛ وهو مؤيد لما قاله المؤلف أيضاً، تأمل. (منحة الخالق على البحر الرائق: ۵۸۱/۲، كتاب الحج، باب الاحرام، رشيدية)

ويكره له الجمع بين الأسبوعين بغير صلاة بينهما في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، سواء أنصرف عن شفع أو وتر، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس في كيفية أداء الحج: ۲۲۷/۱، رشيدية)

## طواف کے پہلے تین چکر میں رمل نہ کرنا:

سوال: چند ساتھیوں کے ساتھ سہو کا معاملہ ہوا، جو درج ذیل ہے:

(۱) ایک صاحب عمرہ کرتے وقت طواف کے پہلے تین چکر میں دوڑنا بھول گئے، اب ان کو کیا کرنا ہے؟

## سعی میں چودہ چکر لگانا:

(۲) ایک صاحب صفا اور مروہ کے دو چکر کو ایک چکر سمجھ کر چودہ چکر لگا گئے، اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

(۱) طواف کے پہلے تین شوط میں رمل کرنا سنت ہے، اگر کسی نے نہیں کیا تو اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوگا، البتہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

وأما سننه فالرمل في بعض كل شوط والسعي في البعض... حتى لورمل في الكل أو سعي في الكل لا شيء عليه لكنه يكون مسيئاً لتركه السنة. (بدائع الصنائع: ۱۱۹/۳)

(۲) صفا اور مروہ کے درمیان سات شوط (چکر) ہیں، صفا سے مروہ تک ایک شوط اور مروہ سے صفا تک دوسرا شوط، لیکن اگر کسی نے دونوں کو ملا کر ایک ہی شوط شمار کیا اور اس طرح اس نے چودہ شوط لگائے تو بھی شرعاً جائز ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ سات ہی چکر لگائے۔

وأما قدره فسبعة أشواط لإجماع الأمة ولفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعد من لصفا إلى المروة شوطاً ومن المروة إلى الصفا شوطاً آخر، كذا ذكر في الأصل، وقال الطحاوي: من الصفا والمروة ومن المروة إلى الصفا شوط واحد، والصحيح من ذكر في الأصل. (بدائع الصنائع: ۱۱۴/۳) فقط والله تعالى اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۶ھ/۲۰۲۳ء۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۷/۳)

## طواف اور سعی کے درمیان موبائل سے گفتگو کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتی شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کسی شخص کی حالت طواف یا صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے بذریعہ موبائل گفتگو کرنا، یا کسی کے کال کا جواب دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

موبائل پر ضروری گفتگو کرنے سے طواف یا سعی میں کوئی خرابی نہیں آتی، البتہ بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی طرح کی گفتگو نہ کی جائے، اور طواف و سعی کے درمیان ذکر و اذکار میں مشغول رہا جائے۔

وَأَمَّا كَرَاهَةُ الْكَلَامِ، فالمراد منه فضولة إلا ما يحتاج إليه بقدر الحاجة. (فتح القدیر: ۴۹۵/۲، مستفاد انوار مناسک: ۵۷۲-۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۱۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۰۶/۷)

### دوران طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے کھانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر دوران طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے منہ میں ڈال لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

بغیر احرام کے طواف کی حالت میں سونف وغیرہ کھانے سے طواف فاسد نہیں ہوتا؛ لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے اور اگر احرام کی حالت میں طواف کر رہا ہے، تو خوشبودار چیز کا استعمال منع ہے، جس میں سونف اور الائچی بھی شامل ہے۔  
لاب بأس بأن يتكلم بكلام يحتاج إليه بقدر الحاجة، ويشرب ويفعل كل ما يحتاج إليه. (غنية الناسک، ص: ۶۷، قدیم)

ومن المباحات الشرب لعدم تأديته إلى ترك الموالاة لقللة زمانه بخلاف الأكل المانع عن الموالاة. (مناسک ملا علی القاری، ص: ۱۶۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱۰/۲۱۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۰۱/۷)

### دوران طواف وضو کا ٹوٹ جانا:

سوال (۱) اگر کسی شخص کا وضو صرف دس پندرہ منٹ باقی رہتا ہو، دوران طواف اگر وضو ٹوٹ جائے تو کیا پھر سے وضو بنا کر از سر نو طواف کرے گا، یا وہیں سے آگے طواف کرے گا؟

بحالت احرام بیماری کی وجہ سے بال کرنے کا حکم:

(۲) اگر کسی شخص کا بال بیماری کی وجہ سے گرے تو اگر اس شخص کا بال حالت احرام میں ٹوٹ کر گر جائے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

(۱) صورت مسئلہ میں خانہ کعبہ کے طواف کے دوران اگر شخص مذکور کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوبارہ وضو کر کے اسی پر بنا کر لے، یعنی جتنا طواف کر چکا ہے وہیں سے آگے طواف کرے، از سر نو طواف کرنا ضروری نہیں ہے۔  
”ولو خرج منه أو من السعی إلى جنازه أو مكتوبة أو تجديد وضوء ثم عاد بنی“. (الدر المختار)

(قوله بنی) اے علی ما کان طافه ولا يلزمه الاستقبال. (رد المحتار: ۲/۶۸)

(۲) جس شخص کا بال حالت احرام میں بیماری کی وجہ سے گرتا ہو تو اس پر دم واجب نہیں ہے؛ اس لیے کہ بال موٹنے، یا توڑنے پر دم واجب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۵/۱۱/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۳۸)

### دوران طواف اردو میں دعائیں پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں طواف کے دوران اردو میں دعائیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: انیس احمد، ۳۱/ اگست ۱۹۸۳ء)

### الجواب

پڑھ سکتے ہیں، البتہ یاد سے مختصر دعائیں پڑھنا (خصوصاً وہ دعائیں پڑھنا جس کے مفہوم کو جانتا ہو) اوفق بالسنت ہے۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۷۱)

### سعی کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سعی کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حج میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔

عن هشام بن عروة عن أبيه أنه قال: قلت لعائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وأنا يومئذ حديث السن أرايت قول الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فما أرى على أحد شيئاً أن لا يطوف بهما إنما أنزلت هذه الآية في الأنصار كانوا يهلون لمناة، جاء الإسلام سالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخرجون أن يطوفوا بين الصفا والمروة فلما جاء الإسلام سالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فأنزل الله: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله إن الصفا والمروة من شعائر الله: ۶۴۶/۲، رقم: ۴۴۹۵)

(۱) قال الملا علی قاری: قوله داعیا ای بالدعوات المأثورة وغيرها المتعارفة المشهورة في محالها المسطورة ... ويصح الفاظ الدعوات خصوصاً الماثورات لتلا يلحن فيها... لكن الاظهر ان اختيار المأثور عنه صلى الله عليه وسلم مستحب والمرى عن السلف مستحسن ويجوز الاكتفاء بما يرد على السالك إن كان أهلاً لذلك. (شرح باب المناسك، ص: ۹۲-۹۳، قبيل مطلب مهم في قول العامة: اللهم صل...)

عن سعيد ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعی علی راحلته بین الصفا والمروة. (المصنف لابن أبی شیبہ: ۱۳۳/۸، رقم: ۱۳۳۰۷، المجلس العلمی)

وهناک آثار مرویة فی عائشة وأنس وعراک بن مالک ومجاهد وعطاء وعروة رضی اللہ عنہم. (المصنف لابن أبی شیبہ: ۱۳۳/۸-۱۳۴، المجلس العلمی)

هورکن عند الثلاثة وواجب عندنا. (غنیة الناسک: ۱۲۸)

والسعی بین الصفا والمروة عندنا واجب، ولیس برکن، حتی لو ترکہ یقوم الدم مقامه. (الفتاویٰ

الناکارخانیة: ۵۰۳/۳، رقم: ۴۹۳۱، ذکر یا، تبیین الحقائق: ۲۸۰/۲، الباب فی شرح الكتاب: ۱۷۰/۱)

وواجبه وقوف جمع والسعی بین الصفا والمروة. (تنویر الأبصار: ۴۶۹/۳، ذکر یا، البحر

الرائق: ۱۲۸۲/۳، شرح النقایة: ۱۸۷/۱، الهدایة مع الفتح: ۴۶۰/۱، الخانیة: ۳۹۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۳/۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۴۴/۷)

### صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی وجہ:

سوال: صفا اور مروہ کے درمیان گشت لگانا اور بار بار آنا جانا کیوں ضروری ہے، کیا آج بھی وہ دن موجود ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ کا دوڑنا اور گشت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس نے اس عمل کو قیامت تک کے لیے واجب فرما دیا، (۱) اگرچہ وہ دن موجود نہیں ہے۔ نیز صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے غلام کا اپنے آقا کے محل کے دروازہ پر بار بار آنا جانا، اس خیال سے کہ خدمت میں اپنا خلوص ظاہر کرے؛ تاکہ نظر رحمت سے سرفراز ہو، یا اس امید میں آتا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ رحم نہیں کرے گا تو دوسری بار ضرور کرے گا، اسی طرح سعی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی امید لگائے ہوئے کرتا ہے۔ (ملخص از احکام اسلام عقل کی نظر میں: ۱۷۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۵/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۳/۳)

### ایام نحر میں سعی کرنا:

سوال: اور جو تین روز نحر کے میں سعی کرنا مکروہ لکھا ہے، اگر کسی نے بوقت جانے عرفات کے طواف سعی نہ کیا ہو، ابھی وہ بوقت کرنے طواف زیارہ کے ایام نحر میں سعی کرے، یا نہ کرے؟

الجواب:

فی الدر المختار، أحکام المفرد: ثم طاف للزيارة يوما من أيام النحر الثلاثة ... سبعة بلا رمل

(۱) (وواجبه)... (وقوف جمع)... (والسعی)... (بین الصفا)... (والمروة) (تنویر الأبصار علی هامش رد

المختار، مطلب فی فروض الحج وواجباته: ۱۴۸/۲)

و لا سعیٰ إن كان سعی قبل هذا الطواف وإلا فعلهما؛ لأن تکرارهما لم یشرع۔  
 فی رد المختار تحت (قوله: وإلا فعلها): أى وإن لم یکن سعی قبل رمی وسعی وإن رمل،  
 قہستانی، أى لأنه رملہ السابق بلا سعی غیر مشروع۔ (۱)

وفی الدر المختار: أحكام المتمتع ويحج كالمفرد لكنه يرمي في طواف الزيارة ويسعى بعد  
 إن لم یکن قدمها بعد الإحرام فی رد المختار: قوله إن لم یکن قدمها أى عقب طواف تطوع بعد  
 الإحرام بالحج فلا دالة فی هذا على مشروعية طواف القدوم وللمتمتع۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صورتہ مسئلہ میں سعی کرے۔ (تمتہ اولیٰ، ص: ۷۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۶۴۲)

### کمزور لوگوں کے لیے کم بھیڑ کے وقت ارکان ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ارکان حج میں جہاں بہت زیادہ  
 بھیڑ ہوتی ہے، کوئی کمزور بوڑھا آدمی کم بھیڑ رہتے وقت ارکان کی ادائیگی کرے تو کیا اس کی گنجائش ہے، جب کہ اہلیہ  
 بھی ساتھ ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وبالله التوفیق

کمزور لوگوں اور خواتین کے لیے کم بھیڑ والے اوقات میں ارکان حج ادا کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، بس  
 اس کا خیال رہے کہ اس عمل کا اصل وقت نہ نکلنے پائے۔ (مستقاد: معلم الحجاج ص: ۱۸۷/۱۸۸ ایضاح المناسک، ص: ۱۶۰)  
 ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجة فی رمل۔ (الدر المختار: ۵۱۱/۳، ذکر یا، ۱۳۴/۳، کراچی،  
 کذا فی المناسک لملا علی القاری)

إن المرأة لو تركت الوقوف بمزدلفة لأجل الزحام لا يلزمها شيء، فينبغي أنها لو تركت الرمي  
 لا يلزمها شيء ۴۔ (البحر الرائق، كتاب الحج: ۳۴۹/۲، وكذا في البحر العميق: ۱۱۶۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
 مکتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۰۲/۷)

### مزدلفہ کی ایک دعا کا صحیح مطلب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حجۃ الوداع کے موقع کی دعا جو  
 مزدلفہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ یا اللہ! آپ کے خزانوں میں کمی نہیں، مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ  
 دے دیجیے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمایا۔ یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزيارة: ۵۳۷/۳، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزيارة: ۵۶۴/۳-۵۶۵، انیس

دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کر دے۔ یہ بھی قبول ہوگئی، پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی بد اعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ دوسری جگہ حدیث آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو اللہ تعالیٰ نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیں گے۔ اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ بتایا جائے کہ جب سبھی نافرمان و ظالم جنت میں جائیں گے ہی تو گویا سبھی مسلمان جنتی ہیں اور جنتیوں سے لڑنا بھڑنا نہیں چاہیے، اب اگر وہ ظلم کریں تو کیا ہمیں بدلہ لینا ہے، یا زمین غصب کرے تو کرنے دینا ہے، یا ان پر مقدمہ کرنا، ان سے باتیں بند کر دینا، یا ان کو مار پیٹ کروانا جائز ہے؟ اور اگر دنیا میں ان کی سزا نہ ہوئی اور وہ مر گئے تو کیا انہیں کافر سمجھنا ہے؟ کیوں کہ ان کے مظالم کا بدلہ دنیا میں انہیں نہیں ملا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

احادیث شریفہ کے ایسے معنی متعین کیے جاتے ہیں، جو دیگر احادیث اور نصوص سے متعارض نہ ہوں، اسی بات کو سامنے رکھ کر آپ کی ذکر کردہ حدیث مزدلفہ کا مطلب علما نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس میں معافی کی بات یا تو اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کے ساتھ خاص ہے، یا اس شخص کے لیے ہے، جس کے ذمہ کسی دوسرے بندہ کا حق نہ ہو اور وہ تادم حیات نافرمانیوں سے اجتناب کرتا رہا ہو۔

وظاهر الحدیث عموم المغفرة وشمولها حق الله تعالى وحق العاد إلا أنه قابل للتقييد من كان معه صلى الله عليه وسلم في تلك السنة أو بمن يقبل حجه بأن لم يرفث ولم يفسق. (مراجعة المفاتيح شرح المشكاة: ۲/۲۴۱)

اور دوسری حدیث کہ ”مومن کو نافرمانی کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت ملتی ہے“ اس کو بھی عام نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ حقوق میں کوتاہی پر آخرت میں سخت سزا ملے گی؛ اس لیے اس حدیث کو حقوق اللہ کے ساتھ خاص مانا جائے گا اور حقوق العباد صاحب حق کے معافی کے معاف نہیں ہوں گے، لہذا کسی صاحب حق کا اپنے حق کا مطالبہ کرنا حدیث کے کسی طرح خلاف نہیں ہے اور یہ بات بھی غلط اور بلا دلیل ہے کہ جسے دنیا میں سزا نہ ملے، وہ کافر سمجھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۲/۱۴۱۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۲۶/۷)

معذورین کے لیے وقوف مزدلفہ کا ترک جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چوں کہ احناف کے نزدیک وقوف مزدلفہ واجب ہے، جو کہ فجر کے بعد کرنا ہوتا ہے؛ اس لیے فقہ حنفی پر عمل کرنے والے حضرات بہت پریشان ہو جاتے ہیں اور آج کل یہ پریشانی بہت عام ہو چکی ہے کہ عورتیں بچے بوڑھے اور بیمار لوگ صبح صادق کے بعد

وقوف سے فارغ ہو کر جو بس کا انتظار کرتے ہیں، وہ نہ پوچھیں اور پھر ہجوم الگ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیچارے بوڑھے اور معذور لوگ اتنے پریشان ہوتے ہیں کہ منی پہنچتے پہنچتے وہ بے حال ہو جاتے ہیں، یہاں تک دیکھنے میں آیا کہ بعض لوگ صبح کو منی سے روانہ ہوتے ہیں اور وہ پہر میں اور بعض لوگ شام اور رات میں پہنچتے ہیں، جب کہ ان کو ایک بڑا مرحلہ؛ یعنی جمرہ عقبی کی رمی بھی کرنی ہے۔

مذکورہ بالا پریشانیوں کے پیش نظر کیا معذورین کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں پڑھنے کے بعد منی جاسکتے ہیں اور وقوف مزدلفہ کے ترک کرنے پر کوئی دم لازم نہیں ہوگا، جبکہ کئی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کو مزدلفہ کی رات ہی منی بھیج دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ تھا کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات کو اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کے ساتھ منی روانہ کیا۔ (بخاری شریف: ۲۲۷۱)

اسی طرح سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو اجازت دے دی تھی کہ وہ مزدلفہ کی رات کو منی جاسکتی ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

وقوف مزدلفہ کے مسئلے میں پہلے سے ہی سہولت موجود ہے، عورتیں اور معذور لوگ اگر رات میں منی چلے آئیں تو ان پر کوئی دم واجب نہیں ہے؛ لیکن جو لوگ طاقت ور ہوں اور رک سکتے ہوں تو ان کے لیے بہر حال دس تاریخ کی صبح صادق کے بعد تک مزدلفہ میں رکنا ضروری ہے، ورنہ دم لازم ہوگا۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: استأذنت سودة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة جمع، و كانت ثقیلة بثیطة فأذن لها. (صحیح البخاری: ۲۲۷۱-۲۲۸، رقم: ۲۶۷۸)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: للعباس لیلة المزدلفة، إذهب لضعفائنا ونسائنا لیصلوا الصبح بمنی. (شرح معانی الآثار للطحطاوی: ۲/۲۹۱، رقم: ۳۸۸۹، بیروت) ثم وقف بمزدلفة، ووقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس، ماراً كما فی عرفة، لكن لو تركه بعذر كرحمة، بمزدلفة لا شیء علیه. (الدر المختار، کتاب الحج: ۳/۵۲۹، زکریا)

ولأن ترک الوقوف بمزدلفة جائز لعذر علی مانین، ولو كان فرضا لما جائز تركه أصلاً كسائر الفرائض، فدل أنه ليس بفرض بل هو واجب، إلا أنه قد يسقط وجوبه لعذر من ضعف أو مرض أو حیض أو نحو ذلك، حتى لو تعجل ولم يقف لا شیء علیه. (بدائع الصنائع: ۲/۳۲۱، زکریا، البحر الرائق: ۲/۶۰، غنية الناسك: ۱۶۶، الفتاوی التاتارخانية: ۳/۳۲۰، زکریا)

وهذا الوقوف من الواجبات عندنا وليس برکن حتى لو تركه، أصلاً يلزمه الدم يجزيه الحج



الوقوف لمزدلفة ولكن لمزدلفة واجب عندنا لا سنة (قولہ) فلو ترك الوقوف بها فدفع ليلاً فعليه دم إلا إذا كان لعذر. (غنية الناسك، ص: ۱۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۴/۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۰/۷)

### وقوف مزدلفہ:

سوال (۱) اگر ہجوم کی وجہ سے عورتیں اور ضعیف مرد، جسے ہجوم کی وجہ سے تکلیف کا اندیشہ ہو، مزدلفہ کا قیام نہ کریں تو دم واجب نہیں ہوگا؛ مگر یہ بھی مغرب و عشا کی نمازیں مزدلفہ میں ملا کر عشا کے وقت پر پڑھ کر منیٰ کو روانہ ہوں تو نہیں ہے۔ کیا اگر بالکل ہی مزدلفہ نہ جائیں؟ اور جہاں مغرب کا وقت ہو مغرب کی نماز پڑھیں اور عشا کے وقت عشا کی نماز پڑھیں تو کیا یہ بلا کراہت جائز ہے؟

### ایضاً:

(۲) اگر تندرست مرد عورتوں اور بوڑھے مردوں کے ساتھ کسی وجہ سے مزدلفہ نہ ٹھہریں تو اس کو دم دینا ہوگا، ایسی صورت میں عورتیں اور بوڑھے مرد کس طرح تنہا عرفات سے منیٰ اپنے خیمہ میں جاسکتے ہیں؟ اگر دوسرے تندرست آدمی بھی ان معذوروں کو لے کر عرفات سے منیٰ جا کر ان کو وہاں چھوڑ کر واپس آنا چاہیں تو آج کل بہت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں آنا اور قیام کرنا مشکل ہو جائے گا اور دوسرے ساتھیوں کو تلاش کرنا ناممکن ہوگا۔ بہتری عورتیں تنہا منیٰ میں رہیں گی، آج کل فتنہ کے زمانہ میں ان کی عزت و آبرو کا ڈر ہے، بعض عورتیں تنہائی میں گھبراتی ہیں اور عورتوں اور بوڑھے مردوں کو جس طرح بھی ہو مزدلفہ کا قیام کرانا چاہیے اور اگر ان کو منیٰ میں پہنچانا ضروری ہو تو پھر ساتھی تندرست مرد اور عورت بھی مزدلفہ کا قیام بوجہ مجبوری ترک کر دیں۔

کیا یہ ترک قیام مزدلفہ مجبوری میں جائز ہوگا؟ ورنہ معذور اور غیر معذور سب ایک ہی جگہ مزدلفہ میں رہیں اور صبح صادق میں قیام کر کے مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔

### منیٰ سے روانگی:

(۳) اس کا مسئلہ بھی بہت مشکل ہے، بوڑھے ضعیف مردوں اور عورتوں کے لیے، لہذا دس ذی الحجہ کو ضعیف مرد اور عورت رات میں، جبکہ ہجوم کم ہو جاتا ہے۔ قیام کریں صبح صادق سے پہلے پہلے تک، اس طرح گیارہ، ذی الحجہ کو قیام مغرب کے بعد سے بارہ ذی الحجہ کو تقریباً سب ہی حجاج کرام منیٰ سے واپس ہو جاتے ہیں، اگر مستورات کا ساتھ ہو تو مناسب بھی یہی ہے کہ بارہ ذی الحجہ میں منیٰ کو واپس جائے۔

اکثر معلمین خیمے بناتے ہیں، دور دور کہیں ایک خیمہ نظر آتا ہے جو تیرہ ذی الحجہ کو قیام کرنے والوں کے لیے رہ

جاتا ہے۔ بارہ ذی الحجہ کو اول اپنے خیمہ میں عصر کی نماز پڑھ کر مستورات کو لے کر جائیں اس وقت ہجوم کم ہو جاتا ہے اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے پہلے حد و منی چھوڑ دیتے ہیں، ورنہ صبح صادق سے پہلے تک منی چھوڑنے کی گنجائش ہے، لہذا اگر مستورات، یا ضعیف مردوں کی وجہ سے آفتاب غروب ہو جائے تو ایسی صورت میں مکروہ وقت خیال نہ کریں، اس سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جائیں۔ کیا یہ مناسب اور درست ہے؟

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

(۱) صبح صادق سے سورج نکلنے تک ذرا سی دیر بھی وقوف کر لیا، خواہ سوتے، یا جاگتے؛ بلکہ وہاں سے گزرنے سے بھی وقوف ہو کر واجب ادا ہو جائے گا۔ (۱) صبح صادق سے پہلے مزدلفہ میں ٹھہرنے سے واجب ادا نہیں ہوگا اور ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ اگر رات کو مزدلفہ نہیں پہنچ سکا حتیٰ کہ صبح صادق ہوگئی، اس وقت ہی پہنچا، تو اس پر دم لازم ہے۔ (۲)

سورج نکلنے میں جب دو رکعت کی مقدار وقت باقی رہ جائے، اس وقت تک ٹھہرنا سنت مؤکدہ ہے؛ لیکن ضعیف مرد اور عورت اگر صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر پڑھ کر منی کے لیے روانہ ہو جائے تو ان کے لیے اجازت ہے؛ بلکہ جو زیادہ

(۱) وأما ركنه: فكيونته بمزدلفة سواء كان بفعل نفسه أو بفعل غيره، بأن كان محمولاً، وهو نائم أو مغمى عليه، أو كان على دابة لحصوله كائناً بها. (بدائع الصنائع، فصل في الوقوف بمزدلفة: ۸۸/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

وأما ركنه فكيونته بمزدلفة سواء كان بفعل نفسه أو بفعل غيره، بأن يكون محمولاً، بأمره أو بغير أمره، وهو نائم أو مغمى عليه أو مجنون أو سكران، نواه أولم ينو، علم بها أولم يعلم. (رد المحتار، مطلب في الوقوف بمزدلفة: ۱۱/۲، سعيد)

(۲) وهذا والوقوف من الواجبات عندنا وليس بركن، حتى لو تركه أصلاً يلزمه الدم، ولكن يجزيه الحج ... فقال: إذا سفر النهار بحيث لم يبق إلى طلوع الشمس إلا مقدار ما يصلي ركعتين يذهب وفي الخلاصة: ومن لم يكن هذه الليلة بالمزدلفة، عليه دم إن لم يأتها قبل طلوع الشمس جبراً للنقصان. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الوقوف بمزدلفة، والذهب إلى منى: ۴۰۹/۲ - ۴۶۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

أخرج الترمذی وأبو داؤد وابن ماجه عن عروة بن مضر بن أوس حارثة لأم الطائي واللفظ للترمذی، قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمزدلفة حين خرج إلى الصلاة، فقلت: يا رسول الله! إني جئت من جبل طى أكملت راحلتى أتيت نفسي، والله ما تركت من جبل إلا وقف عليه فهل من حج؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من شهد صلاتنا هذه ووقف معنا حتى يدفع، ووقف بعرفة قبل ذلك ليلاً أو نهاراً فقد تم حجه وقضى نفسه. (الجامع للإمام الترمذی، كتاب الحج، باب ماجاء من أدرك الإمام مجمع فقد أدرك الحج: ۱۷۹/۱، رقم الحديث: ۸۹۲، سنن أبي داؤد، كتاب الحج، باب من لم يدرك عرفة: ۲۶۰/۱، سنن النسائي، كتاب الحج: ۲۸/۲، رقم الحديث: ۳۰۳۶، ۳۰۳۹، انيس)

فمن دفع من جمع قبل نصف الليل ولم يعد في الليل، فعليه دم ... والمستحب الاقتداء برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في المبيت إلى أن يصبح، ثم يقف حتى يسفر. (أوجز المسالك، الوقوف بعرفة والمزدلفة: ۵۷۶/۳، المكتبة اليعقوبية سهار نفور، يوبى، الهند)

ضعیف ہو اور برداشت نہ کر سکیں، وہاں اگر اندھیرے ہی میں صبح صادق سے بھی پہلے روانہ ہو جائیں تو ان پر عذر کی وجہ سے دم لازم نہیں آئے گا۔ (۱) اگروقوف مزدلفہ نہ کرنا ہو، تو نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے جمع نہ کی جائے۔ (۲)

(۲) بہتر یہی ہے کہ سب مزدلفہ میں قیام کریں، ضعیفوں کی وجہ سے زیادہ نصرت ہوگی: ”ہل تنصرون إلا بضعفاکم“۔ (۳) اگر یہ صورت نہ ہو سکے، تو ان ضعیفوں کی نگرانی و حفاظت کی خاطر جو تندرست اس وقوف سے پہلے (رات ہی میں) چلا جائے تو وہ دم دے دے۔ (۴)

(۳) ایسا کرنا مکروہ ہے؛ لیکن دم واجب نہیں ہوگا اور مستورات و ضعفا کی رعایت سے کراہت میں بھی تخفیف ہو جائے گی۔ (۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۸-۳۴۱)

(۱) قال الحنفية: إن فات الوقوف، فإن كان لعذر فلا شيء عليه؟ لأنه صلى الله عليه وسلم قدم ضعفة أهله، ولم يأمرهم بالكفارة. وإن كان فواته لغير عذر فعليه دم؛ لأنه ترك الواجب من غير عذر، وأنه يوجب الكفارة“. (الفقه الإسلامي وأدلته، حكم فوات الوقف بالمزدلفة عن وقته: ۱۸۹/۳، المكتبة الحقانية بشار)

(۲) والحاصل أن من عزم على عدم المرور بالمزدلفة تلك الليلة، فعليه أن يصلي كل صلاة في وقتها لعدم استكمال شروط الجمع، اهـ. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، فصل في الجمع بين الصلاتين بها، يستحب التعجيل في هذا الجمع: ۱۴۵، مصطفى محمد صاحب مكة)

(۳) عن مصعب بن سعد قال: رأى سعد أن له فضلاً على من دونه، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”هل تنصرون وترزقون إلی بضعفاکم“. (الصحيح للبخاري، كتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب: ۴۰۵/۱، قديمي)

(۴) وهذا والوقوف من الواجبات عندنا وليس بركن، حتى لو تركه أصلاً يلزمه الدم، ولكن يجزيه الحج ... فقال: إذا أسفر النهار بحيث لم يبق إلى طلوع الشمس إلا مقدار ما يصلي ركعتين يذهب وفي الخلاصة: ومن لم يكن هذه الليلة بالمزدلفة، عليه دم إن لم يأتها قبل طلوع الشمس جبراً للنقصان. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الوقف بمزدلفة، والذاهب إلى منى: ۴۵۹/۲-۴۶۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

فمن دفع من جمع قبل نصف الليل ولم يعد في الليل، فعليه دم ... والمستحب الاقتداء برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في المبيت إلى أن يصبح، ثم يقف حتى يسفر. (أجزاء المسالك، الوقف بعرفة والمزدلفة: ۵۷۶/۳، المكتبة العلمية سهارنفور)

وقالت الأحناف: الواجب هو الحضور بالمزدلفة قبل فجر يوم النحر، فلو ترك الحضور لزمه دم، ألا إذا كان له عذر، فإنه لا يجب عليه الحضور، ولا شيء عليه حينئذٍ. (فقه السنة، المبيت بالمزدلفة والوقوف بها: ۷۲۵/۱، دار الكتاب العربي بيروت)

(۵) يرجع من منى إلى مكة قبل غروب الشمس من اليوم الثاني عشر بعد الرمي عند الأئمة الثلاثة، وعند الأحناف: يرجع إلى مكة ما لم يطلع الفجر من اليوم الثالث عشر من ذي الحجة؛ لكن يكره النفر بعد الغروب لمخالفة السنة، ولا شيء عليه. (فقه السنة، منى يرجع من منى: ۷۳۶/۱، دار الكتاب العربي، بيروت)



## ایام منی میں حدود مزدلفہ میں بنے خیموں میں قیام کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سنا ہے کہ منی کی حدود اب بڑھا کر مزدلفہ کی حدود میں داخل کر دی گئی ہیں تو ایسے میں منی کا قیام مخدوش ہو جاتا ہے، جبکہ منی میں قیام کرنے والوں کو صراحتہ بورڈ وغیرہ پڑھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہم مزدلفہ کی سرحد میں داخل ہو کر قیام کر رہے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

ایسا نہیں ہے کہ منی کی حدود بڑھا دی گئی ہوں؛ بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہیں، صرف خیموں کے سلسلہ کو مزدلفہ کی حد تک وسیع کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں جو شخص مزدلفہ کی حدود میں واقع خیموں میں ایام منی میں قیام کرے گا، وہ ترک سنت کا مرتکب ہوگا؟ لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی لازم نہیں آئے گا۔ (ایضاح المناسک، ص: ۱۵۶، ۱۵۷)

ویکثرہ أن لا یبیت بمنی لیالی الرمی ولو بات فی غیرہ متعمداً لا یلزمہ شئی عندنا. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۵۳۴، زکریا)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: أفاض رسول الله صلى الله عليه وسلم من آخر يومه حين صلى الظهر، ثم رجع إلى منى، فمكث بها ليالي أيام التشريق، يرمى الجمره إذا زالت الشمس، كل جمره، بسبع حصيات، يكبر مع كل حصاة، ويقف عند الأولى والثانية، فيطيل القيام، ويتضرع، ويرمي الثالثة ولا يقف عندها. (سنن أبي داود، المناسك، باب في رمي الجمار: ۲۷۱/۱، رقم: ۱۹۷۳)

لا يبيت ولا في الطريق؛ لأن البيتونة بمنى لياليها سنة عندنا. (أوجز المسالك: ۶۲۵/۳، مكتبة حيوية سهار نفور)

ويسن أن يبيت بمنى ليالي أيام الرمي، فلو بات بغيرها متعمداً كره، ولا شيء عليه عندنا. (غنية، قديم، ص: ۹۵، كذا في الأوجز المسالك، البيوتة بمكة ليالي منى: ۶۴۵/۳، مكتبة يحوى سهار نفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۷۶/۷)

## حجاج کی کثرت، یا حکومتی پابندی کی وجہ سے ۸/۱۲ تا ۱۲ ذی الحجہ کو منی سے باہر قیام کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ایک مسئلہ بن چکا ہے کہ حجاج کی ایک بڑی تعداد کے خیمے ۸/۱۲ تا ۱۲ ذی الحجہ کے قیام کے لیے مزدلفہ میں لگتے ہیں، اور بعض لوگ منی سے متصل مکہ کی آخری آبادی ”حی العزیزہ“ میں قیام کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے حجاج تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ ان دنوں میں حاجی کے قیام منی کی کیا حیثیت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

عام حالات میں ایام تشریق میں حدود منی میں رات گزارنا حاجی کے لیے سنت مؤکدہ ہے، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اس سنت کو ترک کرے، یعنی منی میں ٹھہرنے کا انتظام ہونے کے باوجود وہاں نہ ٹھہرے تو وہ کراہت تحریمی کا مترتب ہو کر گنہگار ہوگا؛ لیکن اگر منی میں قیام کا انتظام نہ ہو سکے، جیسا کہ آج کل حکومتی پابندیوں کی وجہ سے کثرت سے یہ صورت پیش آتی ہے تو اس ترک سنت کی وجہ سے اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا اور اس کے حج میں بھی کوئی خرابی نہ آئے گی اور چوں کہ بالقصد اس نے ترک سنت نہیں کی ہے؛ اس لیے امید ہے کہ وہ گنہگار بھی نہ ہو۔

ویسن أن یبیت بمعنی لیالی ایام الرمی، فلو بات بغیرھا متعمداً کرہ، ولا شیء علیہ عندنا. (غنیۃ الناسک، باب طواف زیارة: ۱۷۹، ادارة القرآن کراتشی، کذا فی لفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۴، زکریا، أو جز المسالک، البیوتۃ بمکة لیالی منی: ۳/۶۴۵، مکتبۃ یحویۃ سہار نفور، أنوار مناسک: ۴۹۷)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: أفاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آخر یومہ حین صلی الظهر، ثم رجع إلى منی، فمکث بها لیالی ایام التشریق، یرمی الجمرة إذا زالت الشمس، کل جمرة بسبع حصیات، یکبر مع کل حصاة، ویقف عند الأولى والثانیة، فیطیل القيام، ویترعرع، ویرمی الثالیة ولا یقف عندها. (سنن أبی داؤد، المناسک، باب فی رمی الجمار: ۱/۲۷۱، رقم: ۱۹۷۳)

ولوبات بمکة رصلی بها الفجر یوم عرفة ثم توجه إلى عرفات ومر بمنی أجزاء؛ ولکن أساء بترک الاقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (الفتاویٰ الہندیة: ۱/۶۷۴، کذا فی الہدایة مع فتح القدیر: ۲/۶۷۴، دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۱/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۴۷۷)

حدود منی میں جگہ کی تنگی کے باعث حدود مکہ میں قیام کر کے رمی جمرات کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی حدود مکہ میں ہی مقیم رہے اور وہیں سے رمی وغیرہ کے لیے جایا کرے تو کیا حج پر کوئی اثر پڑے گا؟  
کیا حدود حرم میں کسی بھی جگہ حاجی قیام کر سکتا ہے، خواہ مکہ مکرمہ شہر کے اندر ہو یا مضافات میں؟ اور کیا منی کے علاوہ مزدلفہ میں بھی قیام کر سکتا ہے؛ اس لیے کہ مزدلفہ بھی حدود حرم میں داخل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر کوئی شخص ایام منی میں منی کی حدود میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے حدود مکہ میں مقیم رہا، یا منی کے قریب کسی محلہ میں، یا مزدلفہ میں ٹھہرا یا اور رمی کے مقررہ اوقات میں آتا جا تا رہا تو بھی اس کا حج درست ہو جائے گا اور اس پر کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: أفاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آخر یومہ حین صلی

الظہر، ثم رجع إلى منى، فمكث بها ليلتي أيام التشريق، يرمى الجمرات إذا زالت الشمس، كل جمرتين بسبع حصيات، يكبر مع كل حصاة، ويوقف عند الأولى والثانية، فيطيل القيام، ويتضرع، ويرمي الثالثة ولا يقف عندها. (سنن أبي داود، المناسك / باب في رمي الجمار: ۲۷۱/۱، رقم: ۹۷۳)

ولو بات بمكة وصلّى بها الفجر يوم عرفة ثم توجه إلى عرفات وتمر بمعنى أجزاءه ؛ ولكن أساء بترك الاقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم. (الفتاوى الهندية: ۴۶۷/۱، كذا في الهداية مع فتح القدير: ۴۶۷/۲، دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۷۷/۷)

۱۰/۱ ذی الحجہ کو عزیز یہ پہنچ کر ۲۰ دن منیٰ، مزدلفہ اور مکہ میں ٹھہرنے والا مسافر ہے، یا مقيم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی ۶ ذی الحجہ کو حج کے لیے جا رہا ہے، ۷ ذی الحجہ کو سیدھا عزیز یہ میں مقیم ہوگا؟ ۸ ذی الحجہ کی رات کو عزیز یہ سے منیٰ پہنچے گا منیٰ میں اس کی نماز قصر ہوگی، یا پوری پڑھی جائے گی؟ حج کے ارکان کے بعد مکہ مکرمہ زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً آجائے گا مکہ میں ۲۰ دن قیام رہے گا، سعودی حکومت کے مطابق منیٰ مکہ کے حدود میں ہے، اگر نماز ادا ہے تو اس صورت میں منیٰ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ عزیز یہ ہی میں رک سکتے ہیں؟ اور اس صورت میں چوتھے دن کی کنکری کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

عزیز یہ مکہ معظمہ کا ایک متصل محلہ ہے، اور معنی کی حدود شریعہ توفیقی ہیں، ان میں رد و بدل کی کسی کو اجازت نہیں؛ تاہم اب چون کہ مکہ معظمہ کی آبادی منیٰ مزدلفہ سے متصل ہو چکی ہے؛ اس لیے صرف قصر و اتمام کے مسئلہ میں منیٰ اور مزدلفہ کا حکم وہی ہوگا جو مکہ معظمہ کا ہے اور قصر و اتمام کے علاوہ دیگر مسائل و مناسک (جیسے منیٰ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا وغیرہ) میں منیٰ کا جو حکم پہلے تھا وہی اب بھی ہے، اس مختصر تمہید کے بعد مسئلہ صورت کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ شخص جس نے ۸ ذی الحجہ کو عزیز یہ پہنچ کر بیس دن منیٰ، مزدلفہ اور مکہ معظمہ میں قیام کا ارادہ کیا ہے، وہ مقیم سمجھا جائے گا، البتہ ایام منیٰ میں منیٰ کی حدود میں رات گزارنے کی سنت اس پر بہ دستور باقی رہے گی، عزیز یہ میں قیام قیام منیٰ کے قیام کے درجہ میں نہیں ہوگا، اگر یہ شخص ۱۳ ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل کر عزیز یہ میں آ کر مقیم ہو گیا، تو اس پر چوتھے دن کی کنکری مارنا واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد انوار مناسک، ص: ۳۵۴-۳۵۷)

إذا كانت القرى متصلة بربض المصر، فحينئذٍ تعتبر مجاوزة القرى، والصحيح ما ذكرنا أنه يعتبر عمران المصر إلا إذا ثمة قرية، أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذٍ يعتبر مجاوزة القرى. (الفتاوى النافذة خانية: ۵/۲، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۸۱/۷)

کیا منیٰ آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم ہو جائے گی:

سوال: ایک وسیع و عریض میدان جو کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہو، مثلاً ”منیٰ“ جو صدیوں سے ایک خاص مقصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے، نیز اس کی ایک مستقل حیثیت ہے، اگر ایسا میدان وسعت آبادی کی وجہ سے آبادی کے گھیرے میں آ جائے؛ لیکن اس میں اب بھی وہی کام انجام پاتا ہو، جو ہر زمانے میں انجام پاتا آیا ہے، قرب و جوار کی آبادی کی کوئی خاص ضرورت اس میدان سے وابستہ نہ ہو تو کیا آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ اب یہ میدان آبادی کا حصہ بن گیا، اس کی استقلالی حیثیت ختم ہو گئی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جیسے پہلے مستقل تھا، کسی کے تابع نہ تھا، اب بھی مستقل ہے، آبادی کے تابع نہیں ہے؟ شہر کے بیچ میں واقع بڑے بڑے پارکوں اور خالی میدانوں (جیسے نئی دہلی میں لال قلعہ یا انڈیا گیٹ کے پاس بڑے بڑے پارک ہیں) کے درمیان اور مذکورہ بالا میدان کے درمیان شرعی اعتبار سے کوئی فرق ہو گا یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

منیٰ کے علاقہ کو بالکل مکہ معظمہ سے غیر متعلق قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ منیٰ میں مناسک حج کی ادائے گی، ایسی حالت مصلحت ہے، جس میں سب مسلمان مشترک ہیں، ان میں اہل مکہ بھی شامل ہیں، نیز رمضان المبارک وغیرہ میں معتمرین اور زائرین کی سواریوں کے لیے ان میدانوں میں پارکنگ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے اور پارکنگ موجودہ دور میں ایک مصلحت ہے؛ اس لیے منیٰ کے رقبہ کو مصالح مکہ سے بالکل خارج نہیں کیا جاسکتا اور اس کا حکم بھی بڑے شہروں کے درمیان واقع میدانوں ہی کے مانند ہوگا۔

(۱) أن منی من فناء مكة فإنه من الحرم قال الله تعالى: ﴿هُدًى بَلَّغَ الْكَعْبَةَ﴾ سماه باسم الكعبة لكونه تبعاً لها، لما أن الهدايا والضحايا لا تنحر بمكة بل بمنی دل ذلك على أنه في حكمها أوفى فنائها. (الكفاية مع الفتح: ۲۵۲، کوئٹہ، البحر العمیق: ۳/۴۲۹)

(۲) تعريف الفناء وهو ما أعد لحوائج أهل المصر. (العناية: ۵۱۲، ذکرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتاب النوازل: ۷/۳۹۷)

کیا پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیز یہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے:

سوال: منیٰ کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ محلہ ”شیشہ“ کی طرف سے بغیر کسی پہاڑی رکاوٹ کے جمرات کا میدان عمارتوں سے مل گیا ہے، یہی صورت: رجب صدق“ کی طرف سے ملنے والی سڑک سے بھی ہے، اس کے علاوہ ”ہزیزہ شمالیہ“ اور منیٰ کے درمیان پہاڑیاں حائل ہیں، ان میں اتصال کے لیے کئی سرنگیں بنائی گئیں ہیں، ہر سرنگ کی لمبائی آدھے کلومیٹر سے زیادہ ہی ہے؛ تاہم مزدلفہ کی جانب ملنے والی پہاڑی پر شاہی محل تعمیر کیا گیا ہے، جو کافی دور تک



عزیز یہ اور منیٰ کی جانب دونوں پہاڑیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس کے بالمقابل ”کوئی مسجد“ کی جانب بھی پہاڑیوں میں سرنگ بنائی گئی ہیں، جہاں دوسری جانب ”معصیم“ کی قربان گاہیں تعمیر ہیں۔ اس صورت حال میں سوال یہ ہے کہ پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیز یہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اس بارے میں سہولت کے لیے ایک نقشہ بھی سوال نامہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، اس کو بغور ملاحظہ فرما کر جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

شہر مکہ معظمہ پہلے ہی سے پہاڑیوں کے درمیان آباد ہے اور اس کے کئی محلے پہاڑیوں کے دامن میں، یا پہاڑوں کے اوپر بسے ہوئے ہیں اور ان میں تعمیراتی اتصال نہ ہونے کے باوجود انہیں عرفاً مکہ معظمہ کا جز ہی سمجھا جاتا رہا ہے اور پہاڑیوں کو حائل قرار نہیں دیا جاتا رہا اور اب جب کہ پہاڑیوں کے اندر جا بجا سرنگیں بنادی گئی ہیں تو یہ اتصال مزید مضبوط ہو گیا۔ یہی صورت حال منیٰ کی بھی ہے کہ مکہ معظمہ اور منیٰ کے درمیان محلہ ”شیشہ“ اور ”ربع صدق“ کی طرف سے، نیز عزیز یہ جنوبیہ کی طرف سے بغیر سرنگ کے اتصال ہے اور اس کے علاوہ کئی جگہوں پر پہاڑی سرنگوں کے ذریعہ سے رابطہ کی صورت نکالی گئی ہے اور اس پہاڑ پر اوپر شاہی محل آباد ہے، جس کا رقبہ منیٰ سے لے کر عزیز یہ تک دونوں جانب پھیلا ہوا ہے؛ اس لیے ان روابط کی بنیاد پر منیٰ کو عزیز یہ کی جانب سے بھی متصل قرار دیا جائے گا۔

(۱) إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضاً. (البحر الرائق: ۱۲۸/۲، زكريا، الفتاوى البرازية: ۷۱/۴، خلاصة الفتاوى: ۱۹۸/۱، أشرقية دوبند)

(۲) وإن كان في وسط البلد نهر فاجتاز فليس له القصر؛ لأنه لم يخرج من البلد ولم يفارق البنيان فأشبهه الرحبة والميدان في وسط البلد. (المغنى: ۵۰/۲)

(۳) وإن كان للبلد محال كل محلته، وإن كان بعضها متصلاً ببعض لم يقصر حتى يفارق جميعها. (المغنى لابن قدامة: ۵۰/۲، الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۹۶/۲) فقط والله تعالى اعلم

(کتاب النوازل: ۴/۹۸)

کیا منیٰ بطور پارکنگ مستعمل ہونے کی وجہ سے مصالح مکہ میں شمار ہو سکتا ہے:

سوال: آج کل رمضان المبارک میں معتمرین کی کثرت ہوتی ہے اور حکومت سعودیہ کی طرف سے جمرات کے ارد گرد بڑے میدانوں کو معتمرین کی بسوں کے لیے پارکنگ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جمرات کے قریب لگے ہوئے سرکاری بورڈ سے واضح ہوتا ہے تو کیا اس اعتبار سے منیٰ کو مصالح بلد میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

دور حاضر میں شہر کی بہت سی ایسی ضروریات بڑھ گئی ہیں، جو پہلے زمانہ میں موجود نہیں تھیں، ان میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ بڑے شہروں میں گاڑیوں کی پارکنگ کا ہوتا ہے، جس کے لیے شہروں میں کثیر منزلہ عمارتیں بھی تعمیر کی جاتی

ہیں، بریں بنا گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے میدان بھی دور حاضر میں بڑے شہروں کی اہم ضروریات میں سے ہے، لہذا رمضان المبارک، یادگیر ایام میں معمرین کی کثرت و اثر دھام کی بنا پر حکومت کی طرف سے منی کو بہ طور پارکنگ استعمال کرنے کی وجہ سے منی مکہ معظمہ کے مصالح میں بلاشبہ سال ہو جائے گا۔ فقہانے بعض شہروں میں حاجیوں کے قیام کے لیے چھوڑ دے گئے بڑے بڑے میدانوں کو مصالح بلد میں شامل کیا ہے، جہاں حجاج کرام کے قافلے آتے جاتے ہوئے قیام کرتے تھے، تو جب دیگر شہروں میں اس ضرورت کے لیے چھوڑے گئے خالی میدانوں کو فناء شہر مان لیا گیا ہے، تو منی کو اس درجہ میں رکھنے میں کیا اشکال ہے؟

(۱) وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب. (رد المحتار، كتاب الحج: ۵۹۹/۲، زکریا، وكذا في البزازیة: ۷۴/۴، الموسوعة الفقهية: ۸۸/۲۲، شامی: ۱۳۹/۲، كراتشي، العناية مع الفتح: ۵۱۱/۲، زکریا، الدر المختار مع الشامی: ۷/۱۳، زکریا)

(۲) قال الشامي: أقول: إذا علمت ظهر لك أن ميدان الحصا في دمشق من ربح مصر وأن خارج باب الله إلى القرية القدم من فناء؛ لأنه مشتمل على الجبانة المتصلة بالعمران، وهو معد لنزول الحاج الشريف؛ فإنه قد يستوعب نزولهم من الجبانة إلى ما يحاذي القرية المذكورة فعلى هذا لا يصح القصص فيه للحاجو وكذا المرحلة الخضراء؛ فإنها معدة لقصص الثياب وركض الدواب ونزول العساكر مالم يجاوز صدر الباز، بناء على ما حققه الشرنبلالي في رسالته من أن الفناء يختلف باختلاف كبر المصر وصغره فلا يلزم تقديره بغلوة، كما روى عن محمد ولا بميل أو بميلين كما روى عن أبي يوسف. (رد المحتار، كتاب الحج: ۶۰۰/۲، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (كتاب النوازل: ۳۵۰/۷)

حکومت اگر دو الگ مقامات کو ایک شمار کر لے تو کیا قصروا تمام کے باب میں دونوں ایک ہی شمار ہوں گے:

سوال: ایک مقام کو حکومت کسی دوسری جگہ کے ساتھ ملحق قرار دے کر دونوں کو موضع واحد تسلیم کر لے، خواہ اس کی کوئی بھی مصلحت ہو تو کیا قصروا تمام کے باب میں بھی دونوں موضع واحد کے حکم میں ہو جائیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

کسی جگہ کو شہر کے ساتھ ملحق کرنا دراصل ایک انتظامی معاملہ ہے اور مصالح مرسلہ میں شامل ہے، اس طرح کے معاملات میں حکم حاکم فیصل کی حیثیت رکھتا ہے، بریں بنا جب کہ سعودی حکومت کے ذمہ داران اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ منی اب مکہ معظمہ کے ایک محلہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے تو منی کو شہر مکہ کے تابع نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں رہی۔ مکہ معظمہ کے ایک محلہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے تو منی کو شہر مکہ کے تابع نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں رہی۔

اب ہم ذیل میں موجودہ زمانہ کے حکومت کے اہم ذمہ داران اور صاحب نظر مستند علماء کرام کی آراء پیش کرتے ہیں، جن سے یہ واضح ہوگا کہ اب حکومت سعودیہ کی نظر میں منی و مزدلفہ مکہ کے تابع قرار دے دئے گئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

### ”میرنائف“ وزیر داخلہ سعودی عرب کی رائے:

(۱) سعودی عرب کے سابق وزیر داخلہ اور اعلیٰ اختیاراتی حج کمیٹی کے چیئرمین امیرنائف ابن عبدالعزیز نے صراحت کی ہے تمام مشاعر مقدسہ اب مکہ شہر کے بچوں بچ آ گئے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

نشاهد أن مكة شرفها الله تعالى تعدى توسعها في جهة الجنوب عرفة، ومن جهة الشمال الغربي وصلت إلى الشرائع فأصبحت المشاعر في وسط مدينة جهة الشمال الغربي وصلت إلى الشرائع فأصبحت المشاعر في وسط مدينة مكة. (أخبار الجزيرة، ۷/ ذى الحجة ۱۴۲۹ هـ، ۵/ دسمبر ۲۰۰۸، بحوالہ حج میں قصروا تمام کی تحقیق ۱۳۹، مؤلف: مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی پاکستان)

(ترجمہ: ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی وسعت جانب جنوب میں عرفات تک اور جانب شمال مغرب میں شرائع تک پہنچ چکی ہے اور اب سبھی مشاعر مکہ شہر کے بچ و بچ آ گئے ہیں۔)

اب غور فرمائیے کہ جب سعودی وزیر داخلہ خود مشاعر مقدسہ کو شہر مکہ کے وسط میں ہونے کا اعلان کر رہے ہیں تو اس کے بعد کسی کے نہ ماننے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

### شیخ عثمینؒ کا فتویٰ:

(۲) سعودی عرب کے ایک بڑے معتبر عالم شیخ محمد صالح بن محمد العثیمینؒ (متوفی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وفى يومنا هذا إذا تأمل المتأمل يجد أن منى حى من أحياء مكة، وحينئذ يقوى القول بأنهم لا يقصرون فى منى، الخ. (الشرح الممتع على زاد المستقنع: ۷۷۱/۷، بحوالہ: حج میں قصروا تمام کی تحقیق: ۱۳۵)

(ترجمہ: اور ہمارے آج کے اس دور میں اگر کوئی گہرائی سے جائزہ لے گا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ”منی“ مکہ کے مخلوق میں سے ایک محلہ ہے، اور اسی سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ حجاج منیٰ میں قصر نہیں کریں گے۔)

### شیخ سبیل کا مکتوب:

(۳) سابق امام حرم شیخ محمد بن عبداللہ السبیل جو اپنے زمانہ میں حرمین شریفین کی اعلیٰ اختیاراتی ٹکراں کمیٹی کے رئیس رہے ہیں، انھوں نے مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی پاکستان کے ایک سوال کے جواب میں واضح طور پر یہ تحریر کیا تھا کہ ”مکہ شہر کی آبادی منیٰ کے علاوہ حدود عرفات تک پہنچ گئی ہے اور حکومت بھی ان جگہوں کو ایک آبادی شمار کرتی ہے“۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں:

الذى يظهر لنا أن منى أصبحت اليوم جزءاً من مدينة مكة بعد أن اكتنفها بنیان مكة وتجاوزها إلى حدود عرفة، وبناءً على هذا فإنها قد أصبحت اليوم من أحياء مدينة مكة، فلا يعد الذهاب إليها من مكة مسافراً، الخ، إن حكومة المملكة العربية السعودية تعد منى من مكة على

اعتباراً انہا حی من أحياءها۔ (بحوالہ: رسالہ حج میں قصروا تمام کی تحقیق: ۱۳۳، شیخ موصوف کی پوری تحریر ملاحظہ کریں، انوار مناسک: ۶۸۱، مؤلفہ: مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی)

(ترجمہ: یہ بات ہمارے سامنے ظاہر ہے کہ آج کل منی شہر مکہ کا ایک جزو بن چکا ہے، یہاں تک کہ مکہ کی عمارتیں نہ صرف یہ کہ اس کے پہلے تک پہنچ چکی ہیں؛ بلکہ حدود عرفات تک مل گئی ہیں، بریں بنا منی آج کل شہر مکہ کے محلوں میں سے ایک ہے؟ لہذا مکہ سے منی کی طرف جانے والا شخص مسافر نہ ہوگا، (اور شیخ موصوف آگے حکومت سعودیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ) سعودی حکومت منی کو مکہ میں شامل مانتی ہے، یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ وہ مکہ کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے۔)

### ایک عالم محقق کی تحقیق:

(۴) عرب کے ایک محقق عالم ڈاکٹر عبداللہ نذیر احمد عبدالرحمن جو جدہ کے ”ملک عبدالعزیز“ یونیورسٹی کے معاون استاذ ہیں اور جنہوں نے علامہ ابن الضیاء المکی الحنفی المتوفی ۸۵۴ کی جامع ترین کتاب ”البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحجاج الی بیت العتیق“ کی ۵ جلدوں میں تعلیق و تحقیق اور اشاعت کا عظیم علمی کارنامہ انجام دیا ہے، وہ اس موضوع پر اپنی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

فإن منی الآن أصبحت من ضمن مكة المكرمة، لتوسع البناء والعمران، وامتدادها إليها، ومن ثم اختلف الحكم باختلاف العلة، إذا الحكم يدور مع العلة حيث ما دار سلباً وإيجاباً، وحصل الخلاف في المسئلة بين العلماء باعتبار ما كان المنی علیها، أما الآن فقد الوضع فأصبحت منی من مكة المكرمة وليس ذلك في زمن موسم الحج بل على مدار السنة لا ستدامة، إقامة الناس بها۔ (حاشیة: البحر العمیق: ۳/۹۳۱)

(ترجمہ: منی اب مکہ معظمہ کے اندر آ چکا ہے؛ کیوں کہ آبادی کی وسعت منی تک پہنچ گئی ہے، اس بنا پر علت کے بدلنے سے حکم بھی بدلے گا؛ کیوں کہ حکم علت کے ساتھ دائر رہتا ہے، جہاں بھی دائر ہو، مثبت یا منفی طور پر اور پہلے زمانہ میں منی کی جو صورت حال تھی، اسی اعتبار سے (منی میں اقامت جمعہ کے سلسلہ میں ۹ فقہاء میں اختلاف ہوا تھا؛ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے اور منی مکہ معظمہ میں شامل ہو چکا ہے، اور یہ صرف موسم حج ہی کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ سال بھر کے لیے یہی حکم ہے؛ کیوں کہ برابر وہاں لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔)

### مفتی مدینہ حضرت مولانا مفتی عاشق الہی مہاجر مدنیؒ کا فتویٰ:

(۵) مدینہ منورہ کے بحر عالم، مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (المتوفی ۱۴۲۲ھ) نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

”اگر حکومت سعودی منی کو مکہ معظمہ کا محلہ تسلیم کر لے تو صرف قصروا تمام کے مسئلہ میں فرق آ سکتا ہے، جو امور منی

سے متعلق ہیں، وہ بہر حال منیٰ ہی سے متعلق رہیں گے؛ یعنی منیٰ اگرچہ مکہ معظمہ کا محلہ بن جائے پھر بھی وہاں یوم الترویہ گزارنا، پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا نویں کو منیٰ سے روانہ ہونا سنت رہے گا۔“  
نیز فرمایا:

”اگر منیٰ کو مکہ معظمہ کا حصہ مان لیا جائے تو مکہ معظمہ میں پندرہ دن رہنے سے مقیم ہو جائے گا اور شک کو مٹانے کے لیے دو رکعت کی جگہ چار رکعت پڑھ لے، تب بھی نماز ہو جائے گی۔“ (یادگار صالحین ۸۳۲-۸۳۳، مؤلفہ: مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی مدظلہ)

### ایک شبہ کا ازالہ:

یہ کہہ کر منیٰ اور مزدلفہ کو حدود مکہ سے خارج نہیں کیا جاسکتا کہ یہ محض میدان ہے، یہاں کوئی آبادی نہیں ہے؛ اس لیے کہ شہری حدود میں شمولیت کے لیے آبادی اور تعمیرات کا ہونا لازمی شرط نہیں ہے، آج بھی بڑے بڑے شہروں میں لقا و دقا پارک اور بڑے بڑے وسیع الشان میدان ضرورت کی بنا پر عمارتوں سے خالی رکھے جاتے ہیں۔ (دہلی کے قلب میں انڈیا گیٹ کے اطراف کا بہت بڑا قبہ محض میدان ہے، اسی طرح کی صورت حال اور بڑے شہروں میں بھی ہے) لیکن انہیں کوئی بھی شہر سے باہر قرار نہیں دیتا، پھر منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ ہی کو اتصال آبادی کے باوجود الگ جگہیں قرار دینے پر اصرار کیوں ہے؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ (ماخوذ: کتاب المسائل ۲۷۸/۳-۲۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
(کتاب النوازل: ۵۰۷)

### حدیث ”منیٰ مناخ من سبق“ کا منشا کیا ہے:

سوال: حدیث: ”منیٰ مناخ من سبق“ کا منشا کیا ہے؟ کیا اس کی وجہ سے منیٰ میں اگر آبادی ہو جائے تو اسے شرعاً غیر معتبر قرار دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

”منیٰ مناخ من سبق“ والی حدیث شریف کا منشا صرف دو باتیں ہیں:

(الف) اول کہ منیٰ کی زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں؛ بلکہ یہ جگہ عملاً پوری امت کے لیے وقف ہے اور اس کی متولی حکومت ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ جو شخص منیٰ میں پہنچ کر پہلے کسی جگہ پر قبضہ کر لے وہی اس کا حقدار ہے، اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ منیٰ کی کسی طرح کی آبادی معتبر نہیں؛ کیوں کہ اگر یہ آبادی غیر معتبر ہوتی تو فقہاء احناف منیٰ کو شہر مان کر وہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیتے، بریں بناء اگر حکومت کے انتظام میں وہاں کوئی تعمیر عارضی یا مستقل بنائی جائے، جس پر کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو یہ حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگی۔

- (۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ألا نبنی لك بناءً یظلك بمنی؟ قال: لا منی منی لیس مختص بأحد إنما هو موضع العبادة من الرمی وذبح
- (۲) قوله: قال لا: لأن منی لیس مختص بأحد إنما هو موضع العبادة من الرمی وذبح الهدی و الحلق ونحوها فلو أجز البناء فیها لكثرت الأبنیة ویضیق المكان وهذا مثل الشوارع مقاعد الأسواق وعند أبی حنیفة أرض الحرم موقوفة فلا یجوز أن یملكها أحد. (حاشیة سنن الترمذی: ۱/۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتاب النوازل: ۵۱۱/۷)

### متمتع اور قارن پر کیا دودم ہیں:

سوال: قارن و متمتع کو ایک ہی قربانی واجب ہے، یا دو؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

ایک قربانی تو دم قرآن، یا دم متمتع واجب ہے۔ (۱) پھر اگر وہاں پہونچ کر مقیم ہو جائے اور صاحب نصاب ہو تو ایک قربانی صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے واجب ہوگی۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۲/۱۰)

### مشین سے بال کٹانے پر حلق کی فضیلت ثابت نہ ہوگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج و عمرہ سے فراغت پر جو حلال ہونے کے لیے مشین سے سر کے بال اُتارتے ہیں، کیا اس سے حلق کی فضیلت حاصل ہوگی یا یہ قصر ہی ہے، حلق صرف اُسترے، یا ملیٹ سے ہی ہوتا ہے؟

- (۱) دم القارن شاة أو بدنة، أو سبع بدنة، وهو دم شكر لتوفيق الجمع بين العبادتين. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، باب القرآن والتمتع: ۲۸۸/۱، دار أحياء التراث العربی بیروت)
- ویجب الدم علی المتمتع شکراً لما أنعم اللہ تعالیٰ علیہ تیسیر الجمع بین العبادتین، کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب السابع فی القرآن والتمتع: ۲۳۹/۱، رشیدیہ)
- اتفق العلماء علی أن المتمتع والقارن یلزمهما إذا أحرم بالبحج ... ودم القرآن والتمتع شکراً، الخ. (الفقه الاسلامی وأدلته، باب دم التمتع والقرآن: ۲۲۴/۳، مکتبۃ حقانیۃ پیشاور)
- (۲) وأما الأضحية فإن كان مسافراً، فلا یجب علیہ، وإلا کالمکی، فتجب کما فی البحر. (رد المحتار، مطلب فی رمی الجمرۃ العقبة: ۵۱۵/۲، سعید)

(وانا تجب) التضحیۃ دون الأضحیۃ ... (علی حر) ... (مسلم) ... (مقیم)، فلا تجب علی المسافر ... موسر؛ لأن العبادة لا تجب إلا علی القادر، وهو الغنی دون الفقیر، ومقداره ما تجب فیہ صدقة الفطر. (مجمع الأنهر، کتاب الأضحیۃ: ۵۱۶/۲، دار أحياء التراث العربی بیروت)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

مروجہ مشین قصر کے درجہ میں ہے، اس سے حلق کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، البتہ حلق کے لیے اس قدر کوئی مشین ایجاد ہو جائے تو اس کا حکم الگ ہوگا۔

والتقصیر أن يأخذ من رؤوس شعره مقدار الأنملة. (مراقی الفلاح: ۷۳۶، دار الكتاب دیوبند)  
والمراد بالتقصیر أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس شعر ربع الرأس مقدار الأنملة، وفي البدائع: قالوا: يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة حتى يستوفي قدر الأنملة كل شعرة برأسه؛ لأن أطراف الشعر غير متساوية عادة. (رد المحتار، کتاب الحج: ۵۳۴/۳، ذکر بیا، بدائع الصنائع: ۳۳۰/۲، ذکر بیا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۱۰/۱۴۳۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۳۷/۷)

### قصر کی مقدار واجب:

سوال: حج، یا عمرہ سے حلال ہونے کے لیے سر کے کتنے بالوں کا قصر واجب ہے؟ بینا تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

حنفیہ کے نزدیک قصر کی مقدار واجب چوتھائی سر کے بال ہیں، اس طرح کہ چوتھائی سر کے بالوں میں سے کسی بال کا قصر لمبائی میں انگلیوں کے پوروں سے کم نہ ہو اور چوں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں؛ اس لیے انگلی کے پوروں کی مقدار سے اس قدر زائد کا نثار واجب ہے کہ جس سے قصر کئے جانے والے چوتھائی سر کے سب سے چھوٹے بال بھی انگلیوں کے پوروں کے بقدر کٹ جائیں اور تمام بالوں کا قصر مستحب ہے، البتہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمام بالوں کا قصر واجب ہے اور احتیاط اسی میں ہے، محض ابن ہمام خفی امام ہونے کے باوجود سر کے تمام بالوں کے قصر یا حلق کو واجب کہتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حلق و قصر کی مقدار ایک ہے؛ یعنی جس امام کے نزدیک حلق کی جو مقدار اس کے نزدیک قصر کی مقدار بھی وہی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے سر کا حلق کرنا ثابت ہے۔

قال ابن قدامه فی المغنی (۴/۳۶۴): والمرأة تقصر من شعرها مقدار الأنملة والأنملة رأس الإصبع من المفصل الأعلى إلى قوله: ... قال أبو داود: سمعت أحمد سئل عن المرأة تقصر من كل رأسها؟ قال: نعم، تجمع شعرها إلى مقدم رأسها ثم تأخذ من أطراف شعرها قدر أنملة والرجل الذي يقصر في ذلك كالمرأة. (إعلاء السنن: ۱۰/۱۷۲)

واختار ابن الهمام وجوب حلق الكل أو تقصيره كقول مالك، قال: وهو الذي أودين الله تعالى به. (إعلاء السنن: ۱۰/۱۷۳، نقلاً عن اللباب: ۳۸۶/۲)

اتفقت الأئمة على أنه يجزى في الحلق قدر ما يجزى المسح في باب الوضوء كما صرح به ابن الهمام. (إعلاء السنن: ۱۷۳/۱۰)

وقال ملك العلماء العلامة الكاساني: فأما الحلق فالأفضل حلق جميع الرأس لقوله عز وجل: "محلّين رؤسكم". والرأس اسم للجميع وكذا روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حلق جميع رأسه. (بدائع الصنائع: ۱۴۱/۲)

قال في البحر: والمراد بالتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤس شعر ربيع الرأس مقدار الأنملة كذا ذكره الزيلعي، ومراده أن يأخذ من كل شعرة مقدار الأنملة كما صرح به في المحيط، وفي البدائع: قالوا: يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة حتى يستوفي قدر الأنملة من كل شعرة برأسه؛ لأن أطراف الشعر غير متساوية عادة قال الحلبي في مناسكه: وهو حسن. (شامی: ۱۸۱/۲) والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبد اللہ غفرلہ، ۱۴۱۰ھ/۱۲/۲۸۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۱۸-۳۱۹)

تمام سر، یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے، یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے بال تین، یا چار انچ بڑے ہوں اور عمرہ، یا حج پورا کرنے کے بعد قینچی سے دو تین جگہوں سے کاٹ لے۔ کیا یہ شخص اس سے احرام سے نکل سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: عبدالحق سعودی عرب، دفتر اہتمام، ۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ)

الجواب

احناف کے نزدیک تمام سر، یا چوتھائی حصہ کا منڈوانا، یا کتروانا ضروری ہے، (۱) اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے والا شخص احرام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۳/۴)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حجاج حضرات ایک دوسرے کے لیے حلق اور قصر کریں، اس کا کیا حکم ہے یعنی جو شخص حجام اور وہ خود احرام میں ہے۔ کیا اس پر احرام کی حالت میں دوسرے محرم کے لیے حلق، یا قصر سے دم لازم نہیں آئے گا؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عنایت اللہ، ریاض سعودی عرب، ۳/رمضان ۱۴۰۳ھ)

(۱) قال العلامة المودود الموصلي الحنفي: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلك فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز أقل من الربع ونظيره مسح الرأس في الوضوء في الاختلاف والدلائل والتقصير أن يأخذ من رؤس شعره وأقله مقدار الأنملة. ((الإختیار لتعلیل المختار: ۸۹۱/۱، فصل في أفعال الحج)



## الجواب

واضح رہے کہ مناسک ادا کرنے کے بعد اور مناسک کے رفض کے ارادہ کے وقت محرم اپنے سر کو خود، نیز دوسرے محرم کے سر کو منڈوا سکتا ہے۔

أما الثاني فلما رواه البخاری (۳۸۰/۱) فی حدیث عمرۃ الحدیسیۃ وجعل بعضهم یحلق بعضها حتی کاد بعضهم یقتل بعضها غما ای إزدحاما. (۱)

وأما الأول فلما فی إرشاد الساری إلی مناسک الملا علی قاری (ص: ۱۵۴): وإذا حلق أي المحرم رأسه أي رأس نفسه أو رأس غیره ای ولو کان محرماً عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شیء انتهى. (۲)

قلت: ویدل علیه الحدیث؛ لأنه لما جاز حلق بعض المحرمین لبعض عند قصد الانتهاء جاز عند حقیقة الانتهاء بطریق اولی فافهم وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۴/۳)

### احرام سے حلال ہونے کے لیے چند بالوں کا منڈانا:

سوال: ارکانِ عمرہ ادا کرنے کے بعد ارکانِ حج میں دس ذی الحجہ کے بعد اور متمتع اور قارن کو قربانی کرنے کے بعد مرد کو سارے سر کے بال استرے سے منڈوانا چاہیے، یا سارے سر کے بال انگلی کے ایک پور کے برابر کٹوانا ہوں گے؟ اگر سر کے بال انگلی کے ایک پور؛ یعنی انملہ کے برابر بڑے نہیں تو سارے سر کے بال کو کم از کم چوتھائی سر کے بالوں کو استرے سے منڈوانا پڑے گا؛ تاکہ احرام اتر جائے اور ممنوعات احرام حلال ہو جائیں، مگر آج کل لاکھوں کی تعداد حج میں ایسے لوگوں کی ہوتی ہے کہ وہ سر کے بال کے صرف چند بال کٹوا لیتے ہیں، لہذا نہ تو ان کا احرام اترتا ہے اور نہ بیوی کے لیے حلال ہوتے ہیں، جس کو دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے، کثرت سے مرد اس میں مبتلا ہیں تو کیا کسی امام کے نزدیک اس طرح سر کے چند بال کاٹنے سے مرد کا احرام اتر جاتا ہے اور بوجہ مجبوری حنفیہ بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ ورنہ یہ کوتاہی عام ہے اور کوئی مانتا نہیں، لہذا اکثریت کا گناہ عظیم سے بچانے کے لیے کوئی گنجائش ہو سکتی ہو تو ان کے لیے بتلادیا جائے؛ تاکہ وہ بال منڈوانے کو غیر ضروری نہ سمجھیں؛ بلکہ اس گنجائش پر عمل کر لیں اور حلال ہو جائیں، یہ رواج ہو گیا کہ چند بال کٹواتے ہیں؟

### الجواب — حامداً ومصلیاً

یہ رواج غلط ہے اور خلاف شرع ہے، اس چیز کے اختیار کرنے پر عوام کو کس نے مجبور کیا، خاص کر جب کہ فقہانے

(۱) الصحيح للبخاری: ۳۸۰/۱، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب، الخ

(۲) إرشاد الساری الی مناسک القاری، ص: ۱۵۴، قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانه وشرائط جوازه

اس سلسلہ میں بہت وسعت دی، مثلاً: چوتھائی سر کے بال منڈوانا، یا کتر وانا بھی کافی ہے، ایک انگل سے کچھ زیادہ بال کٹا دینا بھی کافی ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ جڑ ہی سے کاٹا جائے، یعنی احرام سے ان صورتوں میں بھی حلال ہو جائے گا، اگرچہ صرف چوتھائی سر کے بال منڈانے، یا کٹانے سے مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہوگا۔ اگر کسی دوا، صابون وغیرہ سے سر کے بال کو ختم کر دے، تب بھی کافی ہے۔ اگر سر پر بال ہی نہیں تو صرف استرہ پھیر لینا بھی کافی ہوگا، اگر سر پر زخم ہو تو استرہ بھی نہ پھیر سکے تو اس سے یہ واجب ہی ساقط ہے۔ (۱)

ان سب کے باوجود اگر عوام غلط راستہ بلا کسی مجبوری کے اختیار کر لیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں، ان کی وجہ سے حکم شرعی کو نہ بدلا جائے گا، مثلاً: داڑھی منڈانے، جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، سود لینے، سود دینے کا عام رواج ہو جائے تو اس کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی؛ بلکہ وعیدات و ترغیبات کے ذریعہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی، ورنہ شریعت عوام کے لیے کھلوانا بن جائے گی۔ (العیاذ باللہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۳۱۰-۳۳۳۲)

### افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمی جمرہ عقبہ اور نحر کے بعد خود اپنے آپ کا حلق کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینا تو جروا۔ (المستفتی: مولانا شہزادہ صاحب ترنگزئی)

الجواب

افعال حج کے ختم ہونے کے بعد ہر محرم اپنا سر اور دیگر محرمین کا سر منڈا سکتا ہے۔

كما في إرشاد الساري (١٥٤) عند الخروج من الاحرام بأداء أفعال النسك جاز للمحرم حلق رأسه ومحرم آخر، انتهى<sup>١</sup>. (٢) بدليل حديث عمرة الحديبية. (٣) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۲۵/۳)

(۱) (حلق وقصر) (قوله: وحلقه أفضل): أي هو مستون، وهذا في حق الرجل، ويكره للمرأة؛ لأنه مثله في حقه كحلق لحيته؛ وأشار إلى أنه لو اقتصر على حلق الربع جاز كما في التقصير، لكن مع الكراهة لتركه السنة، فإن السنة حلق جميع الرأس أو تقصير جميعه، كما في شرح اللباب و القهستاني، قال في النهر: واطلاقه: أي اطلاق قول الكنز: (والحلق أحب) يفيد أن حلق النصف أولى من التقصير، ولم أر اه. قلت: أن أراد أنه أولى من تقصير الكل، فهو ممنوع لما علمت، أو من تقصير النصف أو الربع فهو ممكن. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في رمي الجمره العقبة: ٥١٦/٢، سعيد) ثم يحلق أو يقصر، والحلق أفضل، ويكفي فيه ربع الرأس، والتقصير أن يأخذ من رؤوس شعره مقدار الأنملة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في كيفية ترتيب أفعال الحج، ص: ٧٣٦، قديمي)

(۲) إرشاد الساري: ١٥٤، قبيل فصل في زمان الحلق ومكانه

(۳) بعد حديث طويل: فلما راوا ذلك قاموا فحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخاري: ٣٨٠/١، كتاب الشروط باب الشروط في الجهاد)

### قصر کی مقدار اور یوم الثالث میں قبل الزوال رمی کا عدم جواز:

سوال: بندہ کا تیسرے سال حج کے لیے جانا ہوا تھا، وہاں پر مولانا شیخ عبدالحی صاحب مہاجر کی سے کسی نے پوچھا کہ مولانا رشید احمد صاحب لکھنو ہی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ زبدۃ المناسک میں قصر مومے قدر پورے انگشت کو لکھا ہے اور ۱۲ ذی الحج قبل الزوال رمی جمار کا عدم جواز لکھا ہے تو مہاجر صاحب نے فرمایا کہ رشید احمد صاحب نے غلطی کی ہے، قصر قد رانا مل ہے اور ۱۲ ذی الحج قبل الزوال رمی جائز ہے؛ کیوں کہ ہذا الوقت اس پر عمل ہے۔

سوال یہ کہ قصر کی مقدار اور رمی قبل الزوال کا کیا حکم ہے؟ نیز مولوی عبدالحی صاحب نے جو قبل الزوال جواز رمی کا فتویٰ دیا ہے۔ حجت ہے، یا نہیں؟

#### الجواب

حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ المناسک میں قصر کی مقدار پورے انگشت جو لکھا ہے، صحیح ہے۔ پورا انگشت بواو مجہول ترجمہ انملہ کا ہے، جس کو اردو میں انگلی کا پھول کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب نے جو اس کی تعلیل کی ہے، وہ غلط ہے۔ غالباً وہ انملہ تمام انگلی کو سمجھ گئے ہیں اور چونکہ ان کو مولانا (رشید احمد صاحب) رحمۃ اللہ علیہ سے نفسانی بغض اور ناخوشی ہے؛ اس لیے صحیح بات کو بھی غلط سمجھ رہے ہیں۔

قاموس میں ہے:

الأنملة بتشلیث المیم والهمزة تسع لغات التي فيها الظفر. (۱)

اور شامی میں ہے:

والأنملة بفتح الهمزة والمیم وضم المیم لغة مشهورة ومن خطأ راويها فقد أخطأ، واحدة الأنامل، بحر، وفي تهذيب اللغات للنووي: الأنامل أطراف الأصابع وقال أبو عمرو والشيباني والسجستاني: والجري لكل أصبع ثلاث أنملات. (۲)

اور تاریخ ۱۲ ذی الحج قبل الزوال رمی کرنا قول راجح پر جائز نہیں۔ مناسک ملا علی قاری میں ہے:

”وقت رمی الجمار الثلاث في اليوم الثاني والثالث من أيام النحر بعد الزوال فلا يجوز أي الرمي قبله أي قبل الزوال فيهما في المشهور رأي عند الجمهور كصاحب الهداية وقاضي خان والكافي والبدائع وغيرها“.

ہاں البتہ ایک روایت حسن کی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے غیر ظاہریہ بھی ہے کہ جو شخص منیٰ سے جانے کا ارادہ کرے، وہ قبل از زوال کے رمی کر لے۔

(۱) القاموس المحيط، فصل النون: ۱۰۶۵، مؤسسة الرسالة بیروت، انیس

(۲) رد المحتار، مطلب فی رمی جمرة العقبة: ۵۱۶/۲، دار الفکر بیروت، انیس

آپ خود غور کریں کہ جو شخص صدمہ روپیہ خرچ کر کے تکلیف اٹھا کر حج کو جاتا ہے، اس کو کیا ضروری ہے کہ ذرا سی راحت کے لیے روایات ضعیفہ پر عمل کرے اور درمختار میں ہے:

”... وإن قدم الرمی فیہ) أى فى اليوم الرابع (على الزوال جاز) فإن وقت الرمی فیہ من الفجر للغروب وأما فى الثانى والثالث فمن الزوال لطلوع ذكاء“۔ (۱)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ زوال سے پہلے ان ایام میں وقت رمی نہیں ہوتا اور نیز درمختار میں ہے:

”والفتيا بالقول المرجوع جهل و خرق للإجماع“۔

صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

”قوله: بالقول المرجوح) كقول محمد مع قول أبی یوسف إذا لم یصحح أو یقوجه وأولى من هذا بالبطالان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية إذا لم یصحح“۔ (۲)

تو یہ روایت جو حسن سے مروی ہوئی ہے مخالف ظاہر الروایۃ ہے اور کسی معتبر نے اسکی تصحیح نہیں کی ہے تو بمقابلہ ظاہر الروایۃ جائز العمل نہیں ہو سکتی اور مولوی عبدالحی صاحب کافتویٰ اور اس وقت ان کے بعض معتقدین کا عمل ہرگز حجت نہیں ہو سکتا۔ بناءً علیہ اس مسئلہ میں مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز غلطی نہیں کی ہے، بلکہ مولوی عبدالحی صاحب خود غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ فقط

بندہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۵۷-۱۵۸)

حلق و قصر میں ایک ربع بھی کافی ہے:

سوال: قصر میں پورے سر کے بال چھوٹے کرانے ضروری ہیں، یا ربع راس کا قصر کافی ہے، اگر کسی کے سر پر پٹینٹے ہوں تو وہ بال کتنے چھوٹے کرائے، جو شرعی قصر کا مصداق بن سکیں؟

الجواب: ————— حامداً ومصلیاً

ربع راس بھی کافی ہے، ایک انگلی بال کٹانے سے قصر معتبر ہو جائے گا، حلق افضل ہے۔

”ثم یحلق أو یقصر والحلق أفصل ویكفی فیہ الربع، والتقصیر أن یأخذ من رؤوس شعره مقدار الأنملة“۔ (مراقی الفلاح، ص: ۴۴۳) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۴۲)

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، مطلب فی طواف الزیارة: ۵۲۱/۲، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، مقدمة: ۷۴۱/۷۵، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) مراقی الفلاح، کتاب الحج، فصل فی کیفیۃ ترتیب أفعال الحج، ص: ۷۳۶، قدیمی

## محرم کو حلال ہونے کے لیے حلق و قصر خود کرنا:

سوال: محرم اپنا احرام کھولنے کے وقت حلق، یا قصر خود کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ احرام سے باہر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سر کا حلق یا قصر کسی غیر محرم کے پاس کرائے؟ (محمد یونس افریقی، معلم دارالعلوم دیوبند)

الجواب: حامداً ومصلیاً

حلق، یا قصر خود بھی کر سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۶/۱۰)

## عورتیں حلال ہونے کے لیے کتنے بال کہاں کے کاٹیں:

سوال: حج کے بعد قربانی کے وقت مرد سر منڈاتے ہیں اور عورتیں اپنی انگلی کے پھیر کے اتنے بال تراشتی ہیں تو جب عمرہ کرتے ہیں تو حج کے بعد جتنے بال کاٹتے ہیں، اتنے بال عمرہ کے بعد بھی کاٹنا چاہیے، یا اس سے بھی کم بال کاٹ سکتے ہیں؟ اور یہ کہ نیچے کے بال کاٹے جائیں، یا پیشانی کے بال بھی کاٹے جاسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ایک انگلی کے برابر؛ یعنی ایک انگلی کی تہائی کی مقدار تمام سر کے بال کاٹ دیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۵/۱۰)

== ثم یحلق، وهو أفضل من تقصیر، أو یقصر بأن يأخذ من شعره قدر الأنملة وجوباً، وتقصیر الكل مندوب، والرابع واجب. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر: ۲۸۰/۱، دار أحياء التراث العربی بیروت لبنان)

عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رحم الله المحلقين قالوا: والمقصرين؟  
يا رسول الله قال: رحم الله المحلقين قالوا! والمقصرين يا رسول الله قال: والمقصرين. (الصحيح لمسلم، كتاب الحج، باب تفصيل الحلق على التقصير وجواز التفسير، رقم الحديث: ۲۳۸۱، انيس)

(۱) (وإذا حلق): أى المحرم (رأسه): أى رأس نفسه (أو رأس غيره): أى ولو كان محرماً (عند جواز التحلل): أى الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك (لم يلزمه شيء). الأولى: لم يلزمهما شيء. وهذا حكم يعم كل محرّم في كل وقت. (مناسك الملا على القارى، فصل فى الحلق والتقصير، ص: ۲۳۰، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي)

(وإذا حلق): أى المحرم (رأسه أو رأس غيره) ولو كان محرماً (عند جواز التحلل): أى الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك، (لم يلزمه شيء). (إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، فصل فى واجباته، ص: ۵۰، مطبعة مصطفى محمد مصر)

(۲) ولا حلق على المرأة، لما روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ليس على النساء حلق، وإنما عليهن تقصير" (أبو داود، كتاب المناسك، باب الحلق والتقصير: ۶۰۷/۱، رقم

## حج میں عورتوں اور مردوں کے لیے بال کٹوانے کی مقدار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران مرد اور عورتیں کتنے بال کٹوائیں گی؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: انیس احمد، ۲۲ شوال ۱۴۰۳ھ)

### الجواب

مرد کے لیے تمام سر کا منڈانا، یا کترانا چاہیے اور عورت کے لیے انگشت کے ایک پورے کی مقدار کا کترانا (تمام سر سے) چاہیے۔ (۱) چوتھائی حصہ سے کم پر اکتفا کرنا جنائیت ہے مرد و زن دونوں کے لیے۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۴-۲۳۵)

## محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک محرم نے احرام کی حالت میں سر منڈوایا تو اس حلق پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حلق پر صدقہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک منڈوایا اور بال مبارک ان کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے پاس کچھ بال چھوڑ کر بقیہ برائے تبرک صحابہ کرام پر تقسیم کرو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک محرم دوسرے محرم کا بحالت احرام سر منڈوائے تو اس حلق پر صدقہ ہے۔ (کما ذکرہ کنز الدقائق، باب الجنایات) اگر امام صاحب کے لیے اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہو تو وضاحت فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: مولانا زاہد الرحمن صوری کلہ ضلع کرک، ۱۰/۱۰/۱۹۸۴ء)

- == و روت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی المرأة أن تحلق رأسها. (مسند البزار: ۳۲/۲، رقم الحديث: ۱۱۳۷، نصب الرأیة: ۹۵/۳، مجمع الزوائد: ۲۶۳/۳)
- ولأن الحلق فی النساء مثله، ولهذا لم تفعله واحدة من نساء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولكنها تقصر، فتأخذ من أطراف شعرها قدر أنملة، لما روى عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن سئل فقيل له: كم تقصر المرأة؟ فقال: "مثل هذه". وأشار إلى أنملة. (بدائع الصنائع، فصل فی أحكام الحلق والتقصير: ۱۰۰/۳، دار الكتب العلمية، بيروت)
- وأما المرأة، فلا حلق عليها، ولكنها تقصر بأخذ شيء من أطراف الشعر مقدار أنملة والأفضل لها أن تقصر من كل شعرة مقدار أنملة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الرابع عشر فی الحلق والتقصير)
- (۱) وفي الهندية: والتقصير ان يأخذ الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الرأس مقدار الأنملة وفي البدائع قالوا يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة... وحلق الكل افضل اقتداء بالنبي صلی اللہ علیہ وسلم كذا في الكافي. (الفتاوى الهندية: ۱۳۲/۱، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)
- (۲) قال العلامة الموصلي: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلك فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز أقل من الربع ونظيره مسح الرأس في الوضوء في الاختلاف والدلائل. (الإختیار لتعليل المختار: ۸۹/۱، فصل في افعال الحج)

## الجواب

مناسک ختم ہونے، یا ختم کرنے کے وقت ایک محرم دوسرے محرم کا سر منڈوا سکتا ہے، کما فی حدیث صلح الحدیبیۃ فی البخاری (۳۸۰/۱) وصرح بہ فی إرشاد الساری (۱۵۴) (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۵/۳)

## وقت احصار بغیر ذبح حلال ہونے کی شرط:

سوال: ”اشتراط الاحلال بغیر ذبح عند الاحرام وقت الاحصار“: مفتی بہ قول کے مطابق صحیح اور معتبر ہے، یا نہیں؟ بصورت مذکورہ احصار شرعی پیش آ گیا تو ہدی ذبح کئے بغیر احرام سے حلال ہو جائے گا، یا نہیں؟

## الجواب ————— حامداً ومصلیاً

یہ شرط کارآمد نہیں، بغیر ہدی ذبح کیے حلال نہیں ہوگا۔

”ما لم یذبح لایحل، وھو قول عامة العلماء، سواء شرط عند الاحرام الاحلال بغیر ذبح عند الاحصار أو لم یشرط، ويجب أن یواعد يوماً معلوماً یذبح عنہ، فیحل بعد الذبح ولا یحل قبلہ، آہ۔“ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۴۷)

## رمی جمار کی حقیقت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی محبوب چیز اللہ کے راستہ میں قربان کیجئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے محبوب بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے جانے لگے تو اللہ نے اس کے بدلے میں دنبہ بھیجا۔ تمام علمایہ بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ کو شیطان نے بہکایا اور شیطان نے کہا: کوئی باپ اپنے بیٹے کو

(۱) (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلک قاموا ففحروا وجعل بعضهم یحلق بعضها حتی کاد بعضهم یقتل بعضها

غما۔ (صحیح البخاری: ۳۸۰/۱، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب کتاب الشروط)

قال الملا علی قاری: واذا حلق المحرم رأسه او رأس غیره ولو کان محرماً عند جواز التحلل ای الخروج

من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شیء۔ (إرشاد الساری: ۱۵۴، قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانہ)

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثانی عشر فی الاحصار: ۲۵۵/۱، رشیدیۃ

وما لم یذبح لایحل، وھذا قول عامة العلماء، سواء کان شرط عند الاحرام الاحلال بغیر ذبح عند الاحصار

أو لم یشرط... ويجب أن یواعد يوماً معلوماً یذبح فیہ، فیحل بعد الذبح، ولا یحل قبلہ۔ (بدائع الصنائع، فصل فی

حکم الاحصار: ۱۹۱/۳-۱۹۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ یَبْلُغَ الْهَدٰی مَحَلَّہٗ﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۹۶، انیس)

ذبح کیا کرتا ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں اور تمبھی سے یہ سنت جاری ہوگئی؛ لیکن زید کہتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے متعلق نہیں، یہ واقعہ اصحاب فیل یعنی ابرہہ کا جو لشکر بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے آیا تھا تو اللہ نے ابابیل کو حکم دیا تھا اور انہوں نے فوج پر کنکریاں ماریں تو اسی سنت کو لوگ ہمیشہ مناتے ہیں؛ لہذا حضرت سے مؤدبانہ التماس ہے کہ صحیح واقعہ کیا ہے؟ آیا کنکریاں مارنا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، یا ابرہہ کی فوج پر ابابیل کے کنکری مارنے کی یادگار ہے؟ صحیح کیا ہے؟

(المستفتی: محمد یسین، قصبہ انہل، ضلع اجین، ایم پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

رمی جمار کا تعلق حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ سے ہے، اصحاب فیل سے واقعہ سے نہیں ہے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ اصحاب فیل منی کی حدود میں داخل ہی نہ ہو سکے تھے؛ بلکہ اس سے پہلے ہی منی اور مزدلفہ کے درمیان وادیٰ محسر میں تباہ کر دیئے گئے تھے؛ بلکہ اس سے پہلے ہی منی اور مزدلفہ کے درمیان وادیٰ محسر میں تباہ کر دیئے گئے تھے اور کنکریاں مارنے کی سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئی ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے کہ جب شیطان نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو راستے میں بہکانا چاہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے جمرہ اولیٰ کے پاس، پھر جمرہ ثانیہ کے پاس، پھر جمرہ ثالثہ کے پاس سات سات کنکریاں ماریں، آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنکریاں مارنے کی سنت عبادت کے طور پر جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔

والمشہور أن أصل السنية رمى الشيطان هناك ففي خبر عن قتاده أن الشيطان أراد أن يصيب حاجته من إبراهيم وابنه يوم أمر بذبحه، فتمثل بصديق له، فأراد أن يصيب حاجته من إبراهيم وابنه يوم أمر بذبحه، فتمثل بصديق له، فأراد أن يصده عن ذلك فلم يتمكن، فتعرض لابنه، فلم يتمكن، فتعرض لابنه، فلم يتمكن فأتى الجمره فانتفخ حتى سد الوادى ومع إبراهيم ملك، فقال له: ارم يا إبراهيم، فرمى بسبع حصيات يكبر فى أثر كل حصاة، فأفرج له عن الطريق، ثم انطلق حتى أتى الجمره الثانية، فسد الوادى أيضا، فقال الملك: ارم يا إبراهيم فرمى كما فى الأولى، وهكذا فى الثالثة. (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ۔ (الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۸۸)

الجواب صحیح: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۴/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۲۸۶-۲۸۷)

(۱) روح المعانی، سورة الصافات، قدیم: ۱۳۲/۳۲، جدید زکریا، ۱۹۳/۱۳ و مثله فی القرطبی: ۹۶/۸ - ۹۵،

تفسیر الآیات: ۱۰۲، ۱۱۳، تفسیر معارف القرآن أشرفیہ، دیوبند: ۴۶۰/۸



رمی جمار کی وجہ:

سوال: لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور اس جگہ پر کنکر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان پر کنکری مارا جاتا ہے تو کیا اب تک وہاں پر شیطان موجود ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

رمی جمار اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إنما جعل رمی الجمار والسعی بین الصفا والمروة لإقامة ذکر اللہ. (السنن للترمذی، باب کیف ترمی الجمار: ۱۱۰/۸)

اول تو یہ ایک بہت بڑے اولوالعزم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اس طرح اس سے شیطان کو ہی تکلیف پہنچا دیں، چنانچہ اس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شیطان کو تکلیف پہنچاتا ہے، اگرچہ بظاہر شیطان وہاں موجود نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۰/۳)

تینوں جمرات پر رمی کرنے کی حکمت:

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا تو شیطان نے انہیں بیٹے کی قربانی نہ دینے کے لیے ورغلانے کی کوشش کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پتھر مار مار کر بھگا دیا تھا، اسی کی یاد میں حج اور عمرہ کے موقع پر شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں؛ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے تین مقامات کیوں ہیں؟

(نظیر سہروردی، ناندری)

الجواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے: ”جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے سلسلے میں حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے فرزند ارجمند کے ساتھ منیٰ تشریف لیے گئے تو یہی تین جگہیں تھیں، جہاں شیطان نے آپ علیہ السلام کو بہکا دیا تھا، آپ علیہ السلام نے اس سے اظہار بیزاری کے لیے سات سات کنکریاں بھی ماری تھیں، اسی واقعہ کی یادگار کے طور پر ہر تین جمرات پر رمی کی جاتی ہے“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۵۵/۴-۵۶)

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱۸۶/۳ (وَرَوَى عَنْ أَبِي مُجَلِّزٍ وَقَنَادَةَ نَحْوَ ذَلِكَ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ:

أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْعَاصِمِ الْغَنَوِيِّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أَرَىٰ أَوَامِرَ الْمَنَاسِكِ، عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى، فَسَابَقَهُ إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِ جَبْرِيلُ حَتَّىٰ أَتَىٰ بِهِ مَنَى، قَالَ: ==

## رمی جمرات کے لیے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ رمی جمرات یعنی شیطان مارنے کیلئے کنکریاں وہیں سے اٹھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کنکریاں کہاں سے لینا مستحب ہے؟ بینا تو جروا۔

### الجواب

رمی جمار کے لیے مزدلفہ، یا راستے سے کنکریاں اٹھا کر ساتھ لانا مستحب ہے اور ماسوائے مزدلفہ سے اٹھالینا بھی جائز ہے۔ (شرح لباب) (۱) اور جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں، وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے، یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ہندیہ) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۲/۴)

## رمی میں نیابت کب جائز ہے:

سوال: ”یہ لوگ جو جمرات کے پاس بھیڑ برداشت نہیں کر سکتے اور انتظار کرتے رہنے سے رمی کا وقت ختم (فوت) ہو رہا ہو، جس کی قضا بھی مشروع (جائز) نہیں ہے، لہذا ان کے لیے جائز ہے کہ کسی کو وکیل مقرر کر دیں؛ مگر اس کے علاوہ دوسرے مناسک حج میں نیابت جائز نہیں“ یہ اقتباس حج و عمرے کے مسائل بقلم شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز (سعودیہ عربیہ) سے ماخوذ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوران حج میرے لڑکوں نے میری اور میری اہلیہ کی طرف سے رمی کی؛ کیوں کہ میری اور میری اہلیہ کی عمر ساٹھ، پینسٹھ (۶۵) سال کے درمیان ہے، میرے پاؤں میں زخم ہونے کے بعد اچھا تو ہو گیا؛ مگر چلنے میں ٹھوکر لگنے سے تکلیف ہوتی تھی اور میری اہلیہ کو شوگر کی بیماری ہونے سے چکر کے ڈر سے بچوں نے کنکریاں ماریں؛ مگر دوسری اور حج کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صرف معذور شخص جو چل پھر نہیں سکتا، اپنی طرف سے وکیل مقرر کر سکتا ہے، ورنہ ”دَم“ دینا ہوگا، مجھے پڑھنے کے بعد سے بے چینی ہو رہی ہے، آپ وضاحت کریں کہ:

## (الف) کیا ہم پردَم واجب ہو گیا؟

== هذا مناخ الناس، فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ تَعَرَّضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ حَتَّى ذَهَبَ، ثُمَّ أَتَى بِهِ إِلَى الْجَمْرَةِ الْفُصْوَى فَعَرَّضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ حَتَّى ذَهَبَ فَأَتَى بِهِ جَمْعًا، فَقَالَ: هَذَا الْمَشْعَرُ، ثُمَّ أَتَى بِهِ عَرَفَةَ، فَقَالَ: هَذِهِ عَرَفَةُ، فَقَالَ لَهُ جَبْرِيلُ: أَعْرِفْتَ؟ (تفسير ابن كثير، سورة البقرة: ۱/۳۱۶، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱) قال الملا على قارى: يستحب أن يرفع من المزدلفة سبع حصيات... أو من الطريق أى طريق مزدلفة فهو جائز وقيل مستحب... ويجوز أخذها من كل موضع أى بلا كراهة إلا من عند الجمره فإنه مكروه... قال فى الفتح: وماهى إلا كراهة تنزيه. (إرشاد السارى: ۱۴۸، فصل فى رفع الحصى)

(۲) وفى الهندية: ويستحب أن يأخذ حصى الجمار من المزدلفة أو من الطريق ولا يرمى بحصاة أخذها من عند الجمره فان رمى بها جاز وقد أساء، كذا فى السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية: ۳۳۲/۱، الكلام فى الرمي)

- (ب) کیا ہم دم اندیا میں دے سکتے ہیں؟ یا مجھے خود سعودیہ جانا پڑے گا؟
- (ج) کیا ہم اپنے رشتہ دار کے ذریعہ، جیسے بھائی، یا بیٹا جو اس سال حج کر رہے ہیں، ان کے ذریعہ دم دے سکتے ہیں؟
- (مظفر قادری، مغلوپورہ)

### الجواب

(الف) رمی میں نیابت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو شخص رمی کرنے پر قادر نہ ہو، وہ دوسرے کو نائب بنا سکتا ہے، قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا بیمار و کمزور ہو کہ اگر جمرات تک اسے پہنچا دیا جائے تو کنکری پھینکنے کی طاقت نہ ہو، چونکہ مختلف لوگوں میں قوی و قوت ارادی کا تفاوت ہوتا ہے؛ اس لیے اہل علم نے اس کے لیے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ اس کے لیے نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہو۔

”وحد المريض أن يصير بحيث يصلي جالساً“۔ (۱)

یا اتنا معذور تو نہ ہو؛ لیکن جمرات تک پیدل چلنے کی طاقت نہ ہو اور سواری میسر نہ ہو۔

”أن لا يجد من يحمله“۔ (۲)

اسی اصول کی روشنی میں آپ اپنی اس وقت کی کیفیت کا اندازہ کر کے خود فیصلہ کر لیں، اگر اس درجہ کا عذر آپ حضرات کے ساتھ تھا تو آپ کا اپنے لڑکوں سے رمی کرانا درست عمل تھا، ورنہ آپ پر دم واجب ہو گیا، البتہ ان تینوں دنوں کی رمی چھوڑنے پر ایک ہی دم یعنی ایک بکرا دے دینا کافی ہے۔

”ولو ترك رمي الجمار الثلاث في الأيام كلها فعليه دم واحد لا تحاد الجنس“۔ (۳)

(ب) حج سے متعلق قربانی اور جنایت کا حد و حرم میں دینا ضروری ہے، حرم سے باہر دم دینا کافی نہیں، البتہ اس کے لیے آپ کا خود سعودیہ جانا ضروری نہیں۔

(ج) آپ کسی اور شخص کے ذریعہ بھی دم کی رقم بھیج دیں، یا اگر آپ کا کوئی عزیز سعودیہ میں موجود ہو اور ان کو لکھ دیں کہ وہ آپ دونوں کی طرف سے حرم میں ایک ایک دم دے دے تو کافی ہے، مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتہ میں بھی اس کا انتظام ہے، اگر کوئی شخص وہاں رقم پہنچا دے اور آپ دونوں حضرات کا نام ان کو دے دے تو وہ آپ کی طرف سے دم دے دیں گے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۶/۴-۵۸)

کیا تین دن تک رمی جمار صرف اس امت کی خصوصیت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۱) غنیۃ الناسک، ص: ۱۸۷

(۲) حوالہ سابق، ص: ۱۸۸

(۳) غنیۃ الناسک، ص: ۲۸۹

نے صرف دسویں تاریخ کورمی کی تھی۔ امت محمدیہ کے لیے ۳ روز تک رمی کیوں رکھی گئی تھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کورمی کی تھی؛ اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مناسک انجام دیئے جاتے تھے، ان میں تینوں دنوں کی رمی اور منی میں قیام کا ثبوت ملتا ہے، اس سے دلالت یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین ابراہیمی میں بھی حج کے مناسک کے طور پر تین دن رمی کا سلسلہ تھا، اسی کی تائید دین محمدی میں بھی کی گئی۔

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ المراد: التخيير بين التعجل والتأخر، ولا يقدح فيه أفضلية الثاني خلافاً لصاحب الإِ نصاف، وإنما ورد بنفي الإِ ثم تصريحاً بالرد على أهل الجاهلية حيث كانوا مختلفين فيه فمن مؤتم للمعجل ومؤتم للمتأخر. (روح المعاني: ۱/۲، ۱۴۱، ذکر یا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۴۳۹/۷)

معذور اور خواتین کا ۱۰ ذی الحجہ کو آدھی رات سے رمی شروع کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا بوڑھے، بیمار، معذور اور خواتین نیز ان سے جڑے ہوئے لوگوں کے لیے دس ذی الحجہ کی رمی دسویں شب کے نصف سے کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

بیمار معذور اور خواتین وغیرہ کے لیے دسویں ذی الحجہ کی رمی نصف شب سے کرنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ دسویں ذی الحجہ کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور گیارہ کی صبح صادق تک باقی رہتا ہے، یہ وقت پہلے ہی سے وسیع ہے، اس میں مزید وسعت دینے کی ضرورت نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ معذور کمزور اور خواتین کی بیماری اور کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے (جس وقت بھیڑ کم ہو جاتی ہے) ان کو رمی کرنے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مفصلاً قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس ليلة المزدلفة: اذهب بضعفائنا ونسائنا فليصلوا الصبح بمنى، وليرموا جمرة العقبة قبل أن تصبحهم دفعة الناس، قال الراوى: فكان عطاء يفعلہ بعد ما کبر وضعف. (فتح الباری: ۳/۲۱، إعلاء السنن: ۱۰/۵۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر نساء ثقلۃ صبیحة

جمع، أن یفیسوا مع أول الفجر بسواد، وأن لا یرموا الجمرة إلا مصبحین. (السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الوقت المختار لرمی جمرة العقبة: ۲۹۰/۷، رقم: ۹۶۵۴، عمدة القاری: ۶۹۰/۴، إعلاء السنن: ۱۵۸/۱۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

وخالف فی ذلك الحنفیة: فقالوا: لا یرمی جمرة العقبة إلا بعد طلوع الشمس، فإن رمی قبل طلوع الشمس وبعد طلوع الفجر جز، وإن رماها قبل الفجر أعادها، وبهذا قال أحمد وإسحاق، والجمهور... واحتج الجمهور بحديث ابن عمر رضی اللہ عنہا... أنه كان يقدم ضعفة أهله فيقفون عند المعشر الحرام بالمزدلفة ليل... فمنهم من يقدم منى صلاة الفجر، ومنهم من يقدم بعد ذلك، فإذا قدم رموا الجمرة وكان ابن عمر يقول: أرخص فی أولئك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (صحيح البخاری رقم: ۱۶۷۶، فتح الباری: ۴۲۰/۳، إعلاء السنن: ۱۶۳/۱۰-۱۶۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

قال مالک وأبو حنيفة وأحمد وإسحاق: جائز رميها بعد الفجر قبل طلوع الشمس، وقال مالک: لم يبلغنا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص لأحد برمی قبل أن يطلع الفجر، ولا يجوز رميها قبل الفجر، فإن رماها قبل الفجر أعادها، وكذلك قال أبو حنيفة وأصحابه: لا يجوز رميها، وقال ابن المنذر، السنة أن لا ترمی إلا بعد طلوع الشمس، ولا يجزى المرمى قبل طلوع الفجر، فإن رمی أعاد إذ فاعله مخالف لما سنه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأمته، ومن رماها بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس فلا إعادة عليه، إذ لا أعلم أحداً قال: لا يجزئ. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۶-۷/۲، المكتبة التجارية)

فوقت الجواز أداء طلوع الفجر فلا يصح قبله. (غنية الناسك، باب رمی الجمار: ۱۸۱، إدارة القرآن كراتشي) ولو رمی قبل طلوع فجر يوم النحر لم يصح اتفاقاً. (غنية الناسك: ۶۰۴/۲، ذكرى) ولو رمی قبل طلوع الفجر لم يصح اتفاقاً. (الفتاوى الهندية: ۲۳۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸ھ - ۱۲/۱۲/۲۱ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۵۲/۷)

### حوادث کی وجہ سے اوقات رمی کے سلسلہ میں مسلک غیر پر فتویٰ دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بار پھر سیکڑوں حاجی جمرات کو ننگری مارتے وقت اپنے مسلمان بھائیوں کے پاؤں تلے شہید ہو گئے، شہادت سے قبل مچی بھگدڑ میں وہ ایسے دیگر ساتھیوں کے پاؤں تلے روندے گئے، وہ گرے تو ان کے اوپر سے ہزاروں حاجی ان کو کچلتے اور روندتے نکلے، یہ تکلیف دہ حادثہ اپنی طرح کا پہلا حادثہ نہیں تھا، اس سے پہلے بھی متعدد بار ایسا ہو چکا ہے؛ بلکہ اب تو رفتہ رفتہ یہ تقریباً ہر سال کا معمول بنتا جا رہا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں عام طور پر آپ لوگوں کو حجاج کو دوش دیتے دیکھیں گے کہ ان کی

ناسمجھی، نادانی اور ان کا تربیت یافتہ نہ ہونا، ان حادثات کا اصل سبب ہے، بلاشبہ تمام عازمین حج اعلیٰ درجہ کے سمجھ دار، دانا اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، نہ ہو سکتے ہیں؛ لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ انہیں حجاج کے ہاتھوں دوران حج کسی اور مقام پر بالعموم ایسے حادثے رونما نہیں ہوتے۔ اگر ان تمام حادثات میں دوش صرف حجاج کا ہے تو حج کے دیگر ارکان کی ادائیگی کے وقت ایسی صورت حال کیوں پیدا ہوتی ہے؟ کیا وہ حجاج جو منیٰ میں رمی جمرات کے وقت غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ دیگر مناسک کی ادائے گی کے وقت اعلیٰ درجہ کے تربیت یافتہ ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے ایسا نہیں ہے تو پھر رمی جمرات کے وقت ایسے حادثے کیوں رونما ہوتے ہیں۔

در اصل رمی جمرات کا وقت اور مقام نہایت تنگ ہوتا ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ پچیس لاکھ سے زائد حجاج کرام کو رمی کرنی ہو، رمی کرنے کا مقام بھی متعین ہو اور وقت بھی نہایت محدود، ایسی صورت حال میں اس اثر دحام کا کیا عالم ہوتا ہوگا اور اس اثر دحام میں اگر کوئی حادثہ ہو جائے تو کیا اس کو کنٹرول کرنا آسان بلکہ ممکن ہوگا؟

اب ظاہر ہے کہ نہ یہ ممکن ہے کہ اس اثر دحام اور اس کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے حادثات سے بچنے کے لیے عازمین حج کی تعداد کم کی جائے کہ وہ پہلے ہی سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے نہایت کم ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ رمی جمرات کے مقام کو اتنی وسعت دے دی جائے کہ اثر دحام سے بچایا جاسکے، لہذا بس وقت کی توسیع وہ چیز ہے، جو اس طرح کے حادثات سے بچانے میں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہے، ضرورت ہے کہ علماء (علماء احناف) اس پر غور فرمائیں اور اگر شرعی دلائل کی روشنی میں رمی کے وقت میں توسیع کر کے ان تلف ہونے والی جانوں کو بچانا ممکن ہو تو اپنے فتاویٰ کے ذریعہ ان کو بچائیں، اس طرح کے حادثات کی زد میں آنے والوں کی تعداد بھی تو سیڑیوں تک ہوتی ہے، ڈر ہے کہ کہیں ان کی تعداد بڑھ کر کبھی ہزاروں کی حدود نہ تجاوز کر جائے۔ قبل اس کے کہ (خدا نخواستہ) ایسا ہو، ہمارے اصحاب علم و فتاویٰ کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ یہ مسئلہ ان کی توجہ کا مستحق اور منتظر ہے۔ زیر نظر تحریر کا مقصد بھی اس اہم مسئلہ پر محترم علماء کی خدمت میں چند گزارشات کا پیش کرنا ہے۔

۱۰/۱۰ رمی الحجہ کو پہلی رمی ہوتی ہے اور احناف کے نزدیک اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر اگلے دن کی صبح تک رہتا ہے، جب کہ اس کا مستحب وقت ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے زوال تک رہتا ہے۔

چوں کہ ۱۰/۱۰ رمی الحجہ حاجی کے لیے سب سے زیادہ مشغول دن ہوتا ہے اور اس دن کو کئی مناسک ادا کرنے ہوتے ہیں، رمی کرنی ہوتی ہے، قربانی کرنی ہوتی ہے، حلق (یا تقصیر) کروانا ہوتا ہے، طواف زیارت بھی اسی دن ہوتا ہے اور پھر منیٰ واپسی کرنی ہوتی اور احناف کے نزدیک ان سب کا آغاز حاجی کورمی سے ہی کرنا ہے؛ اس لیے حاجی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ رمی جلد از جلد کرے؛ تاکہ وہ پھر دیگر مناسک ادا کر کے منیٰ جلد واپس آ سکے، ایسی صورت میں صبح کے وقت جمرۃ العقبہ کی رمی سے تمام لوگ جلد فارغ ہونا چاہتے ہیں، نتیجہ وہاں زبردست اثر دحام ہوتا ہے اور کسی طرح

کے حادثات کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ دیگر مسالک میں سے حنابلہ اور شوافع کے یہاں ۱۰ ارزی الحجہ کوری کا وقت نصف رات سے شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں حجاج کے وقت میں گنجائش نکل آتی ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ کثرت اثر دحام کے وقت کی آزمائش سے بچ جائیں اور اس دن کے دیگر ماسک بھی کسی قدر آرام سے ادا کر لیں، اس طرح وان متوقع حادثات سے بچ سکتے ہیں، جن کا خطرہ بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے صبح کے وقت بڑھ جاتا ہے اور خوف رہتا ہے کہ کہیں حجاج کی ایک بڑی تعداد اس طرح کے کسی حادثہ کی زد میں نہ آجائے۔ علماء احناف بالخصوص ان کے اصحاب فتویٰ کے لیے یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مسلک پر عمل کر کے سیڑوں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کو متوقع حادثات سے بچایا جاسکتا ہے، فقہائے احناف نے ماضی میں اس سے بہت کم درجہ کی ”ضرورت“ میں مسلک غیر پر فتویٰ دیا ہے۔ یہاں مسئلہ مسلمانوں کی جان کا ہے، جس کے لیے شریعت نے ”ضرورت“ کے وقت میہ اور خنزیر جیسے محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

مسئلہ مفقود عنہا زوجہ امتدة الطہر کی عدت اور تعلیم قرآن و مسائل کی اجرت جیسے کتنے ہیں کہ اس میں ہمارے متقدمین کی آرا کچھ اور تھیں؛ لیکن تغیر زمانہ کے نتیجے میں وجود میں آئی ”شرعی ضرورت“ نے متاخرین کو مجبور کیا کہ وہ کسی اور مسلک پر فتویٰ دیں اور ذکر کئے گئے تینوں مسائل میں جن شرعی ضرورتوں نے اپنے مسلک سے عدول پر فقہائے احناف کو مجبور کیا تھا، اگر غور کیا جائے تو وہ زیر نظر مسئلہ میں موجود ”ضرورت“ سے کہیں کم تر تھیں، ان میں سے کسی بھی مسئلہ میں ایک فرد واحد کی بھی جان تلف نہیں ہو رہی تھی اور یہاں مسئلہ ہر سال سیڑوں ہزاروں حاجیوں کو متوقع خطرات سے بچانے کا ہے۔

پھر شوافع اور حنابلہ کا یہ مسلک ایسا بے دلیل بھی نہیں کہ اس کی طرف عدول اس وجہ سے مشکل ہو کہ اس رائے کے پیچھے مضبوط دلائل نہیں۔ ان حضرات کے مستدلالت میں سے صرف ایک دلیل کو یہاں ہم ذکر کر رہے ہیں، جس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ رائے اپنے لیے قابل لحاظ دلائل کی بنیاد پر رکھتی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت اسماء بنت ابی بکر کے مولیٰ حضرت عبداللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ ۱۰ ارزی الحجہ کی شب کو چاند کے غائب ہو جانے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر رمی کی اور رمی کے بعد اپنی قیام گاہ واپس آ کر نماز فجر ادا کی۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”ما أَرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَسْنَا“ جس کے جواب میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے اس کی اجازت دی تھی۔ شوافع اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ ”قد غلَسْنَا“ سے مراد طلوع فجر سے پہلے رمی کرنا ہے، ان کے اس قول کی تائید ابوداؤد کی روایت میں اسی موقع کے یہ الفاظ کرتے ہیں: ”إِنَّا رَمِينَا الْجَمْرَةَ بَلِيل“ یہ تو حضرت اسماء کا ذکر ہے، ابوداؤد نے اسی مقام پر ایک اور حدیث ذکر کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی اجازت سے ۱۰ روئیں ذی الحجہ کو طلوع فجر سے پہلے رمی کی تھی، اب رہیں وہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ضعفۃ اہلہ“ کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ طلوع فجر سے پہلے رمی نہ کریں تو یہ حضرات ان احادیث کے سلسلے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ افضل پر عمل کا حکم تھا اور افضل بہر حال بعد میں ہی رمی کرنا ہے۔

یہاں تک جو عرض کیا گیا، وہ ۱۰ روئیں ذی الحجہ کی رمی کے سلسلے میں تھا، اس کے بعد ۱۱، ۱۲ روئیں ذی الحجہ کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا مشہور اور احناف کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے اور دیگر تمام مسالک میں بھی ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت زوال سے ہی شروع ہوتا ہے، اس صورت میں ۱۱ روئیں ذی الحجہ کو تو زیادہ پریشانی نہیں پیش آتی کہ اس دن سوائے رمی کے کوئی اور رکن ادا نہیں کرنا ہوتا؛ لیکن ۱۲ روئیں ذی الحجہ کو چونکہ تقریباً تمام حاجی غروب سے پہلے منیٰ کی حدود سے باہر نکلنا چاہتے ہیں؛ اس لیے اس دن وقت کی قلت مسئلہ بنتی ہے، جس کے نتیجہ میں زبردست اثر دھام ہو جاتا ہے اور پھر یہ اثر دھام نہایت تکلیف دہ حادثات کا بھی سبب بنتا ہے، خیال رہے کہ اس طرح کے حادثات عام طور پر ۱۲ روئیں ذی الحجہ کو ہی ہوتے ہیں۔

علماء احناف کے لیے یہ امر قابل توجہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے ایک غیر مشہور اور غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، جس کے مطابق ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے، ہمارے اہل علم واقف ہیں کہ ”ضرورت و حاجت“ کے وقت ماضی میں فقہا حنفیہ نے متعدد مسائل میں قول مرجوع و غیر مفتی بہ پر فتویٰ دیا ہے، اور جیسا کہ پیچھے کئی بار گزرا، یہاں ”ضرورت“ سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہے، جب کہ جن مسائل میں غیر مفتی بہ قول کو اختیار کر لیا گیا، اہل علم واقف ہیں کہ ان میں سے اکثر مسائل میں ”ضرورت“ اس سے کم درجہ کی ہے۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا، اس کی روشنی میں دو سوال سامنے آتے ہیں:

(۱) کیا ۱۰ روئیں ذی الحجہ کی رمی کے سلسلہ میں شوافع اور حنابلہ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے اس دن کی رمی کا آغاز نصف لیل سے ہونے پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

(۲) کیا خود امام ابوحنیفہؒ کے غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دے کر ۱۱، ۱۲ روئیں ذی الحجہ کی رمی کے وقت کو طلوع فجر سے شروع مانا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ میں رمی کے ابتدا کی وقت کے متعلق حضرت امام شافعی وغیرہم کے دلائل کو بحث میں نہ لاتے ہوئے اصولی طور پر عرض ہے کہ دوسرے امام کے مسلک پر عمل کرنے کے لیے واقعی ضرورت کا پایا جانا شرط ہے اور چونکہ حنفیہ اور جمہور علما کے مسلک میں دس تاریخ کو رمی کا وقت مکمل جو بیس گھنٹہ (دسویں کی صبح صادق سے



گیارہویں کی صبح صادق تک) ہے اور اس میں بھیڑ وغیرہ کے عذر سے وقت مکروہ میں رمی کرنے میں بھی حرج نہیں، نیز سالوں کا مشاہدہ یہ ہے کہ شام تک بھیڑ کافی حد تک چھٹ جاتی ہے اور رات میں تو میدان بالکل خالی نظر آتا ہے؛ اس لیے اس مسئلہ میں عدول عند المذہب کی نہ ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے۔ علاوہ ازیں حنفیہ کے نزدیک وقوف مزدلفہ کا واجب وقت دسویں تاریخ صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ہے۔ اب اگر آج کے دن صبح صادق سے قبل رمی کی اجازت دی جائے گی تو لازماً وقوف مزدلفہ کا واجب ترک ہو جائے گا۔ حالاں کہ اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے، لہذا مسئلہ میں تبدیلی کے بجائے حجاج کو صحیح ترتبی دینے، انہیں شریعت میں پہلے سے موجود وقت کی وسعت سے آگاہ کرنے اور ذمہ دار رفقاء سفر کے ذریعہ ان پر عمل درآمد کرانے کی ضرورت ہے، بالخصوص حجاج کو جلد بازی سے بچنے کی تلقین کی جائے، اس کے بغیر سوال نامہ کی تمہید میں آپ نے جو حجاج کے جانی تحفظ کا مطالبہ پیش کیا ہے، وہ پورا نہ ہو سکے گا۔

قال فی الغنیۃ: أما الرمی فی الیوم الأول. فلا دائمه وقت الجواز من الفجر إلى الفجر ووقت مسنون من طلوع الشمس إلى الزوال، ووقت مباح من الزوال إلى الغروب، ووقت من طلوع الشمس وبعد الغروب، وإن كان بعد لا کراهة فیہما. (غنیۃ الناسک، باب رمی الجمار: ۱۸۱، إدارة القرآن کراتشی) ۱۲، ۱۱/۱ ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کے جواز کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ کا قول انتہائی ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ ہے، حتیٰ کہ بعض علماء نے امام صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت کو بھی غلط فہمی قرار دیا ہے، بایں ہمہ کسی بھی ضعیف قول پر عمل اور فتویٰ کے لیے شرعی ضرورت کا متحقق ہون ضروری ہے اور یہاں کوئی شرعی ضرورت متحقق نہیں ہے؛ اس لیے کہ زوال کے بعد سے اگلے دن کی صبح صادق تک اچھا خاصا لمبا وقت ملتا ہے اور عوام بلکہ بعض خواص میں جو یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ ۱۲ تاریخ کو غروب سے قبل منی سے نکلنا لازم ہے، ورنہ اگلے دن کی رمی واجب ہو جائے گی، یہ مفروضہ حنفی مسلک کی رو سے قطعاً غلط ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ۱۲ تاریخ کی رمی کا وقت تیرہویں کی صبح صادق تک باقی رہتا ہے اور عذر کی وجہ سے اس رات میں بلا کراہت درست ہے؛ اس لیے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا بار بار کا مشاہدہ ہے کہ ۱۲ تاریخ کو غروب کے بعد جمعرات میں بھیڑ بالکل چھٹ ضعیف ترین قول کو بنیاد بنا کر رمی کے وقت کو تبدیل کرنے کے بجائے پہلے ہی سے جو رخصت شریعت میں موجود ہے، اس پر عمل کی ترغیب دینی چاہیے۔

وأما وقت الجواز فی الیوم الثانی والثالث من أيام النحر، فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد، فلا یجوز قبل الزوال فی ظاہر الروایۃ، وعلیہ الجمهور من أصحاب المتون والشروح والفتاویٰ، قال فی الفیض، وهو الصواب، آہ.

وروی الحسن عن أبی حنیفۃ أنه لو أراد أن ینفر فی الیوم الثالث من أيام النحر له أن یرمی قبل الزوال، وإن رمی بعده فهو أفضل، وإنما لا یجوز قبل الزوال ممن لا یرید النفر، آہ. خلاف ظاہر

الروایۃ، وخلاف النص من فعله صلی اللہ علیہ وسلم، وفعل الصحابة بعده، قال فی البدائع: وهذا باب لا يعرف بالقیاس؛ بل بالتوقیف، آہ۔

وقال فی الفتح: لا يجوز فیہما قبل الزوال اتفاقاً لو جوب اتباع المنقول لعدم المعقولیۃ، آہ۔  
(غنیۃ الناسک، باب رمی الجمار: ۱۸۱، إدارة القرآن کراتشی)

وله النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۴۳/۳، بدائع الصنائع: ۳۲۵/۲، انوار مناسک: ۳۸۸-۳۹۲ میں بھی اس مسئلہ کی تفصیل ہے۔) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷ھ/۸/۹۔ الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۶/۷)

منی میں ۲۴ گھنٹہ رمی کے بارے میں چسپاں کئے گئے اشتہارات کا کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حکومت کی طرف سے جگہ جگہ اشتہارات چسپاں کئے گئے ہیں، جن پر لکھا ہے کہ چوبیس گھنٹہ رمی کی جاسکتی ہے۔ مفتی بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس اعلان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے، یہاں پر بھی مجھ ناچیز کی یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہاں کے ذمہ داران کے اعلانات اور احکامات کی پابندی ہم عام حاجیوں پر لازمی اور ضروری کیوں نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

پہلے دن یعنی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں فی الجملہ رمی کا وقت ۲۴ گھنٹہ ہے؛ لیکن ۱۲، ۱۱، ۱۰ تاریخ کو یہ وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے؛ لہذا ان دنوں میں ۲۴ گھنٹہ رمی کرنے کی بات بے دلیل ہے اور جن اعلانات کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، یہ معلمین اپنے طور پر اپنی سہولت کے لیے چھاپتے رہتے ہیں؛ لیکن جب مسئلہ سعودی علماء اور وہاں کے دارالافتاء سے پوچھا جائے تو وہ یہی بتاتے ہیں کہ زوال کے بعد رمی کی جائے گی؛ اس لیے ان اعلانات کو سعودی حکومت کا اعلان سمجھنا صحیح نہیں اور اگر بالفرض یہ اعلان حکومت ہی کی طرف سے ہو، تب بھی حنفیہ کے لیے اس کی پابندی جائز نہیں؛ کیوں کہ ہمارے مسلک کے رائج قول میں ۱۲، ۱۱، ۱۰ ذی الحجہ کو زوال سے پہلے رمی کی اجازت نہیں، اگر کوئی حاجی زوال سے قبل رمی کر لے اور بعد میں وقت کے اندر نہ دہرائے تو اس پر ترک رمی کی وجہ سے دم لازم ہوگا، حجاج کو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ (مستفاد: کتاب المسائل: ۳۴۹/۳، انوار مناسک:

۱۵۴-۱۵۱)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمرۃ یوم النحر ضحی وأما بعد فإذا زالت الشمس. (الصحيح لمسلم، باب بیان وقت استحباب الرمی: ۴۲۰/۱، رقم: ۱۲۹۹، سنن أبی داؤد: ۲۷۱/۱، رقم: ۱۹۷۱، سنن الترمذی: ۱۷۹/۱، رقم: ۸۹۵)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرمی الجمار إذا زالت الشمس. (المصنف لابن أبی شیبۃ: ۴۸۶/۸، رقم: ۱۴۷۹۰)

أما الرمی فی الیوم الأول فلا أدائه وقت الجواز من الفجر إلى الفجر ... وأما وقت الجواز فی الیوم الثانی والثالث من أيام النحر، فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد، فلا يجوز قبل الزوال اتفاقاً لوجوب اتباع المنقول لعدم المعقولية والوقت المستنون فی الیومین من الزوال إلى غروب الشمس ومن الغروب إلى طلوع الفجر ووقت الفجر وقت مکروه، وإذا طلع الفجر فقد فات وقت الأداء عند الإمام، وبقي وقت القضاء إلى آخر أيام التشريق، فلو أخره عن وقت أدائه فعليه القضاء والجزاء. (غنیة الناسک: ۱۸۱-۱۸۲، کراتشی، کذا فی البدائع الصنائع: ۳۲۴/۲، نعمیہ دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴۷۳/۷)

بارہویں کی رمی زوال سے پہلے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بارہویں کی رمی قبل از زوال ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نہیں بارہویں کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں۔

بارہویں کو بعد مغرب طواف زیارت ہو سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: طواف زیارت بارہویں تاریخ کو بعد مغرب ادا ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ادا ہو جائے گا، مگر دم واجب ہوگا، طواف زیارت کا وقت واجب بارہویں تاریخ کے غروب سے شمس سے پہلے تک ہے اور وقت صحت واداء اتمام عمر ہے۔ (غنیۃ، ص: ۹۵) (امداد الاحکام: ۱۶۰/۳)

بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی کرنا اور بدون عذر رمی میں نیابت کا حکم:

سوال: زید رمی جمرات ثلاثہ بارہ تاریخ کی بکر، یا ہندہ، یا چند عورتوں کی طرف سے بحالت صحت وکالتہ کر لی اور رمی قبل زوال ہوئی، آیا یہ رمی صحیح ہوئی، یا نہیں؟ در صورت عدم صحت دم وغیرہ اس پر واجب ہے، یا کیا؟ اگر واجب ہے تو یہاں دے سکتا ہے، یا وہیں کسی سے کرا دیا جائے؟

الجواب

بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی کرنا صحیح نہیں ہے اور رمی میں بدون عذر نیابت بھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے نہ خود

زید کی رمی صحیح ہوئی اور نہ بکروہندہ وغیرہ کی اور سب پر دم واجب ہے؛ اس لیے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری حرم میں ذبح کرائی جاوے یہاں ذبح کرنا کافی نہیں ہے۔

قال فی الغنیۃ: الناسک وأما وقت الجواز فی الیوم الثانی والثالث من أيام النحر فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد فلا يجوز قبل الزوال فی ظاهر الروایة وعلیه الجمهور من أصحاب المتون والشرح والفتاوی قال فی الفیض وهو الصواب. (ص: ۹۷)

وفی (ص: ۱۰۰) السادس أن یرمی بنفسه فلا يجوز النيابة فيه عند القدرة و يجوز عند العذر وفی ص ۱۲۹) ولو ترك رمی الجمار الثلاث فی يوم واحد أو یومین أو فی الأيام كلها فعليه دم واحد لاتحاد الجنس، آه.

وفی (ص: ۱۲۸) وحيث ما أطلق الدم فالمراد الشاة و تجزى فی كل موضع إلا إذا جامع بعد الوقوف بعرفة أو طاف للزيارة جنباً أو حائضاً أو نفساء ففيهما تجب بدنة، الخ.

وفی (ص: ۱۴۰) الثامن من ذبحه فی الحرم فلو ذبح فی غیره لا یجزیه عن الذبح.

کتبه الاحقر عبدالکریم عفی عنه، از خانقاه امدادیہ تھانہ بھون، ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۶۳/۳)

### علالت و کمزوری کی بنا پر رمی میں نائب بنانا:

سوال: زید نے حج کیا؛ لیکن اپنی کبرسنی، جسمانی کمزوری اور شید علالت کی بنا پر خود رمی جمار نہیں کر سکا؛ بلکہ اس کی طرف سے نیابتاً دوسرے شخص نے رمی کیا اور ایسا اس لیے کیا کہ بے پناہ ہجوم کے باعث جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں رمی جمار ادا ہو گیا، یا نہیں؟ اور بصورت دم ادا نیگی کیا دم واجب ہوگا؟

الجواب\_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حج میں رمی جمار واجب ہے۔ درمختار میں لکھا ہے:

(وواجبه) نیف وعشرون (وقوف جمع)... (ورمی الجمار). (۱)

اور جب واجبات حج میں سے اگر کسی واجب کو بغیر کسی عذر کے ترک کر دیا جائے، تب تو دم لازم ہوتا ہے؛ لیکن اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے واجب ترک ہو جائے تو دم لازم نہیں ہوتا۔ شامی میں ہے:

(یستثنی من الاطلاق المارّ فی وجوب الجزاء ما فی الباب، لو ترک شیئاً من الواجبات

بعذر لا شیء علیہ. (رد المحتار: ۲۵۱/۳) (۲)

مذکورہ صورت میں کمزوری اور شدت علالت یہ عذر شرعی موجود ہے، اس عذر کی وجہ سے اگر زید کو جان جانے کا

خطرہ تھا اور وہ خود رمی نہیں کر سکا؛ بلکہ کسی کو نائب بنا کر رمی کروالیا تو اس کا حج درست و صحیح ہو گیا اور اس پر دم بھی لازم نہیں۔ فقہانے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی کو نائب بنا کر رمی کر دیا جائے، دراصل حالیکہ حج کرنے والے کو کوئی عذر ہو تو یہ جائز و درست ہے، چنانچہ مبسوط میں ہے:

”والمريض الذي لا يستطيع رمي الجمار يوضع الحصى في كفه حتى يرمي به؛ لأنه فيما يعجز عنه يستعين بغيره وإن رمى عنه أجزأه بمنزلة المغمى عليه فإن النيابة تجرى في النسك كما في الذبح“. (المبسوط: ۶۹/۴) (۱) فقط والله تعالى اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۳ھ/۵/۵۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۲/۳)

**کمزور عورتوں، یا بیمار کے لیے رمی جمرات کا ترک کرنا، یا وکیل مقرر کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے لیے ازدحام کی وجہ سے رمی جمرات چھوڑنا جائز ہے، یا نہیں؟ نیز بیمار آدمی، یا عورتیں رمی کے لیے وکیل مقرر کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔ (المستفتی: رشید گل، سعودیہ عربیہ، ۱۹/۶/۱۹۸۴ء)

### الجواب

کمزور لوگ اور زنانہ رات کے وقت رمی جمرات کر سکتے ہیں تا طلوع فجر، ان پر نہ دم واجب ہے اور نہ کوئی کراہیت لازم ہوتی ہے۔ (مناسک ملا علی قاری: ۱۸۵) (۲) اور جب عورت کے لیے ازدحام کے خوف کی وجہ سے رمی جمرات کا ترک کرنا جائز ہے اور ان پر دم لازم نہیں ہوتا ہے۔ (کمانی رد المحتار: ۲/۲۱۵) (۳) تو تو وکیل بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور بیمار کے لیے بھی تو وکیل جائز ہے، جبکہ خود رمی پر قدرت نہیں رکھتا ہو۔ (ہندیہ: ۱/۲۳۶) (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳/۲۴۷)

(۱) المبسوط للسرخسی، باب رمی الجمار: ۶۹/۴

(۲) قال الملا علی قاری: ووقت الکراهة مع الجواز من الغروب الى طلوع الفجر الثاني من غده ولو اخره الى الليل كره الا في حق النساء وكذا حكم الضعفاء ولا يلزمه شيء اى من الكفارة لكن يلزمه الاساءة لتركه السنة وان كان بعذر لم يكره اى تأخيرہ ولو اخره اى رمى اليوم الى الغد لزمه الدم والقضاء اى فى ايامه. (ارشاد الساری: ۱۸۵، قبیل فصل فى وقت الرمی فى اليومين)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (قوله كزحمة) عبارة للباب الا اذا كان لعله او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شيء عليه... قلت وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمی فمقتضاه انه لو دفع ليلا ليرمى قبل دفع الناس وزحمتهم لا شيء عليه... فالاولى تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذراً ظاهراً فى حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل على ما اذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال فى السراج الا اذا كانت به علة أو مرض أو ضعف فخاف الزحام فدفع ليلا فلا شيء عليه. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲/۳۹۱، مطلب فى الوقوف بمزدلفة)

(۴) وفى الهنديّة: مريض لا يستطيع الرمی توضع الحصى فى كفه ليرمى به او يرمى عنه غيره بامرہ كذا فى محيط السرخسى فى صفة الرامى. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۳۶، فصل فى المتفرقات)

گوٹھا کس طرح تلبیہ پڑھے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس شخص کو بولنے پر قدرت نہ ہو یا وہ قدرتی طور پر بے زبان اور گوٹھا ہو تو وہ شخص تلبیہ کس طرح پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

گوٹھے کے لیے تلبیہ کے وقت زبان ہلانا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ صرف مستحب ہے۔

والآخرس يلزمه تحريك لسانه، وقيل: لا بل يستحب ومال شارحه إلى الثاني؛ لأن الإصح أنه لا يلزمه التحريك في القراءة للصلاة، فهذا أولى؛ لأن الحج أوسع؛ ولأن القراءة فرض قطعي عليه بخلاف التلبية. (ردالمحتار، كتاب الحج: ۳/۴۰، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ أعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۳/۱۴۳۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۷/۴۳۳)

ذبح حلق کے بعد ہے، یا قبل:

سوال: ذبح بعد حلق کے کرے، یا پیش؟

الجواب \_\_\_\_\_

فی الدر المختار: (ثم بعد الرمي (ذبح إن شاء)... (ثم قصر).

فی رد المختار: أى أو حلق. (۲/۲۹۴) (۱)

اس سے یہ ترتیب معلوم ہوئی اول رمی، پھر ذبح، پھر حلق۔

۷/شعبان ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولی: ۷۰) (امداد الفتاوی: ۲/۱۶۳)

ایام معلومات کی تشریح:

سوال: ”وقد روى ابن أبي شيبة من وجه آخر عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: أن المعلومات يوم النحر وثلاثة أيام بعده ورجح الطحاوى هذا لقوله تعالى: ﴿يشهدوا منافعهم ويذكروا اسم الله في أيام معلومات على ما رزقهم﴾ (سورة الحج: ۲۸) (فتح الباری: ۲/۲۶۶) ابن ابی شیبہ کی مکمل سند مطلوب ہے، پوری سند تحریر فرمادیں؟

امام طحاوی کا بیان طحاوی میں نہیں ملتا، امام طحاوی نے جو چار دن کی قربانی کو قرآن کی آیت سے ترجیح فرمائی ہے، یہ بیان امام طحاوی کی کون سی کتاب میں ہے، اس کتاب کا نام و صفحہ تحریر فرمائیں؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی رمی جمرة العقبة: ۵۱۵/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) فتح الباری لابن حجر، قوله: باب فضل العمل في أيام التشريق: ۴۵۸/۲، دار المعرفة بیروت، انیس

## الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

یہاں مصنف ابن ابی شیبہ کا مکمل نسخہ موجود نہیں، نہ مطبوعہ، نہ قلمی، جس قدر ہے، اس میں یہ روایت موجود نہیں، (۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمۃ اللہ کی کون سی کتاب سے یہ روایت لی، معلوم نہیں ہو سکا، تلاش سے بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اغلب یہ ہے کہ اس میں کسی کو غلط ہوا، وہ اس طرح کہ ”ایام معلومات“ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ بھی ہے: ”یوم النحر وثلاثة أيام بعده“ اس سے ذہن اس طرح چلا گیا کہ یہی ایام ذبح بھی ہیں۔ حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے احکام القرآن: ۳/۲۸۷ میں لکھا ہے:

”فروى عن على وابن عمر رضى الله عنهما: أن المعلومات يوم النحر ويومان بعده، واذبح في أيها شئت. قال ابن عمر رضى الله عنهما: المعلومات أيام النحر، والمعدودات أيام التشريق، وذكر الطحاوى عن شيخه أحمد ابن أبي عمران عن بشر بن وليد والكندى القاضى قال: كتاب أبو العباس الطوسى إلى أبي يوسف يسئله عن أيام المعلومات، فأملى على أبي يوسف جواب كتابه: اختلف أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها، فروى عن على وابن عمر رضى الله تعالى عنهم أنها أيام النحر، وإلى ذلك أذهب؛ لأنه قال: ﴿على ما رزقهم من بهيمة الأنعام﴾ وذلك في أيام النحر، وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما والحسن وإبراهيم رحمهما الله تعالى أن المعلومات أيام العشر، والمعدودات أيام التشريق، روى معمر عن قتادة مثل ذلك. وروى ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما في قوله تعالى: ﴿واذكروا لله في أيام معلومات﴾ يوم النحر وثلاثة أيام بعده. وذكر أبو الحسن الكرخى أن أحمد القارى روى عن محمد عن أبي حنيفة أن المعلومات العشر. وعن محمد أنها أيام النحر الثلاثة: يوم الأضحى ويومان بعده، آه“۔ (۲)

علاوہ ازیں اور بھی بعض امور ایسے ہیں، جن کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے، مگر وہ تصانیف طحاوی میں موجود نہیں؛ بلکہ اس کے برعکس موجود ہے، غالباً کسی دوسرے نے لکھا ہے، اس کے اتباع میں حافظ نے بلا تحقیق کے نقل کر دیا ہے۔

ایام ذبح کی تعداد میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) قد تبعت فلم أجد في مصنف ابن أبي شيبة؛ لكن رواه العلامة ابن حزم في محله فقال: ”روينا من طريق محمد بن المشني، نا عبید اللہ بن موسیٰ، نا ابن أبي ليلى عن الحكم ابن عتيبة عن مقسم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: ”الأيام المعلومات يوم النحر، وثلاثة أيام بعده“۔ (المحلى بالآثار، كتاب الأضاحى، مسألة: ۹۸۲/ اختلاف

العلماء في تحديد وقت الأضحية ونهاية: ۴۱/۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) احکام القرآن، للنجصاص، باب الأيام المعلومات: ۳/۴۵۳، قديمی

ایک قول یہ بھی ہے: ”یوم النحر ثلثة أيام بعده“ اس کے استدلال میں جبیر بن مطعم کی روایت پیش کی جاتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”کل فجاج منی منحر، فی کل أيام التشریق ذبح“۔  
مگر حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو عبد الرحمن بن ابی حسین روایت کرتے ہیں اور بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے:

”لم یلق ابن أبی حسین جبیر ابن مطعم فیکون منقطعاً“۔  
اسی روایت کو سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم سے نقل کیا ہے؛ مگر بیہقی نے لکھا ہے:  
”سلیمان بن موسیٰ لم یدرک جبیر بن مطعم، فیکون منقطعاً“۔  
ابن عدی نے کامل میں دوسری سند سے لیا ہے:

”عن معاویة بن یحیٰ المندفی عن الزہری عن ابن المسیب عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ایام التشریق کلھا ذبح“۔  
مگر نسائی، ابن معین، علی ابن المدینی نے معاویہ بن یحییٰ کی تضعیف کی ہے، حتیٰ کہ ابن ابی حاتم نے ”کتاب العلل“ میں فرمایا ہے: ”قال أبی: هذا حدیث موضوع بهذا الإسناد“۔ یہ سب بحث یعنی: ۱۰/۲۳۳ میں ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وعفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵۱-۳۵۳)

### یوم القر کی تشریح:

سوال: ”إن أعظم الأيام عند اللہ یوم النحر، ثم یوم القر“۔ (مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۳۲) جب کہ قربانی کے تین دن ہیں تو لفظ ”یوم القر“ کا کیا مطلب ہے؟ کیا حاجیوں کے لیے قربانی کے تین دن نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو لفظ ”یوم القر“ کیوں فرمایا؟ اس حدیث سے تو صاف یہ بیان ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے، دوسرا دن آرام کرنے کا ہے۔

(۱) العبارة المذكورة بأسرها: ”ورواه البزار فی مسنده، وقال: ابن أبی حسین لم یلق جبیر بن مطعم فیکون منقطعاً؛ لأنه یرجحہ فإن قلنا: أخرجه أحمد أيضاً والبیہقی عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت قال البیہقی سلیمان بن موسیٰ لم یدرک جبیر بن مطعم، فیکون منقطعاً، فإن قلت: أخرج ابن عدی فی الكامل عن معاویة بن یحیٰ المندفی عن الزہری عن ابن المسیب رضی اللہ عنہ عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ایام التشریق کلھا ذبح“۔ (قلت: معاویة بن یحیٰ ضعفه النسائی وابن معین وعلی ابن المدینی، وقال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل: فإن هذا حدیث موضوع بهذا الأسناد“۔ (البنایة فی شرح الهدایة للعینی، باب الأضحية: ۱/۳۰، ۳۱، رشیدیة)



## الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

”إن أعظم الأيام عند الله يوم النحر، ثم يوم القر“۔ (۱)

اس میں تو حصر نہیں ہے کہ قربانی صرف ایک روز ہی ہو سکتی ہے، اس کے بعد درست نہیں۔ ”یوم القر“ کو یوم القر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ:

قال ابن المنصور الأفریقی فی لسان العرب (۳۹۶/۶): ”ویوم القر اليوم الذی یلی عید النحر؛ لأن الناس یقرون فی منازلهم. وقیل: لأنهم یقرون بمنی عن کراع: أی یسکونون ویقیمون ... وقال أبو عبید: أراد بیوم القر الغد من یوم النحر، وهو حادی عشر ذی الحجة، سُمی یوم القر؛ لأن أهل الموسم یوم الترویة ویوم عرفة ویوم النحر فی تعب من الحج، فإذا کان الغد من یوم النحر قروا بمنی، فسمی یوم القر، آه“۔ (۲)

مجمع البحار (۱۳۱/۲) میں علامہ پٹنی نے لکھا ہے:

”أفضل الأيام یوم النحر، ثم یوم القر وهو حادی عشر ذی الحجة؛ لأنهم یقرون فیہ بمنی: أی یسکونون ویقیمون، آه“۔ (۳)

ایسا ہی تقریباً تاج العروس فی شرح القاموس: ۳۸۷/۳، (۴) شرح مشکوٰۃ: مرقاة: ۲۳۷/۳، لمعات، (۵) طبیبی: ۴۳۴/۳ میں بھی یہی وجہ تسمیہ لکھی ہے۔

(یوم القر) بفتح القاف وتشدید الراء: أی یوم القرار، بخلاف ما قبلہ وما بعده من حیث الانتشار، وقال بعض الشراح: وهو الیوم الأول من أيام التشریق، سُمی بذلك؛ لأن الناس یقرون یومئذ فی منازلهم بمنی، ولا ینفرون عنه بخلاف الیومین الآخرین، آه“۔ (۷)

وجہ تسمیہ سے دور کا بھی اشارہ نہیں ملتا کہ قربانی کا صرف ایک دن ہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الہدی، الفصل الثانی، ص: ۲۳۲، قدیمی

(۲) لسان العرب: ۸۲/۵، دار صادر، بیروت

(۳) مجمع بحار الأنوار: ۲۴۵/۴، مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد الدکن الہند

(۴) وفي الحديث: ”أفضل الأيام عند الله يوم النحر، ثم (يوم القر). وهو الذي يلي يوم النحر؛ لأنهم يقرون فيه بمنى عن كراع. وقال غيره: لأنهم يقرون في منازلهم. وقال أبو عبید: وهو حادی عشر ذی الحجة، سُمی به؛ لأن أهل الموسم یوم الترویة ویوم عرفة ویوم النحر فی تعب من الحج، فإذا کان الغد من یوم النحر قروا بمنی، فسمی یوم

القر“۔ تاج العروس فی جواهر القاموس: ۳۹۴/۱۳، دار إحياء التراث العربی بیروت

(۵) أشعة اللمعات، کتاب المناسک، باب الہدی، الفصل الثانی: ۳۵۶/۲، مکتبہ نوریہ رضویہ کھر

(۶) شرح الطیبی، باب الہدی: ۳۰۶/۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی

(۷) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الہدی: ۵۳۰/۵، رشیدیہ

یوم الترویہ میں مکہ معظمہ سے چل کر منی پہنچے، یوم عرفہ میں منی سے چل کر عرفات گئے، بعد غروب وہاں سے چل کر مزدلفہ آئے، شب میں ٹھہر کر یوم النحر میں منی آئے، وہاں رمی جمرہ عقبہ، اضحیہ، حلق سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ آئے، طواف زیارت اور سعی کر کے جب ہی اسی روز منی پہنچ گئے، یہ تین روز مسلسل چلنا پھرنا ہوا، درمیان میں کوئی دن قرار کا نہیں ملا، اگر کوئی میں قرار پکڑا کہ نہ مکہ مکرمہ جانا ہے، نہ مزدلفہ میں، نہ عرفات میں؛ اس لیے یہ دن یوم القریہ ہے۔ امام طحاویؒ نے حدیث روایت کی ہے:

”بسنده: عن عبد الله بن قُرط رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أحب الأيام إلى الله عز وجل يوم النحر، ثم يوم القري“. فقد تمت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بدنات خمساً أوستاً، فطفق يز دلفن إليه فلما وجبت جنوبها، قال: كلمة خفية لم أفقهها، فقلت للذي كان إلى جنبی: ما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: قال: ”من شاء اقتطع، آه“۔ (مشکل الآثار: ۱۳۲/۲) (۱)

ابوداؤد شریف میں بھی بتغیر بعض الالفاظ مذکور ہے۔ (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قربانی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم القریہ میں فرمائی ہے۔ سیوطیؒ نے اس کو جن الفاظ میں نقل کیا ہے، ان میں زیادہ وضاحت ہے:

”أخرج الطبرانی وأبو نعيم والحاكم وصححه عن عبد الله بن قُرط قال: قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم القري بدنات خمس أوست، فطفق يز دلفن إليه، بأيتهن يبدأ، آه“۔ (۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۳/۱۰-۳۵۶) ☆

- (۱) شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله: ”من انتهب فليس منا“۔ (رقم الحديث: ۱۳۱۹): ۳/۳۶۰، مؤسسة الرسالة بیروت
- (۲) عن عبد الله بن قُرط رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”أن أعظم الأيام عند الله يوم النحر، ثم يوم القري“۔ (وهو اليوم الثاني، قال: وقرب لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بدنات خمس أوست، فطفق يز دلفن إليه بأيتهن يبدأ، فلما وجبت جنوبها، فتكلم بكلمة خفية لم أفهمها فقلت: ما قال؟ قال: ”من شاء اقتطع“۔ (سنن أبي داود، باب الهدى إذا عطب قبل أن يبلغ: ۲۴۵/۱، دار الحديث ملتان)
- (۳) الخصائص الكبرى، باب ما وقع في حجة الوداع من الآيات والمعجزات: ۶۶/۲، المكتبة الحقانية، پشاور

☆ چہل مسائل حج:

مسائل حج سے متعلق مختلف قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پشتوزبان میں حضرت مفتی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ (مسائل حج) بھی ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ہے جس میں حج اور عمرے کے وہ مسائل ذکر کئے گئے ہیں، جو بہت ضروری ہیں اور عوام ان میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں، اس رسالہ سے چند اہم اور ضروری مسائل برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کئے جا رہے ہیں۔ (از مرتب)

مسئلہ: (۱) احرام: حج یا عمرے کی نیت کو کہا جاتا ہے، جس کے بعد تبدیلیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں، یہ غلط ہے چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں۔ (معتبرات فقہ)

==

== مسئلہ: (۲) اضطباع: اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے وقت ساتوں چکر میں دایاں ہاتھ اور کندھا کھلا رکھے۔  
 مسئلہ: (۳) رمل: اس عمل کو کہتے ہیں کہ طواف کے اول تینوں چکر میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلے، لیکن دوڑے نہیں۔  
 مسئلہ: (۴) ہدی: اس دبنے، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کو کہا جاتا ہے، جو منی اور حرم میں ذبح کئے جاتے ہیں اور اس میں قربانی کی شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ: (۵) جنایت: احرام، یا حرم کی بے حرمتی کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۶) جزا اور کفارہ جنایت کی سزا کو کہتے ہیں۔  
 مسئلہ: (۷) دم: دبنے وغیرہ کے ذبح کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۸) صدقہ: مقدار فطرانہ غلہ وغیرہ خیراتی دینے کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۹) زمین حرم: مکہ معظمہ کی زمین اور مکہ معظمہ کی چاروں طرف ایک معلوم زمین کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۱۰) زمین حل: زمین حرم سے باہر میقات تک زمین کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۱۱) میقات: اس مقام کو کہا جاتا ہے، جس سے حج، یا عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ (معتبرات فقہ)  
 مسئلہ: (۱۲) آفاق: میقات سے باہر زمین کو کہا جاتا ہے۔  
 مسئلہ: (۱۳) اگر ایک متمتع عمرہ ادا کرے اور پھر مکہ میں رہ جائے تو یہ متمتع اس عمرہ اور حج کے درمیان میں عمرے کر سکتا ہے اور اس پر دم لازم نہیں ہوتا۔ (ارشاد الساری، منجۃ الخالق وغیرہ)

مسئلہ: (۱۴) رمضان میں عمرہ مستحب ہے اور اس عمرہ کا ثواب حجتہ الوداع کے برابر ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ)  
 مسئلہ: (۱۵) جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی حیثیت سے مناسب اس کے کرایہ، نفقہ اور اس کے اہل و عیال کے نفقہ کے لیے واپسی تک کافی ہو تو اس پر حج فرض ہے۔ (شامی)  
 مسئلہ: (۱۶) جس پر قرض ہو جیسے مہر وغیرہ، اس قرض کی مقدار کے علاوہ اگر سابق مقدار مال اس کے پاس ہو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں ہے۔ (شامی)

مسئلہ: (۱۷) اگر کسی تاجر کا ذریعہ معاش تجارت ہو، اس پر حج اس وقت فرض ہو جاتا ہے کہ کرایہ اور نفقہ کے علاوہ اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہ جاتا ہو کہ اس پر تجارت کا کاروبار چل سکتا ہو۔ (ہندیہ)  
 مسئلہ: (۱۸) جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کے لیے کافی ہو؛ لیکن مدینہ منورہ جانے اور تبرکات وغیرہ کی گنجائش نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔ (قواعد فقہ)

مسئلہ: (۱۹) اگر کسی کے پاس مال ہو؛ لیکن مکان نہ ہو تو اس نے اگر قافلوں کی روانگی سے قبل، یا شوال شروع ہونے سے قبل مکان نہیں خریدا، اس پر حج فرض ہوا۔ (ہندیہ)

مسئلہ: (۲۰) اگر فقیر آدمی تکلیف برداشت کرے اور میقات تک اپنا آپ پہنچا دے اور حج کی نیت کرے، یا فرض حج کی نیت کرے اس کا ذمہ فریضہ حج سے فارغ ہوا، اگر اس کے بعد غنی ہو جائے، اس پر دوبارہ حج فرض نہیں اور اگر یہ فقیر میقات میں نفلی حج کی نیت کرے تو یہ نفل حج ہو اور فرض حج پھر ادا کرے گا۔ (شرح لباب)

== مسئلہ: (۲۱) اگر عورت شوہر، یا محرم کے بغیر سفر حج اختیار کرے، حج ادا ہوا؛ لیکن یہ سفر گناہ کا سفر ہے، اگرچہ بندرگاہ، یا ایئر پورٹ پر محرم یا شوہر کھڑا ہو۔

مسئلہ: (۲۲) محرم ہر اس آدمی کو کہا جاتا ہے، جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو، البتہ اس زمانہ فسق میں رضاعی بھائی، دیوٹ و بے غیرت شوہر اور جوان سال کا داماد کے ساتھ ہر سفر پر جانا جائز نہیں ہے۔ (شامی)

مسئلہ: (۲۳) حاجیوں کے ساتھ جلب کرنا کارثواب ہے، اگر ثواب، یا اکرام، یا امداد کے ارادہ سے ہو اور اگر ریا، فخر، یا حاجیوں کے تقرب حاصل کرنے کے لیے ہو تو کارعذاب ہے، اسی طرح حاجیوں کا استقبال اگر دعا کرانے، یا اکرام یا امداد کے لیے ہو، کارثواب ہے اور اگر دیگر اغراض کے لیے ہو تو رسم قبیح اور کارعذاب ہے۔ (قواعد شرع)

مسئلہ: (۲۴) صلوٰۃ احرام کے وقت کندھوں اور سر کو چھپائے گا۔ (شرح لباب، قواعد فقہ)

مسئلہ: (۲۵) صلوٰۃ احرام کے بعد متصل نیت کرنا، یا تلبیہ پڑھنا نہ فرض ہے نہ شرط ہے، لہذا اگر موسم کے خرابی کی وجہ سے اگر کوئی آدمی صلوٰۃ احرام ایئر پورٹ میں ادا کرے اور نیت و تلبیہ جہاز کی باقاعدہ روانگی کے بعد کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (قواعد فقہ)

مسئلہ: (۲۶) جو لوگ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے پاکستانی حاجی اور عمرہ کا احرام کرے، اس کے لیے اور اسی طرح دیگر محرموں کے لیے طواف سے پہلے اضطباع کرنا خلاف سنت ہے۔ (شرح لباب)

مسئلہ: (۲۷) جب مکہ معظمہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے کہ پہلے سامان وغیرہ مناسب جگہ پہنچا دے اور اس کے بعد طواف یا عمرہ ادا کرے۔ (شرح لباب)

مسئلہ: (۲۸) نیت طواف کرنے کے بعد حجر اسود کی طرف جائے اور منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور پیشانی حجر اسود پر رکھ دے اور تین بار بوسہ لے اور چپ چپ کی آواز نہ آنے پائے۔

مسئلہ: (۲۹) چوں کہ حجر اسود پر خوشبو وغیرہ ہوتی ہے؛ اس لیے محرم کے لیے احتیاط یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے۔ (قواعد فقہ)

مسئلہ: (۳۰) جب رکن یمانی کو پہنچ جائے تو دونوں ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اس پر رکھے گا، نہ اس کا بوسہ لے گا اور نہ اس پر پیشانی رکھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکن یمانی کا بوسہ لینا سنت ہے اور اگر ہاتھ رکھنا مشکل ہو تو اشارہ نہیں کرنا چاہیے، بغیر اشارہ کے چلا جائے۔

مسئلہ: (۳۱) اگر از دحام کی وجہ سے رمل نہ ہو سکتا ہو تو طواف کو مؤخر کرے اور اگر از دحام کم ہونے کی امید نہ ہو طواف شروع کرے اور اول تین چکر کے دوران میں اگر موقع پالے رمل کرے۔ (شامی)

مسئلہ: (۳۲) خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے؛ لیکن طواف کے دوران میں خانہ کعبہ کو نہیں دیکھا جائے گا۔ (غنیۃ، ایضاح نووی)

مسئلہ: (۳۳) اگر طواف کرنے والا نمازیوں کے سامنے چلتا ہے تو جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ: (۳۴) اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں طواف کیا یہ مکروہ ہے؛ لیکن اس پر نہ دم واجب ہے اور نہ صدقہ، خواہ یہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل اور خواہ ٹھوڑی جگہ ناپاک ہو، یا سب کپڑے۔ (شرح لباب)

مسئلہ: (۳۵) صلوٰۃ طواف مسجد حرام، زمین حرم اور زمین حل وغیرہ میں ہر جگہ جائز ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہو، یا میزاب رحمت کے نیچے ہو۔ (شامی)

مسئلہ: (۳۶) اگر کسی نے زیادہ طواف کئے اور آخر میں ہر طواف کے لیے دو دو رکعت نماز ادا کرے تو مذمہ فارغ ہوا، اگرچہ یہ طریقہ مکروہ ہے۔ (شامی، شرح لباب)

### بدرجہ مجبوری خواتین کے لیے بحالت حیض طواف زیارت کا حکم:

سوال (۱) حیض کی وجہ سے عورت طواف زیارت نہیں کر سکی، یہاں تک کہ جہاز کے چلنے کا وقت آگیا اور وہ ابھی تک پاک نہیں ہوئی، دور دراز مسافت اور قلتِ نفقہ وغیرہ کے سبب مکہ مکرمہ میں لوٹ کر آنا ممکن نہیں، یا بہت متعذر ہے اور ظاہر ہے کہ اس رکن کے ترک سے حج نامکمل رہتا ہے، یہاں تک کہ فقہاء حضرات نے لکھا ہے کہ واپس آکر طواف کرنا ہی پڑے گا۔

یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور آج کے حالات سفر میں ملکی قوانین کی رو سے اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے، چوں کہ متعین تاریخ پر جہاز کی روانگی ہے اور اس کے بعد کوئی دوسرا جہاز نہیں مل سکتا۔

نیز ویزا بھی نہیں مل سکتا؛ تاکہ قیام میں ذرا تاخیر ہو اور پھر واپس آنا بھی مشکل ہے، بہت سے لوگوں کو دوبارہ سفر نصیب نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو چند مہینہ یا چند سال کے بعد اتنی دراز مدت کے لیے الگ رہنا طواف رکن ادا نہ کرنے کی وجہ سے دشوار ہے، مسئلہ ہذا کے متعلق چند فقہی عبارات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) ”فی الشامي: نقل بعض المحشين عن مسلك ابن أمير حاج: لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا؟ قالوا: يقال لها: لا يحل لك دخول المسجد، وإن دخلت وطفقت أتممت وصح طوافك، فعليك ذبح بدنة وهذه المسئلة كثير الوقوع يتحير فيها النساء.“ (۱)

(۲) ”في المبسوط السرخسي: وإن كان طاف للزيارة جنباً حتى رجع إلى أهله فإنه يعود

== مسئلہ: (۳۷) آب زمزم سے تبرک چار اندام اور غسل کیا جاسکتا ہے، البتہ اس کے ساتھ استنجا، بے وضو کا وضو کرنا، غسل جنابت اور غلاظت دھونا مکروہ ہے۔ (شرح لباب) چوں کہ مسجد میں وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے آب زمزم کے ساتھ مسجد سے باہر پاک جگہ میں وضو اور غسل کیا جائے گا۔ (بحر، شامی)

مسئلہ: (۳۸) آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ (شامی)

مسئلہ: (۳۹) اگر کسی نے ایک چوتھائی سے کم سرمونڈایا، یا کترا یا یہا حرام سے نہیں نکلا ہے، اگر کیڑے پہن لے، یا خوشبو استعمال کرے، اس پر دم یا صدقہ لازم ہو جاتا ہے۔ (شامی وغیرہ)

مسئلہ: (۴۰) جس نے فرض حج نہیں کیا ہو، اس کے لیے افضل یہ ہے کہ پہلے حج ادا کرے اور حج کے بعد زیارت روضہ مطہرہ کے لیے جائے اور اگر یہ حج نفلی ہو اس کو اختیار ہے کہ پہلے زیارت کے لیے مدینہ منورہ جائے، یا پہلے حج ادا کرے اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ سے ہو، وہ پہلے زیارت روضہ مطہرہ کرے۔ (شرح لباب)

مدینہ منورہ میں حجرہ شریفہ کو بوسہ دینا، ہاتھ رکھنا، لپٹا، سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین بوسی وغیرہ سب ناجائز ہیں۔ (شرح

لباب) (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۴/۲-۲۵۸)

إلى مكة ليطوف طواف الزيارة وإن لم يرجع إلى مكة فعليه بدنة لطواف الزيارة وعلي الحائض مثل ذلك، وليس عليها لترك الصدر شيء، الخ“۔ (۱)

(۳) ”في البحر الرائق: بعد قول الكنز: طاف للركن محدثاً بدنة لوجنباً ويعيد والإعادة هي الأصل مادام بمكة وأما إذا رجع إلى أهله ففي الحدث الأصغر اتفقوا إن بعث الشاة أفضل من الرجوع، واختلفوا في الحدث الأكبر فاختار في الهداية أن العود إلى الإعادة أفضل واختار في المحيط إن بعث الدم أفضل“۔ (۲)

(۴) ”في الهداية: وإن لم يعدد وبعث بدنة أجزأه لما بينا أنه جابر له (أي بعد أن طاف للزيارة جنباً)“۔ (۳)

(۵) ”وفي فتح القدير: لو طاف المرأة للزيارة حائضاً فهو كطواف الجنب سواء، الخ“۔ (۴)

عبارت مرقومہ سے ظاہر ہے کہ جنبی یا حائضہ کا طواف صحیح ہو سکتا ہے، لیکن عدم اعادہ کی صورت میں منجر بالبدنہ ہو جاتا ہے اور اعادہ میں اعادہ کی صورت یہی ہے کہ وہ وطن لوٹ آئے۔

البتہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اثم (گناہ) کا ہونا بھی محقق ہے گو بدنہ سے اس کا انجبار (تلافی) ہو جاتا ہے تو ہمارے مسئلہ میں جب ایسے قوی اعذار موجود و محقق ہیں، کیا پھر بھی وہ عورت گنہ گار ہوگی؟ حاصل یہ ہے کہ ان عبارات کے پیش نظر جو عورت حائضہ ہے اور بوقتِ روانگی جہاز اب تک پاک نہیں ہوئی وہ طوافِ رکن کر کے بدنہ ادا کر سکتی ہے، یا نہیں؟ اور اعذارِ مذکورہ کی بنا پر اثم (گناہ) کا تحقق ہوگا، یا نہیں؟

کیا بحالتِ مجبوری رمی، قربانی اور خلق کے درمیان ترتیب ساقط ہو جائے گی:

(۲) عند الحنفیہ متمتع اور قارن کے لیے یوم نحر میں ترتیب بین الرمی والذبح والخلق ہے؛ یعنی پہلے رمی جمرہ عقبہ، پھر ذبح، پھر خلق کرائے، ترتیب میں تقدیم و تاخیر، یا تبدیل ہو تو دم واجب ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ آج کے احوال کے پیش نظر ترتیب کا باقی رکھنا ایام حج میں مشکل ہے؛ بلکہ نہایت ہی متعذر ہے، الا ماشاء اللہ، متعذر ہونے کی یہ وجوہات ہیں:

(۱) بے حد ازدحام و ہجوم

(۲) مذبح کا قیام گاہ سے بہت دور ہونا یعنی منی میں۔

(۳) گرمی کی شدت، ان تینوں باتوں کے سبب قیام گاہ سے مذبح تک جانا گوممكن ہے مگر بہت دشوار ہے۔

(۱) المبسوط السرخسی: ۴/۱۷

(۲) البحر الرائق، کتاب الحج: ۲۰/۳

(۳) الهدایة، کتاب الحج: ۱۱/۲۷۳

(۴) فتح القدير، کتاب الحج: ۲/۶۲۲

(۴) وکلاء؛ یعنی جو لوگ وکالتہ دوسروں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، اس میں بہت ہی کوتاہیاں کرتے ہیں، کبھی رمی سے پہلے ہی قربانی کردی، یا حلق کے بعد ہی کردی اور بعض غیر مقلد تو یوم نحر سے پہلے ہی قربانی کر بیٹھتے ہیں۔  
(۵) جہالت عامہ کی بنا پر اکثر لوگ ان وکلاء پر اعتماد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ترتیب رمی، حلق ذبح کے درمیان کوئی چیز ہی نہیں، یا ان کو خبر ہی نہیں کہ ترتیب ٹوٹ گئی۔

(۶) ضعیف و بوڑھے کے حق میں تو یہ اعذار ناقابل تردید ہیں۔

(۷) آج کل کوپن سے جو جانور خریدے جاتے ہیں، ان میں بھی زیادہ وثوق نہیں؛ اس لیے کہ یہ حکومت سعودیہ کی طرف سے فروخت کیے جاتے ہیں اور غیر مقلدین کی بنا پر وہ بھی اس ترتیب کا لحاظ نہیں رکھتے، بعض لوگ یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قربانی ہوئی، یا نہیں ہوئی اب وہ حلق کب کرے، اگر کر لیا تو خلیجان اور شبہ ضرور رہے گا۔

(۸) خود مذبح میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ لوگوں کے ہجوم اور جانوروں کی کثرت کی بنا پر طبیعت گھبرا جاتی ہے اور چوٹ لگنے کا بھی اندیشہ ہے، اور اوپر سے تین میل گرمی میں پیدل چلنا پڑتا ہے، اس موقع پر گاڑی ملنا بھی مشکل اور غریب لوگوں کے پاس کرایہ بھی نہیں ہوتا۔

لہذا ان وجوہات کے ماتحت ضرورت سمجھ کر کیا کسی خفی کو حق ہے کہ اس خاص مسئلہ میں شوافع کے مسلک پر عمل کرے کہ ان کی کتابوں سے عدم وجوب ترتیب ظاہر ہے، تو مذہب شوافع پر عمل کرنے سے یہ سہولت ہوگی کہ اب کسی حاجی کو اس ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہ ہوگا اور کسی قسم کا خلیجان یا پریشانی نہیں ہوگی، اگر ضرورت سے قربانی پہلے کی گئی یا حلق پہلے اور قربانی بعد میں کی تو کچھ واجب نہیں ہوگا۔

اس ضروری امر میں حضرات علماء کرام سے رہنمائی مطلوب ہے؟

سراج احمد غفرلہ (جنوبی افریقہ، ۱۰ شعبان ۱۴۰۸ھ)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی طواف زیارت بالکل نہ کرے نہ بحالت طہارت نہ بحالت غیر طہارت بلکہ بالکل ترک کر دے اور وطن کو رجوع کر جائے اور میقات سے باہر تک پہنچ جائے تو جب تک جدید احرام کے ساتھ واپس آ کر طواف زیارت کا ارادہ نہ کرے، احرام حج سے باہر نہ ہوگا اور مدت العمر تک عورت اس پر حلال نہ ہوگی؛ لیکن اگر طواف زیارت کر کے خروج عن المیقات کیا ہے خواہ حالت جنابت میں احرام جدید کے ساتھ واپس آ کر اعادہ تو افضل ضرور ہے؛ لیکن اگر واپس نہ آئے؛ بلکہ دم جنایت (بدنہ) بھیج دے تو بھی کافی ہو جاتا ہے اور انجبار ہو جاتا ہے؛ یعنی واپس آ کر طواف کرنا واجب نہیں رہتا ہے۔ اپنی پیش کردہ عبارت (۴) سے ذرا پہلے پڑھ لیجئے تو اس سے یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور آج کے حالات سفر وغیرہ سے واپسی بسا اوقات دشوار ہو جاتی ہے۔

پھر شامی کی عبارت سے عورت کے گنہگار ہونے کا جو اشکال پیش کیا ہے، اس پر یہ عرض ہے کہ اس عورت کے فتویٰ لے لینے اور اس کا جواب لائحہ عمل دخول المسجد لے جانے کے باوجود مکہ میں رہتے ہوئے فتویٰ کے خلاف کر کے مسجد حرام میں داخل ہو گئی تو یہ معصیت لازم آئے گی کما اشارہ الیہ قول المفتی، وان دخلت وطافت أثمت۔

بہر حال خلاف فتویٰ داخل ہو کر اگرچہ گنہگار ہو گئی تو اس پر اس کا توبہ کرنا لازم ہوگا؛ لیکن اس کا یہ طواف صحیح ہو جائے گا اور انجبار نقصان کے لیے ذبح بدنہ لازم ہو جائے گا اور جب توبہ و ذبح بدنہ کرے گی تو انجبار مکمل ہو کر معصیت بھی ختم ہو جائے گی، ’لأن التائب من الذنب كمن لا ذنب له أو كما قال عليه الصلاة والسلام‘۔ (۱)

یہ حکم ایسا ہے جیسا کہ نماز میں کسی واجب کے سہواً ترک ہو جانے پر ارتکاب معصیت ہو جاتی ہے اور جب سجدہ سہواً کر لے تو اس سے انجبار ہو کر معصیت مرتفع ہو جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا، کیونکہ جس طرح ترک واجب سہواً میں سجدہ سہو منجر ہوتا ہے ایسا ہی یہ ذبح بدنہ بھی منجر ہوتا ہے اور فرق یہ ہوگا کہ نماز میں ترک واجب سہواً میں کوئی مذکر نہیں تھا، اس لیے معصیت نہ ہوگی اور یہاں فتویٰ مفتی مذکر موجود تھا، اس لیے معصیت اور اس پر توبہ کا حکم ہوگا۔

نیز آپ کی پیش کردہ عبارت (۳) سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر حائضہ نے بحالت حیض طواف زیارت کر لیا مکہ میں رہتے ہوئے تو اس پر یہ حکم نہیں تھا کہ توبہ اور اعادہ کرے، یعنی دوبارہ بحالت پاکی طواف کرے؛ لیکن اگر اعادہ نہ کرے اور وطن لوٹ آئے تو اعادہ کے لیے لوٹ کر آنا واجب نہیں رہتا؛ بلکہ صاحب ہدایہ کے نزدیک اگرچہ عورت بلا اعادہ افضل ہے؛ لیکن صاحب محیط کے نزدیک صرف بدنہ (برائے دم جنایت) بھیج دینا افضل ہے، لہذا اگر عود بلا اعادہ کرے گی تو افضلیت ہوگی۔

نیز البحر الرائق کی عبارت اور شامی کے سیاق و سباق سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بحالت حیض طواف کرنے کے بعد اگر مکہ میں رہتے ہوئے پاک ہو کر طواف کرنے کا موقع نہ ملے اور پاکی کے انتظار میں مکہ میں رہنا اختیار میں نہ رہے، مثلاً قافلہ اس کا چل دے گا، یا اس کا جہاز چھوٹ جائے گا، اس مجبوری سے بغیر اعادہ وطن چلی گئی تو حسب نص شرعی ﴿لَا يَكُلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۲) اس کے چلے جانے پر مواخذہ نہ ہوگا۔

تقریب فہم کے لیے چند فقہی عبارات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) ”وأما ترك الواجبات بعذر فلا شيء عليه، ثم مراد هم بالعذر ما يكون من الله تعالى، فلو كان من العباد فليس بعذر (إلى قوله) بخلاف ما إذا منعه خوف الزهامة فإنه من الله تعالى فلا شيء عليه“۔ (۱)

(۲) ”وفي الشامية: إن ترك الواجب بعذر مسقط للدم“۔ (۲۰۶/۲)

(۳) ”وتجوز أي النيابة في الرمي عند العذر“۔ (غنية: ۱۰۰)

(۴) ”ولو طاف المفرد وغيره قبل الرمي والحلق لا شيء عليه ويكره لترك السنة“۔ (شرح مسلک: ۱۵۵)

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ۲۰۶

(۲) سورة البقرة: ۲۸۶

(۳) غنية الناسك في بغية المناسك، ص: ۱۳۸



(۵) ”ولیس أن یبیت بمنی لیالی أيام الرمی، فلو بات بغيرها متعمدا کره ولاشیء علیه“۔ (غنیۃ: ۹۵)

(۶) جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو، یا جمرات تک پیدل، یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہو، یا مرض

بڑھ جانے کا، یا مرض پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے۔ (زبدۃ المناسک ناقلاً عن اللباب: ۱۶۵)

(۷) اگر معذور کا عذر دوسرے سے رمی کرانے کے بعد ایام رمی کے رہتے ہوئے زائل ہو جائے تو بھی دوبارہ

خود رمی کرنا ضروری نہیں رہتا۔ (زبدۃ المناسک: ۱۶۶)

(۸) ذبح میں نیابت کا ثبوت عام اور شائع ہے، جیسا کہ آپ کی پیش کردہ عبارت (۴) سے بھی اخذ ہوتا ہے۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ترتیب بین الرمی والذبح والخلق اگرچہ واجب فی نفسہ ہے، لیکن عذر شرعی کی وجہ سے

اگر چھوٹ جائے، یا ٹوٹ جائے اور اس پر عمل نہ ہو سکے تو اس پر دم جنایت وغیرہ، یا کوئی وزر، یا کفارہ وغیرہ نہ آئے گا؛

بلکہ ادائیگی حج بلا کراہت مکمل ہو جائے گی۔

اور جناب کے ذکر کردہ اعذار مذکورہ میں (۱) کے عذر کا میخ للترک ہونا تو ظاہر ہی ہے اور باقی غیروں میں بھی ایسا شخص جو

ضعیف و بوڑھا ہو، یا اتنی لمبی مسافت تک چلنے کا عادی نہ ہو اور شدید گرمی و دھوپ میں چلنے میں ظن غالب ہو کہ بیمار ہو جائے

گا، یا مرض بڑھ جائے گا، یا چوٹ وغیرہ ناقابل تحمل پیدا ہو جائے گی اور سواری نہ ملے گی تو اس کے حق میں یہ ترتیب واجب نہ

رہے گی؛ بلکہ محض حسب استطاعت انتثال کا حکم رہے گا اور وہ اعذار کی وجہ سے اپنے نائب کے ذریعہ رمی و ذبح دونوں کرا سکے

گا اور نائب کے ذریعہ کرانے کے بعد خود عذر میخ زائل ہو جائے، جب بھی دوبارہ خود عمل کرنا اس پر لازم نہ رہے گا۔

اور ۴، ۵، ۷ میں احتیاط سے کام لینے کا حکم متوجہ ہو جائے گا، مثلاً اپنی جماعت و گروہ سے جو متدین اور محتاط ہو اور

اس امر پر قادر ہو اور اس سے یہ ظن غالب ہو کہ صحیح و کالت و نیابت انجام دے دے گا تو اس سے یہ کام کرایا جائے اور

اس کو ہدایت کر دی جائے کہ قربانی سے فارغ ہو کر جلد سے جلد اطلاع کرے، پھر جب تک اچھی طرح مقررہ وقت

کے ساتھ قربانی ہو جانے کا ظن غالب نہ ہو جائے حلق نہ کرائیں، البتہ طواف و حلق میں نیابت درست نہ ہوگی۔ نیز

طواف زیارت کا ان سب چیزوں کے بعد ہونا واجب نہیں ہے؛ بلکہ صرف سنت ہے، کما فی العبارة الرابعة۔

اس لیے طواف زیارت کا ان چیزوں سے پہلے کر لینا علماء نے صرف مکروہ لکھا ہے اور کوئی دم، یا صدقہ وغیرہ لاگو

ہونا نہیں لکھا ہے، خاص کر ایسی مجبوری کی حالت میں کراہت بھی نہ ہوگی، لہذا ایسی معذوری کی حالت میں اگر باسانی

ہو سکے تو خود طواف کے لیے چلا جائے اور طواف کرے اور پھر قربانی ہو جانے کی اطلاع مل جائے تو حلق کرائے، حلق

کرا لینے کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی اور جب ان تمام مسائل میں بوقت معذوری فقہ حنفی سے بھی مذکورہ

گنجائش نکل آتی ہے تو اب تقلید حضرت امام شافعیؒ کرنے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۱/۹/۱۴۰۸ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۵۰-۵۰)

## یوم النحر کے بعد منیٰ میں قیام کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منیٰ کا رش مطلق عذر ہے، یا مخصوص لوگوں کے لیے ہے؟ نیز عرفات سے مزدلفہ کے راستے میں رش کو منیٰ کے رش پر قیاس کرتے ہوئے منیٰ والا حکم لگانا درست ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بوجہ رش کے مزدلفہ تاخیر سے پہنچے اور قوف نہ کر سکے تو دم لازم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب: بعون الملک الوہاب

یوم النحر کے بعد منیٰ میں تین راتیں گزارنا مسنون ہے، جس کی عدم ادائیگی پر گناہ تو ہوتا ہے، مگر دم لازم نہیں آتا، البتہ قوف مزدلفہ واجب ہے، جس کی ادائیگی نہ ہونے پر دم لازم آتا ہے؛ لیکن اگر بھیڑ، یا کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوگئی، یا ادائیگی نہ ہو سکی تو دم لازم نہیں آئے گا۔

لمافی الطحطاوی علی الدر (۵۰۵/۱): (قوله لكن لو تركه بعذر الخ) لا يخص هذا الواجب بل كل واجب اذا تركه للعذر لاشيء عليه قاله في البحر (قوله كزحمة) ولو للرجال مع بعضهم او كان به ضعف او علة.

وفی الدر المختار (۵۱۱/۲): (ثم وقف) بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى طلوع الشمس ولو مارا كما في عرفة، لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لاشيء عليه.

وفی الشامیة تحته: (قوله: كزحمة) عبارة اللباب الا اذا كان لعله او ضعف، أو يكون امرأة تخاف الزحام فلا شيء عليه آه، لكن قال في البحر ولم يقيد في المحيط خوف الزحام بالمرأة بل اطلقه فشمّل الرجل.

وفی الشامیة (۵۲۰/۲): قوله فيبيت بها للرمي) أي ليالي أيام الرمي هو السنة فلو بات بغيرها كره ولا يلزمه شيء، لباب. (ثم الفتاوى: ۳۱۳/۳-۳۱۴)

## منیٰ میں رات گزارنے کا حکم اور منیٰ سے واپسی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام تشریق میں منیٰ میں رات گزارنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص قصداً، یا جگہ نہ ملنے کی وجہ سے منیٰ کے باہر رات گزارے تو اس کے لیے کیا حکم ہوگا؟ نیز منیٰ سے واپسی کب ہوگی؟

الجواب: بعون الملک الوہاب

ایام تشریق میں گیارہویں اور بارہویں کو منیٰ میں رات گزارنا سنت ہے، اگر کوئی شخص منیٰ کے باہر رات گزارے تو مکروہ ہوگا اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا اور منیٰ سے واپسی بارہ (۱۲) ذی الحجہ کو زوال شمس کے بعد رمی کرنے کے

لیے ہوگی، البتہ اگر تیرہویں تاریخ کی رات کو وہاں (منیٰ) ہی ٹھہرا رہا تو تیرہویں تاریخ کو رمی کرنا لازمی ہو جائے گا۔  
لمافی الہندیۃ (۲۳۲/۱): ویکرہ ان بییت فی غیر منیٰ فی ایام منیٰ، کذا فی شرح الطحطاوی،  
فإن بات فی غیرہا متعمداً فلا شیء علیہ عندنا۔

وفی الشامیۃ (۵۱۹/۲): (ثم أتى منیٰ) بعدما صلی رکعتی الطواف (بییت بہا لرمی ای لیالی  
ایام الرمی وهو السنة فلو بات بغيرها كره ولا يلزمه شیء ۴۔ (نجم الفتاوی: ۳۱۲-۳۱۵)

### حلق کے مسنون طریقے کا بیان، نیز امام صاحب کا واقعہ حلق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حلق کا مسنون طریقہ کیا ہے؟  
دائیں جانب سے، یا بائیں جانب سے؟ بندے نے سنا کہ امام اعظمؒ پر حج کے دوران کسی حجام نے اعتراض کیا کہ آپ  
نے حلق کی بہت سی سنتیں ترک فرمادیں، کیا یہ بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو باحوالہ تحریر فرمادیں۔

الجواب \_\_\_\_\_ بعون الملک الوہاب

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب نور اللہ مرقدہ سے دو روایتیں منقول ہیں: پہلا قول جو مشہور اور مرجوع  
عنہ ہے، یہ ہے کہ حلق میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ حلق (حجام) کی دائیں جانب (جو کہ مخلوق کا بائیں جانب کہلائے  
گا) سے حلق کی ابتدا کریں اور اسی قول کو صاحب النہر الفائق، صاحب ہندیہ، صاحب فتح القدیر اور علامہ عینیؒ وابن حجرؒ  
نے ذکر فرمایا ہے۔

دوسرا قول امام صاحب کا یہ ہے (جس کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اختیار فرمایا تھا اور یہی قول  
عند الحنفیہ مختار، راجح اور سنت کے موافق ہے) کہ مخلوق کی دائیں جانب سے حلق کرنا سنت ہے اور اسی طرح  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول و ثابت ہے اور اسی قول کو صاحب فتح القدیر نے ”وہو الصواب“ فرمایا ہے۔  
نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناسک میں اور مولانا محمد حسن شاہ المہاجر المکیؒ نے غنیۃ الناسک میں امام صاحب کا  
مذکورہ قول کی طرف رجوع ثابت کیا ہے۔

اور یہ بات درست ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فعل پر کسی حجام نے ایام حج میں حلق کے دوران اعتراض کیا  
تھا، حاشیہ کنز الدقائق کے حوالہ سے تحریر کیا جاتا ہے:

عن وکیع قال: قال لی أبو حنیفۃ: اخطأت فی ستۃ من أبواب من المناسک علمنیہا حجام  
وذلك إننی حین أردت أن احلق رأسی قفت علی حجام فقلت له بکم تحلق رأسی؟ فقال لی  
عراقی: أنت، فقلت: نعم، قال لی: النسک لا یشارط علیہ اجلس فجلست منحرفاً عن القبلة،  
فقال لی: حول وجهک إلى القبلة فحولته وأردت أن يحلق رأسی من الجانب الأیسر؟ فقال لی:  
ادر الشق الأيمن من رأسک فادرته وجعل يحلق وأنا ساکت، فقال لی: کبر، فجعلت أكبر

حتیٰ قمت اذهب، فقال لی: ائین ترید؟ فقلت: رحلی، فقال: ادفن شعرک، ثم صل رکعتین، ثم امض، فقلت له: من ائین لک ما أمرتني؟ فقال: رأیت عطاء بن أبی رباح یفعل هذا۔ (حاشیہ کنز الدقائق، ص: ۹۷، ف: ۳، تحت قوله: ثم اخلق)

(حضرت امام وکیع فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے مناسک حج میں چھ چیزوں میں غلطی کی جو بعد میں مجھے ایک حجام نے سکھائی اور وہ یہ کہ میں نے جب حلق کرنے کا ارادہ کیا تو میں ایک حجام کے پاس گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کتنے روپے میں حلق کرو گے تو اس نے کہا کہ کیا آپ عراق سے تشریف لائے ہیں، میں نے کہا: جی ہاں! تو کہا کہ حج میں شرط نہیں لگائی جاتی، پس بیٹھ جاؤ تو پھر میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھا تو اس نے کہا کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھو، پس میں قبلہ کی طرف پھرا اور میں نے اپنے سر کی بائیں جانب سے حلق کروانے کا ارادہ کیا تو کہا کہ دائیں جانب آگے کرو، پس میں نے اسی طرح کیا اور خاموش بیٹھا رہا تو اس نے کہا کہ تکبیر پڑھتے رہو، پس میں تکبیر پڑھتا رہا، یہاں تک کہ (جب فارغ ہوا) تو میں جانے لگا تو کہنے لگا کہ کہاں جا رہے ہو میں نے کہا کہ اپنی قیام گاہ کی طرف، پس انہوں نے کہا کہ اپنے بالوں کو دفن کرتے جاؤ اور پھر دو رکعت نماز پڑھنا، پھر اس کے بعد جانا، پس میں نے کہا کہ آپ نے مجھے جو کہا ہے، یہ کہاں سے سیکھا ہے تو اس حجام نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔)

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ امام صاحب کا مذہب پہلے بائیں جانب سے حلق کرنے کا تھا اور بعد میں امام صاحبؒ نے دائیں جانب حلق کرنے کی طرف رجوع فرمایا تھا اور یہی حلق کا مسنون طریقہ ہے اور احناف (کثر اللہ سوادہم) کا مختار اور مفتی بہ قول بھی یہی ہے۔

واضح رہے کہ اگر حالق (حجام) مخلوق کے پیچھے کھڑے ہو کر حلق کرے تو اس طرح حالق اور مخلوق دونوں دائیں جانب سے ابتدا کرنے والے شمار ہوں گے، اس طرح کرنے سے دونوں قولوں پر عمل ہو جائے گا اور یہی توجیہ ملا علی قاریؒ نے بھی ذکر فرمائی ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب دونوں (حالق و مخلوق) قبلہ رو ہو کر حلق کی ابتداء کرے، البتہ اگر مخلوق قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور حالق کسی عذر کی بنا پر قبلہ رو ہو کر حلق نہ کر سکتا ہو تو قول مختار و راجح پر عمل کیا جائے گا اور شاید امام صاحبؒ کے متردد ہونے کی وجہ بھی یہی صورت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تیا من (دائیں جانب سے ابتدا) مروی ہے، وہ فاعل (حالق) کے اعتبار سے ہے، یا مفعول (مخلوق) کے اعتبار سے ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ واقعہ سے امام صاحب (جعل الجمرۃ مثواہ) کی قدر و منزلت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سامنے آیا تو اس کے لئے جھک گئے اور اسی پر عمل کرنے والے بن گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف فرمایا۔ (فما حسن ذوقہ وتسليمه الصواب)

الحالق لا المحلوق إلا أن فی الصحیحین یفید العکس وذلك أنه صلى الله عليه وسلم قال للحلاق: خذوا وأشار إلى الجانب الأيمن ثم الأيسر ثم جعل يعطيه الناس، قال فی الفتح: وهو الصواب وإن كان خلاف المذهب، انتهى، أقول: ويوافقه ما فی الملتقط عن الامام حلقت رأسی بمكة فخطأنى الحلاق فی ثلاثة أشياء: لما أن جلست قال: استقبل القبلة وناولته الجانب الأيسر فقال: ابدأ بالأيمن فلما اردت ان اذهب، قال: ادفن شعرك فرجعت ودفنته، انتهى.

وفی مناسک ملا علی القاری (ص: ۲۲۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية): فإذا فرغ من الذبح حلق رأسه ويستقبل القبلة للحلق، ويبدأ بالجانب الأيمن من رأس المحلوق هو المختار كما فی منسک ابن العجمی والبحر، وقال فی النخبة: وهو الصحيح وقد روى رجوع الإمام عما نقل عنه الأصحاب، لأنه قال: اخطأت فی الحج فی موضع كذا وكذا فذكر منه البداءة بيمين الحالق فصح تصحيح قوله الأخير، وان دفع ما هو المشهور عنه عند المشائخ أن المعتبر فی البداءة يمين الحالق فيبدأ بشقه الأيسر من المحلوق.

ولو وقف الحالق من وراء المحلوق حال كونهما مستقبلين لاجتماع الابتداء بيمين الحالق والمحلوق، وارتفع الخلاف ويبقى الحال على الوجه الاكمل، نعم إذا تعذر هذا الجمع فلا بد من الترجيح، ولعل هذا هو سبب تردد الامام مع اطلاعه على ما ورد عنه عليه السلام حيث نظر إلى أن التيامن هل هو معتبر بالنية إلى الفاعل، أو المفعول والمتبادر هو الأول، فتأمل.

... قلت: لعله لما كان متردداً فی القضية وفي القول بالارجحية ورأى فعل الحجام على وجه النظام الموروث من زمنه عليه السلام انقاده فی ذلك المقام واعترف عنه بخطأ فيما وقع له من خلافه فی المرام.

وفی غنية الناسک فی بغية المناسک (ص: ۱۷۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية): ويستقبل القبلة للحلق ويبدأ بالجانب الأيمن من رأس المحلوق وهذا هو الصواب: وقد صح رجوع الإمام إليه فاندفع ما هو المشهور عنه عند المشائخ انه يعتبر فی سنة الحلق البداءة بيمين الحالق لا المحلوق ويبدأ بشقه الأيسر وفي الملتقط عن الامام حلقت رأسی فخطأنى الحلاق فی ثلاثة أشياء، الخ. (نجم الفتاوى: ۳۱۸/۳-۳۲۰)

## حج میں قربانی کے مسائل

حج قرآن اور تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج قرآن، تمتع اور حج افراد میں سے کون حج میں حاجی پر قربانی واجب ہوتی ہے؟ اور یہ قربانی کس وجہ سے واجب ہوتی ہے؟ آیا یہ قربانی ہے، یا بطور شکرانہ کس چیز کا ہے۔ نیز اگر کوئی حاجی قرآن یا تمتع کرنے والا قربانی کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ حج کی قسموں میں سے صرف حج قرآن اور حج تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہوتی ہے اور یہ شکرانہ اس بات پر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کی دونوں عبادتوں کو انجام دینے کی توفیق دی ہے اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں۔

عن أنس بن مالک رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمى جمرَةَ العقبة ثم انصرف إلى البدن فنحروها، إلخ. (الصحيح لمسلم: ٤٢١/١، رقم: ١٣٠٥، سنن أبي داود: ٢٧٢/١، رقم: ١٩٨١)

أخرج البخارى حديثاً طويلاً عن ابن عباس طرفه فإذا فرغنا من المناسك جئنا فطفنا بالبيت وبالصفاء والمروة فقد تم حجنا وعلينا الهدى كما قال الله عز وجل فما استيسر من الهدى الآية. (صحيح البخارى: ٢١٣/١، رقم: ١٥٧٢)

وعلى المتمتع دم إذا وجد ذلك، قال تعالى: (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) (سورة البقرة: ١٩٦) لأن وجوبه على المتمتع لأجل شكر النعمة حيث وفق لأداء النسكين والقارن يشار كه فيها. (تبيين الحقائق: ٣٣٥/٢، زكريا)

ويجب الدم على المتمتع شكراً لما أنعم الله تعالى عليه بتيسير الجمع بين العبادتين. (الفتاوى الهندية، كتاب الحج: ٢٣٩/١، زكريا)

والذبح له أفضل ويجب على القارن والمتمتع. (رد المحتار، كتاب الحج: ٥٣٤/٢، زكريا)

البتہ جو قارن اور متمتع قربانی استطاعت نہ رکھے؛ یعنی اس کے پاس سفر کے اخراجات کے علاوہ اتنا مال نہ ہو کہ وہ

قربانی کا جانور خرید سکے تو اس کے لیے شریعت نے یہ رخصت دی ہے کہ وہ قربانی کے بجائے دس روزے رکھے، جن میں سے کم از کم تین روزے یوم النحر سے پہلے پہلے رکھنے ضروری ہیں اور باقیہ روزے اس کے بعد رکھ سکتا ہے، پس اگر شخص نے یوم النحر سے قبل تین روزے نہ رکھ سکے تو اب اس کے لیے قربانی کے علاوہ کوئی متبادل نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِذَا آمَنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعِمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ، تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ، ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (البقرة: ۱۹۶) وإن كان معسراً لا يجد ثمن الهدى فإنه يصوم ثلاثة أيام في الحج... ثم يصوم سبعة أيام بعد ما مضت أيام التشريق عندنا. (الفتاوى الهندية: ۲۳۹/۱، زكريا)

فإن لم يصم إلى يوم النحر تعين الدم إن لم يصم الثلاثة في الحج وجب عليه الدم ولا يجوز أن يصوم الثلاثة والسبعة بعدها. (الفتاوى الهندية: ۲۳۹/۱، زكريا)  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۶/۷)

### کیا متمتع، یا قارن پر مالی قربانی بھی واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا متمتع، یا قارن حاجی پر متمتع اور قارن کی قربانی (دم شکر) کے ساتھ ساتھ مالی قربانی، جو عید الاضحیٰ میں صاحب حیثیت صاحب نصاب شخص پر واجب ہوتی ہے، بھی واجب ہوگی، یا نہیں؟ اگر حاجی کے پاس کرایہ اور حج کے دیگر اخراجات کاٹ کر اتنی رقم بچ جائے کہ اس سے وہ بآسانی عید الاضحیٰ والی مالی قربانی کر سکتا ہے، پھر وہ قربانی نہ کر سکا اور ایام نحر گزر گئے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز مالی قربانی کا بھی حدود حرم ہی میں کرنا ضروری ہے، یا حاجی کے گھر والے بھی اس کے وطن میں کر سکتے ہیں؟ اور حاجی ان سے کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو شخص ایام حج میں مقیم ہو اور صاحب حیثیت بھی ہو، اس پر حج کی قربانی (بشرطیکہ متمتع، یا قارن کیا ہو) کے ساتھ ساتھ مالی قربانی کرنا بھی واجب ہے اور یہ مالی قربانی وہ اپنے وطن میں بھی کر سکتا ہے، حدود حرم میں کرنا لازم نہیں، پھر اگر اس نے مالی قربانی چھوڑ دی ہے تو قربانی کا وقت گزرنے کے بعد اس پر ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنی لازم ہے۔

عن أنس بن مالک رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمى جمرة العقبة ثم انصرف إلى البدن فنحرها، إلخ. (الصحيح لمسلم: ۴۲۱/۱، رقم: ۱۳۰۵، سنن أبي داود: ۲۷۲/۱، رقم: ۱۹۸۱)  
أخرج عبد الرزاق عن إبراهيم قال: رخص للحاج والمسافر في أن لا يضحي وقال أيضاً كانوا إذا شهدوا ضحوا وإذا سافروا لم يضحوا. (مصنف عبد الرزاق: ۴/۳۸۲-۴۴۴ (۸۱)

وأنها تجرى فيها النيابة فيجوز للإنسان أن يضحي بنفسه أو بغيره، لأنها قرينة تتعلق بالمال فتجرب فيها النيابة. (الفتاوى الهندية: ۲۹۴/۵)

فلا تجب على حاج مسافر، فأما أهل مكة فتلزمهم وإن حجوا. (رد المحتار: ۴۵۷/۹، زكريا)  
وأما الأضحية، فإن كان مسافراً فلا تجب عليه وإلا فكا لما لكي فتجب عليه. (غنية،  
قديم: ۹۲، قديم، شامی: ۵۳۴/۳، زكريا) تكملة: البحر الرائق: ۱۷۳/۸

ولولم يضح حتى مضت أيام النحر فقد فاتته الذبح إن كان من لم يضح غنيا ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى أو لم يشتر كذا في العتابية. (الفتاوى الهندية: ۲۹۶/۵)  
ولوتركت التضحية ومضت أيامها حية نادر وتصدق بقيمتها غنى، شرها أولاً. (الدر المختار،  
الأضحية: ۶۳/۹، بدائع الصنائع: ۲۰۲/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۳/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۸/۷)

دم شکر صرف قارن، یا متمتع پر واجب ہے، مفرد پر نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قربانی صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے، یا مفرد پر بھی؟ اگر مفرد قربانی کرے تو جائز ہوگی، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: رشید گل سعودی عرب، ۱۹/۶/۱۹۸۴ء)

### الجواب

قربانی (دم شکر) صرف قارن یا متمتع پر واجب ہوتی ہے نہ کہ مفرد پر، کما فی الهدایة ورد المحتار والہندیة وغیرہا۔ (۱) اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر مفرد اس قربانی میں کمزوریوں کے ازالہ کی نیت کرے تو جائز ہے، بخلاف القارن والمتمتع۔ (۲) اور اگر متمتع یا قارن قربانی کو رمی پر مقدم کرے تو اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہے، خلافاً لمن سواہ۔ (ہدایہ، رد المحتار، ہندیہ وغیرہا) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۰/۳)

(۱) قال العلامة المرغینانی: وإذا رمى الجمرۃ يوم النحر ذبح شاة أو بقرة أو بدنة أو سبع بدنة فهذا دم القران لانه في معنى المتعة والهدى منصوص عليه فيها. (الهداية: ۲۴۰/۱، باب القران)  
قال العلامة ابن عابدين: وذبح للقران وهو دم شكر اى لما وفقه الله تعالى للجمع بين النسكين في اشهر الحج يسفر واحد. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۰۹/۲، باب القران)

وفي الهندية: اذا رمى جمرۃ العقبة يوم النحر يذبح دم القران وهذا الدم نسك من المناسك. (الفتاوى الهندية: ۲۳۸/۱، الباب السابع في القران والتمتع)

(۲) وفي الهندية: ثم يرجع الى منى فان كان معه نسك ذبحه وان لم يكن فلا يضره لانه مفرد بالحج ولو كان قارنا او متمتعاً فلا بدله من الذبح. (الفتاوى الهندية: ۲۳۱/۱، باب في كيفية اداء الحج)

(۳) قال العلامة المرغینانی: ومن آخر الحلق حتى مضت ايام النحر دم عند أبي حنيفة وكذا إذا أخر = =



## قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی وہاں قربانی نہ کرے اور دس روزے متواتر رکھے کیا اس پر دم واجب ہے؟ بینوا تو جروا

(المستفتی: حاجی عبدالجبار، پشاور شہر، ۱۲ صفر ۱۳۹۵ھ)

### الجواب

جو حاجی متمتع، یا قارن ہو، اس پر قربانی لازم ہے اور عدم قدرت کی صورت میں دس روزے رکھنا کافی ہے؛ لیکن باوجود قدرت کے روزے رکھنا کافی نہیں، قربانی (ہدیہ) ذبح کرنا ضروری ہے۔ (ماخوذ از رد المحتار: ۵: ۳۶) (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۲/۴)

## متمتع پر علاوہ دم شکر کے قربانی کا وجوب:

سوال: متمتع پر جو واسطے شکر نعمت کے ذبح لازم ہے، بغیر اس کے مسافر غنی پر اضحیٰ کی قربانی لازم ہے، یا نہ؟

### الجواب

فی الدر المختار: حتی حر مسلم مقيم بمصر أو قرية أو بادية عين فلا تجب على حاج مسافر فاما أهل مكة فلزم مهم وان حجوا، الخ. فی رد المختار: ذلك لانهم مقيمون. (۳۰۸/۵) (۲)  
اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص شرعاً اگر مقيم ہو گیا ہے تو بشرط غنا اس پر قربانی اضحیٰ کی مستقبل واجب ہے اور شرعاً مسافر قاصر الصلوة ہے تو واجب نہیں۔

(تمہ اولی، ص: ۱۳۵) (امداد الفتاوی: ۱۶۶/۲)

== طواف الزيارة وقال: لا شيء عليه في الوجهين، وكذا الخلاف في تأخير الرمي وفي تقديم نسك على نسك كالحلق قبل الرمي ونحو القارن قبل الرمي. (الهداية: ۲۸۷/۱، باب الجنایات)

قال العلامة الحصكفي: أو قدم نسكا على آخر فيجب في يوم النحر أربعة أشياء الرمي ثم الذبح لغير المفرد ثم الحلق ثم الطواف لكن لا شيء على من طاف قبل الرمي والحلق، قال ابن عابدين: قوله فيجب الخ لما كان قوله أو قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب مع بيان ما يجب ترتيبه وما لا يجب فافهم. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۱/۲، باب الجنایات)

(۱) قال العلامة الحصكفي: وذبح للقران وهو دم شكر... وان عجز صام ثلاثة ايام... آخرها يوم عرفة... وسبعة بعد تمام ايام حجه فرضا أو واجبا وهو بمعنى أيام التشريق. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲۰۹/۲، باب القران)

وذكر في الأصل: وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج وأراد بالحاج المسافر فأما أهل مكة فتجب عليهم الاضحية وإن حجوا، لما روى نافع عن ابن سيدنا عمر رضى الله عنهما أنه كان يخلف لمن لم يحج من أهله ائمان الضحايا ليحضوا عنه تطوعا ويحتمل أنه ليضحوا عن أنفسهم لا عنه فلا يثبت الوجوب مع الاحتمال. (بدائع الصنائع، فصل في شرائط وجوب في الاضحية: ۶۲/۵، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

## حج کے بعد دم شکر یہ کا حکم:

سوال: حج کے بعد دم شکر یہ کیسا ہے اور اغنیاء اور مساکین پر کیا شکر یہ کا حکم حکم رکھتا ہے؟

الجواب

دم شکر قرآن و تمتع پر واجب ہے اور مفرد کے لیے مستحب۔ (کذا فی الد المختار) اور اس دم سے کھانا فقیر و غنی اور خود مہدی کو جائز ہے۔

فی الدر المختار: (وبجوز أكله... من هدى التطوع) إذا بلغ الحرم (والمتعة والقرآن فقط). (۱)  
(تمہ اولی) (امداد الفتاوی: ۱۶۶/۲)

## میاں بیوی دونوں کا حج تمتع میں صرف ایک قربانی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور اس کی اہلیہ دونوں نے حج تمتع کا باندھا تھا؛ لیکن جس طرح گھر پر رہتے ہوئے ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر صرف گھر کے ذمہ دار کی طرف سے صرف ایک قربانی کرتے تھے وہی طریقہ دوران حج بھی اختیار کیا کہ دونوں نے صرف ایک قربانی مقام منی میں کی، حج کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا حج ناقص رہا اور آپ پر دم لازم ہوا، اب چوں کہ حج کے ایام بھی گزر چکے ہیں اور گھر واپسی ہو چکی ہے، اب کیا کریں؟ اگر دم لازم ہے تو اس کی مقدار کیا ہے اور کن ایام میں ادا کیا جائے؟ اور کیا حدود حرم میں پہنچ کر ہی ادا کرنا ضروری ہے؟ نیز ایک حاجی پر اگر کئی بار ایک سے زیادہ سہو ہو جائے اور دم لازم آجائے تو کیا ہر سہو پر الگ الگ دم ادا کرنا ہوگا، یا سب کی طرف سے ایک دم کی ادائیگی کافی سمجھی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر آپ نے یہ سمجھ کر قربانی کی ہے کہ جیسے اور حجاج قربانی کر رہے ہیں، میں بھی اسی طرح کر رہا ہوں تو یہ قربانی حج تمتع کی طرف سے مانی جاسکتی ہے؟ لیکن اگر حج کی قربانی کا کوئی خیال ہی نہ تھا؟ بلکہ صرف مالی قربانی ہی کا قصد تھا، جیسا کہ سوال کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے تو صورت مسئلہ میں آپ پر اور آپ کی اہلیہ پر دم تمتع کے ساتھ دو دم جنایت بھی لازم ہیں اور یہ سب دم حدود حرم میں ہی ذبح کرنے ضروری ہیں، گویا ہر ایک پر تین دم لازم ہوں گے: (۱) دم تمتع، (۲) دم تمتع کو ۱۲ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کا دم جنایت، (۳) قربانی سے پہلے حلق، یہ قصر کی جنایت کا دم اور چوں کہ احرام سے نکلنے کی نیت سے حلق کرایا ہے؛ اس لیے مزید کسی جنایت پر دم اور چوں کہ احرام سے نکلنے کی نیت سے حلق کرایا ہے؛ اس لیے مزید کسی جنایت پر دم نہ ہوگا۔ (مستفاد: انوار مناسک ۵۰۷)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ﴾ (سورة البقرة: ۱۹۶)  
 عن إبراهيم عن علقمة: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ﴾ فإن عجل فحلق قبل أن يبلغ  
 محله فعليه فدية من صيام أو صدقة أو نسك، قال إبراهيم فذكرته لسعيد بن جبیر: فقال: هذا قول ابن  
 عباس وعقد بيده ثلاثين وروى عن إبراهيم النخعي مثل ذلك. (تفسير ابن حاتم: ۳۳۷/۱، الشاملة)  
 أما قوله تعالى: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا﴾ إلخ، ففيه مسائل: المسئلة الأولى: في الآية حذف: لأن الرجل  
 لا يتحلل ببلوغ الهدى محله بل لا يحصل التحلل إلا بالنحر فتقدير الآية: حتى يبلغ الهدى محله  
 وينحرف إذا نحر فاحلقوا. (تفسير الرازي: ۳۰۵/۵، الشاملة)

عن مولى لابن عباس قال: تمتعت أن أنحر، وأخرجت هدي حتى مضت الأيام، فسألت ابن  
 عباس؟ فقال: اهد هديا لهديك، وهديا لما أخرت. (المصنف لابن أبي شيبة ۴/۸۷۰، رقم: ۱۵۷۰۹)  
 أخرج البخاري حديثاً طويلاً عن ابن عباس طرفه... فإذا فرغنا من المناسك جئنا فطفنا  
 بالبيت وبالصفاء والمروة فقد تم حجنا وعلينا الهدى كما قال الله عز وجل ﴿فما استيسر من  
 الهدى﴾ الآية. (صحيح البخاري: ۲۱۳/۱، رقم: ۱۵۷۲)  
 وعلى المتمتع دم إذا وجد ذلك، قال تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مَنِ  
 الْهَدْيِ﴾ (سورة البقرة: ۱۹۶)

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أدناه شاة وإنه دم شكر. (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۶۲۶)  
 إذا حلق القارن قبل الذبح وأخرا راقدة الدم عن أيام النحر ينبغي أن يجب عليه ثلاثة دماء دم  
 بحلقة قبل الذبح ودم لتأخير الذبح عن أيام النحر ودم القران والتمتع ولو حلق قبل الرمي  
 والباقي بحالها وجب دم رابع قبل الرمي. (غنية الناسك: ۲۸۰، إدارة القرآن كراتشي)  
 فعليه دم وكذلك القارن والمتمتع إذا أخر الذبح حتى مضت أيام النحر. (الفتاوى  
 التاتارخانية: ۳/۵۸۶، ذكر ياد يوبند)

ولا يجوز ذبح هدى التطوع والمتعة والقران إلا في يوم النحر... أما دم دم المتعة والقران  
 فلقوله تعالى: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ ويجوز ذبح بقية الهدايا في أى وقت شاء ولا  
 يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم لقوله تعالى: ﴿بِالْغَا كَعْبَةِ﴾ ولأن الهدى اسم لما يهدى إلى مكان  
 ومكانه الحرم قال النبي صلى الله عليه وسلم: منى كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر. (الهداية،  
 باب الهدى: ۳۸۴/۲-۳۸۵، مكتبة البشري كراتشي)

والحديث أخرجه الإمام أبو داود في سننه. (سنن أبي داود، باب الصلاة بجمع، رقم: ۱۹۳۷، سنن ابن  
 ماجه، رقم: ۳۰۴۸) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۱۰/۱۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۹/۷)

حلق کرانے اور وطن واپس لوٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمتع کی قربانی نہیں ہو سکی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم قربانی کے پیسے مکہ میں رہنے والے ایک عزیز کو دے دیئے تھے، اس نے دس تاریخ کو قربانی کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، سفر حج سے واپسی پر معتبر ذرا لگ سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے قربانی نہیں کی وہ ہر سال حاجیوں سے ایسے ہی قربانی کے نام سے پیسے لے لیتا ہے، حاجی یہ سوچ کر کہ ہمارے علاقہ کا رہنے والا ہے، ہماری خیر خواہی میں ہمارا یہ تعاون کر رہا ہے، پیسہ دے کر مطمئن ہو جاتا ہے، پھر وہ شخص کسی بھی حاجی کے ذریعہ وہ سب پیسہ اپنے گھر بچوں کو بھیج دیتا ہے، اب واپسی پر یہ تحقیق ہوئی، آئندہ کے لیے ایک دوسرے کو ہتھکانا بھی شروع کر دیا ہے کہ فلاں شخص کو کوئی قربانی کے پیسے نہ دے، مگر جن حاجیوں کی قربانی نہیں ہوئی وہ کیا کریں، کیا دم تو لازم نہیں آیا اور قربانی دوبارہ کریں کیا کریں؟ وہ حاجی بہت پریشان ہیں، امید ہے، جلد ہی جواب مرحمت فرما کر ارسال فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

مسئلہ صورت میں جن حاجیوں کی قربانیاں نہیں ہو سکی ہیں، ان کو حدود حرم کے اندر اپنی قربانی کرنا لازم ہے اور چوں کہ وقت مقررہ؛ یعنی ایام نحر میں قربانی نہیں ہوئی؛ اس لیے بطور جنایت مزید ایک ایک قربانی لازم ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ﴾ (سورة البقرة: ۱۹۶)

قال ابن جریر الطبرانی: فَإِنْ كَانَ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَمَحَلُّهُ يَوْمَ النَحْرِ وَإِنْ هُوَ رَجَعَ لَمْ يَزَلْ مُحْرَمًا حَتَّىٰ يَنْحَرَّ عَنْهُ رَجَعَ لَمْ يَزَلْ مُحْرَمًا حَتَّىٰ يَنْحَرَّ عَنْهُ يَوْمَ النَحْرِ، فَإِنْ هُوَ بَلَغَهُ أَنْ صَاحِبَهُ لَمْ يَنْحَرَّ عَنْهُ عَادَ مُحْرَمًا وَبَعَثَ بَهْدَىٰ آخَرَ، فَوَاعِدُ صَاحِبِهِ يَوْمَ النَحْرِ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَيَحِلُّ. (تفسير الطبرانی: ۷۶۷/۳-۳۶۶)

قال أبو حنيفة وأصحابه: إِذَا حَلَّ الْمُحَصِّرُ قَبْلَ أَنْ يَنْحَرَّ هَدِيَّةً فَعَلِيهِ دَمٌ وَيَعُودُ حَرَامًا كَمَا كَانَ حَتَّىٰ يَنْحَرَّ هَدِيَّةً. (الجامع الأحكام القرآن: ۳۵۳/۱، المكتبة التجارية)

وفی الحدیث الطویل أخرج البخاری ومسلم بأسانید ہم فیہ: ثم لم يتحلل من شيء حرم منه حتى قضى حجه، ونحر هديه يوم النحر وإفاض وطاف بالبيت ثم حل من كل شيء حرم منه. (صحيح البخاری، رقم: ۱۶۹۱، صحيح مسلم، رقم: ۱۲۲۷، كذا إعلاء السنن: ۳۳۶/۱، رقم: ۲۸۷۶)

وكذلك لو بعث الهدى وواعدهم أن يذبحوا عنه في الحرم في يوم بعينه ثم حل من إحرام ظن أنهم ذبحوا عنه فيه، ثم تبين أنهم لم يذبحوا فإنه يكون محرماً. (بدائع الصنائع، حكم الإحصار: ۳۹۹/۲، زكريا)

ويحتص ذبحه بالمكان وهو الحرم، وبالنزاهة وهو أيام النحر حتى لو ذبح قبلها لم يجز بالأجماع ولو ذبح بعدها أجزأه بالإجماع، ولكن كان تاركاً للواجب عند الإمام يجب بين

الرمی والحلق ولا آخر له في حق السقوط. (غنية، قديم: ۱۲۸)

ولو آخر القارن والمتمتع الذبح عن أيام النحر فعليه دم. (غنية: ۱۴۹)

إذا عجز القارن والمتمتع عن الهدى أو الصوم بأن كان شيخاً فانياً بقي على ذمته ولا يجوز له الفدية عن الصوم. (غنية جديد: ۲۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۳/۷)

### قارن اور متمتع کے لیے رمی قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دسویں تاریخ کے مناسک میں احناف کے نزدیک ترتیب واجب ہے، آج کل حجاج کو جو دشواریاں لاحق ہوتی ہیں تقریباً سب اہل علم ان سے واقف ہیں، میں ذیل میں چند دشواریاں عرض کرتا ہوں۔

(۱) قربانی بہر حال رمی کے بعد کرنی ہوتی ہے، لوگ اپنی قربانیوں کا مختلف طریقہ سے بندوبست کرتے ہیں، کچھ ذمہ دار لوگ کو پیسے دے دیتے ہیں کہ وہ ان کی طرف سے قربانی کر لیں، کچھ لوگ بینک میں پیسے جمع کروادیتے ہیں اور کچھ لوگ جو گروپ کے ساتھ جاتے ہیں، وہ اپنے گروپ لیڈر کو پیسے دے دیتے ہیں، گوکہ ہر ایک اپنا وقت دے دیتا ہے کہ ہم آپ کی طرف سے اتنے بجے قربانی کریں گے، پھر اس کے باوجود اکثر یہ ہوتا ہے کہ رمی کرنے میں لوگوں سے تاخیر ہو جاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ جب رمی کرنے جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حادثہ کی وجہ سے اموات ہو رہی ہیں تو یہ لوگ رک جاتے ہیں کہ بعد میں کریں گے، ادھر معلوم ہوا کہ ان کی قربانی ہو چکی ہے تو یہ بے چارے کیا کریں؟ ایک اور دم کا حکم لگانا کیا ان کے لیے پریشانی کا سبب نہیں ہوگا، خاص کر جب آدمی مسافر ہوتا ہے تو ضرورت کے لحاظ سے اپنے پاس پیسہ رکھتا ہے؟

(۲) اسی طرح حلق کا مسئلہ ہوتا ہے، حجاج کو جو وقت دیا جاتا ہے کہ آپ اتنے بجے حلق کر لیں، وہ لوگ تو احتیاطاً کئی گھنٹہ کے بعد حلق کرتے ہیں، اس کے باوجود کئی دفعہ معلوم ہوا کہ ان کی قربانی آج نہیں ہو سکی، اگلے دن ہوگی، جب کہ بے چاروں نے وقت مقرر کے کئی گھنٹوں کے بعد حلق کیا ہے، نیز یہ بھی دیکھنے کہ رمی کے بعد لوگ بجائے یکسوئی حاصل کرنے کے ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں کہ کیا ہماری قربانی ہوگئی، بعض دفعہ رات کے دس گیارہ بج جاتے ہیں اور قربانی کرنے والے حضرت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ٹریفک کی وجہ سے دیر ہوگئی موبائل کی بیٹری ختم ہوگئی تھی: اس لیے آپ لوگوں کو فون نہ کر سکا اور جب لوگوں کے نام پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ میاں کا ہو گیا بیوی کا نہیں ہوا، یا بیوی کا ہو گیا، میاں کا نہیں ہوا؟ ان تمام وجوہات کی وجہ سے حجاج بڑے پریشان رہتے ہیں، تنگ آ کر کتنے حنفی حجاج بینک میں پیسہ جمع کر دیتے ہیں، جب کہ بینک والوں کا حال یہ ہے کہ وہ تقریباً سب

ہی کو دسویں تاریخ کی صبح دس گیارہ بجے کا وقت دے دیتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ لاکھوں آدمیوں کی قربانی ایک ہی وقت میں آپ کیسے کر لیتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ جیسے ہی پرچی کٹاتے ہیں، آپ کی قربانی ہو جاتی ہے، یہ پرچہ آپ کی نیابت کرتا ہے، اب چاہے آپ کی قربانی تین دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو، آپ حلق و قصر کر کے احرام کھول سکتے ہیں، چنانچہ کتنے لوگوں کو دیکھا کہ رمی کر کے بینک سے پرچہ کٹواتے ہیں اور بینک والے کہتے ہیں کہ آدھا گھنٹہ کے بعد آپ حلق و قصر کر کے احرام کھول لیں اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مسائل اور پریشانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ اور خاص کر صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے کس قدر توسع کی گنجائش ہے، اگر کسی وجہ سے ترتیب قائم نہ رکھ سکے تو کیا دم ساقط ہونے کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق حج میں قارن اور متمتع کے لیے رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے، جس کے ترک پر دم واجب ہو جاتا ہے، بے شک موجودہ دور میں حکومت سعودیہ کے قربانی کے نظام کی وجہ سے اس ترتیب کا برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ہے؛ لیکن یہ ایسا ناممکن العمل نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے سرے سے حکم ترتیب ہی کو کالعدم کر دیا جائے، واقعہ یہ ہے کہ مختلف قسم کی پابندیوں کے باوجود اب بھی ایسی صورتیں موجود ہیں، جن کو اپنا کر باہمت اور واقف کار لوگ اعمال حج میں ترتیب برقرار رکھ سکتے ہیں، مثلاً:

(۱) ہمارے علم میں حدود حرم میں کم از کم چار مقامات ایسے ہیں، جہاں حجاج خود جا کر اپنے ہاتھ سے قربانی کر سکتے ہیں۔

الف: منیٰ اور مزدلفہ سے متصل ”المعصیم“ نامی قربان گاہ جو بہت بڑے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے، یہاں ہجوم زیادہ رہتا ہے۔

ب: اسی جگہ سے ٹیکسیاں ملتی ہیں، جو مویشیوں کی بڑی منڈی (سوق المواشی) تک لے جاتی ہیں، وہاں جا کر آسانی سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

ج: اسی طرح مکہ معظمہ کے محلہ ”شراخ“ میں بھی ایک بڑی قربان گاہ ہے، وہاں جانور خرید کر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

د: نیز مکہ مکرمہ میں محلہ ”مفسلہ“ سے آگے چل کر خالقا نامی ایک بڑی منڈی ہے، اس میں بھی جانوروں کی فروختگی اور قربانی کا نظم ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ رمی کرنے کے بعد باہمت طاقت و راوردیانت دار افراد ان جگہوں پر جا کر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی کریں اور اس کے بعد حلق کرائیں؛ تاکہ ترتیب برقرار ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جو لوگ ان جگہوں پر نہیں جاسکتے وہ واقف و جانکار اور معتمد علیہ ساتھیوں پر اعتماد کر کے ان کو قربانی کے لیے بھیج دیں اور آج کل موبائل کی سہولت حج میں عام ہو گئی ہے، یہ حضرات جب قربانی کر لیں تو اپنے ساتھیوں کو خبر دیں کہ قربانی ہو چکی ہے، اب حلق کرا لیا جائے؛ لیکن یہاں یہ خیال رہنا چاہیے کہ کسی بھی اجنبی اور ناواقف شخص پر اعتماد نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ کئی سالوں سے ایسے واقعات پیش آئے کہ حجاج کی بلڈنگوں پر آ کر بعض لوگوں کو سستی قربانی کا لالچ دے کر بڑی تعداد میں رقیں وصول کر لیں اور پھر قربانیاں نہیں کیں؛ اس لیے حجاج ایسے لوگوں کے جھانسنے میں نہ آئیں؛ بلکہ صرف قابل اعتماد افراد کے ذریعہ ہی قربانی کرائیں۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ مدرسہ صولتہ میں قربانی کے لیے رقم جمع کرادیں اور ان کے دئے ہوئے وقت کی پابندی کریں۔ الغرض موجودہ حالات میں مذکورہ بالا صورتوں کو اپنا کر جب ترتیب برقرار رکھی جاسکتی ہے تو مطلقاً ترتیب کے حکم کو ساقط کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ اس لیے حنفی حجاج کو اپنی ترتیب باقی رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے اور بینک کا کوپن خرید کر خود اپنی مرضی سے ترتیب کو خراب نہیں کرنا چاہیے؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی کمزوری، یا کسی اور معقول وجہ سے کوشش اور فکر کے باوجود ترتیب کو برقرار نہ رکھ سکے تو اس کے وجوب کا حکم نہیں دیا جائے گا، چنانچہ ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیتہ علماء ہند کے چھٹے فقہی اجتماع منعقدہ ۱۴۱۷ھ (بمقام دیوبند) میں ہندو پاک کے معتبر علما و مفتیان کرام نے یہ تجویز منظور فرمائی ہے۔

قلت: وقد يدل على وجوب الترتيب بين الرمي والذبح والحق والطواف ما رواه انس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى منى، فأتى الجمره فرماها، ثم أتى منزله منزله بمعنى ونحر ثم قال للخلاف، خذوا وأشار إلى جانبه الأيمن ثم الأيسر. (الصحيح لمسلم، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم ينحر ثم يحلق رقم: ۱۳۰۵)

وفى حديث جابر رضى الله عنه: أن النبى صلى الله عليه وسلم انصرف إلى المنحر، فنحر، ثم ركب فأفاض إلى البيت. (الصحيح لمسلم، باب حجة النبى صلى الله عليه وسلم رقم: ۱۲۱۸)

عن إبراهيم قال: من حلق قبل أن يذبح أهرق دماً فقراً، ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ﴾ (البقرة: ۱۹۶) (المصنف لابن أبى شيبة كذا فى الجوهر النقى: ۳۴۷/۱، ومسند أحمد: ۲۳۴/۱، وسنن النسائي: ۵۲/۲، والبيهقى فى السنن الكبرى: ۱۳۳/۵، إعلاء السنن: ۱۸۳/۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

قال الشامي: والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شيء من الثلاثة، وإنما يجب ترتيب الثلاثة، الرمي ثم الذبح ثم اللحق، لكن المفرد لا يحل عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمي والحق فقط (شامى: ۵۸۸/۳، زكريا)

اعلم أن ما يفعل في أيام النحر أربعة أشياء: الرمي والنحر والحلق والطواف، وهذا الترتيب واجب عند أبي حنيفة ومالك وأحمد. (البحر الرائق: ۲/۳، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۵۵۵/۷)

### حاجی کی طرف سے اہل خانہ کا قربانی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص حج کرنے کو گیا ہے اور وہاں جا کر اس کو قربانی کرنی ہے اور اس شخص کے گھر پر بھی قربانی ہوتی ہے، اگر قربانی اسی کے گھر پر ہو جائے اور حج کے دوران وہ شخص قربانی وہاں نہ کرے تو اس کا حج جائز ہوگا، یا کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

تمتع اور قرآن کرنے والے پر جو قربانی بطور شکر واجب ہوتی ہے، اس کو حدود و حرم میں کرنا لازم ہے، حدود و حرم کے باہر اپنے قربانی کرنے سے حج والی قربانی ادا نہ ہوگی، البتہ جو حاجی ایام حج میں مقیم اور مال دار ہو، اس کے لیے اپنی مالی قربانی کہیں بھی کرنا جائز ہے، خواہ حدود و حرم میں ہو، یا اپنے گھر پر اس قربانی کا حج کی قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

عن جابر رضی اللہ قال: ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: قد نحررت ههنا ومنى كلها فحرم. (سنن أبي داود، باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم رقم: ۱۹۰۷)

وخص ذبح الكل بالحرم. (كنز الدقائق مع البحر: ۱۲۸/۳، زکریا)

ويختص بالمكان وهو الحرم والزمان وهو أيام النحر. (رد المحتار، باب القران أفضل: ۵۵۷/۳، زکریا)  
هدى القارن والمتمتع هو واجب شكراً على إطلاق الارتفاق بالعمرة في وقت الحج فإنه أرفق وعلى توفيقه لأداء النسكين في أشهر الحج بسفر واحد ويختص ذبحه بالمكان وهو الحرام وبالزمان وهو أيام النحر حتى لو ذبح قبلها لم يجزه بالإجماع. (غنية الناسك، باب القران: ۲۰۶-۲۰۷، إدارة القرآن كراتشي)

وأما الأضحية فإن كان مسافراً فلا يجب عليه، وإلا فكا لمكى فتجب. (غنية الناسك: ۱۷۲، إدارة القرآن كراتشي)

عند أبي حنيفة محل الهدى في الإحصار الحرم لقوله تعالى: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج: ۳۲) واحتجوا من السنة بحديث ناحية بن جندب صاحب النبي صلى الله عليه وسلم: ابعت معي الهدى فأنحره بالحرم قال فكيف تصنع به قال: أخرجه في الأديّة لا يقدرّون عليه فانطلق به حتى أنحره في الحرم. (الجامع لأحكام القرآن: ۳۵۳/۲، المكتبة التجارية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۲۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۵۵۲/۷)



## حج کی قربانی کہاں کی جائے:

سوال: ریڈیوکویت اور پاکستانی رسالہ ”اخبار جہاں“ سے معلوم ہوا کہ دورانِ حج قربانی منیٰ میں نہ کر کے اپنے ملک، یا گھروں میں کر سکتے ہیں؟

(حافظ مہدی حسن، پوسٹ بکس ۴۲۲ ریاض، سعودی عرب)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ مسئلہ بھی غلط بتایا اور وجہ بھی غلط بتائی یا پھر ادھوری بات بتائی۔ مسئلہ اس طرح ہے کہ قربانی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک قربانی تو وہ ہے، جو صاحبِ نصاب مقیم پر واجب ہوتی ہے، خواہ حج کرنے جائے، یا نہ جائے۔ اگر حاجی صاحبِ نصاب ہے اور مکہ مکرمہ، یا مدینہ طیبہ کا مکین بھی پندرہ دن سے زیادہ قیام کی نیت کرے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی، اس کے بارے میں اختیار ہے کہ چاہے تو مکہ مکرمہ میں، یا مدینہ طیبہ میں، یا گھر پر ہی کرنے کا انتظام کرے، یا اپنے وطن میں قربانی کے لیے رقم بھیج دے کہ وطن کے لوگ وطن میں اس کی طرف سے کر دیں اور اس قربانی کے بارے میں مذکورہ مصلحت سوچی جاسکتی ہے۔

اور دوسری قربانی حاجی پر بوجہ حج واجب ہوتی ہے، اس قربانی کا منیٰ میں کرنا واجب ہے، اس میں گوشت کے اضاعت وعدم اضاعت پر نظر نہ ہوگی؛ بلکہ اس میں صرف اراقہ دم شرعاً مطلوب ہے، اس میں مذکورہ مصلحت بیان کرنا غیر شرعی بات ہوگی، اسی طرح دم احصار اور دم جنایت کا بھی حکم ہے کہ اس کا بھی حد و حرم میں کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے بارے میں بھی مذکورہ مصلحت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۰/۲/۱۳۹۹ھ۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۴۲۲-۴۳)

## منیٰ کی قربانیوں کا گوشت اور چمڑا قابل استعمال بنانے کی اسکیم:

سوال: ادارہ ہذا نے منیٰ کی قربانیوں کے جانوروں کے چمڑے، گوشت وغیرہ کو سائنٹفک طریقہ پر کارآمد بنا کر اس کی آمدنی سے مسلمانوں کی تعلیمی و معاشرتی پستی کی امداد کے لیے سفارت خانہ حکومت سعودی عربیہ دہلی سے درخواست کی، معزز سفیر نے رابطہ عالم اسلامی کانفرنس سے رجوع کرنے کی ہدایت کی۔ نیز حکومت ہند نے مذہبی موانعات کا جواز ظاہر کر کے اس میں حصہ لینے سے مجبوری کا اظہار فرمایا۔

ان حالات میں ہمارے اس منصوبہ کی تکمیل و کامیابی کے لیے آپ کی اصابت رائے اور فتویٰ کافی اہمیت کا حامل ہے، براہ کرم اس تعلق سے فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ تو ظاہر ہے کہ قربانی کا گوشت و چمڑا قربانی کرنے والا خود استعمال کر ڈالے، یا کسی غریب کو صدقہ کر دے، یا کسی

غنی کو تحفہ، یا ہدیہ کر دے، یہ سب جائز ہے، (۱) بشرطیکہ وہ واجب التصدق نہ ہو، (جیسا کہ نذر کی قربانی، یا میت کی طرف سے اس کی وصیت کے مطابق کی ہوئی قربانی، یا دم جنایت) ورنہ اس کا حکم دوسرا ہوگا، پھر وہ غنی و غریب اس کا مالک ہونے کے بعد خود استعمال کرے، یا کسی کو دے دے، حتیٰ کہ چمڑے کو اگر فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے مصرف میں صرف کر دے، اس کا بھی اختیار اس کو حاصل ہے۔

ہاں قربانی کرنے والا اگر خود تحفہ، ہدیہ یا صدقہ کرنے کے بجائے فروخت کر دے تو اس پر اس کی قیمت کا تصدق کرنا لازم ہوگا، یہی حکم منیٰ کی قربانی اور مناسک حج کے اضحیہ کا بھی ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ مناسک حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہارِ تعبد بشکل اراقتہ دم ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی موقع پر ستر اونٹ اور کسی موقع پر سوا اونٹ کی قربانی کرنے سے ظاہر ہے؛ کیوں کہ نفس وجوب اضحیہ تو ایک بکری یا اونٹ کے ساتویں حصہ سے بھی ادا ہو سکتا ہے۔

اور یہ اسکیمیں اگرچہ بظاہر خوشنما ہی نہیں، قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں؛ مگر اظہارِ تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں، جو مشکوٰۃ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے؛ کیوں کہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقتہ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہو کر رہ جائے گا اور اظہارِ تعبد فنا ہو کر قلب موضوع، قلب ماہیت اور مسخ مذہب کا ذریعہ و سبب بن جائے گا؛ اس لیے اس اسکیم کو اختیار کرنا شریعت مطہرہ کے ایک اہم مقصد کو فوت کرنا ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پستی کے ازالہ کی اس سے آسان اور بے کھٹکے دوسری بہت سی صورتیں موجود ہیں اور ان میں سے یہ صورت بہت ہی آسان ہے کہ ایسا نیک جذبہ رکھنے والے اگر خود صاحبِ نصاب نہ ہوں، جب بھی اپنے گرد و پیش بسنے والے اغنیاء سے پوری پوری رقم زکوٰۃ ادا کرنے اور اس قسم کے پریشان حالوں کی پریشانی رفع کرنے میں کرائیں اور اگر خود بھی صاحبِ نصاب ہیں تو ان پر اور بھی حکم متوجہ ہے کہ اپنی رقم کی پوری پوری زکوٰۃ صحیح طریقہ اور ان مصارف میں صرف کر کے ایسے لوگوں کی پریشان حالی دور کریں اور دور کروائیں اور ان کا باقاعدہ نظم فرمائیں۔ اسی طرح حکومتوں کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں کہ احوالِ باطنہ و ظاہرہ دونوں کی زکوٰۃ کا صحیح نظم اور صحیح استعمال ہونے لگے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۲/۲/۹۹ھ۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۴۳۲-۴۳۳)

ذبح کرنا قربانی کے جانور، یا شکر یہ کے جانور کا محرم کے لیے کیسا ہے:

سوال: قربانی یا شکر یہ کا جانور محرم ذبح کرے، یا نہ کرے؟

(۱) ویتصدق بجلدها لأنه جزء منها أو يعمل منه آلة تستعمل في البيت كالنطع والجراب والغربال ونحوها. (الهداية

## الجواب

فی الدر المختار: (وله) أى للمحرم (ذبح شاة... وبقرة وبغير، إلخ). (مع رد المختار) (۱)

اس سے جواز معلوم ہوا۔

(تتمۃ أولى، ص: ۷۰) (امداد الفتاویٰ: ۱۶۲/۲)

### حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں میں سے ایک حج کے لیے گیا گھر پر جو بھائی رہ چکا ہے، اس پر اس حاجی بھائی کی طرف سے قربانی واجب ہوگی، یا نہیں؟ بینا تو جروا۔  
(المستفتی: مختار سید بنوی، ۱۶/۸/۱۹۸۳ء)

## الجواب

حاجی پر قربانی واجب نہیں ہے، نہ منیٰ میں اور نہ وطن میں، کمافی البدائع وتمام الکلام فی الساری. (۲)  
وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۲/۳)

### حریمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے امسال حج پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کہا کہ آپ میری طرف سے ایک بکرا ذبح کریں، جو کہ دم اضحیہ ہے اور مجھ پر واجب ہے، باقی دم شکر کا بکرا میں خود ذبح کروں گا، میں نے مقامی علما سے پوچھا، انہوں نے کہا: دو دم نہیں ہیں؛ اس لیے میں نے والد

(۱) الدر المختار مع رد المختار، باب الجنایات فی الحج: ۵۷۱/۲، دار الفکر بیروت

نیز دیکھئے: البحر الرائق، کتاب الحج: ۶۴/۳، انیس

(۲) بدائع الصنائع: ۵۹۱/۴، کتاب التضحیۃ فصل شرائط الوجوب

قال العلامة ملا علی قاری: اعلم ان الاضحیۃ واجبة علی کل مسلم حر مقیم موسر ویستوی فیہ المقیم بالامصار والقری والبوادی فلا تجب علی المسافرین ولا علی الحاج اذا کان محرماً وان کان من اهل مكة کذا فی الخزانة ولعل وجهه انه یجب علی الحاج دم القران او متعة ویستحب لهم دم افراد فیسقط عنهم دم الاضحیۃ تخفیفا علیهم کما سقط عنهم صلاة العید اجماعاً وکذا صلاة الجمعة بمنی عند بعضهم قال السنجاری فی منسکھ ولا تجب الاضحیۃ علی المسافر والحاج لان فیہ الحاق المشقة بالمشقة وتجب علی اهل مكة لعدم المشقة فیهم ولعله اراد باهل مكة من لم یحج منهم ولا یبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادی وأما اهل مكة فتجب علیهم وان کانوا حجوا کذا فی الکرخی و ذکر فی الخجندی انها لا تجب علی الحاج اذا کان محرماً وان کان من اهل مكة، واللہ اعلم (ارشاد الساری، ص: ۲۶۳، مطلب فی التحقيق فی اضحیۃ اهل مكة إذا حجوا)

صاحب کی جانب سے قربانی نہیں کی، جب وہ واپس تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا تو بہت خفگی کا اظہار کیا۔ اب از روئے شرع اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: سردار علی خان، ۲۲/۲۴، ۱۹۴۷ء)

### الجواب

محترم وعلیم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والد صاحب رمضان میں مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے شوال میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ واپس ہوا ہو تو آپ کے والد صاحب متمتع تھے اس پر دم تمتع واجب ہوا ہے جو کہ اس نے ادا کیا ہے اور چونکہ آپ کے والد صاحب حرمین میں مقیم تھے، کما هو الظاهر لأنه نوی أكثر من خمسة عشر يوماً، لہذا اس پر اضحیہ واجب تھا، (۱) اور جب آپ نے اس کی طرف سے اضحیہ ذبح نہیں کیا ہے تو ابھی ایک متوسط شاة (دنبہ) جو کہ چھ ماہ سے زائد عمر کا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کی قیمت مساکین میں تقسیم کریں۔ (کمافی رد المحتار: ۲۸۰/۵) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۳/۴)

### ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک حاجی ایام النحر میں لاعلمی، بھول، یا کسی اور وجہ سے دم ادا نہ کرے، جبکہ فریضہ حج سے پہلے برائے زیارت مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم گیا ہو، اب یہ حاجی ایک دم ادا کرے گا، یا دو؟ اور ایام النحر میں، یا دوسرے ایام میں بھی ادا ہو سکتا ہے؟ نیز زمین حرم میں، یا زمین حل میں بھی ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: فضل ہادی حقانی خرکی، ضلع مردان، ۸/۹، ۱۹۴۷ء)

### الجواب

اگر یہ حاجی مدینہ منورہ سے رمضان میں واپس ہوا ہو تو اس پر دم تمتع نہیں ہے، البتہ اگر اس نے عام قربانی ایام نحر میں

(۱) قال العلامة الكاساني: وذكر في الاصل وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج و اراد بالحاج المسافر فاما اهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا لما روى نافع عن ابن سيدنا عمر رضى الله عنهما انه كان يخلف لمن لم يحج من اهله اثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا. (بدائع الصنائع: ۱۹۵/۴، كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب) ومثله في إرشاد الساري: ۲۶۳، مطلب في التحقيق في أضحية أهل مكة

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله وتصدق بقيمتها غنى شراها والا) وتعقبه الشيخ شاهين بان وجوب التصديق بالقيمة مقيد بما اذا لم يشتري اما اذا اشترى فهو مخير بين التصديق بالقيمة او التصديق بها حية كما في الزيلعي ابوالسعود... فبين ان المراد اذا لم يشتريها قيمة شاة تجزئ في الاضحية كما في الخلاصة وغيرها قال القهستاني او قيمة شاة وسط كما في الزاهدی والنظم وغيرهما. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۶۶/۵، كتاب الاضحية)

نہیں کی ہو تو وہ ایک شاة کی قیمت بطور تصدق مساکین میں تقسیم کرے، (۱) اور اگر مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کے احرام سے آیا ہو تو اس پر دم تمتع واجب ہوگا، (۲) اور تاخیر کی وجہ سے دم جنایت بھی واجب ہوگا اور زمین حرم کے ساتھ مختص ہوگا۔ (ہندیہ) (۳) اور اگر یہ حاجی وقوف عرفات سے پہلے فوت ہوا ہو تو اس پر نہ قربانی ہے اور نہ دم تمتع وغیرہ، پس اگر اس حاجی نے حج مکمل کیا ہو؛ لیکن دم تمتع ذبح نہ کیا ہو تو کسی کو وکیل بنا کر حرم میں دو دینے وغیرہ ذبح کروائے، خواہ ایام حج میں ہو، یا پہلے ہو۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۴/۴)

### حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں لاکھوں قربانیاں ہو کر آخر میں اسے جلایا جاتا ہیں، لوگ تھوڑا بہت گوشت کھا لیتے ہیں، باقی چھوڑ دیتے ہیں اور ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔ (المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین، جدہ سعودیہ، ۱۰/۸/۱۹۸۳ء)

#### الجواب

قربانی کے گوشت میں سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے۔ (۴) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۶/۴)

### منی میں حجاج کا اسلامی بنک کے توسط سے جانور ذبح کرانا:

سوال: ماہنامہ ”الفرقان“ جون و جولائی ۱۹۸۶ء مطابق شوال و ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ، شمارہ ص: ۶، ۷، جلد نمبر: ۵۴ میں حضرت مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی دامت برکاتہم کا ایک مضمون بہ عنوان ”حضرت علمائے کرام کی خدمت میں حج کی قربانی سے متعلق ایک اہم سوال چھپا تھا۔ احقر کے پاس ان کا مکتوب گرامی آیا کہ اس کے متعلق اپنی رائے تحریر کروں۔

(۱) قال العلامة الحصكفي: وتصدق بقيمتها غنى شرها اولا لتعلقها بدمته بشرائها اولا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها. (الدرا المختار على هامش رد المحتار: ۲۲۶/۵، قبيل فروع كتاب الأضحية)

(۲) وفي الهندية: والمتمتع من يأتي باعمال العمرة في اشهر الحج او يطوف اكثر طوافها في اشهر الحج ثم يحرم بالحج ويحج من عامه ذلك قبل ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (الفتاوى الهندية: ۲۳۸/۱، باب القران والتمتع)

(۳) وفي الهندية: لا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا في يوم النحر حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم ويجوز ذبح بقية الهدايا في اي وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم. (الفتاوى الهندية: ۲۶۱/۱، الباب السادس عشر في الهدى)

(۴) قال العلامة ابي بكر بن علي الحداد اليمني: الاضحية اراقة الدم من النعم دون سائر الحيوان والدليل على انها الاراقة انه لو تصدق بعين الحيوان لم يجوز والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب وليس بواجب حتى لو لم يتصدق به جاز قال في الوقائع شراء الاضحية بعشرة دراهم خير من التصديق بالف درهم لان القرية التي تحصل باراقة الدم لا تحصل بالصدقة. (الجوهرة النيرة: ۱۸۲/۲، كتاب الاضحية)

مولانا کے سوال کا خلاصہ یہ ہے:

”حج کے دنوں میں ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ کو منی کے اندر لاکھوں جانور قربان کئے جاتے ہیں اور چند سال پہلے تک وہاں ذبح ہوئے والے جانوروں کا گوشت عموماً ضائع ہو جاتا تھا؛ بلکہ اس کی بدبو سے بیماریاں پھیلنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس صورت حال سے تمام حساس لوگ فکر مند اور اس کے آرزو مند تھے کہ ایسی کوئی صورت نکلے، جس سے ہر سال اتنی بڑی مقدار میں ضائع ہونے والی خداوند تعالیٰ کی نعمت صحیح مصرف میں خرچ ہو اور اس سے ان لاکھوں بھوکوں کے پیٹ بھرنے کا انتظام ہو، جو ساری دنیا اور خاص عالم اسلام میں بھی ایک ایک بوٹی اور ایک ایک نوالہ کے لیے ترس رہے ہیں۔

انہی حساس اور دردمند دلوں کی توجہ دہانی سے بالآخر سعودی حکومت اور اس کے باشعور افراد اس کا حل تلاش کرنے پر آمادہ ہوئے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

اس غرض سے تین سال ہوئے سعودی حکومت نے ایک بہت بڑا مذبح ”مجزرة المعیضم“ منی میں بنوایا، جس کے اندر لاکھوں جانور نہ صرف ذبح کئے جاسکتے ہیں؛ بلکہ انہیں تیار کر کے ان کا گوشت محفوظ کیا جاسکتا ہے اور پیک کر کے مختلف ملکوں کے ضرورت مندوں کو بھیجا بھی جاسکتا ہے۔

چنانچہ اترتین سال سے (۱۴۰۳ھ کے حج سے) سعودی حکومت ”البنک الاسلامی للتنمية جدہ“ کے تعاون سے اجتماعی قربانی کا اور گوشت محفوظ کر کے مختلف ملکوں کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کا نظم کر رہی ہے۔

البنک الاسلامی (اسلامک ڈیولپمنٹ بنک I.D.B) کا طریق کار یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک مقامی کمپنی (شراکۃ الراجی) کے توسط سے قربانی کے خواہش مند حجاج کے ہاتھوں ”کوپن“ فروخت کرتا ہے، کوپن پر مختلف قسم کی قربانیوں مثلاً ہدی، اضحیہ، صدقہ کے لیے الگ الگ علامتیں قائم کی گئی ہیں، حاجی جس قسم کی قربانی البنک الاسلامی کے ذریعہ کرانا چاہتا ہے، مطلوبہ قربانی کی علامت پر نشان لگا کر تعین کر دیتا ہے، پھر اس کی جانب سے قربانی کر دی جاتی ہے؛ لیکن حاجی کو بالعموم یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ اس کی طرف سے جانور کب ذبح کیا گیا؟ اس طریق کار سے خفی حجاج جو حج قرآن، یا تمتع کرتے ہیں کے لیے ایک اہم مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؛ کیوں کہ فقہ حنفی میں ”مفتی بہ“ قول کے مطابق قرآن، یا تمتع کرنے والے ہر حاجی کے لیے یہ ضروری (واجب) ہے کہ وہ ۱۰ ذی الحجہ کو مزدلفہ سے واپسی پر، پہلے جمرہ العقبة کی رمی کرے، پھر قربانی کرے (دم قرآن، یا تمتع دے) اور اس کے بعد سر کے بال اتروائے، اس ترتیب کی خلاف ورزی پر مزید ایک جانور کی قربانی بطور کفارہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اس وجہ سے خفی حجاج نے البنک الاسلامی سے بجا طور پر یہ مطالبہ کیا کہ انہیں یہ بتایا جائے کہ ان کی طرف سے جانور کس وقت ذبح کیا گیا؛ تاکہ وہ بقیہ کاموں میں بھی واجب ترتیب کا لحاظ رکھ سکیں؟

لیکن اجتماعی نظم میں ہر حاجی کو یہ بتانا عملاً ممکن نہیں کہ اس کی طرف سے جانور کب ذبح کیا گیا؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے البنک الاسلامی جدہ کے بالغ نظریں نے علما کا اجتماع جدہ میں منعقد کیا۔ اجتماع میں ایک حل یہ پیش کیا گیا کہ صاحبین کے نزدیک ترتیب واجب نہیں، ایسی صورت میں جب کہ ہر سال لاکھوں مذبحہ جانور ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں، اس مصلحت کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا درست ہوگا؟ اور جو انتظام کیا گیا ہے، اس کو اختیار کرنا مناسب رہے گا؟ مینواتو جروا۔

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلياً و مسلماً:

حکومت لاکھوں جانوروں کی قربانی کی ذمہ داری لینے کے بعد گوشت کی حفاظت کے سلسلہ میں بے حساب رقم خرچ کرنے کے لیے آمادہ ہے، اس سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب دستور قربانی کا طریقہ قائم رہے، حجاج خصوصاً متمتع اور قارن اپنی قربانی اپنے مسلک کے مطابق کریں اور گوشت کی فراہمی اور حفاظت کے لیے زیادہ سے زیادہ مزدور اور ملازم مقرر کئے جائیں اور ایک وسیع وعریض مذبح کا انتظام کر کے وہیں قربانی کو ضروری قرار دیا جائے تو سارے مسائل حل ہوتے نظر آتے ہیں۔ (ان شاء اللہ) رقم وصول کر لینا اور حجاج کو وقت کا پابند بنانا تکلیف مالا یطاق ہے، جو محتاط حجاج ہیں، وہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہیں گے اور قربانی ہونے کا یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے بڑی پریشانی میں مبتلا رہیں گے، چنانچہ امسال ہمارے یہاں کے ایک حاجی صاحب (جن کے ہمراہ تقریباً آٹھ حجاج تھے، ان سب نے اس طریقہ پر عمل کیا، رمی کے بعد اس بات کی تحقیق کرنا چاہی کہ ہماری قربانی ہوگئی، یا باقی ہے؟ تحقیق کے لیے گئے تو متعین جگہ پر کوئی ذمہ دار نہیں ملا، چار پانچ مرتبہ گئے؛ مگر کچھ تحقیق نہ ہو سکی، ذہنی طور پر سب بہت پریشان ہوئے کہ حلق کر کے احرام اتار دیں، یا نہ اتاریں، بڑی کشمکش کے بعد کسی صاحب نے بتایا کہ آپ اطمینان رکھیں، آپ کی قربانی ہوگئی ہوگی، تب جا کر حلق کر کے احرام اتارا؛ مگر دل میں شک تو باقی ہی رہا؛ اس لیے جدید طریقہ اختیار کرنے کے بجائے قدیم طریقہ کو ہی قائم رکھنا بہتر معلوم ہوتا ہے، یہی قدیم طریقہ ہے، اسی پر عمل چلا آ رہا ہے۔ نیز جدید طریقہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں وقت تک آپ رمی سے فارغ ہو جائیں، فلاں وقت آپ کی قربانی ہوگی، اس پر عمل دشوار ہے، ممکن ہے کہ کوئی عذر پیش آجائے، مثلاً بیمار ہو گیا، یا کوشش کے باوجود رمی کے لیے نہیں پہنچ سکا، ایسے وقت قربانی سے پہلے رمی سے فارغ ہو جانا اور قربانی کے بعد حلق ہونا مشکل ہے، ترتیب قائم رکھنا مشتبہ ہی رہے گا اور جو عبادت عمر بھر میں ایک مرتبہ ادا ہوتی ہے اور بڑی تمناؤں اور کاوشوں کے بعد یہ سعادت نصیب ہوتی ہے، بلا شک و شبہ ادا ہو جائے، اسی میں اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔

اس لیے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مفتی بہ قول پر عمل کرتے ہوئے اور قدیم طریقہ کو باقی رکھتے ہوئے حکومت

گوشت فراہم کرنے اور حفاظت کرنے کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کرے تو ان شاء اللہ حجاج کو پریشانی اور الجھن نہ ہوگی اور حکومت کا مقصد بھی پورا ہوگا، ہذا ملاحظہ فرمائیے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۳/۸-۱۱۴)

### اسلامی بینک کے توسط سے جانور ذبح کرانا:

سوال: فتاویٰ رحیمیہ (۱۲۰/۹) میں منی میں حجاج کرام کا اسلامی بینک کے توسط سے قربانی کرانے کے متعلق آپ کا جو فتویٰ شائع ہوا ہے، وہ بغور پڑھا، آپ سے اس فتویٰ پر مزید غور و فکر کی درخواست ہے۔

آج کل حجاج کی کثرت اور بے پناہ ہجوم کی بنا پر حنفی فقہاء میں سے صاحبین (مع ائمہ ثلاثہ) کے قول پر سقوط ترتیب (بین الرمی والنحر والحلق) کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

حال ہی میں شیخ الہند ہال دیوبند میں ”المباحث الفقہیہ“ کے تحت ہونے والے اجتماع میں بھی اس مسئلہ پر غور ہوا، اس میں بضرورہ مبتلی بہ کو صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش کی تجویز منظور ہوئی ہے، اس کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

”تجویز نمبر (۳) رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب:

متمتع اور قارن کے لیے ذبح اور حلق کے درمیان امام اعظمؒ کے قول پر جو مفتی بہ ہے، ترتیب لازم ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے، جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے، اس کے ترک پر دم واجب نہیں ہے۔

آج کل حجاج ازدحام، یا پریشان کن اعدار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رک سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔ (تجایز چھٹا فقہی اجتماع، ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیت علماء ہند، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۹۷ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند)

امید ہے کہ حضرت والا اس مسئلہ پر مکرر غور فرما کر کوئی واضح فتویٰ صادر فرمائیں گے، سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ والسلام

(مولانا) برہان الدین (صاحب) لکھنؤ، ۴ صفر ۱۴۱۸ھ

### الجواب

آنجناب نے اپنے ۴ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ کے مکتوب گرامی میں ”ترتیب بین الرمی والنحر والحلق“ پر مزید غور و فکر کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے، چنانچہ غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں:

آج کل بے پناہ ہجوم اور دیگر پریشان کن اعدار کے پیش نظر سقوط ترتیب کے متعلق آپ کا اور دیوبند کے فقہی اجتماع کا فیصلہ غلط تو نہیں ہے؛ مگر یہ عام فتویٰ نہیں ہو سکتا، معذورین کے لیے مخصوص ہونا چاہیے، استطاعت ہوتے ہوئے دم دینے میں احتیاط ہے۔



رسائل الارکان میں ہے:

ثم الترتيب بين الرمي والذبح والحلق واجب عند الإمام أبي حنيفة رحمه الله لأن الرمي من المناسك وكذا الذبح فيكونان قبل الخروج من الاحرام فيجب عند فوات الترتيب المذكور الدم عنده وقال الإمام أبو يوسف والإمام محمد: الترتيب سنة ولا يجب بفواته شيء وهذا أشبه بالصواب لما روى الشيخان عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قيل له في الذبح والحلق والرمي والتقديم والتأخير؟ فقال: لا حرج، وقد روى الشيخان عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقف في حجة الوداع بمنى للناس يسألونه فجاء رجل فقال: لم اشعر فنحرت قبل أن أرمي؟ فقال: ارم ولا حرج، فما سئل النبي صلى الله عليه وسلم يومئذ عن شيء قدم ولا أخر إلا قال افعَل ولا حرج والله أعلم بالصواب. (رسائل الأركان، ص: ۲۵۵، الرسالة الرابعة في الحج بيان الذبح والحلق)

ہدایہ اولین میں ہے:

وكذا الخلاف في تأخير الرمي في تقديم نسك عن نسك كالحلق قبل الرمي ونحر القارن قبل الرمي والحلق قبل الذبح لهما إن مافات مستدرک بالقضاء ولا يجب مع القضاء شيء آخر، وله حديث ابن مسعود رضي الله عنه أنه قال: من قدم نسكا على نسك فعليه دم لأن التأخير عن المكان يوجب الدم في ما هو موقت بالمكان كالأحرام، فكذا التأخير عن الزمان فيما هو موقت بالزمان. (الهداية، باب الجنایات: ۲۷۶/۱)

فتح القدیر میں ہے:

(قوله: لهما إن مافات مستدرک بالقضاء، الخ) ولهما أيضا من المنقول ما في الصحيحين أنه عليه الصلاة والسلام وقف في حجة الوداع فقال رجل يا رسول الله لم اشعر فحلقت قبل أن اذبح؟ قال: اذبح ولا حرج، وقال آخر: يا رسول الله لم اشعر ونحرت قبل أن أرمي؟ قال: ارم ولا حرج، فما سئل يومئذ عن شيء قدم ولا أخر إلا قال افعَل ولا حرج، والجواب أن نفى الحرج يتحقق بنفى الاثم والفساد فيحمل عليه دون نفى الجزاء فإن في قول القائل لم اشعر ففعلت ما يفيد انه ظهر له بعد فعله أنه ممنوع من ذلك فلذا قدم اعتذاره على سؤاله وإلا لم يسأل أولم يعتذر؛ لكن قد يقال يحتمل أن الذي ظهر له مخالفة تشبه ترتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم فظن أن ذلك الترتيب متعين فقدم ذلك الا اعتذار وسأل عما يلزمه به فبين عليه الصلاة والسلام في الجواب عدم تعيينه عليه بنفى الحرج وان ذلك الترتيب مسنون لا واجب والحق انه يحتمل أن يكون كذلك وان يكون الذي ظهر له كان هو الواقع إلا أنه عليه الصلاة والسلام عذرهم للجهل، وأمرهم ان يتعلموا منا سكهم وانما عذرهم بالجهل لأن الحال كان

إذ ذاك في ابتدائه وإذا احتمل كلا منهما فالاحتياط اعتبار التعيين والأخذ به واجب في مقام الاضطراب فيتم الوجه لأبي حنيفة ويؤيده ما نقل عن ابن مسعود رضي الله عنه من قدم نسكا على نسك فعليه دم، بل هو دليل مستقل عندنا وفي بعض النسخ ابن عباس وهو الاعرف، رواه ابن أبي شيبه عنه لفظه: من قدم شيئا من حجه أو أخره فليهرق دما وفي سنده ابراهيم بن مهاجر مضعف وأخرجه الطحاوي بطريق آخر ليس ذلك المضعف، حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصيب حدثنا وهيب عن ايوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس مثله، قال: فهذا ابن عباس أحد من روى عنه عليه الصلاة والسلام افعل ولا حرج لم يكن ذلك عنده على الاباحة بل على أن الذي فعلوه كان على الجهل بالحكم فعذرهم وأمرهم ان يتعلموا مناسكهم، الخ. (فتح القدير مع الكفاية: ۶۲/۳-۶۳، باب الجنایات)

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک نہایت قوی ہے، رمی اور نحر حج کے عظیم مناسک میں سے ہے، لہذا ان کو ان کے شایان شان طریقہ کے مطابق ادا کرنا چاہیے، اور ان کے لیے شایان شان طریقہ یہی ہے کہ حاجی کو اس بات کا یقین ہو کہ اس نے یہ مناسک حالت احرام میں ادا کئے ہیں، ترتیب ملحوظ نہ رکھنے اور اسلامی بنک کے ذریعہ قربانی کرانے میں اس پر عمل نہ ہو سکے گا اور بڑی فضیلت سے محرومی ہوگی اور اس کی تائید حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ”من قدم نسكا على نسك“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ”من قدم شيئا من حجه أو أخر فليهرق دما“ سے بھی ہوتی ہے، حج عمر بھر میں ایک مرتبہ ادا کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس طرح ادا ہونا چاہیے، جو اس کا حق ہے، لہذا نو جوان صحت مند اور باہمت لوگ مفتی بہ قول پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں اور جو حضرات ضعیف، کمزور اور معذور ہوں اور وہ لوگ بھوم اور اپنی معذوری کی وجہ سے مفتی بہ قول پر عمل کرنے سے قاصر ہوں تو ایسی ضعیف اور معذور حضرات، صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کر لیں تو اس کی گنجائش ہے اور حکومت، معلمین، منتظمین اور پولیس کے ذریعہ اس کا انتظام کرے اور بڑے پیماہ پر اس کی تشہیر بھی کرے کہ ضعف اور کمزور معذور حضرات پیچھے رہیں اور نو جوان اور باہمت لوگوں کو حکومت کی جانب سے ایسا نشان دیا جائے کہ وہ بلا تکلف حج کے مناسک بالترتیب ادا کر سکیں اور ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے از خود قابل اعتماد طریقہ پر قربانی کا انتظام کریں، ضعف اور معذورین ان کے لیے آڑ اور رکاوٹ نہ بنیں؛ بلکہ ان کے آگے بڑھنے میں ان کا تعاون کریں، پولیس بھی ان کی مدد کرے اور ان کے لیے سہولتیں مہیا کرے، اس طرح عمل کرنے میں دونوں طبقہ والوں کے لیے سہولتیں پیدا ہو جائیں گی، اگر اس پر عمل نہیں کیا گیا تو مفتی بہ قول ہمیشہ کے لیے متروک العمل ہو جائے گا اور ابن مسعود و ابن عباسؓ کی روایت کا ترک لازم آئے گا (صاحبین کا جو استدلال ہے، صاحب فتح القدير نے اس کا جواب دیا ہے، ملاحظہ فرمایا جائے) اور معاندین کے لیے لوگوں کو امام ابوحنیفہ اور فقہ سے بدظن کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا، جس کے لیے وہ ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

## نوٹ:

(۱) اگر یہ کہا جائے کہ حجاج اپنے طور پر قربانی کرتے ہیں تو ہزاروں جانوروں کا گوشت ضائع جاتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کی ناقدری ہے، اس کے برعکس اگر دوسرے قول پر عمل کر لیا جائے (جس میں ترتیب واجب نہیں) تو اس عظیم نعمت کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ ایک لقمہ گر جانے پر اس کو اٹھا کر کھالینے کی اسی طرح کھانے کے برتن کو صاف کرنے کی ہدایت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے تو جب ایک لقمہ کی اتنی اہمیت ہے تو ہزاروں مذبوحوہ جانوروں کی کتنی اہمیت ہوگئی۔۔۔ تو جواباً عرض ہے کہ حجاج کرام قربانی کرنے کے بعد خدا نخواستہ اپنے مسافرانہ حالت کی وجہ سے گوشت کا صحیح انتظام نہ کر سکیں تو اسی نعمت کی ناقدری نہیں کہا جاسکتا اور نہ نعمت کی ناقدری مقصود ہے، لقمہ گر جانے پر قدرت کے باوجود نہ اٹھانا، اسی طرح برتن صاف نہ کرنا نعمت کی ناقدری ہی ہے۔ صورت مسئلہ میں حاجی کا مقصد اپنی ایک اہم عبادت غیر مشتبہ طور پر ادا کرنا ہے، اس کے بعد اگر وہ خدا نخواستہ گوشت کا صحیح انتظام نہ کر سکے تو وہ معذور شمار ہوگا، اسے ناقدر نہیں کہا جائے گا: ”إنما الأعمال بالنیات“۔ (۱) یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ قربانی اراقہ دم کا نام ہے اور اراقہ دم ہی سے عبادت ادا ہو جاتی ہے اور حجاج کرام صحیح طور پر عبادت ادا کرنے کے مکلف ہیں، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام (جو عموماً مسافر ہوتے ہیں اور شریعت میں مسافر کے لیے بہت ساری رخصتیں ہیں) کی ذمہ داری نہیں، یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے، حجاج کرام بمنزلہ مہمان اور حکومت بمنزلہ میزبان کے ہے، مہمان کی ضروریات کا انتظام کرنا میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی، جو حکومت ایک شب و روز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کر سکتی ہے (جیسا کہ اس سال منی میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ ان جانوروں کو گوشت کا انتظام نہیں کر سکتی؟

(۲) آزادانہ ذبح کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے، جس کا خود احقر نے اپنے سفر حج میں مشاہدہ کیا، مقامی غربا (جبشی وغیرہ) پہاڑ پر بیٹھے رہتے ہیں اور جب کوئی حاجی قربانی کرتا ہے، وہ غربا فوراً دوڑ کر پورا جانور، یا بقدر ضرورت لے جاتے اگر تمام ہی لوگ حکومت کے زیر نگرانی مذبح میں قربانی کرانے لگیں تو ان غربا کا کیا ہوگا؟ وہ بے چارے محروم رہیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۴۸-۱۱۷)



(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱، صحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۱۹۰۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۲۷،

سنن أبی داؤد، رقم الحدیث: ۲۲۰۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۴۷، انیس

# احرام کے مسائل

## احرام کی حقیقت کیا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احرام کسے کہتے ہیں؟ کیا احرام کا مطلب احرام کی چادریں پہننا ہے؟ یا احرام کا مطلب تلبیہ پڑھنا ہے؟ اگر احرام کا مطلب تلبیہ پڑھنا ہے تو جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو تو وہ احرام کی نیت سے تلبیہ کس طرح ادا کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

احرام دراصل نیت اور تلبیہ (یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر خداوندی) کے اجتماع سے عبارت ہے؛ یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام شروع ہو جاتا ہے، خاص کپڑوں یا ہیئت کا نام احرام نہیں ہے، اور گونا گونا گوں شخص جو بولنے پر قادر نہ ہو، اس کے لیے صرف احرام کی نیت کرنا کافی ہے، اس پر زبان ہلانا لازم نہیں ہے۔

الإحرام شرعاً: الدخول في حرمة مخصوصة أي الترامها غير أنه لا يتحقق شرعاً إلا بالتلبية مع الذكر، والمراد بالذكر التلبية ونحوها. (رد المحتار، كتاب الحج: ۴/۸۵، زكريا، منحة الخالق: ۲/۵۶۰، زكريا، فتح القدير: ۲/۴۲۹)

وكذا لا يشترط أي لصحة الإحرام هيئة أي صورية ولا حالة. (مناسك كبير، ص: ۹۴)  
ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمى تحريك لسانه. (الدر المختار)  
ونقل الشامي بحثاً: فينبغي أن لا يلزمه في الحج الأولى؛ لأن القراءة فرض قطعي والتلبية أمر ظني. (رد المحتار، كتاب الحج: ۲/۱۸۱-۱۸۲، زكريا)

قال الرافعي: قوله ولكن يحتاج إلى الفرق بين التحريم والتلبية يظهر أنه على القول يلزم التحريك في التحريم يلزمه في التلبية، والقراءة أيضاً، ومقابلته عدم اللزوم في الكل وهو المختار. (تقريرات الرافعي: ۲/۱۵۹)

قال الحموي في شرح الأشباه: قوله الأخرس يلزمه تحريك اللسان الصحيح أنه لا يجب عليه تحريك اللسان، قال في المحيط: الأخرس والأمى افتتحا بالتلبية أجزأهما لأنهما أتيا بأمضى ما في وسعهمهما، وفي شرح منية المصلي: ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا وهو الصحيح. (الأشباه والنظائر، ص: ۱۸۵، قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۳۳۷)

## احرام کس وقت باندھے:

سوال: جہاز کے اڑان بھرنے کے بعد میقات کے قریب جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر حج کی نیت سے احرام باندھنا ضروری ہے یا جہاز میں بیٹھنے، یا اڑان کے بھرنے کے بعد نماز پڑھ کر احرام باندھ سکتے ہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

جہاز میں بیٹھنے، یا جہاز کے اڑان بھرنے کے بعد میقات سے پہلے دونوں وقت میں جس وقت چاہیں دو رکعت نماز پڑھ کر حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھ سکتے ہیں، نیت صحیح و درست ہوگی، البتہ اس کے بعد احرام کی پابندی لازمی ہوگی۔ (وَأَمَّا شَرْطُهُ فَالْإِيْتِيَانِ) حتی لا يصير محرماً بالتلبية بدون نية الاحرام كذا في محيط السر حسی ولا يصير شارعاً بمجرد النية ما لم يات بالتلبية... ثم إذا فرغ من صلاته يطلب من الله التيسير و يدعو اللهم إني أريد الحج فيسره لي وتقبله مني كذا في المحيط ثم يلبي في دبر الصلاة أو بعد ما استوت به راحلته والتلبية في دبر الصلاة أفضل عندنا، كذا في فتاوى قاضى خان. (الفتاوى الهندية، الباب الثالث فى الإحرام: ۲۲۲/۱-۲۲۳) فقط والله تعالى اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۳۳)

## احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر احرام کی چادریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں کیا سفید چادریں ضروری ہیں، یا اور رنگ کے بھی ہو سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: بشیر احمد چترال، ۱۹۸۴ء)

الجواب:

سفید رنگ کے احرام کی چادریں مستحب ہیں، واجب نہیں ہیں۔ (ارشاد الساری) (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۴/۴)

## لبس رنگین و مخیط احرام:

سوال: احرام باندھنے میں سیاہ کپڑا، یا گیر و سے رنگا ہوا، یا کسی دوسری چیز سے رنگا ہوا پہننا جس میں کوئی خوشبو نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟ دوسرے کوئی ازار، یا چادر جو کم عرض ہونے کی وجہ سے دو پاٹ کر کے پہن لی جاوے، اسی حالت احرام میں تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۱) قال الملا علی قاری: ویلبس من احسن ثیابه... ثوبین جدیدین تشبیہا بکفن المیت وهو الافضل أو غسلین ای للطهارة والنظافة ایضین وصف لثوبین وهو الافضل من لون آخر کما هو فی امر الکفن مقرر ولقوله صلى الله عليه وسلم لبسوا الثياب البيض فانها اطهر واطيب وكنفوا فيها موتاكم رواه جماعة. (ارشاد الساری، ص: ۸۶، فصل ثم يتجرد عن الملبوس المحرم)

## الجواب

فی الدر المختار، باب الاحرام: ولبس إزار ورداء جديدين أو غسيلين طاهرين أبيضين ككفن الكفاية وهذا بيان السنة، الخ.

فی ردالمختار (قولہ: وهذا): أى ليس الإزار والرداء على هذه الصفة بيان للسنة وإلا فساتر العورة كاف، فيجوز في ثوب واحد وأكثر من ثوبين وفي السوادين أو قطع خرقة مخيطة: أى المسماة مرقعة والأفضل ان لا يكون فيها خياطة، لباب (۲۰۴/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ سفید ہونا جامہ احرام کا مستحب ہے، ورنہ سیاہ وغیر سیاہ بھی جس میں خوشبو نہ ہو، جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گوافضل یہی ہے کہ اس میں بالکل سلائی نہ ہو؛ لیکن اگر دوپاٹوں کے جوڑنے کو سلائی کی جاوے، تب بھی جائز ہے۔

۱۶/شوال ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالثہ، ص: ۸۹) (امداد الفتاوی: ۱۶۴/۲)

### گرم کپڑے میں احرام باندھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احرام گرم کپڑے کا باندھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

احرام میں گرم کپڑے کا استعمال بھی درست ہے، البتہ رنگ سفید ہو تو بہتر ہے۔

عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما زرتم الله به في قبوركم ومساجدكم البياض. (سنن ابن ماجه، باب البياض من اللباس: ۱۱۸۱/۲، رقم: ۳۵۶۸)

عن سمره بن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البسوا ثياب البياض فإنها أطهر وأطيب. (سنن ابن ماجه، باب البياض من الثياب: ۱۱۸۱/۲، رقم: ۳۵۶۷، اللباس والزينة، ص: ۸۶-۸۷)

وكونه أبيض أفضل من غيره. (شامی: ۴۸۱/۲، کراتشی)

أبيضين ككفن الكفاية في العدد والصفة غير مخيطين. (غنية الناسك، ص: ۷۱، شامی: ۴۸۸/۲، زكريا، البحر الرائق: ۵۶۲/۲، زكريا، تبين الحقائق: ۲۵۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۰/۷)

### احرام کی چادر کا عام استعمال:

سوال: کیا احرام کی چادر جو حج اور عمرہ میں استعمال ہوتی ہے، اس کو عام استعمال میں لایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

عام استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴/۱۲/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۶/۳)

### ادائیگی حج کے بعد احرام کے کپڑوں کا استعمال:

سوال: احرام کے اندر استعمال شدہ کپڑا عام کپڑوں کی طرح استعمال میں لایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ نیز احرام میں ایک دفعہ کپڑا استعمال کر لینے کے بعد دوبارہ احرام میں استعمال کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

روح البیان میں آب زمزم سے تر شدہ کپڑے میں کفن دینے کو موجب نجات عاصی میں شمار کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ایسے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے، حالاں کہ قبر میں وہ کفن بظاہر جسم سٹرنے کے بعد پیپ وغیرہ میں ملوث ہو کر فنا ہو جاتا ہے، حالانکہ آب زمزم کی فضیلت ذاتی ہے تو احرام کے کپڑے کا استعمال بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا کہ اس کی فضیلت ذاتی نہیں؛ بلکہ استعمال فی الاحرام کی وجہ سے آئی ہے اور وہ بھی منصوص نہیں بخلاف آب زمزم کی فضیلت کے کہ وہ منصوص بھی ہے۔ نیز استعمال فی حالة الحیاة میں اس قدر بے حرمتی بھی نہیں، جتنی استعمال فی حالة الممات میں ہے۔ نیز کعبہ کے پردوں کے استر میں کفنانے کی حلت بھی مصرح ہے۔

كما في تفسير روح البيان (٥٥٩/١)، مطبوعة مصر، سورة التوبة: ولذا قال في الأسرار المحمدية: لو وضع شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم أو عصاه أو سوطه على قبر عاص لنجا ذلك العاصي ببركات تلك الذخيرة من العذاب ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة أستار الكعبة والتكفن بها، انتهى.

روح البیان کی یہ عبارت امداد الفتاویٰ، ادارہ تالیفات (۱۶/۱) میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح پارچہ احرام کو دوبارہ احرام میں استعمال کرنا اہانت کی وجہ سے تو ناجائز ہو نہیں سکتا اور نہ ہی احرام کے لیے نیا کپڑا شرط ہے؛ بلکہ صرف افضل ہے؛ اس لیے دوبارہ احرام کے لیے استعمال کرنا بھی جائز ہے، خصوصاً اگر نیا پن بھی ختم نہ ہوا ہو تو نئے پن کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

كما في ملتقى الأبحر (٢٦٧/١)، مطبوعة بيروت: وإذا أراد الإحرام إلى قوله: ويلبس إزاراً ورداءً جديدين أبيضين وهو أفضل ولو كانا غسيلين أولبس ثوباً واحداً يستر عورته جاز والله أعلم بالصواب  
کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴/۱۲/۱۴۰۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۲-۳۲۳)

## حالت احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا:

سوال: کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حالت احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

حالت احرام میں وضو اور غسل کے بعد تولیہ وغیرہ سے منہ پوچھنا مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے؟ لیکن اس کی وجہ سے جنایت لازم نہیں آتی۔

وتغطيه ربع الرأس، أو الوجه كالكل. (الدر المختار، كتاب الحج: ۵۷۹/۳، زکریا)

ولا يعطى المحرم رأسه ولا وجهه. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۵۷۷/۳، زکریا)

إذا غطى رأسه، أو وجهه، ولو امرأة، كلاً أو بعضاً بمعتاد، وهو ما يقصد به التغطية عادة كالقلنسوة، مخيطاً كان أو غيره، ودام عليه زماناً، ولو ناسياً أو عامداً، عالماً أو جاهلاً، مختاراً أو مكرهاً. (غنية الناسك: ۲۵۴، كذا في الفتاویٰ الہندیہ: ۲۴۱/۲، البحر الرائق: ۱۳/۳، زکریا) فقط واللہ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۱۰/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۳/۷)

## احرام کے کپڑے پر مسح:

سوال: احرام باندھنے کے بعد عورتیں وضو کریں تو سر کے مسح کا کیا طریقہ ہے؟ احرام ہٹا کر سر کا مسح کر سکتی ہیں، یا اوپر ہی سے؟  
(مہر النساء، چنچل گوڑہ)

الجواب

اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر ہے کہ سر سے مراد انسان کا جسم ہے؛ اس لیے احرام کے کپڑوں پر مسح کرنا کافی نہیں، سر پر مسح کرنا ضروری ہے، البتہ حالت احتیاط کے ساتھ مسح کریں؛ تاکہ بال ٹوٹنے نہ پائیں، اگر بال ٹوٹ گئے تو صدقہ واجب ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۵/۴)

## احرام کی چادر کو پن سے منسلک کرنا:

سوال: احرام کا اوپری حصہ اکثر کندھوں سے نیچے گرتا رہتا ہے، اسٹیل کا کاشا لگانا جائز ہے، یا نہیں؟  
(حاجی عبدالقدیر، بیدر)

الجواب

اس طرح پن کا لگانا مناسب نہیں؛ کیوں کہ کپڑے کے سلنے سے ایک گونہ اس کی مماثلت ہے اور سلا ہوا کپڑا پہننا



احرام کے وقت ممنوع ہے۔ فقہانے اس سلسلے میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص چادر کو تہہ بند بنا لے تو اس کے دونوں کھلے ہوئے کناروں کو رسی، یا کسی اور چیز سے گرہ لگانا اور باندھنا نہیں چاہیے؛ لیکن ایسا کر ہی گزرے تو اس کی وجہ سے دم، یا صدقہ واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

”بخلاف الرداء فإنه إذا اتزر بها لا ينبغي أن يعقده بحبل أو غيره ومع هذا لو فعل لا شيء عليه“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳۵/۳۶)

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہیے؟ کیا تین بار پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۱۹۷۴ء)

الجواب

احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ (شرح اللباب) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۲/۴)

احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب الحج مطبوعہ فیروز سنز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر ایک احرام باندھنے کے بعد اور دوسرے ہر طواف کعبہ کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے، اس کے علاوہ کوئی خاص نماز مناسک میں مقرر نہیں ہے، سوائے پنج گانہ کے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: اکرام الحق غفرلہ راولپنڈی)

الجواب

در مختار وغیرہ (کتاب الحج) میں مصرح ہے کہ یہ اول نماز مستحب ہے، (۳) اور دوسری واجب ہے۔ (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۲/۴)

(۱) البحر الرائق، کتاب الحج: ۷/۳

(۲) قال الملا علی قاری: والتلبیة مرة فرض وهو عند الشروع لا غیر وتکرارها سنة ای فی المجلس الأول وکذا فی سائر المجالس إذا ذکرها وعند تغیر الحالات کالاصباح والامساء... مستحب مؤکد.... والاکنار مطلقاً مندوب ای مطلوب شرعاً... ويستحب أن یکرر التلبیة فی کل مرة ای إذا شرعها ثلاثاً وأن یأتی بها ای بالثلاثة علی الولاء. (ارشاد الساری: ۷۰، فصل شروط التلبیة)

(۳) قال العلامة الحصکفی: وصلى ندبا بعد ذلك شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروه قال الشامی: ای بعد اللبس والتطیب. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۱/۲، فصل فی الاحرام)

(۴) قال العلامة الحصکفی: وختم الطواف باستلام الحجر استئنا ثم صلى شفعا فی وقت مباح یجب علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۸۱/۲، مطلب فی طواف القدوم)

حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کے لیے طواف وغیرہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

- (۱) حالت احرام میں نماز پڑھتے وقت کندھوں کو چھپانا ہوگا، یا نہیں؟
- (۲) زندہ آدمی کے لیے عمرہ، یا طواف کرنے اور ایصال ثواب کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ بینواتو جروا۔
- (المستفتی: عبداللہ اکوڑہ ٹنک معرفت ناظم صاحب، ۱۳/رجب ۱۴۰۱ھ)

#### الجواب

- (۱) طواف کے علاوہ نماز وغیرہ میں کندھوں کو چھپانا مسنون ہے۔ (ماخوذ از رد المحتار: ۲/۲۱۵) (۱)
  - (۲) اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (شامی باب الحج عن الغیر) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳/۲۷۵)
- صلوٰۃ احرام اور صلوٰۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

- (۱) صلوٰۃ الاحرام بعد صلوٰۃ العصر اور بعد صلوٰۃ الفجر پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟
- (۲) ان اوقات میں بعد از طواف عمرہ صلوٰۃ طواف کی دو رکعت پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینواتو جروا۔
- (المستفتی: معرفت ناظم اعلیٰ صاحب، ۱۳/۷/۱۴۰۱ھ)

#### الجواب

- (۱) ان اوقات میں نماز احرام پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۲۳۷) (۳)
- (۲) مختلف فیہ ہے، جمہور ناجائز قرار دیتے ہیں اور طحاوی نے جواز کی طرف میلان کیا ہے۔ (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳/۲۷۵-۲۷۶)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح اللباب واعلم ان الاضطباع سنة في جميع اشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء فاذا فرغ من الطواف تركه حتى اذا صلى ركعتي الطواف مضطبعا يكره لكشفه منكبه. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۸۱/۲، قبيل مطلب في طواف القدوم)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: الأصل إن كل من أتى عبادة ما أی سواء كانت صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك ... جميع انواع البر، كما في الهندية. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۶/۲، مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

(۳) وفي الهندية: ولا يصليهما في الوقت المكروه وتجزیه المكتوبة، كذا في البحر. (الفتاوى الهندية: ۳۲۲/۱، الباب الثالث في الاحرام)

(۴) قال الملا علی قاری: واعلم أنه صرح الطحاوی وغيره بکراهة اداء ركعتي الطواف في الاوقات الخمسة المنهى عن الصلاة فيها عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد ونقل عن مجاهد والنخعی وعطاء جواز أدائها بعد ==

احرام کی حالت میں اگر چادر علاحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں مثلاً سخت گرمی پڑتی ہو اور اس وجہ سے چادر کو علاحدہ کر کے ہوا خوری کے لیے بیٹھ جائے، یا پسینہ دور کرنے کے لیے چادر علاحدہ کرے، اگرچہ تہبند بر حال خود باندھا ہے، کیا اس سے احرام وحج پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: محمد جمیل مردان، ۲۲/۲/۱۹۷۷ء)

### الجواب

احرام کے لیے دو چادریں ایک تہبند کے لیے اور ایک چادر کے لیے جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔ پس ستر عورت کے لیے تہبند باندھنا فرض ہے اور کسی عذر کی وجہ سے صرف چادر اتار کر تہبند پر اکتفا کرے تو جائز ہے۔ (درمختار) (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۶۷۳/۲)

### حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت احرام دائیں کندھے پر نہیں ڈالتے اور بعض لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کے وقت دائیں کندھے سے احرام ہٹا لیتے ہیں اور طواف شروع کر لیتے ہیں۔ اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: شفیق الرحمن خٹک وادی بن بیش مشیط سعودیہ، ۶/۷/۱۹۸۶ء)

### الجواب

یہ اضطباع صرف حالت طواف میں (جو کہ احرام میں ہو اور اس کے بعد سعی ہو) سنت ہے، نہ کہ نماز اور سعی میں۔ (مناسک قاری وغیرہ) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۳/۲)

== العصر قبل اصفرار الشمس وبعد الصبح قبل طلوع الشمس ای قبل احمرار آثارها قال الطحاوی والیہ نذهب، والحاصل انهم فرقوا فی المسئلة حيث جوزوها وقت الكراهة التنزيهية دون زمان الكراهة التحريمية الحاقا لصلاة الطواف من حيث انه واجب بالفرائض وسائر الواجبات والمحققون فرقوا بين قضاء الوتر واداء ركعتي الطواف ولو كانا واجبين، الخ. (المسلك المتقسط: ۱۰۷، فصل فی واجبات الطواف)

(۱) قال العلامة الحصكفي: ولبس ازار من السرة الى الركبة ورداء على ظهره ويسن ان يدخله تحت يمينه ويلقيه على كتفه الايسر فان زره او خلله او عقده اساء ولا دم عليه... وهذا بيان السنة والافستر العورة كاف، قال ابن عابدين: اي لبس الازار والرداء على هذه الصفة بيان للسنة والا فساتر العورة كاف فيجوز في ثوب واحد او اكثر من ثوبين. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۱/۲، فصل فی الاحرام)

(۲) قال الملا علی قاری: اذا اراد الشروع فی الطواف ای فی طواف بعده سعی فانه حينئذ یسن الاضطباع والرميل له ینبغي ان یضطبع قبل شروعه فيه بقليل وليس كما يتوهمه العوام من ان الاضطباع سنة جميع احوال الاحرام بل الاضطباع سنة مع دخوله فی الطواف علی ما صرح به الطرابلسی وغیره لكن قال ولو اضطبع قبل شروعه فی الطواف بقليل فلا بأس به. (المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط: ۸۸، فصل فی صفة الشروع فی الطواف)

احرام اور پردہ:

سوال: میں پردہ کی بہت پابند ہوں، بلوغ کے بعد ہی سے میرے والدین نے مجھے پردہ کا پابند رکھا، میرے شوہر بھی دین دار ہیں، چنانچہ شادی کے بعد انہوں نے قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ کرایا، اب میں شوہر کے ہمراہ حج کو جانے والی ہوں، بعض لوگوں نے کہا کہ یہیں سے احرام باندھنا لازمی ہے، اگر یہیں سے احرام باندھ لوں تو جن سے میں اب تک پردہ کر رہی ہوں، ان کے سامنے بے پردہ رہوں گی، کیا میں اور میری جیسی خواتین ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام نہیں باندھ سکتے؟

(فاطمۃ النساء، مستعد پورہ)

الجواب:

اصل میں احرام کی کیفیت اس وقت شروع ہوتی ہے، جس وقت آپ تلبیہ پڑھیں، احرام باندھنا حیدر آباد سے ضروری نہیں؛ بلکہ میقات آنے سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہے، آپ ایسا کریں کہ غسل کر کے دو رکعت نماز احرام پڑھ لیں، پھر اگر حج تمتع کر رہی ہوں تو عمرہ کی نیت کر لیں اور ابھی تلبیہ نہ پڑھیں، جہاز میں بیٹھنے کے بعد میقات آنے سے پہلے تلبیہ پڑھ لیں، اسی وقت آپ کا احرام شروع ہوگا، عام طور پر جدہ سے آدھا گھنٹہ پہلے میقات آتی ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳۶/۳-۳۷)

احرام کی حالت میں کیسا جوتا پہننا جائز ہے:

سوال: حالت احرام میں کیسی چپل استعمال کی جائے؟ اس کے متعلق ایک مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں امید کہ تفصیلی جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

(۱) اگر جوتا نہ ہو تو موزہ کو وسط قدم پر سے کاٹ کر پہننے۔ (زبدہ) اس طرح کہ پیر کی پشت کھلی رہے مع اوپر کے دونوں ٹخنوں کے۔ (ناقل)

ضروری انتباہ: اکثر عوام و خواص میں یہ مشہور ہے کہ فقط پیر کی بیچ کی ہڈی کھلی رکھنا ضروری ہے، یہ بالکل غلط ہے؛ مگر وضو میں جو دو کعبین دھونے واجب ہیں، ان کے اوپر سے لے کر پیر کی بیچ کی ہڈی سے بھی کچھ نیچے تک کاٹنا چاہیے کہ اچھی طرح پیر کی ہڈی سے نیچے سے اوپر دونوں ٹخنوں تک مع اطراف پیر اور ایڑی کے موزہ وغیرہ سے خالی رہے، اور مثل جوتی کے رہ جائے۔ (ناقل)

”الذی فی الحدیث ویقطعہما حتی یکونا أسفل من الکعب وهو أفصح مما هذا ابن کمال؛ والمراد قطعہما بحيث یصیر الکعبان و ما فوقها من الساق مکشوفاً لا یقطع موضع

الکعبین فقط کما لا یخفی“ (رد المحتار، کتاب الحج: ۲۴/۳) (۱)

(۱) پوری روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے: عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن رجلاً ==

”أيضاً لو كان الكوش الهندي يستر العقب وما فوقه مما يحاذي الكعب ينبغي أن لا يجوز لبسه لأنه لم يكن أسفل من الكعبين في كل جانب وهو الظاهر من النص ولعله محل النص على قطع الخفين حتى يكونا كالنعلين من جانب المُوخر“۔ (زبدة المناسك، كتاب الحج، ص ۱۰۴)

(۲) ”وعن هذا فسر الشارح رحمه الله تعالى المكعب بالكوش الهندي؛ ولم يلتفت إلى أنه يستر العقب؛ فما في رد المحتار: والظاهر أنه لا يجوز ستر العقب، آه۔

ويتفرع على عدم جواز لبس الكوش الهندي ونحوه مما يستر العقب؛ ليس بظاهر؛ نعم لو كان الكوش الهندي يستر العقب وما فوقه مما يحاذي الكعب ينبغي أن لا يجوز لبسه؛ لأنه لم يكن أسفل من الكعبين في كل جانب؛ وهو الظاهر من النص“۔ (غنية الناسك، باب الاحرام، ص: ۸۷)

(۳) احرام کی حالت میں پاؤں میں ہراس جوتے کا پہننا جائز ہے، جس سے وسط قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کھلی رہے، خواہ وہ چپل ہو یا سلیپر، یا ہندوستانی یا پاکستانی دیسی جوتا اور نیوکرٹ وغیرہ۔ (البحر الرائق: ۳۶۴/۲، عمدۃ الفقہ: ۱۴۰/۴، عمدۃ المناسک، ص: ۲۱۴)

(۴) حاصل یہ کہ احرام کی حالت میں دونوں ٹخنے اور پیروں کے اوپر جہاں بال اگتے ہیں، جو ابھرا ہوا حصہ ہے، اس کا کھلا رہنا ضروری ہے، پس احرام کی حالت میں مردوں کو بہتر تو ہوائی چپل پہننا ہے اور اگر جوتا، یا چپل ایسا ہو، جو ٹخنوں اور مذکورہ پیروں کے بالائی حصہ کو نہ چھپاتا ہو تو اس کا پہننا بھی درست ہے، البتہ اگر ایڑی، پنجہ انگلیاں چھپی رہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (مسائل حج وعمرہ ص: ۲۱۲)

ان عبارات میں سے بعض سے سمجھ میں آتا ہے کہ احرام کی حالت میں جوتے ایسے ہونے چاہیے، جس میں ایڑی وغیرہ چھپی ہوئی ہوں اور دوسرے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایڑی وغیرہ کا چھپا رہنا ضروری نہیں۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ کی تفصیلی وضاحت فرمائیں کہ احرام کی حالت میں جوتا کس طرح کا ہونا چاہیے؟ کیا صرف قدم کے اوپر کا حصہ کھلا رکھنا کافی ہے، یا ایڑی اور ٹخنہ اور ٹخنہ کے نیچے تک کا سارا حصہ کھلا رکھنا ضروری ہے؟ بعض سنڈل اس قسم کی بنی ہوئی ہے کہ اوپر کی پشت تو کھلی ہوئی ہے، مگر پشت سے اوپر ایک پٹی ہے، جو سنڈل کو پکڑ کر رکھتی ہے اور اس میں ایڑی بھی چھپی رہتی ہے۔ اس کا استعمال احرام کی حالت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصليةً ومسلماً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پاؤں کی حفاظت کے لیے دو چیزیں استعمال کی جاتی تھیں: ایک کوخف

== سألہ یلبس بالمحرم؟ فقال: لا یلبس القميص ولا العمامة ولا السراويل ولا البرنس ولا ثوباً مسه الورش أو الزعفران. فإن لم النعلين فيلبس الخفين وليقطعهما حتى يكونا تحت الكعبين. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من أجاب السائل أكثر مما سأله، رقم الحديث: ۱۳۴، انيس)

سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسری کو نعل سے۔ خف چمڑے، یا اسی طرح کی چیز سے اس طرح بنا ہوا ہوتا تھا کہ وہ پاؤں کو دونوں ٹخنوں اور اوپر کے کچھ حصہ سمیت چھپا لیتا تھا اور خف کو وہ حضرات پاؤں میں تنہا بھی پہن کر چلتے پھرتے تھے۔ دوسری کو نعل سے تعبیر کیا جاتا تھا، ان کے یہاں نعل کا اطلاق چپل پر ہوتا تھا اور جس کو ہمارے یہاں جوتی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کو اہل عرب مداس سے تعبیر کرتے ہیں اور عربی زبان کا لفظ حذاء اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے؛ لیکن وہ عرب میں رائج نہیں تھا، متأخرین اسی کو مکعب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ”ترمذی“ کی شرح ”معارف السنن“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”الخف فی الشرع اسم للمتخذ من الجلد أو نحوه الساتر للكعبين فصاعداً متصلاً بالقدم من غير أن يشف، هذا ما يستفاد من مواضع من البحر الرائق وغيره وكان الخف كالنعل يمشون فيه... والنعل عندهم ما يسميه أهل الهند ”چپلی“ وما يسمونه ”جوتی“ فهو المداس (بالفتح) كما ذكره صاحب القاموس.

وفيه هو اسم لما يلبس في الرجل ۱۵. قال الرام وفي هذا المعنى حذاء عندهم قديماً وحديثاً ولم يكن رائجاً في العرب وقديسمى عندهم في متأخريهم بالمكعب“. (معارف السنن، كتاب الحج: ۳۳۳-۳۳۴)

حالت احرام میں محرم کے لباس کے سلسلہ میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”إلا أن يكون أحد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطعهما ما أسفل من الكعبين“۔ (۱)  
یعنی حالت احرام میں محرم کو چاہیے کہ خفین کا استعمال نہ کرے، البتہ اگر کسی محرم کے پاس نعلین (چپل) نہ ہوں تو خفین کو کعبین سے نیچے کاٹ کر استعمال کر سکتا ہے۔

عربی زبانی میں لفظ کعب دو معنی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) وہ ابھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ پر ہے (جس کو اردو میں ٹخنہ کہتے ہیں)۔

(۲) اور وہ ابھری ہوئی ہڈی جو چپل کے تسمہ کے پاس پاؤں کی پشت پر ہے، اس ارشاد میں نبوی میں امام محمدؒ نے لفظ کعب کو اسی دوسرے معنی میں بر بنائے احتیاط لیا ہے۔

حضرت بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

ونسب إلى محمد ابن الحسن أنه فسر الكعب بالعظم الذي في وسط القدم المسمى عند

(۱) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أن رجلاً سأله يلبس بالمحرم؟ فقال: لا يلبس القميص ولا العمامة ولا السراويل ولا البرنس ولا ثوباً مسه الورش أو الزعفران. فإن لم النعلين فليلبس الخفين وليقطعهما حتى يكونا تحت الكعبين. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من أجاب السائل أكثر مما سأله، رقم الحديث: ۱۳۴، انيس)

الأطباء با: ”العظم الزودقي“ وبعضهم جره إلى غسل الرجلين أيضاً وهو خطأ، وإنما الكعب عنده بذلك المعنى فى قطع الخفين للمحرم لا غير، وخلاصة مادار البحث: أن لفظ الكعب عند محمد والأصمعى فى اللغة يستعمل بالمعنيين: بمعنى العظم النأتى عند مفصل الساق و القدم، وبمعنى العظم عند معقد الشراك فأخذه محمد بهذا المعنى فى المحرم لكونه أحوط ومحمد حجة فى اللغة فلا عبرة بقول من لم يعرفه. وراجع العمدة: ۵۲۱/۴، والفتح: ۳۲۰/۳، للتفصيل. (معارف السنن: ۳۳۲/۶)

مطلب کہ کعب کا جو مشہور مفہوم ہے، یعنی پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ پر دائیں بائیں جو ابھری ہوئی ہڈی ہے، اس کے ساتھ اس کا جو غیر معروف مفہوم اور معنی؛ یعنی پاؤں کی پشت کا ابھرا ہوا حصہ، جس کا حاصل یہ ہوا کہ خفین؛ یعنی چمڑے کے موزوں کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ یہ دونوں حصے کھلے رہیں، البتہ ان دونوں حصوں کے کھلے رہنے کے ساتھ ساتھ پاؤں کا پچھلا حصہ جس کو عربی میں لفظ عقب اور اردو میں لفظ ایڑی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا بھی کھلا رہنا ضروری ہے، یا نہیں؟ تو کتب فقہ کی عبارتوں سے اتنی بات تو واضح ہوتی ہے کہ قدم کی پشت کا اوپر والا حصہ (جو لفظ کعب کے ایک مفہوم کا مصداق ہے) اور دونوں ٹخنے اور ان کے محاذات کا پورا حصہ اور ان کے اوپر کا حصہ کھلا رہنا ضروری ہے، البتہ ایڑی کے متعلق بعض عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا کھلا رہنا ضروری نہیں، یعنی پاؤں کا پچھلا حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے، اور ہندوستانی دیسی جوتا پہننے کی صورت میں وہ بھی کچھ چھپ جاتا ہے تو اس کی گنجائش ہے، البتہ آپ نے جس سنڈل کے متعلق دریافت کیا ہے کہ اس میں پشت تو کھلی رہتی ہے؛ مگر پشت سے اوپر ایک پٹی ہوتی ہے، اس کے متعلق کوئی صراحت نظر سے نہیں گزری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أما: العبد احمد غنى عنه خانپوری، کیم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ الجواب صحیح: عبد القیوم راجکوٹی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۱۷/۲-۳۲۲)

### حالت احرام میں پاؤں میں مہندی لگانا:

سوال: زید دو پہر کے وقت حرم شریف میں گیا اور خانہ کعبہ کی دیوار تک چلا گیا، واپسی میں پتھر گرم ہونے کی وجہ سے ایک پیر میں چہالہ پڑ گیا اور دوسرا اسی طرح درد کرنے لگا زید نے ایک پیر میں حنا لگائی اور زید کو جب کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو دوسرے اور تیسرے روز دونوں پیروں میں حنا لگائی اور زید قرآن کے احرام میں ہے۔ اس صورت میں کیا کفارہ ہوگا؟ مینواتو جروا۔

الجواب

تین دن تک ایک پاؤں یا دونوں پاؤں میں حنا لگانے سے تین جنائتیں ہوئیں اور قارن کی ایک جنایت دو جنایتوں کے حکم میں ہو جاتی ہے؛ اس لیے چھ جنائتیں ہو گئیں؛ مگر چونکہ عذر کی وجہ سے ہوئی ان جنایتوں کے کفارہ میں یہ اختیار

ہے کہ ہر جنایت کے عوض ایک قربانی بکرے، یا مینڈھے وغیرہ کی حرم میں کرے، یا ساتواں حصہ اونٹ وغیرہ کا اور یا چھ مسکینوں کو ایک ایک فطرہ؛ یعنی پونے دو سیر گندم، یا اس کی قیمت ادا کرے، یا ساتواں حصہ اونٹ وغیرہ کا اور یا چھ مسکینوں کو ایک ایک فطرہ؛ یعنی پونے دو سیر گندم، یا اس کی قیمت ادا کرے اور تین روزے رکھے۔ یہ ایک جنایت کا کفارہ ہوا، اسی طرح چھ جنایتوں کے چھ کفارے ادا کرے۔ (کذا فی الدر المختار: ۲/۲۸۸) واللہ اعلم

۲۸ محرم ۱۳۶۷ ہجری (اضافہ) (امداد المفتین: ۲/۴۱۸)

### حکم استعمال پان در احرام:

سوال: احرام کی حالت میں معتاد شخص کو پان کھانا کیسا ہے، پان سے لبوں کی زینت ہو جاتی ہے اور پان میں ایک قسم کی خوشبو بھی ہے اور اگر پان میں الائچی اور خوشبودار تمباکو بھی ہو، اس کا کھانا کیسا ہے اور غیر معتاد کو پان کھانا بلحاظ زینت، یا بغیر لحاظ زینت کیسا ہے؟

### الجواب

فی العالمگیریۃ الطیب کل شئی لہ رائحة مستلذہ ویعدہ العقلاء طیباً کذا فی السراج الوہاج وفيہا: ولو کان الطیب فی طعام طبخ وتغیر فلا شئی علی المحرم فی أکله سواء کان یوجد رائحة أوالا کذا فی البدائع وإن خلطه بما یؤکل بلا طبخ فإن کان مغلولاً بشئی علیہ غیر أنه إن وجدت معه الرائحة کره وإن کان غالباً وجب الجزاء وفي الدر المختار وثوب صبیغ بماء لہ طیب کورس و عصفراً لا بعذر والہ بحیث لا یفوج فی الأصح. (۱)

روایت (فقہی) بالا سے معلوم ہوا کہ پان چونکہ داخل طیب نہیں، گو موجب زینت ہے، منافی احرام نہیں اور الائچی اور مثل اس کے طیب ضرور ہیں؛ مگر چونکہ پان و تمباکو مغلول ہیں، لہذا وہ بھی جنایت نہیں، گو خالی از کراہت بھی نہیں اور جنایات میں عادت و عدم عادت میں حتیٰ کہ تداعی جو ضرورت میں عادت سے بڑھ کر ہے، اگر طیب وغیرہ سے ہو، جنایت ہے، گو معصیت نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ (امداد: ۱/۱۸۴) (امداد الفتاویٰ: ۲/۱۶۲)

### محرم کے لیے خوشبودار دوا کا استعمال:

سوال: ۱۰/ ذی الحجہ کو بڑے جمرات کورمی کے سلسلہ میں، میں بھیڑ میں اس طرح دب گیا کہ معلوم ہوا کہ میرا دم نکل جائے گا اور اسی بھیڑ کی وجہ سے گر پڑا، گھٹنوں میں قدرے چوٹ بھی آئی، خیر دوسرے حاجیوں نے بروقت پانی پلایا، جان بچ گئی، تھوڑا سا خون بھی نکلا، ساتھیوں نے ایک دوا زخم پر لگا دی، جس میں خوشبو تھی، بھیڑ ختم ہونے کے بعد



بڑے جمرات کی رمی کیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زخم پر لوگوں کے دوا لگا دینے سے کوئی صدقہ وغیرہ دینا ہوگا؟

الحواب ————— وباللہ التوفیق

وہ چیز جس میں بنفسہ خوشبو ہو، جس کا استعمال بطور خوشبو کے ہوتا ہو، اس کے استعمال سے جزاء واجب ہے، خواہ تیل کی طرح اس کا استعمال کریں، یا دوا کے طور پر جیسے مشک، عنبر اور کافور ہے اور اگر جس چیز میں فی نفسہ خوشبو نہ ہو؛ لیکن اس کا استعمال دوسری چیز کے لیے ہو اور خوشبو بھی اس سے آتی ہو تو اس کو دواء استعمال کرنے سے جزاء (دم یا صدقہ) لازم نہیں ہے، لہذا صورت مسئلہ میں جب کہ زخم میں دوا لگا دی گئی، جس کا استعمال دوا میں ہوتا ہے تو اس کے لگانے سے آپ پر نہ دم واجب ہوا اور نہ ہی صدقہ، گرچہ اس سے خوشبو آ رہی تھی۔

بخلاف بقية الأدهان (فلو أكله)... (أو داوى به) جراحة أو (شقوق رجله أو أقطر في أذنيه لا يجب دم ولا صدقة) اتفاقاً (بخلاف المسك والعنبر والغالية والكافور ونحوها) مما هو طيب بنفسه (فإنه يلزمه الجزاء بالاستعمال) ولو (على وجه التداوى). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الجنایات: ۲۰۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲/۷/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۶/۳)

احرام میں ازار بدلنا جائز ہے:

سوال: زید کو عارضہ فتق (آنت اتر رہا) کا ہے، کلوخ لینے سے مجبور ہوتا ہے اور اکثر خون بوا سیر کا کپڑے میں ٹپک جاتا ہے اور دھار پیدشاب کی بعد طہارت کے کپڑے پر گر جاتا ہے، جس سے وہ کپڑا ہمیشہ نجس ہو جاتا ہے، چٹاں چہ اس کے دفعیہ و رفع شک کے لیے اس نے ہمیشہ یہ بات اختیار کی ہے کہ نماز کے وقت دوسرا تہمند باندھ کر نماز پڑھتا ہے اور بعد نماز اس تہمند کو اتار کر سابق تہمند پہن لیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حج کا تہمند باندھ چکا ہو، ایسی حالت میں بوقت نماز دوسرا اس تہمند کو باندھ سکتا ہے، یا نہیں؟ یعنی تبدیل کر سکتا ہے، یا اسی نجس تہمند سے نماز پڑھتا رہے؟

الحواب

احرام میں یہ ضرور نہیں کہ ایک ہی چادر اور ایک ہی لنگی اول سے آخر تک بدن پڑ رہے؛ بلکہ چادر اور لنگی کو بدلتے رہنا جائز ہے۔ پس صورت مسئلہ میں سائل لنگی کو بدل سکتا ہے۔ (امداد الاحکام: ۱۷۷/۳)

محرم ربڑ یا تار کی پیٹی سے تہمند احرام باندھ سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: ربڑ، یا تار کی پیٹی سے تہمند احرام باندھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

محرم احرام کی چادر گرمی کی وجہ سے اتار سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: حالت احرام میں جو چادر اوڑھی جاتی ہے، بحالت پسینہ اس کو اتار سکتے ہیں، یا نہیں؟

حج کی دعائیں کتاب دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے:

سوال: جس شخص کو ادعیہ حج کی زبانی یاد نہ ہوں، وہ کتاب میں دیکھ کر پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

- (۱) بڑ و غیرہ سے احرام کا تہبند باندھ سکتے ہیں۔ (۱)  
 (۲) ہر وقت اوڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، پسینہ وغیرہ کی ضرورت سے علاحدہ کی جاسکتی ہے۔ (۲)  
 (۳) کتابیں دیکھ کر پڑھ سکتا ہے، بعد پڑھنے کے رکھ سکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۲/۶-۵۵۳)

احرام میں ہمیانی باندھنے کا حکم:

سوال: ڈور یا یعنی تھیلے سلے ہوئے جو بغرض حفاظت نوٹ روپیہ وغیرہ کمر میں باندھا جاتا ہے، آیا کمر میں باندھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ علاوہ اس کے فتق کی کمائی جو عموماً چہرہ اور تاگے سے بنی ہوتی ہے، حالت احرام میں کمر میں باندھ سکتے ہیں؛ کیوں کہ عارضہ موجود ہے؟

الجواب

نوٹ اور روپیہ کی حفاظت کے لیے کمر سے تھیلی باندھنا اور عارضہ فتق (آنت اترنا ہر نیا) کی وجہ سے پٹی باندھنا بھی جائز ہے۔ یہ اس خیط میں داخل نہیں، جس کی احرام میں ممانعت ہے۔ احرام میں وہ خیط (سلے ہوئے کپڑے) ممنوع ہے، جو جسم کی وضع و تراش پر سلا ہوا ہو۔ فقط

۱۲ شعبان ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۷۷/۳)

محرم عینک لگا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: محرم چشمہ لگا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

لگا سکتا ہے۔ (امداد الاحکام: ۱۸۰/۳)

- (۱) فإن زوره أو خلله أو عقده أساء ولا دم عليه. (الدر المختار)  
 وكذا لو شدة بحبل ونحوه لشبهه حينئذ بالمخييط من جهة أنه لا يحتاج إلى حفظه بخلاف شد الهميان في وسطه. (رد المختار، كتاب الحج، باب الاحرام: ۲۱۵/۲، ظفیر)  
 (۲) (وكذا يستحب) لمريد الاحرام... (وليس ازار... ورداء) على ظهره... وهذا بيان السنة والا فستر العورة كاف. (الدر المختار على هامش رد المحتور، كتاب الحج، باب الاحرام: ۴۸۷/۳-۴۸۸، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)  
 (۳) رد المختار، باب الجنایات: ۲۹۱/۲

### احرام کی حالت میں عورت کا زیور اور چوڑیاں پہننا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں اہل علم کے گھرانے کی عورتوں کا کہنا ہے کہ اور ممکن ہے کہ اہل علم نے عورتوں کو بتایا ہو کہ عورت جب حج کو جائے تو احرام کی حالت میں ناک سے لونگ کانوں سے بالی اور بندے، پاؤں سے پٹی، یا پازیب، ہاتھوں سے کنگن، یا چوڑی وغیرہ اور انگلیوں سے انگوٹھی یہ سب چیزیں احرام کی حالت میں نکال دینا چاہیے اور عورت کو احرام میں ایسا ہونا چاہیے جیسے میت کفن پہنے ہو، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مذکورہ چیزیں احرام میں ممنوع ہیں اور اہل علم کی گھرانے کی عورتوں کا یہ کہنا صحیح ہے، یا عورت حج کو جاتے وقت، یا احرام کی حالت میں سب چیزیں پہن سکتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

احرام کی حالت میں عورت کے لیے زیورات اور چوڑیاں وغیرہ پہننے کی اجازت ہے، جن عورتوں نے اس کے خلاف مسئلہ بتایا ہے، وہ غلط ہے۔

عن صفیة بنت شیبۃ أنها قالت: كنت عند عائشة إذ جاءتها امرأة من نساء بني عبد الدار، يقال لها، تملك فقالت لها: يا أمیر المؤمنین إن ابنتی فلانة حلفت أن لا تلبس حلیها فی الموسم، فقالت عائشة: قولی لها إن أم المؤمنین تقسم علیک إلا لبست حلیک کله. (السنن الکبری للبیہقی: ۸۴/۵، رقم: ۹۰۷۸، دار الکتب العلمیة بیروت، کذا فی المصنف لابن أبی شیبۃ: ۴۰۷/۸، رقم: ۱۴۴۱۳)

عن عبید اللہ بن عمر بن نافع أن نساء عبد اللہ بن عمر وبناته كنَّ یلبسن الحلی وهن محرّمات. (المصنف لابن أبی شیبۃ: ۴۰۷/۸، رقم: ۱۴۴۱۴، المجلس العلمی) وتلبس الحریر والذهب وتتحلی بالحلی ما شاءت. (غنیة الناسک: ۹۴)

ولا بأس لها أن تلبس الحریر والذهب، وتتحلی بأی حلیة شاءت عند عامة العلماء، وعن عطاء أنه کره ذلك، والصحیح قول العامة لما روى أن ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یلبس نساء ه الذهب والحریر؛ ولأن لبس هذه الأشياء من باب التزیین والمحرّم غیر ممنوع من الزینة. (بدائع الصنائع: ۴۱۰/۲، نعیمیة دیوبند)

ویجوز للمحرمة أن تلبس الحریر والحلی، کذا فی الکرخی. (الجوهرة النيرة: ۱۵۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۹/۷)

### محرّم کا تین، یا زائد بال اکھاڑنا:

سوال: حالت احرام میں ناک سے ایک بار بال کھینچنے سے تین، چار بال اکھڑ گئے، اس سے دم واجب ہوا، یا

نہیں؟ وجوب دم کی صورت میں اس کی ادائیگی کے لیے حرم شریف بھیجنا ہوگا، یا ہندوستان میں ادا ہو سکتا ہے، چونکہ میں ہندوستانی ہوں اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپسی بھی ہو چکی ہے۔

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

صورت مسئلہ میں اگر ناک سے تین بال اکھڑ گئے تو ایسی صورت میں اکھاڑنے والے پردم واجب نہیں ہوگا، البتہ ہر ہر بال کے عوض ایک مٹھی کھانا (گیہوں، کھجور وغیرہ) کا تصدق لازم ہوگا اور اگر تین سے زائد بال اکھڑ گئے تو نصف صاع یعنی ایک کلو چھ سو بانوے گرام گیہوں واجب التصدق ہوگا۔

وإن نتف من رأسه أو أنفه أو لحيته ثلاث شعرات ففى كل شعرة بكف من الطعام وفى خصلة نصف صاع اهـ۔ فتبين أن نصف الصاع إنما هو فى الزائد على الشعرات الثلاث أما إذا لم يزد تصدق لكل شعرة بكف من طعام۔ (غنية الناسك، ص: ۱۳۷)

اور اس کا حرم بھیجنا ضروری نہیں؛ بلکہ جس جگہ کا رہنے والا ہو وہیں صدقہ کر دینا کافی ہے۔

والهدى لا يذبح إلا بمكة لقول تعالى هدياً بالغ الكعبة ويجوز الاطعام فى غيرها۔ (الهداية: ۲۸۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۶/۱۲/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۴۷/۳)

چہرہ سے مراد:

سوال: عورتوں کا احرام سر کا کپڑا ہے، احرام چہرہ کو چھوڑ کر باندھنا ہے۔ چہرہ کی تعریف کیا ہے؟ (مہر النساء، چنچل گوڑہ)

الجواب

یہ صحیح ہے کہ عورتوں کو حالت احرام میں چہرہ کو کپڑا لگنے سے بچانا ہے۔ فقہانے لکھا ہے:

”والمراة: إحرامها فى وجهها باتفاق الفقهاء“۔ (۱)

اس لیے سر پر کوئی ایسی چیز باندھ لی جائے اور اس پر کپڑا ڈال لیا جائے کہ بے پردگی بھی نہ ہو اور کپڑا چہرہ سے لگنے بھی نہ پائے، چہرہ کا اطلاق اسی حصہ پر ہوگا، جس حصہ کو وضو میں دھونے کا حکم ہے؛ یعنی پیشانی کے بال سے ٹھوری تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۷/۴)

حالت احرام میں غسل واجب ہو جائے:

سوال: احرام کی حالت میں غسل کی ضرورت پڑ جائے تو کیا طریقہ ہے؟ (مہر النساء، چنچل گوڑہ)

## الجواب

اگر احرام کے درمیان کسی کو احتلام ہو جائے، یا عورتیں ایام سے پاک ہوں، اور غسل واجب ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، غسل کر سکتے ہیں، صرف یہ احتیاط رکھیں کہ خوشبودار صابون استعمال نہ کریں کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، سراسر طرح نہ ملیں کہ بال ٹوٹ جائے اور چہرہ کو تولیہ سے نہ پونچھیں کہ چہرہ پر کپڑا لگانے میں کراہت ہے، اس احتیاط کے ساتھ غسل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳۷۳-۳۸)

## محرم کا دوسرے کے بال کاٹنا:

سوال: آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ محرم جب حج و عمرہ کے افعال مکمل کر لے تو وہ اپنے بال بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسرے ایسے شخص کا بال بھی کاٹ سکتا ہے جو ان افعال کو مکمل کر چکا ہو یہ بات تو بعض کتابوں میں آئی ہے کہ ایسا شخص اپنے بال کاٹ سکتا ہے؛ لیکن یہ بات کہ دوسرے کے بال بھی کاٹ سکتا ہے، کہیں نظر سے نہیں گذری، براہ کرم اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں۔

## الجواب

یہ بات درست ہے کہ محرم افعال عمرہ، یا افعال حج کو پورا کرنے کے بعد جیسے اپنے بال کاٹ سکتا ہے، ان افعال کے تکمیل کرنے والے دوسرے محرم کے بال بھی اپنے بال کاٹنے سے پہلے کاٹ سکتا ہے، چنانچہ مسائل حج پر ملا علی قاریؒ کی مشہور کتاب ”لباب المناسک“ کی شرح میں ہے:

إذا حلق أي المحرم رأسه أي رأس نفسه أو رأس غيره أي ولو كان محرماً عند جواز التحلل أي الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك لم يلزمه شيء، الأولي لم يلزمها شيء وهذا حكم يعم كل محرم في كل وقت، فلا مفهوم لتقييد المصنف في الكبير بقوله عند جواز الحلق يوم النحر“۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳۸۳-۳۹)

## بے شعور بچوں کا احرام:

سوال: میرا ایک لڑکا اپنی بیوی بچوں کے ساتھ ریاض میں مقیم ہے، اس سال اپنی بیوی بچوں کے ساتھ حج کرنا چاہتا ہے، بچے کی عمر دو سال کے قریب اور بچی کی عمر تین سال کے قریب ہے؛ اس لیے بچوں کو ساتھ لے کر ہی حج کے ارکان ادا کرنا ہوگا تو کیا بچوں کا احرام باندھا جائے گا اور طواف میں ان کی طرف سے نیت کی جائے گی؟

(محمد بدرالدین، رین بازار)

## الجواب

نابالغ بچہ جس کو ابھی احرام وغیرہ کا شعور بھی نہیں ہے، اگر اس کے والد اس کے احرام کی نیت کر لیں تو وہ محرم ہو جائے گا اور افعال حج میں والد کی نیت اس کی طرف سے کافی ہو جائے گی، لڑکا ہو تو دوسرے محرم مردوں کی طرح اسے بھی چادر اور تہ بند پہنائی جائے گی اور چوں کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ احکام کا مکلف نہیں؛ اس لیے اگر اس سے احکام احرام کی خلاف ورزی بھی ہو جائے تو دم، صدقہ، یا کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

”فإن كان لا يعقله فأحرم عنه أبوہ صار محرماً، فينبغي أن يجزئه قبله ويلبسه إزاراً ورداء ولما كان الصبي غير مخاطب كان إحرامه غير لازم“۔ (۱)

نیز نابالغ کا حج حج نفل کے حکم میں ہے، لہذا بالغ ہونے کے بعد اگر صاحب استطاعت ہو تو حج فرض اسے ادا کرنا ہوگا۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳۹۴-۴۰)

### عمرہ کے احرام کی چادر کا کفن میں استعمال:

سوال: عمرہ کے لیے جو دو کپڑے استعمال کرتے ہیں، وہ کیا مرنے کے بعد کفن کو استعمال کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ (محمد شفیع، الجذب، سعودی عربیہ)

### الجواب وباللہ التوفیق

عمرہ میں جو دو (۲) کپڑے استعمال ہوتے ہیں، ان کو کفن میں بلاشبہ استعمال کرنا جائز ہے؛ بلکہ ان کا کفن میں استعمال کرنا افضل ہوگا۔

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخب نظام الفتاویٰ: ۵۵۸-۵۶)

### آفاقی کو بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص غیر باشندہ مکہ بغیر احرام کے حرم شریف میں داخل ہو کر احرام باندھے اور اسی احرام سے حج کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب

فی الدر المختار، باب الجنایات: آفاقی یرید الحج أو العمرة وجاوز وقته ثم أحرم لزومه دم، إلخ.

اس (فقہی) روایت سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا حج ہو جاوے گا؛ مگر دم لازم ہوگا۔ فقط

۲/شوال ۱۳۲۶ھ (امداد الفتاویٰ: ۱۶۲/۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الحج: ۵۵۳/۲

(۲) بدائع الصنائع: ۵۲۳/۲

## قاصد مدینہ کو بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم:

سوال: یمنی کو جدہ شریف سے یثرب بندر سے مدینہ منورہ جانے کا قصد ہے، بوقت گزرنے میقات یلملم کے احرام نہیں باندھا، جب جدہ شریف میں پہنچا، پھر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا، اور جدہ شریف سے ہی احرام باندھ لیا، اب اس پر بسبب گزرنے بغیر احرام باندھے، یلملم سے دم لازم ہوگا، یا نہ، یا کیا حکم ہے، یا مکہ معظمہ کا قصد بوقت گزرنے میقات کے شرط ہے؟

الجواب

فی الدر المختار: وحرم تأخیر الإحرام عنها كلها لمن قصد دخول مكة (إلى قوله) أما لو قصد موضوعاً من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام فإذا حل به التحقق باهله فله دخول مكة بلا إحرام.

فی رد المختار: (قوله فله دخول مكة بلا إحرام) ای مالم یرد نسکا. (۲/۲۴۹)  
اس سے معلوم ہو کہ صورت مسئلہ میں اس کا احرام جدہ سے صحیح ہوا اور اس پر کوئی جنایت لازم نہیں آئی۔  
۷/شعبان ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولیٰ، ص: ۶۹) (امداد الفتاویٰ: ۱۶۳/۲)

## کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عربیہ سے چھٹی پر کراچی آیا تھا، اب کراچی سے بغیر احرام کے جدہ گیا، اور جدہ پہنچنے کے بعد اقامہ لگتے ہی جدہ سے برائے عمرہ چلا گیا، اب مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: عبدالحق سعودیہ عربیہ، ۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ)

الجواب

اگر آپ کا منزل مقصود جدہ تھا تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں ہے۔ (بحر شامی) (۱) (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۹/۳) ☆

(۱) قال العلامة ابن نجيم: وقيدنا بقصد مكة لان الآفاقي اذا قصد موضوعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله. (البحر الرائق: ۳۱۸/۲، قبيل باب الاحرام)

قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما لو قصد موضوعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام) ای مما بين الميقات والحرم والمعتبر القصد عند المجاوزة لا

عند الخروج من بيته. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۶۷/۲، مطلب في المواقيت)

☆ عورتوں کے افعال حج:

مسئلہ: اگر عورت حاجت احرام میں حائض ہو جائے تو غسل کرے، پھر احرام باندھے اور تمام افعال حج کرے سوائے طواف۔ =

## کیا طواف زیارت کے لیے مستقل احرام کی ضرورت ہے:

سوال: روزنحر کے جب جمار کوری کر لے اور ذبح کیا، پھر احرام سے فارغ ہوا، پس واسطے طواف زیارت کے دیگر بار احرام باندھے، یا نہ؟

== مسئلہ: وقوف عرفات سے پہلے اگر عورت حائض ہو جائے تو چاہیے کہ غسل کر کے احرام حج کا باندھے اور تمام افعال حج کے کرے، سوائے طواف کے کہ وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد کرے۔

مسئلہ: طواف زیارت کے موقع پر اگر حالت حیض یا نفاس کی پیش آجائے یا بیمار ہو جائے تو پاک ہو جانے کے بعد طواف کرے۔

مسئلہ: طواف وداع کے موقع پر اگر عورت حائض ہو جائے اور گھر واپس جانا ضروری ہو تو طواف وداع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: عورت کو احرام میں سیا ہوا اور رنگا ہوا لباس پہننا جائز ہے مگر خوشبو نہ رنگا ہو، موزے دستانے، قمیص، اوڑھنی، حریر اور زیور پہننا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: عورت احرام میں سر ڈھانکے اور منہ کھلا رکھے۔

مسئلہ: عورت سعی کے وقت صفا و مروہ کے درمیان نہ دوڑے اگر ہجوم ہو تو صفا اور مروہ پر بھی نہ چڑھے۔

مسئلہ: عورت کے واسطے سر منڈانا احرام ہے قصر کرائے۔ (ماخوذ از دین کی باتیں مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

### حج کرنے سے رک جانا:

مسئلہ: محرم اگر بیمار ہو جائے یا دشمن کا خوف ہو، یا عورت کا خاوند راستے میں فوت ہو جائے، یا راستے میں خرچ جاتا رہے، یا کرائے کا جانور ہلاک ہو جائے تو وہ شخص محصر ہے۔

مسئلہ: محصر احرام سے اس طرح باہر ہو کہ ایک ہدی کا جانور کسی شخص کے ہاتھ بھیج دے کہ حرم میں ذبح کرے، یا قیمت بھیج دے، وہاں ہدی خرید کر ذبح کی جائے، ذبح کا دن اور وقت مقرر کرے کہ اس کے بعد گھر بیٹھے ہی احرام اتار دے، حلق یا قصر کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: سال آئندہ محصر کو اس کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر محرم بقر عید کی صبح تک وقوف عرفات نہ کر سکے تو حج فوت ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: جب حج فوت ہو جائے تو لازم ہے کہ طواف خانہ کعبہ، سعی صفا و مروہ کی کر کے احرام اتار دے اور یہ حج آئندہ

سال میں کرے اور قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: ہدی کے تین جانور ہیں سب سے افضل اونٹ ہے، پھر گائے بیل، پھر بھیڑ بکری۔

مسئلہ: ہدی پر سواری نہ کرنی چاہیے، نہ اس کی کوئی چیز کام میں لائی جائے۔

مسئلہ: ہدی کا دودھ نہ نکالنا چاہیے کہ اگر نکالے تو اس کی خیرات کر دے۔

== مسئلہ: ہدی کے اگر بچہ پیدا ہو تو اس کو خیرات کر دے یا ساتھ ہی ذبح کر دے۔



## الجواب

و حل له كل شيء إلا النساء (إلى قوله) ثم طاف للزيارة.  
فی رد المختار: وشرائط صحته الإسلام وتقديم الإحرام. (۲۹۶/۲-۲۹۷)  
اس سے معلوم ہوا کہ باردیگر احرام نہیں ہوتا، جس احرام سے حلال ہوا ہے، وہی اس کے لیے کافی ہے۔  
۷ شعبان ۱۳۲۷ھ (تمتہ اولیٰ، ص: ۷۰) (امداد الفتاویٰ: ۱۶۴/۲)

مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لیے احرام باندھے، یا نہیں:

سوال: حج کے بعد مدینہ شریف گئے، وہاں سے وطن جانے کے لئے جدہ آئے؛ لیکن جہاز کی روانگی میں دیر ہے تو دس پندرہ روز جدہ ٹھہرنے کے بجائے مکہ معظمہ جا کر قیام کرے اور طواف کرے تو کیا احرام باندھنا پڑے گا؟ یا بغیر احرام باندھے جاسکتے ہیں؟

## الجواب

احرام باندھنا پڑے گا، عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہو سکتا ہے۔ (قرۃ العینین) (۱) (فتاویٰ رحمیہ: ۷۲۸)  
جدہ میں رہنے والا حج، یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھے:  
سوال: جدہ میں رہنے والوں کو حج یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا چاہئے؟ بینواتو جروا:

## الجواب

جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں، وہ عمرہ، یا حج کا احرام حرم کے باہر جہاں سے چاہیں باندھ سکتے ہیں۔ حل کی کل زمین ان کے حق میں میقات ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب  
۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ (فتاویٰ رحمیہ: ۷۲۸)

== مسئلہ: اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے اور گائے، بکری کو ذبح کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: حج کی قربانی بقر عید کی قربانی سے نہ کرے۔

مسئلہ: ہدی کا گوشت کھانا مالک کو درست ہے، ہدی کے گوشت کو مساکین پر تقسیم کرنا چاہیے، جس طرح قربانی کا گوشت تقسیم کرتے ہیں۔ (ماخوذ از دین کی باتیں، مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

(۱) ويجب على من دخل مكة بلا احرام لكل مرة حجة أو عمرة ... وصح منه أى اجزاء عما لزمه بالدخول. (الدر المختار مع الشامى باب الجنایات: ۳۱۳/۱)

(۲) فهذا ميقاته الحل الذى بين الموايت والحرم قال فى الشامية تحت قوله فهذا الاشارة الى هل داخلها بالمعنى الذى ذكرناه، المحرم حد فى حقه كالميقات للآفاقي فلا يدخل الحرم ان قصد النسك الا محرماً. شامى قبيل فصل فى الاحرام: ۳۱۲/۲)

اہل جدہ بلا احرام مکہ مکرمہ جاسکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: جو لوگ بغرض ملازمت جدہ میں مقیم ہیں، وہ اگر نماز جمعہ، یا اپنے کسی کام کے لیے مکہ معظمہ جائیں تو احرام باندھنا ضروری ہے، یا نہیں؟ یہاں کے مقیم باشندے کہتے ہیں کہ جدہ حل میں داخل ہے۔ فقط والسلام۔ بیوا تو جروا۔

الجواب

جو لوگ حل میں رہتے ہیں، ان کے لیے دخول مکہ بلا احرام (جبکہ حج و عمرہ کی نیت نہ ہو) جائز ہے، جدہ جب حل میں ہے تو اہل جدہ نماز جمعہ، یا تجارت وغیرہ اپنے کسی کام سے مکہ معظمہ جائیں تو احرام کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر حج و عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام باندھنا ضروری ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۲۸)

دوبارہ حرم میں داخلہ کے وقت احرام کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے عمرہ کی ادائیگی کے بعد حد و حرم سے باہر نکل گیا، پھر کسی کام سے وہ مکہ مکرمہ جانا چاہے تو اسے دوبارہ احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

الجواب

عمرہ سے حلال ہو کر حد و میقات سے باہر ہو جائے تو واپسی کے وقت احرام ضروری ہے، میقات کی حد سے باہر نہیں گیا تو احرام کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۲۸-۷۳)

بحری و ہوائی راستہ سے سفر کرنے والوں کو احرام کب باندھنا چاہیے:

سوال (۱) جو حضرات بحری جہاز سے حج بیت اللہ کے لیے جاتے ہیں، ان کو کب احرام باندھنا چاہیے؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جدہ پہنچ کر احرام باندھ سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر ان کا قول صحیح نہیں ہے اور کسی نے کسی وجہ سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو دم لازم ہوگا، یا نہیں؟

(۲) اور جو حجاج کرام ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں، ان کو کب احرام باندھنا چاہیے؟ کیا یہ لوگ جدہ پہنچ کر احرام باندھیں تو صحیح ہے، یا نہیں؟ یا دم لازم ہوگا، یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

الجواب

(۱) ہندوستان (یا پاکستان) والوں کا میقات یلملم ہے، لہذا جو حجاج کرام مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتے

(۱) وحل لاهل داخلها یعنی من و حد فی داخل المواقیت دخول ملة غیر محرم مالم برد نسکا للخرج۔ (جواهر الفقہ: ۴۸۷/۱)

(۲) والمتمنع اذا فرغ من عمریة ثم خرج من الحرم ... وإن رجع إلى الحرم وأهل منه؛ قبیل الاحرام فلا شیء علیہ بالاتفاق، کذا فی غایة السروجی شرح الہدایة۔ (الفتاویٰ الہندیة، الباب العاشرة فی فجاوز المیقات بغیر احرام: ۲۵۴/۱)

ہیں، ان کو یلملم، یا اس کے محاذ سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا چاہیے۔ (۱)

ہمارے زمانہ میں جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے بحری راستہ سے سفر کرتے ہیں، وہ جدہ تک احرام مؤخر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارے زمانہ کے اکابرین علماء کی تحقیق میں اختلاف ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ بحری جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کرام کے لیے جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بحری جہاز یلملم سے آگے جو جدہ کی طرف تجاوز کرتا ہے، وہ تجاوز آفاق میں ہوتا ہے، جہت حرم میں نہیں ہوتا ہے، لہذا اگر جدہ تک احرام مؤخر کریں تو جائز ہے موجب دم نہیں۔ صاحب زبدۃ المناسک حضرت مولانا الحاج شیر محمد صاحب سندھی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم العالی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

اس کے بالقابل حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (پاکستانی) اور مولانا مفتی ولی ٹونکی (پاکستانی) کی تحقیق یہ ہے کہ یلملم کی محاذات جدہ سے پہلے آجاتی ہے اور بحری جہاز جدہ پہنچنے سے پہلے ہی محاذات میقات سے تجاوز کر کے حدود حل میں داخل ہو جاتا ہے؛ اس لیے ہندوستان و پاکستان کے حجاج کرام کو سمندر میں یلملم کی محاذات سے ہی احرام باندھ لینا لازمی ہے، اگر اس سے تاخیر کریں گے تو محاذات میقات سے بلا احرام گزرنے کی وجہ سے دم بھی لازم ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ جدہ آنے سے پہلے پہلے یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے، اسی میں احتیاط ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔  
فرماتے ہیں:

ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف رائے ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں، یا ساحل جدہ پر اترنے سے پہلے احرام باندھ لیں؛ کیوں کہ حسب تصریح فقہا محل اختلاف میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے؛ تاکہ اپنی عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے، اس کے علاوہ احرام کو میقات سے پہلے باندھنا سب ہی کے نزدیک افضل ہے؛ بلکہ بعض روایات حدیث میں اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلنے کی فضیلت آئی ہے، شرط یہ ہے کہ محظورات احرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ محظورات احرام سے بچنا اس تمام عرصہ میں اس کے لیے مشکل ہوگا، اس کے لیے آخری حد تک مؤخر کرنا بہتر ہے، ایسے شخص کو آخری حد میں اتنی احتیاط کر لینا چاہیے کہ اس کا احرام علما کے اختلاف سے نکل جائے۔ (جواہر الفقہ: ۱/۴۸۹)

(۱) میقات أهل اليمن والهند یلملم جبل جنوبی کلة علی مرجلتین منها. (الفقه الاسلامی وأدلته، المطلب الثانی میقات الحج والعمرة المکانی: ۷۱/۳۰) ومن حج فی البحر فوفتة إذا حاذی موضعا من البر لا یتجاوز الا محرما. (کذا فی السراج الوهاج، الباب الثانی فی المواقی: ۲۲۱/۸)

تفصیل و دلائل کے لیے ملاحظہ ہو، جواہر الفقہ: ۴۶۱/۱-۴۹۰، مواہیت احرام کا مسئلہ۔ (زبدۃ المناسک: ۴۳۱/۱-۴۵، عمدۃ الفقہ: ۹۲-۹۰/۴)

اس اختلاف رائے کی بنا پر بہتر صورت وہی ہے، جو اوپر درج ہوئی کہ جدہ سے پہلے ہی یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے؛ لیکن اگر کسی نے غلطی سے، یا کسی مجبوری سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو اس پر دم کا لزوم نہ ہوگا؛ مگر احتیاطاً دم دے دے تو بہتر ہے۔ فقط

(۲) جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں، ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہیے، جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا؛ اس لیے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گزر کر جدہ پہنچتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہوگا اور اگر حدود میقات کا علم ہو بھی جائے تو اس سے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے؛ اس لیے کہ ہوائی جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس وقت احرام باندھنے میں احرام کے سنن و مستحبات کی رعایت بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

آج کل ان ممالک مشرقیہ سے آنے والے حجاج کے لیے راستے دو ہیں: ایک ہوائی، دوسرا بحری۔ ہوائی جہازوں کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہ قرن المنازل ہوتا ہے، ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے اول حل میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر جدہ پہنچتے ہیں؛ اس لیے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم و واجب ہے اور چونکہ ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز قرن المنازل کے اوپر سے گزرے گا؛ اس لیے اہل پاکستان و ہندوستان کے لیے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں، اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمہ دم؛ یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہو جائے گی اور گناہ اس کے علاوہ ہوگا، جس کی وجہ سے حج ناقص رہ جاتا ہے، مقبول نہیں ہوتا، بہت سے حجاج اس میں غفلت کرتے ہیں۔ (جواہر الفقہ: ۴۷۵-۴۷۴/۱) (عمدۃ الفقہ: ۹۲/۴) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۳۲-۷۳۷)

آفاقی بطریقہ مروجدہ پہنچ کر مکہ مکرمہ جانا چاہیے تو احرام ضروری ہے، یا نہیں:

محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب ادام اللہ ظہم و فیوضہم

بعد سلام مسنون

سوال: آپ کے فتاویٰ رحیمیہ، ص: ۵۳، جلد دوم میں ہے: سوال: حج کے بعد مدینہ شریف گئے، وہاں سے وطن

جانے کے لیے جدہ آئے؛ لیکن (پانی کے) جہاز کی روانگی میں دیر ہے تو دس پندرہ روز جدہ ٹھہرنے کے بجائے مکہ معظمہ جا کر قیام کرے اور طواف کرے تو کیا احرام باندھنا پڑے گا؟ یا بغیر احرام باندھے جاسکتے ہیں؟ (الجواب) احرام باندھنا پڑے گا، عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہو سکتا ہے۔ (قرۃ العینین)

مگر معلم الحجاج میں لکھا ہے: مسئلہ: آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے، کسی ضرورت سے جانا چاہتا ہے، مکہ جانے اور حج، یا عمرہ کرنے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں اور اس کے بعد وہ اس جگہ سے مکہ بھی بلا احرام جاسکتا ہے اور اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے، اس مقام پر پہنچ کر یہ شخص بھی اس جگہ کے لوگوں کے حکم میں ہو گیا، وہاں سے اگر حج، یا عمرہ کا ارادہ کرے تو ان کی میقات یعنی صل سے احرام باندھنا ہوگا۔ (معلم الحجاج ص: ۱۰۸، میقات سے بلا احرام باندھے گزرنا) فتاویٰ رحیمیہ کے جواب اور معلم الحجاج کی عبارت میں بظاہر تناقض معلوم ہوتا ہے۔ کیا جواب ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

#### الجواب

فتاویٰ رحیمیہ ص: ۵۳، جلد دوم کا جواب قرۃ العینین (یعنی زبدۃ المناسک المعروف بہ قرۃ العینین فی زیارة الحرمین مؤلف مولانا الحاج شیر محمد شاہ صاحب) کے حوالہ سے لکھا گیا ہے، مسائل حج میں یہ کتاب معتبر مانی جاتی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبدۃ المناسک کی پوری عبارت نقل کر دی جائے:

”اب کثیرۃ الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ حج کے بعد جو حاجی لوگ مدینہ طیبہ سے وطن کو جانے کے ارادہ سے جدہ میں آتے ہیں اس نیت سے کہ براستہ بحری جہاز یا ہوائی جہاز وغیرہ کے وطن کو جائیں گے، پس بوجہ فی الحال جہاز وغیرہ نہ ملنے کے جدہ میں بہت زیادہ قیام کرنے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ جدہ تو ہمارا میقات نہیں ہے، احرام کہاں سے باندھیں، پس چونکہ یہ مدینہ طیبہ سے حج وغیرہ کی نیت کے بغیر محض اپنے وطن کو جانے کی غرض سے جدہ میں آئے ہوئے ہیں؛ یعنی جدہ میں نہ تو مکہ مکرمہ کے حاضر ہونے کی نیت سے آئے ہیں اور نہ خود جدہ کسی خاص کام کے ارادہ سے آئے ہیں؛ اس لیے یہ لوگ میقات یا حل والوں کے حکم میں نہیں ہیں کہ ان کا میقات حل ہو؛ مگر چونکہ یہ لوگ آفاق سے آئے ہوئے ہیں اور جدہ میں بطریق مرور پہنچے ہیں؛ کیوں کہ وطن کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب یہاں سے مکہ مکرمہ، یا حدرم میں جائیں گے تو بغیر احرام نہیں جاسکتے کہ آفاقی ہیں اور ذوالحلیفہ جحفہ رابغ سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے ان پر دم وغیرہ بھی کچھ لازم نہ ہوگا؛ کیوں کہ مکرمہ اور حرمین جانے کی نیت نہ تھی۔ الخ۔“ (زبدۃ المناسک، ص: ۵۴)

معلم الحجاج میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے، اس کا محمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفاقی داخل میقات جس جگہ جانا چاہتا ہے، وہ مقام اس وقت اس کا مقصود ہے، لہذا وہ شخص جب وہاں پہنچے گا تو اہل حل کے حکم میں ہو جائے گا اور زبدۃ المناسک میں جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں، اس کا محمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفاقی مکہ مکرمہ پہنچنا حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوا،

اب مدینہ منورہ سے اپنے وطن جانے کے ارادہ ہوا، ہوائی جہاز سے سفر کرنا ہو، یا بحری جہاز سے عام طور پر جدہ آنا پڑتا ہے؛ مگر اس سفر میں جدہ اس کا مقصود نہیں ہے، اسے تو آگے روانہ ہونا ہے؛ اس لیے جدہ پہنچنے کے باوجود اسے اہل حل کے حکم میں داخل نہیں کیا اور کسی وجہ سے اے جدہ میں ٹھہرنا ہوا اور جدہ میں ایام گزارنے کے بجائے مکہ مکرمہ حاضری کا ارادہ کر لیا تو چونکہ وہ حلی نہیں ہے؛ اس لیے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے بجائے مکہ مکرمہ حاضری کا ارادہ کر لیا تو چونکہ وہ حلی نہیں ہے؛ اس لیے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے لیے احرام ضروری قرار دیا۔ معلم الحج اور زبدۃ المناسک میں تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے، فتاویٰ رحیمیہ، ص: ۵۳، ج ۲ میں سوال کی نوعیت وہی ہے، جو زبدۃ المناسک میں ہے، لہذا فتاویٰ رحیمیہ اور معلم الحج میں بھی تعارض نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۶)

### ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا کیسا ہے:

سوال: آج کل معلم حضرات ساتویں ذی الحجہ ہی کو بہت سے حجاج کو منیٰ لے جاتے ہیں تو ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر جانا کیسا ہے، اس میں کوئی خرابی تو نہ آوے گی؛ اس لیے کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ جانا ہے۔ امید ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں گے، بینو اتو جروا۔

#### الجواب

صورت مسئلہ میں ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منیٰ جاسکتے ہیں، کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔ شرح الوقایہ میں ہے:

”ثم أحرم للحج، كما مر، أي يوم التروية وقبله أفضل“.

عمدة الرعاية حاشیہ شرح الوقایہ، ص: ۶ میں ہے:

(قولہ: أفضل) لكونه أشق وأنسب بالمسارعة إلى الخير. (شرح الوقایہ: ۳۴۱/۱، کتاب الحج،

طواف القدوم والخروج لمنى وعرفات) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۶)

ملازمت، یا تجارت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جانے والے کے لیے احرام ضروری ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص ہندوستان سے ملازمت، یا تجارت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جا رہا ہو تو اس پر احرام باندھنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر احرام باندھنا ضروری ہو تو کس چیز کا احرام باندھے؟ بینو اتو جروا۔

#### الجواب

آفاقی یعنی جو شخص میقات سے باہر رہتا ہو وہ احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ نہیں جاسکتا چاہے حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت و ملازمت کا۔

ہدایہ اولین میں ہے:

ثم الآفاق إذا انتهی إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد (بان قصد التجارة) عندنا لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً" لأن وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة، فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما. (الهداية الأولین، ص: ۲۱۴، فصل فی المواقیت)

حج کا زمانہ ہو اور حج کرنے کا موقع ہو تو حج کا احرام باندھے، ورنہ عمرہ کا احرام باندھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۷)

### کس صورت میں اضطباع مسنون ہے:

سوال: احرام باندھنے کے بعد عام حالات میں اضطباع کرنا چاہئے، یا صرف طواف میں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

عام حالات میں اضطباع (دائیں بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) نہ کیا جائے، خاص کر نماز میں اضطباع نہ کرے، جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس طواف میں اضطباع مسنون ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَأَخَذَ الطَّائِفُ (عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ) ... (جَاعِلًا) قَبْلَ شُرُوعِهِ (رَدَاءً هَ تَحْتَ ابْطَهِ الْيَمَنِ مَلْقِيَا طَرَفَهُ عَلَى كَتِفِهِ الْاَيْسَرِ) اسْتِثْنَاءً. شامی میں ہے:

(قوله: استثناء) أى فى كل طواف بعده سعى كطواف القدوم والعمرة وكطواف الزيارة إن كان آخر السعى ولم يكن لابساً. (ردالمختار: ۲/۲۳۸، ۲۳۹، قبيل مطلب فى طواف القدوم) معلم الحجاج میں ہے:

”بعض آدمی احرام کے زمانہ میں نماز میں بھی اضطباع کرتے ہیں نماز میں اضطباع مکروہ ہے، اضطباع صرف طواف میں مسنون ہے، وہ بھی ہر طواف میں نہیں؛ بلکہ جس طواف کے بعد سعی ہو، البتہ طواف زیارت کے بعد اگر سعی کرنی ہو اور احرام کے کپڑے اتار دیئے ہو تو اس میں اضطباع نہ ہوگا۔“ (معلم الحجاج، ص: ۳۷۳-۳۷۴، احرام کی غلطیاں) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۷)

### متمتع اور مکی حج کا احرام کہاں سے باندھے:

سوال: ایک شخص حج تمتع کے ارادہ سے روانہ ہوا، عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں عمرہ کر کے حلال ہو کر مکہ

مکرمہ میں ٹھہرا رہا، حج کے دنوں میں حج کا احرام کہاں سے باندھے؟ اپنے کمرہ میں احرام باندھے تو کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔

### الجواب

متمتع عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور عمرہ کر کے حلال ہو کر مکہ مکرمہ میں ٹھہرا ہوا ہے تو وہ شخص حج کا احرام حدود حرم کے اندر جہاں سے چاہے باندھ سکتا ہے، اپنے کمرہ میں بھی باندھ سکتا ہے، البتہ مسجد حرام میں جا کر احرام باندھنا افضل ہے۔

ہدایہ اولین میں ہے:

فاذا كان يوم التروية احرم بالحج من المسجد والشرط ان يحرم من الحرم اما المسجد فليس بلام (بل هو افضل) وهذا لأنه في معنى المكي وميقات المكي في الحج الحرم على ما بينا. (الهداية: ۲۴۱/۱، باب التمتع)

معلم الحجاج میں ہے:

”مسئلہ: تمتع آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے اور اس سے پہلے باندھنا افضل ہے اور حرم میں جس جگہ سے چاہے احرام باندھ سکتا ہے؛ لیکن مسجد حرام اور مسجد حرام سے بھی حطیم میں باندھنا افضل ہے۔ (معلم الحجاج، ص: ۲۳۸، مسائل تمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۷-۷۸)

### بوقت احرام بیوی ساتھ ہو تو صحبت کرنا اور پھر غسل کرنا مسنون ہے:

سوال: گزشتہ سال میں حج کو گیا تھا، اس وقت جہاز میں مولانا نے مجھے بتایا کہ یتلمم پہاڑ آنے کے وقت ایک سیٹی بجائی جائے گی کہ احرام باندھ لو، تب اگر اپنے ساتھ اپنی بیوی ہو اور سونے بیٹھنے کا علاحدہ انتظام ہو تو پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرے، اس کے بعد غسل کرے، پھر احرام باندھے۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے؟

### الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

ہاں اگر احرام کے وقت بیوی ساتھ ہو اور کوئی عذر اور کوئی مانع نہ ہو تو صحبت کرنا مسنون اور مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

ومن المستحب عند إرادة الاحرام جماع زوجته أو جاريته إن كانت معه ولا مانع عن

الجماع فإنه من السنة، هكذا في البحر الرائق. (۳۲۰/۱)، کتاب الحج، باب الاحرام تحت قوله وارتدت

ان تحرم، الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۸/۷۷-۷۸)



## احرام کی چادر لنگی کی طرح سینا:

سوال: احرام کی چادر لنگی کی طرح سلی ہوئی ہو تو اس کے استعمال کی گنجائش ہے، یا نہیں؟ بعض لوگوں کو کھلی چادر بطور لنگی استعمال کرنے کی عادت نہیں ہوتی تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، خاص کر سونے کی حالت میں تو کیا یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ بیوا تو جروا۔

### الجواب

ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو احرام کی چادر سی لینے کی گنجائش ہے، بلا ضرورت سینا مکروہ ہے۔ غنیۃ الناسک میں ہے: وعقد الازار والرداء بان یربط طرف أحدهما بطرفه الآخر شرح وان یخل بخلال أو یشده بحبل ونحوه. (غنیۃ الناسک، ص: ۴۷، فصل فی مکروہات الاحرام و محظوراتہ التي لا جزاء فیہا سوى الکراهة) معلم الحجاج میں ہے: ”مسئلہ: تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے اگر کسی نے ستر عورت کی خاطر حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا۔“ (معلم الحجاج، ص: ۱۲۸، مکروہات احرام) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۵-۷۸)

## کیا تلبیہ کے لیے خاص الفاظ منقول ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تلبیہ کیلئے کوئی خاص الفاظ منقول نہیں بس جن الفاظ سے اللہ پاک کی کبریائی بیان ہو، ان سب الفاظ سے جائز ہے، اب آپ حضرات سے معلوم یہ کرنا ہے کہ تلبیہ کیلئے خاص الفاظ پڑھنا ضروری ہے یا دوسرے الفاظ سے بھی ادا ہو جاتا ہے؟

### الجواب

تلبیہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے مخصوص الفاظ منقول ہیں اور انہی الفاظ کے ساتھ تلبیہ مسنون ہے، البتہ دیگر الفاظ سے بھی جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی بیان ہوتی ہو، تلبیہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن یہ طریقہ سنت کے خلاف اور مکروہ تنزیہی ہوگا۔

لمافی الہندیۃ (۲۲۲/۱): ولو کان مکان التلبیۃ تسبیح أو تحمید أو تہلیل أو تمجید أو ما أشبه ذلك من ذکر اللہ تعالیٰ ونوی بہ الاحرام صار محرما سواء کان یحسن التلبیۃ أو لا یحسنہا بالإجماع وكذا إقلا بلسان آخر أجزاءه سواء کان یحسن العربیۃ أو لا یحسنہا.

وفی الشامیۃ (۴۸۴/۲): (قوله تحریما لقولهم إنها مرة شرط) ... ولا یخفی مافیہ فإنه إن أراد أن الشرط خصوص الصیغۃ المارۃ ففیہ أن ظاہر المذهب کما فی الفتح أنه یصیر محرما بكل ثناء وتسیح وقد مر وإن أراد بها مطلق الذکر فلا یفید مدعاه وهو کراهۃ نقص هذه الصیغۃ تحریما فالحق مافی البحر من أن خصوص التلبیۃ سنة فإذا ترکها أصلا ارتکب کراهۃ التنزیہ. (نجم الفتاویٰ: ۳/۲۱۳)

## ممنوعاتِ احرام کے مسائل

کیا محرم کے لیے سلی ہوئی لنگی کا پہننا بلا کراہت جائز ہے:

سوال: انوار مناسک (ص: ۲۱۰) پر لکھا ہے: ”لہذا سلی ہوئی لنگی پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔“

نیز ص ۲۶۰ پر لکھا ہے:

”لیکن سلی ہوئی لنگی کا پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اسی طرح احرام کی دو چادروں میں سے ایک

کو لنگی کی طرح سل دیا جائے؛ تاکہ چلتے وقت ران اور ستر نہ کھلے تو بلا کراہت جائز اور درست ہے“

تو کیا احرام کی حالت میں لنگی پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً ومسلماً

احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننے کی ممانعت کے سلسلہ میں حضرات فقہاء ایک ضابطہ اور اصول تحریر فرماتے

ہیں۔ چنانچہ شامی میں ہے:

وفي البحر عن مناسك ابن امير حاج الحلبي: أن ضابطه لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يحيط به بخياطة أو تلزيق بعضه ببعض أو غيرهما ويستمسك عليه بنفس لبس مثله إلا المكعب، آه. قلت: فخرج ما خيط بعضه ببعض، لا بحيث يحيط بالبدن مثل المرقعة فلا بأس بلبسه كما قدمناه. (رد المحتار، كتاب الحج: ۱۷۷/۲)

(ترجمہ: البحر الرائق میں ابن امیر حاج حلبي کی مناسک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس کا اصول یہ ہے کہ جو لباس انسان کے تمام بدن، یا بدن کے بعض حصے کے موافق بنایا گیا ہو، اس طرح پر کہ وہ سلائی کے ذریعہ، یا بعض حصوں کو بعض کے ساتھ چپکانے سے، یا کسی اور طرح سے (مثلاً بنائی سے) کل بدن، یا بدن کے بعض حصوں کو ڈھانپ لے اور وہ خود بخود جسم پر ٹھہرا رہے، ایسا لباس احرام کی حالت میں پہننا منع ہے سوائے مکعب کے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حکم سے وہ کپڑا خارج ہے، جس کا بعض حصہ بعض کے ساتھ اس طرح سلا ہوا ہو کہ وہ بدن، یا اس کے کسی حصہ کی وضع پر نہ ہو، مثلاً پیوند لگا ہوا کپڑا کہ اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

یہی ضابطہ غنیۃ الناسک میں ص: ۴۴ پر موجود ہے۔

چنانچہ اسی اصول کے ماتحت فقہاء ایسے آدمی کے لیے جس کے پاس اتنی بڑی چادر موجود نہیں، جس سے وہ اپنے

جسم کو ڈھانپ سکے؛ لیکن دو ٹکڑوں کو جوڑ کر اس چادر کو تیار کیا گیا ہے تو اگرچہ یہاں پر کپڑے کے دو ٹکڑوں کو جوڑنے کے لیے سلائی کی گئی ہے اور لغوی اعتبار سے یہ سلا ہوا کپڑا کہا جاسکتا ہے؛ لیکن چونکہ یہ سلائی آدمی کے بدن، یا کسی عضو کے موافق نہیں کی گئی ہے؛ اس لیے اگر اس آدمی کے پاس پوری لمبی چادر نہیں ہے، اس کے لیے اس چادر کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر پوری لمبی چادر موجود ہو، جس کے ذریعہ جسم کو ڈھانپا جاسکتا ہے تو اس کا استعمال بہتر ہے، چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال کے اندر یہ پوچھا گیا ہے کہ کوئی ازار، یا چادر جو کہ کم عرض ہونے کی وجہ سے احرام کی حالت میں دوپاٹ کر کے پہن لی جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامتؒ تحریر فرماتے ہیں:

”گو افضل یہی ہے کہ اس میں بالکل سلائی نہ ہو؛ لیکن اگر دو پاٹوں کو جوڑنے کے لیے سلائی کی جاوے تب بھی جائز ہے“۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۴۶/۲)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک تو سلا ہوا وہ لباس جس کو احرام کی حالت میں پہننے کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے، اس کے لیے تو وہی ضابطہ ہے جو جواب کے شروع میں بتلایا گیا؛ اس لیے اگر کوئی ایسا لباس جو بدن، یا بدن کے کسی عضو کی ہیئت پر سلایا بنایا نہیں گیا ہے؛ لیکن اس میں سلائی موجود ہے تو اس کے پہننے سے دم تو واجب نہیں ہوگا؛ مگر افضل اور بہتر یہی ہے کہ سلائی کسی شکل میں موجود نہ ہو، جیسا کہ اوپر ”امداد الفتاویٰ“ کے جواب سے ظاہر ہے۔

رہا سلی ہوئی لنگی کا پہننا، تو اگر کسی آدمی کو ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے، اگر وہ اس سے حفاظت کی غرض سے سلی ہوئی لنگی استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے اجازت ہے، ورنہ عام حالات میں محرم کا سلی ہوئی لنگی پہننا مکروہ تزیہی اور خلاف اولیٰ ہے، چنانچہ معلم الحجاج میں مسئلہ ہے: ”تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے، اگر کسی نے ستر عورت کی حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا“۔ (معلم الحجاج، ص: ۱۱۴)

”عمدة الفقہ“ میں ہے:

(۷) چادر اور تہبند میں گرہ لگانا؛ یعنی چادر یا تہبند کے ایک سرے کو دوسرے سرے کے ساتھ باندھنا، یا کانٹے و سوئی و پن وغیرہ سے اٹکانا، یا چادر و تہبند کو رسی و کمر بند وغیرہ سے باندھ لینا۔ (عمدة الفقہ، مکروہات احرام: ۱۴۹/۴)

”غنیۃ الناسک“ میں ”فصل فی مکروہات الاحرام ومحظورات التی لاجزاء فیہا سوی الکراہۃ“ کے ماتحت لکھا ہے:

”وعقد الإزار والرداء بأن یربط طرف أحدہما بطرفہ الآخر“.

(شرح) ”وَأَنْ یُخَلِّلَهُ بِخِلَالِ أَوْ یَشْدُدْهُ بِحَبْلِ وَنَحْوِهِ“۔ (ص: ۴۷)

صاحب ”انوار مناسک“ نے معلم الحجاج، ص: ۱۰۵، کی عبارت ذیل ”چادر لنگی اگر بیچ میں سے سلی ہوئی ہے تو جائز ہے؛ مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو“ سے جو استدلال کیا ہے، وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مسئلہ بالا کا

مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی لنگی کپڑے کے دوپاٹ کو جوڑ کر تیار کی ہو تو اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ لنگی کے دوپلوں کو سیا گیا ہو تو وہ بھی بلا کراہت جائز ہے، اس مسئلہ کو صاحب ”معلم الحجاج“ نے ص: ۱۱۴، پر مکروہات احرام کے عنوان کے ماتحت الگ سے بیان کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے: مسئلہ: تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے، اگر کسی نے ستر عورت کی حفاظت کے لیے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا۔ (ص: ۱۱۴) اس لیے سلی ہوئی لنگی کے متعلق علی الاطلاق یہ کہنا کہ اس کا حالت احرام میں پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے، صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احمد خانپوری، ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ۔

الجواب صحیح: عباس داؤد، بسم اللہ۔ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲/۳۰۷-۳۱۰)

احرام کے لیے سلا ہو کپڑا اور ٹیڑون استعمال کرنے کا حکم:

سوال: احرام کے لیے سلا ہوا کپڑا پہننا درست ہے، یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ احرام کے لیے ٹیڑون استعمال کر سکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب

آپ کو شاید معلوم نہیں ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ۱۰/۱۱/۱۴۰۷ اور ۱۱/۱۲/۱۴۰۷ کی درمیانہ شب واصل بحق ہو چکے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کے لیے دعائے مغفرت اور ہمارے لیے صبر و سکون اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعا فرمائیں۔

احرام کے لیے سلے ہوئے کپڑے کا استعمال درست نہیں ہے۔ (۱) ٹیڑون کے احرام میں کچھ حرج نہیں، بشرطیکہ سلا ہوا نہ ہو۔ والسلام

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ابن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ، ۲۰/۱۱/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۱۱/۲)

بحالت احرام ٹھنڈک کی وجہ سے سویٹر، مفکر، موزہ اور چادر وغیرہ اوڑھنا:

سوال (۱) اس سال حج کے لیے روانگی کے دنوں میں موسم انتہائی سرد ہے، خصوصاً سری نگر، دہلی اور لکھنؤ میں جہاں سے عازمین حج کی فلائٹوں سے روانہ ہوتے ہیں، بے انتہا ٹھنڈک ہے اور درجہ حرارت ۳/ سے ۶/ ڈگری، یا اس سے بھی کم ہے، کوکاکا تا میں بھی موسم حد درجہ سرد ہے۔ کمزور، نحیف اور ضعیف العمر عازمین حج ہی کیا، نوجوان کے لیے بھی ٹھنڈک ناقابل برداشت ہے، لہذا استفسار ہے کہ کیا کڑا کے کی ٹھنڈک کے مضراثرات سے بچنے کے لیے عازمین حج

(۱) وفي البحر الرائق (۳۲۳/۲) قوله فائق الرفث ... قوله ولبس القميص والسر اويل ... (وفيه، ص: ۳۲۴)

وذكر الحلبي في مناسكه ان ضابطه لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يخط به بخياطه أو تلزيق بعضه ببعض، إلخ.

احرام کی چادریں اوڑھنے کے بعد گرم کمبل، یا رضائی جس میں روئی بھری ہوئی ہے، یا سویٹر، گرم شال اور چادر وغیرہ حالت احرام میں استعمال کر سکتے ہیں؟

(۲) سرد موسم میں بعض لوگوں کو سر اور پیر میں ٹھنڈک بہت زیادہ لگتی ہے تو کیا وہ کمبل، یا گرم ادنی ٹوپی وغیرہ سے سر کو ڈھانپ سکتا ہے؟

(۳) گلوبند، یا گرم مفکر گلے اور سر میں لپیٹ سکتے ہیں؟ ادنی موزے، یا چمڑے کے موزے، یا دونوں استعمال کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ تاکہ سردی سے محفوظ رہیں اور ٹھنڈک سے بیمار نہ پڑیں۔

(۴) ٹھنڈک اور سردی کے مضر اثرات سے بچنے کے لیے مندرجہ بالا احتیاط کرنے پر حالت احرام میں کوئی شرعی نقص تو واقع نہیں ہوتا؟

(۵) اگر ہوتا ہے تو اس کا علاج اور تدارک کیا ہے؟

(۶) کیا مندرجہ بالا گرم کپڑے وغیرہ استعمال کرنے پر دم، یا صدقہ وغیرہ واجب ہو جاتا ہے؟ اگر ہاں تو مقدار کی وضاحت فرمائیں؟

(۷) خواتین عازمین حج کیا کمبل، یا رضائی یا موزے وغیرہ استعمال کر سکتی ہیں، ان کے ٹخنے اور پیر کھلے ہونے چاہئیں، یا ڈھکے رہنے چاہئیں؟

### الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

(۶-۱) صورت مسئلہ میں مرد حالت احرام میں سوئیٹر، یا موزہ، یا دوسرا سلاہوا کپڑا نہیں پہن سکتا ہے اور نہ ہی ادنی ٹوپی، یا مفکر وغیرہ سے سر ڈھانپ سکتا ہے، گرچہ ٹھنڈک کی حفاظت ہی کی غرض سے کیوں نہ ہو، اگر مذکورہ چیزوں کا استعمال ایک دن، یا ایک رات مذکورہ عذر کی وجہ سے کیا تو اس پر کفارہ لازم ہے؛ یعنی وہ ایک بکری کی قربانی کرے، یا تین روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو فی کس کے حساب سے نصف صاع گیہوں دے اور اگر ایک دن، یا رات سے کم استعمال کیا تو صدقہ؛ یعنی نصف صاع گیہوں دینا ہوگا، جس کا موجودہ وزن ایک کلو چھ سو بانوے گرام کے برابر ہے، البتہ محرم مرد حالت احرام میں ادنی چادر، شال اور کمبل اوڑھ سکتا ہے؛ لیکن اس سے سر نہیں ڈھانک سکتا ہے، سر سے نیچے تک اوڑھ سکتا ہے، صرف گلے میں مفکر اوڑھ سکتا ہے شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

ولا یلبس مخیطاً قمیصاً أو قباءً أو سرویل أو عمامة أو قلنسوة أو خفاً... ویتقی ستر الرأس والوجه ولا یغطی فاه ولا ذقنه... ولا یلبس الجوربین کما لا یلبس الخفین، کذا فی المحيط. (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع فیما یفعلہ المحرم بعد الاحرام: ۲۲۴/۱)

إذا لبس المحرم ثوباً مخیطاً يوماً کان علیہ الدم وإن کان أقل من یوم کان علیہ الصدقة نصف صاع من بر... وإن باشر ما فیہ الدم بعذر بأن اضطر إلى تغطية الرأس لخوف الهلاک من البرد

أو المرض أو لبس السلاح لأجل المقاتلة كان عليه ما نص الله تعالى عليه في كتابه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك أراد به بالنسك الشاة وبالصيام ثلاثة أيام وبالأطعام إطعام ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع. (فتاویٰ قاضیخان فصل فيما يجب بلبس المخيط وازالة الثفت: ۲۸۸/۱)

(۷) خواتین حالت احرام میں سوئیٹر، موزہ اور دوسرا سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہیں اور چادر، رضائی اوڑھ سکتی ہیں، ان کے لیے سلا ہوا کپڑا پہننا درست ہے اور سر ڈھانک کر رکھیں گی۔

عن عبد الله بن عمر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى النساء في إحرامهن عن القفازين والنقاب وما مس الورس والزعفران من الثياب وتلبس بعد ذلك ما أحببت من اللوان الثياب معصفاً، أو خزاً، أو حلياً، أو سراويل، أو قميصاً، أو خفاً. (سنن لأبي داود باب ما يلبس المحرم: ۲۵۴/۱)

ولا بأس للمرأة المحرمة أن تلبس المخيط من حرير كان أو من غيره وتلبس الحلوى والخف وتكشف وجهها. (الفتاویٰ الخانية علی هامش الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۶/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۵/۳)

### احرام کی حالت میں کوڑے کو مارنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حدیث شریف میں احرام کی حالت میں کوڑے کو مارنے کی اجازت ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب۔ وبالله التوفیق

کوڑاچوں کہ شاطر اور موذی قسم کا جانور ہے اور جس زمانہ میں جانوروں پر سفر ہوتا تھا تو کوڑے، اونٹنی وغیرہ کے بدن پر جو زخم ہو جاتے تھے، ان کو نوچ کھانے کے لیے جھپٹتے تھے، اس طرح قافلہ والوں کو پریشان کرتے تھے، بریں بنا ان کو مارنے پر کوئی جزاء واجب نہیں کی گئی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ: ۴۴۷/۷)

قال عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قالت حفصة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس من الدواب لا حرج على من قتلهن: الغراب والحدأة والفارة والعقرب والكلب العقور. (صحيح البخارى: ۲۴۶۱/۱، رقم: ۱۸۲۹، فتح البارى: ۴۲/۵، دار الكتب العلمية بيروت، الصحيح مسلم: ۳۸۱۱/۱، سنن الترمذی: ۱۷۱/۱)

فالغراب ينقر ظهر البعير، وينزع عينه إذا كان مسيراً، ويختلس أطعمة الناس. (عمدة القارى: ۱۸۳/۱۰) ولا شئ يقتل غراب. (الدر المختار، باب الجنایات: ۶۰۷/۳، زکریا) وليس فى قتل الغراب ... جزاء لقوله عليه السلام: خمس من الفواسق يقتلن فى الحل والحرام ... وقال: يقتل المحرم الفارة والغراب، الخ. (الهداية: ۲۸۲/۱)

واستثنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخمس الفواسق ... والغراب فإنها مبتدیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخمس الفواسق ... والغراب فإنها مبتدیات بالآذی، والمراد به الغراب الذی يأکل الجیف هو المروى عن أبی یوسف. (الهدایة: ۲۷۷/۱، فتح القدیر: ۸۲/۳، دار الفکر بیروت) إنما أمر بقتل الغراب فی الحرم لأنه یقع علی دبر البعیر. (الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۵۵۷/۳، ذکر یا دیوبند) فقط واللہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۰/۱۱/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۵/۷)

### محرم آدمی سانپ، بچھو، کوا، گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے:

سوال: محرم کو حالت احرام میں کن کن موذی جانوروں کا مارنا جائز ہے اور ان موذی جانوروں کو بغیر حملہ کرنے پر بھی مار سکتا ہے، یا نہیں؟ زید کی حالت احرام میں گرگٹ پر نظر پڑی، گرگٹ حملہ آور نہیں ہو؛ لیکن زید نے گرگٹ کو مار ڈالا، ایسی حالت میں زید محرم قرار دیا جائے گا، یا نہیں؟ اگر مجرم ہے تو اس کو ایک گرگٹ کا کتنا جرمانہ ادا کرنا چاہیے، اگر زید نے کسی سے امداد لی ہے تو وہ مدد کرنے والا بھی مجرم ہوا، یا نہیں؟ (المستفتی: حاجی محمد داؤد صاحب تاجر، بار از بلیماران دہلی)

### الجواب

ان جانوروں کو محرم بغیر حملہ کے مار سکتا ہے: سانپ، بچھو، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، چوہا، مچھر، پسو، چیچڑی، گرگٹ۔ (۱) پس صورت مسئلہ میں گرگٹ کے مارنے سے اس پر کوئی کفارہ یا جزا لازم نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۵۲/۴)

### احرام میں شکار اور غیر محرم کا حدود حرم کے اندر شکار لانے کا حکم اور فقہی عبارتوں میں تعارض کی تحقیق:

سوال: ذیل کے مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت ہے؛ اس لیے تحقیق کر کے ارقام فرمادیں۔ زبدۃ المناسک غیر جیبی کے صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے کہ جو حل میں احرام باندھے اور اس کی مٹھی میں صید ہو تو واجب ہے کہ اس شکار کو چھوڑ دے، اس طرح کہ ضائع نہ ہو، یا قفص میں رکھے، الخ۔ اور کچھ آگے لکھتے ہیں کہ محرم، یا حلال جب حرم میں داخل ہو اور اس کے پاس شکار ہو، اگرچہ قفص میں ہو تو واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے کہ وہ اب حرم کا شکار ہو گیا، الخ۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حل میں احرام باندھنے کی صورت میں شکار کا اصل چھوڑ دینا واجب نہیں ہے؛ بلکہ کسی

(۱) ولاشیء بقتل غراب العقق علی الظاہر... وحدأة... وذئب، وعقرب وحیة، وفارة، وکلب عقور... ووزغ، و ذباب، وقفذ، وصرصر الخ. (الدر المختار، باب الجنایات: ۵۷۰/۲، ط: سعید)

پنجرے میں ہو رکھ دینا چاہیے اور حرم میں داخل ہونے کی صورت میں اگرچہ پنجرے میں ہو، اصلاً چھوڑ دینا چاہیے؛ کیوں کہ یہ شکار اب حرم کا ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ حل میں حلال نے شکار پکڑا، پھر جب حرم میں داخل ہوا تو یہ شکار اس کی ملک سے خارج ہوا، یا فقط اس کو حرم میں ہلاک نہ کرے؛ یعنی مامون رکھے اور پھر حرم سے باہر نکل کر کام میں لاسکتا ہے؟ زبدۃ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی ملک سے بھی خارج ہو گیا، اصل حرم کا ہو گیا اور غنیۃ الناسک، صفحہ: ۱۶۱، اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل چھوڑ دینا واجب نہیں؛ یعنی حل و حرم میں فرق نہیں ہے۔

”ولو أدخل محرم أو حلال صید الحل الحرم صار حکمه حکم صید الحرم ومن دخل الحرم بصید فعليه أن يرسله فيه إذا كان في يده حقيقة حتى إذا كان في رحله أو في قفصه لا يجب إرساله كذا في الهداية والكفاية وغيرهما. (۱)

ولو أخذه في الحل وهو حلال ثم أحرم أو دخل به الحرم ملكه ملكاً محترماً فإن كان الصيد في يده حقيقة وجب إرساله لكن لا أن يسيبه؛ لأن تسييب الدابة حرام؛ لأنه تضييع للملك بل يطلقه على وجه لا يضيع بأن يخليه في بيته أو يودعه عند حلال أو يرسله في قفص معه، إلخ. (۲)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر حرم میں حل کا شکار داخل کیا جاوے تو اطارۃ واجب نہیں ہے؛ بلکہ چھوڑ دینا تضييع مال ہے اور پنجرے میں ساتھ لیے رہنا بھی حرم میں جائز ہے۔ اب زبدۃ اور غنیۃ کی عبارات کا تعارض دفعہ فرمادیں، یا ایک کو ترجیح دیں اس بارے میں شامی کو بھی دیکھا، اس میں شاید لکھا ہے کہ حل میں شکار پکڑ کر باندھے اور حرم میں محرم و حلال اگر شکار داخل کرے اور شکار پنجرے میں ہو؛ یعنی فی ید حکمی ہو تو چھوڑنا واجب نہیں اور اگر فی ید حقیقی ہو تو حرم میں اصل چھوڑ دینا واجب ہے اور حل میں اصل چھوڑنا واجب نہیں، یہ فرق بیان کیا ہے اور غنیۃ نے دونوں میں فرق نہیں کیا۔ یہ تعارض بھی دفعہ فرمائیں؟

رد المحتار (ص: ۳۰۳): وہی من أحرم في الحل وفي يده صيد وأما الأولى وهي لو دخل الحرم وفي يده صيد فالواجب عليه الإرسال بمعنى الاطارة كقوله في الهداية. (۳)

### الجواب

(أقول وبالله التوفيق) اخذ صید کی صورتیں چند ہیں، ہر ایک کا حکم الگ الگ معلوم کرنا چاہیے۔

(۱) احرام کے بعد شکار پکڑے، خواہ حل کا ہی شکار ہو، یا حرم کا شکار پکڑے خواہ یہ حلال ہی ہو، محرم نہ ہو، یہ تو

(۱) غنیۃ الناسک، ص: ۱۵۷، سطر: ۷، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الحج: ۶۱۱/۳، دار عالم الکتب الرياض، انیس

(۳) رد المحتار، کتاب الحج: ۶۱۱/۳، دار عالم الکتب الرياض، انیس



ملک ہی میں داخل نہ ہوگا۔

- (۲) یہ کہ احرام حل میں باندھنا چاہتا ہے اور احرام سے پہلے اس کے ہاتھ میں حقیقتہً صید حل ہے۔  
 (۳) حل میں احرام باندھنا چاہتا ہے اور اس کے ہاتھ میں نہیں؛ بلکہ قفص میں صید حل ہے۔  
 (۴) حرم میں داخل ہوا اور اس کے ہاتھ میں نہیں؛ بلکہ قفص میں صید حل ہے اور قفص اس کے ہاتھ میں ہے۔  
 یہ چار صورتیں جن میں دو صورتیں اخیر کی محل نزاع ہیں۔

ودلیل الأول ما فی غنیۃ الناسک: ولو أخذ الصيد فی الحل وهو محرم أوفی الحرم وهو حلال لم یملکہ ووجب إرساله سواء کان فی یدہ أوفی قفص معه أوفی بیتہ، آہ. (ص: ۵۶) (۱)  
 اور صورت ثانیہ کا حکم یہ ہے کہ یہ شکار محرم کی ملک ہے اور اس کے ذمہ اس کا چھوڑ دینا واجب ہے؛ مگر اس طرح کہ ضائع نہ ہو، مثلاً گھر میں بند کر کے چھوڑ دے، یا کسی حلال خارج حرم کے پاس امانت رکھ دے، یا قفص میں چھوڑ دے۔  
 قال فی اللباب وشرحه: ولو أخذ صیداً فی الحل وهو حلال ثم أحرم ملکہ أی ملکاً مستمراً حیث لم یخرج بالإحرام من ملکہ ثم إن کان الصيد فی یدہ لزمہ إرساله علی وجه لا یضیع ملکہ أی إن شاء بقاءه فی ملکہ بأن یخلیه فی بیتہ مغلقاً علیہ فإن الاستدامة علی أخذ الصيد (بیدہ) فی حکم ابتداء صیدہ وإن لم یرسله حتی مات فی یدہ لزمہ الجزاء، آہ. (ص: ۲۰۲)

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اس طرح چھوڑے کہ جانور ضائع نہ ہو، یہ اس وقت واجب ہے، جب کہ اس کو اپنی ملک ہی باقی رکھنا چاہے اور اگر بطور اباحت کے چھوڑ دے کہ جو پکڑے وہی مالک ہے اور اپنی ملک میں باقی نہ رکھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔

”قال فی الدر: وفی کراہۃ جمع الفتاوی: شری عصفیر وأعتقها جاز (إلی أن قال) من أخذها فہی لہ. قلت: وحينئذ فتقید الإطارة بالإباحة قبل، فتأمل، آہ.

قال الشامی: لكن ظاهر ما قدمناه عن القهستانی من حکایۃ القولین فی تفسیر الإرسال أن من فسرہ بالإطارة لم یقید بالإباحة؛ لأنه یقول أن الإرسال واجب فلم یکن فی معنی التسیب المحذور ومن فسر الإرسال بالودیعة فکانہ یقول حیث أمکنہ دفع التعرض للصيد بها فلا حاجة إلی الإطارة المضیعة للملک؛ لاندفاع الضرورة بدونها، آہ. (۲)

شامی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات پر اطلاق واطارة (اڑادینا) مطلقاً جائز ہے۔ اباحت کی قید کی ضرورت نہیں؛ لیکن قواعد سے ترجیح اس کو معلوم ہوتی ہے کہ اگر قوم حاضر کو اباحت کر دے، تب تو اطارة جائز ہے اور اگر

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۶۱۱/۳، دارعالم الکتب الریاض، انیس

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۱۲/۳-۶۱۳، دارعالم الکتب الریاض، انیس

اباحت نہ کرے تو جب تک ایداع وغیرہ کے ساتھ تصبیغ سے احتراز ہو سکے تو ایداع وغیرہ لازم ہے، البتہ اگر ایداع وغیرہ بھی نہ ہو سکے اور نہ اس کے سامنے ایسے آدمی حلال موجود ہوں، جن کو اباحت کر سکے تو پھر اطارۃ مطلقاً جائز ہے۔

قال فی غنیۃ الناسک: فإن کان الصيد فی یدہ حقیقۃ وجب إرساله لکن لا بأن یسیبہ؛ لأن تسیب الدابة حرام؛ لأنه تصبیغ للملک بل یطلقه علی وجه لا یضیع بأن یخلیه فی بیتہ أو یودعه عند حلال أو یرسله فی قفص معه فإن لم یتیسیر یسیبہ للضرورة؛ لأن إرساله مأمور به، آ۵. (ص: ۱۵۷)

اور صورت ثالثہ کا حکم یہ ہے کہ جب صید ہاتھ میں نہیں؛ بلکہ قفص میں ہے تو صحیح قول میں اس کے ذمہ اس کا چھوڑنا واجب نہیں اور اگر قفص وغیرہ میں مر جائے تو اس کے ضمان نہ ہوگا اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس وقت بھی ارسال لازم ہے۔

قال فی اللباب وشرحه: وإن کان الصيد فی بیتہ وکذا إذا کان فی قفصہ حال إحرامہ لا فی یدہ لا یجب إرساله حتیٰ لو لم یرسله فمات لا یضمن أی علی الصحیح وقیل لو کان القفص فی یدہ یجب إرساله، آ۵. (ص: ۲۰۲)

وکذا فی الدرر الشامی وزاد الشامی وقیل: إن کان القفص فی یدہ یلزمه إرساله لکن علی وجه لا یضیع. ہدایۃ وهو ضعیف کما فی النہر، قال ح: والظاهر أن مثله ما إذا کان الحبل المشدود فی رقبة الصيد فی یدہ. (۱)

اور صورت رابعہ وخامسہ کا حکم یہ ہے کہ شکار، تو ان دونوں صورتوں میں بھی صاحب ید کی ملک ہے، لیکن صورت رابعہ میں جب کہ شکار حقیقۃً اس کے ہاتھ میں ہو، حرم میں اس کو چھوڑ دینا واجب ہے اور صورت خامسہ میں جب کہ شکار کو قفص میں لے کر داخل حرم ہوا، اس کا ارسال واجب نہیں۔

قال فی البحر: تحت قول الكنز ومن دخل الحرم بصید أرسله أی فعلیہ أن یطلقہ؛ لأنه لما حصل فی الحرم وجب ترک التعرض لحرمۃ الحرم إذ هو صار من صید الحرم فاستحق إلا من أراد بہ ما إذا دخل وهو ممسک لہ ببیدہ الخارجۃ؛ لانه سیصرح بأنه إذا أحرم وفی بیتہ أو فی قفصہ صید لا یرسلہ فکذا لک إذا دخل الحرم ومعه صید فی قفصہ لا فی یدہ لا یرسلہ؛ لأنه لا فرق بینہما فالحاصل: أن من أحرم وفی یدہ صید حقیقۃ أو دخل الحرم کذلک وجب إرساله وإن کان فی بیتہ أو قفصہ لا یجب إرساله فیہما فنبہ بمسئلۃ دخول الحرہنا علی مسئلۃ المحرم ونہ بمسئلۃ المحرم الاتیۃ علی مسئلۃ الحرم وليس المراد من إرساله تسیبہ؛ لأن تسیب الدابة حرام بل یطلقہ علی وجه لا یضیع ولا یخرج عن ملکہ بهذا الإرسال حتیٰ لو خرج إلى الحل فله أن یمسکہ ولو أخذہ إنسان یستردہ، آ۵. (۴۱/۳) (۲)

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۶۱۳/۳، دار عالم الکتب الریاض، انیس

(۲) البحر الرائق، کتاب الحج: ۷۲/۳-۷۳، انیس

اس سے معلوم ہوا کہ جو حکم محرم کے ہاتھ میں حقیقہ شکار کے ہونے کا ہے، وہی حکم داخل حرم کے ہاتھ میں ہونے کا ہے اور جو حکم محرم کے ہاتھ میں حکماً یعنی قفص میں شکار کے ہونے کا ہے، وہی حکم داخل حرم کے پاس قفص میں شکار کے ہونے کا ہے۔

پس غیبتہ کی عبارت تحقیق بحر کے موافق ہے اور حضرت گنگوہی قدس سرہ نے زبدہ میں جو فرق کیا ہے کہ حرم میں داخل ہونے والے کے ذمہ مطلقاً ارسال کو لازم فرمایا ہے، خواہ حقیقہ اس کے ہاتھ میں ہو، یا قفص میں ہو، عبارت بحر اس کی نفی کر رہی ہے اور غالباً مولانا کے اس قول کا منشا لباب و شرح لباب وغیرہ کا اطلاق ہے۔ (۱)

لباب میں ہے:

ولو أدخل محرم أو حلال صيد الحل الحرم صار حكمه حكم صيد الحرم أي فعلیه إرساله، آه.

اور شرح لباب میں ہے:

وأما إن دخل الصيد في الحرم من الحل صار حكمه حكم صيد الحرم سواء كان مملوكاً أم لا وسواء دخل بنفسه أو أدخله غيره حلال أو محرم ولا يدخل منه شيء في الحرم حياً إلا وجب إرساله، آه. (ص: ۲۰۶-۲۰۷)

لیکن جب بحر سے ان اطلاقات کا اس صورت کے ساتھ مقید (۲) ہونا معلوم ہو گیا، جب صید حقیقہ داخل کرنے والے کے ہاتھ میں ہو تو اس تصریح کے بعد اطلاق پر حمل نہ ہوگا اور شامی نے حاشیہ بحر میں اس مقام پر کچھ کلام نہیں کیا، نہ رد المختار میں اس کے خلاف کچھ کہا، البتہ رد المختار کی بعض عبارات سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ داخل حرم کے ذمہ مطلقاً ارسال لازم ہے؛ کیوں کہ اس میں محرم کے متعلق تفصیل کر کے لکھا ہے:

وقد علمت مما قدمناه أن هذا كله فيما لو أخذ صيد إثم أحرم أما لو دخل به الحرم فإنه يلزمه إرساله بمعنى إطرته وأن ليس له إيداعه؛ لأنه صار من صيد الحرم، آه. (۲/۳۶۱) (۳)

لیکن رد المختار ہی کی دوسری عبارت سے اس حکم کا اس صورت کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہوتا ہے، جب کہ شکار حقیقہ ہاتھ میں ہو، ونصہ:

ثم اعلم الذي يظهر من كلامهم أن هذين القولين (في تفسير الإرسال) في المسئلة الثانية فقط وهي من أحرم في الحل وفي يده صيد أما الأولى وهي لو دخل الحرم وفي يده صيد

(۱) اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا منشاء وہ روایت ضعیفہ ہے، جس کو شامی نے ہدایہ سے نقل کیا ہے کیونکہ وہ روایت محرم کے بارے میں ہے، اگر اس کی وجہ سے دخول حرم کی صورت میں ارسال کو مطلقاً واجب کہا جائے گا، تو محرم کے مسئلہ میں بھی اطلاق ارسال ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مولانا محرم اور داخل حرم کے حکم میں فرق کر رہے ہیں۔

(۲) ويؤيده ما في الأدب المفرد للبخاري أن الصحابة كانوا يدخلون مكة بصيد في أفقاه.

(۳) رد المحتار، كتاب الحج: ۶۲۱/۳، دار عالم الكتب الرياض، انيس

فالواجب عليه الإرسال بمعنى الإطارة (أى لا بمعنى الإيداع) لقوله فى الهداية عليه أن يرسله فيه أى فى الحرم وصار من صيد الحرم وتعليله له بأنه لما حصل فى الحرم وجب ترك التعرض له لحرمة الحرم وصار من صيد الحرم، آه. (۳۶۰/۲) (۱)

اس میں صاف تصریح ہے کہ داخل حرم پر ارسال جب واجب ہے کہ شکار اس کے ہاتھ میں ہو، وصرح بہ فی الغرر شرح الدرر، حیث قال:

حلال دخل الحرم بصيد فى يده أى يده الحقيقة التى هى الجارحة حتى إذا كان فى رحله أو قفصه لا يجب عليه الإرسال ذكره تاج الشريعة أرسله أى عليه أن يرسله، آه. (۲۵۲/۱)

وهذا عين ما صرح به صاحب البحر وأما ما فى التحرير المختار على قول الدر: ولو القفص فى يده بدليل أخذ المصحف، إلخ، نازع الشيخ محمد طاهر بأن قياس القفص على الخلاف قياس مع الفارق؛ لأن المأمور به فى المصحف عدم المس إذا أخذه بغلافه لا يكون ماساً والمأمور به فى الصيد عدم التعرض ومن أخذه بيده حال كونه فى القفص فهو متعرض للصيد لا محالة واعتمد أن من دخل الحرم حلالاً أو حراماً وفى يده أو قفص معه أو فى يد خادم معه صيد الآن وجب إرساله الصيد بعد دخوله فى الحرم بأى وجه كان؛ لأنه صار صيد الحرم واستند لذلك بكثير من عبارات المؤلفين فانظره، آه. (۱۶۷/۱)

ففيه أولاً أنه كلام على الدليل ولو تم للزم كون المحرم متعرضاً للصيد أيضاً حال كونه فى القفص فيجب عليه إرساله والمتون قاطبة على خلافه فى مسألة المحرم فإن قال الشيخ طاهر بالفرق فى المحرم وفيه من دخل الحرم فعليه البيان وإن سوى بينهما فقد مر عن النهر تضعيف القول بوجوب الإرسال على المحرم إذا كان الصيد معه فى القفص مع أن الكلام فى الدليل لا يستلزم الكلام فى المسألة لاحتمال بناءها على دليل آخر فلنا أن نقول أن القفص مثل البيت فكما يجوز المشئى على بيت فيه المصحف وليس ذلك كالمشئى فوقه بعينه فكذلك الصيد فى القفص ليس أخذه متعرضاً بل هو قابض على بيته كما إذا دخل الحرم وفى بيته صيد.

ہاں ایک فرق البتہ ہے کہ محرم کے ہاتھ میں شکار ہو تو اس کے لیے بعد احرام کے ارسال دونوں طرح جائز ہے، خواہ بطریق اطارة، خواہ بطریق ایداع اور داخل حرم کے ہاتھ میں حقیقت ہو تو اس کو ایداع جائز نہیں؛ بلکہ ارسال بطریق اطارة واجب ہے، پس غیبتہ کا یہ قول ”هذا إذا أحرم وأما إذا دخل به الحرم فيرسله فى قفص معه فإن لم يتيسر يسيبه فى الحرم، اه“۔ (ص: ۱۵۷) تحقیق شامی کے خلاف ہے اور قواعد کے بھی خلاف ہے؛ کیوں کہ جب وہ ہاتھ میں لے کر داخل حرم ہو تو وہ صید حرم ہو گیا، جس سے عدم تعرض واجب ہے اور اس کو قفص میں بند کرنا بھی

تعرض ہے۔ ہاں اس کا مطلب لیا جائے کہ دخول حرم سے پہلے اس کو قفص میں بند کر دے اور قفص میں لے کر داخل حرم ہو اور دخل بہ الحرم کو واردہ دخول پر محمول کیا جائے تو یہ کلام صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد الاحکام: ۱۷۲/۳)

### احرام کے بعد میقات سے خارج ہونا:

سوال: ایک آفاقی شخص میقات پر پہنچ کر احرام پہنتا ہے اور نیت حج، یا عمرہ کرتا ہے؛ مگر جدہ پہنچ کر احرام کی حالت میں میقات مدینہ ذوالحلیفہ سے بھی باہر ہو کر مدینہ شریف جاتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسے محرم کو جس نے میقات پر پہنچ کر احرام پہنا اور نیت کی ہے، قبل حج یا عمرہ دوسری آفاقی میقات سے باہر نکل جانا درست ہے؟ کیا اس پر کوئی کفارہ ہے؟ میقات ہی سے جو اس نے احرام پہنا ہے، اس سے تو بظاہر لازم آتا ہے کہ وہ سوائے مکہ کے کہیں نہ جائے، نہ کہ آفاقی میقات سے گزر جانا؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اس پر بھی کوئی کفارہ نہیں۔ ممنوعات احرام سے بچتا رہے۔ بغیر حج، یا عمرہ کئے احرام سے حلال نہ ہو۔ یہی احرام کا احترام ہے۔ میقات سے خارج ہو جانا احرام کے منافی نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود لنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰ رجب ۱۴۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۴/۱۰-۳۸۵)

### عورت کے لیے احرام میں منہ چھپانے کا طریقہ:

سوال: حالت احرام میں عورت منہ کو کس طرح چھپائے؟

### الجواب —————

(حالت) احرام میں عورت کو منہ کھولنا واجب ہے اور پردہ کرنا بھی واجب ہے؛ کیوں کہ جس طرح مرد کو سر کا ڈھکنا (حالت احرام میں) ناجائز ہے، عورت کو منہ کو ڈھکنا ناجائز ہے؛ لیکن پردہ کے لحاظ سے کہ وہ بھی ضروری ہے۔ اس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز بنائی جائے کہ جس کو منہ پر، یا سر پر رکھ لیا جائے، جو منہ سے جدار ہے اور اس کے اوپر برقعہ پڑا رہے، جو منہ سے جدار ہے گا۔ اس صورت میں دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی، منہ بھی نہیں ڈھکا جائے گا

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”والثانی أنه إذا أتم الإحرام بحج أو عمره، لا يخرج عنه، إلا بعمل ما أحرم به وإن أفسده. (الدر المختار) وقال ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ: ”والأصل: لا يخرج عنه في حالة من الأحوال بعمل من الأعمال إلا بعمل“. (رد المحتار، كتاب الحج، فصل في الإحرام: ۴۸۰/۲، سعید)  
الأول أنه إذا أتم الإحرام للحج أو للعمرة، لا يخرج عنه إلا بعمل النسك الذي أحرم به وإن أفسده. إلخ.  
(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۵۶۰/۲، رشيدية)

اور پردہ بھی باقی رہے گا۔ میں بھی ۱۳۲۳ھ میں جب اپنے اہل کے ساتھ حج کو گیا تھا (تو اس وقت) اسی قسم کی تدبیر کی تھی کہ ایک لوسے کے تار کا حلقہ بنا کر اور اس میں پیشانی کے آگے ایک چھبہ نکال کر تیار کر لیا تھا اور اس سے بڑی راحت رہی تھی، اگر مناسب ہو، آپ اس قسم کا بنوالیں (اور) اپنے اس مبارک سفر میں اور مقاماتِ اجابت میں بندہ کو بھی یاد فرمائیں۔ والسلام

بندہ خلیل احمد عفی عنہ، از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۵۹/۱)

کیا عورت بحالتِ احرام مسحِ راس کے لیے سر سے کپڑا اتار سکتی ہے:

سوال: عورت کو حالتِ احرام میں غسل، یا وضو کے وقت مسح کرنے کے لیے کپڑا سر سے اتارنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت کو احرام کی حالت میں طہارت کے وقت مسح کے لیے مردوں کے سامنے سر سے کپڑا اتارنا نہیں چاہیے؛ بلکہ برقعہ کے اندر ہاتھ سر پر پھیر لے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۵۹/۱)

مختصراتِ احرام کا بلازِ عذر ارتکاب اور دم و صدقہ سے عاجز کے لیے روزے رکھنا کافی ہے، یا نہیں:

سوال: محرم اگر مختصراتِ احرام کا ارتکاب بلا عذر عمداً کرے اور دم و صدقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس کو دم کے عوض روزہ رکھنا کافی ہے، یا نہیں؟

الجواب

روزہ رکھنا بھی اسی حالت میں کافی ہے، جب کہ وہ اراقتہ دم (بکرا ذبح کرنے) واداءِ صدقہ سے عاجز ہو۔  
وقد ذکر العلامة زین الدین ابن نجیم فی البحر والاملا السندی رحمة اللہ فی منسکہ: إن المحرم إذا ارتكب المحذور علی وجه الکمال من غیر عذر وضرورة فعليه الدم ولا یجزئہ الصوم عند عجزه عند الدم، قال فی الأسرار للشیخ الأجل الإمام القاضی أبی زید الدبوسی: قال علمائنا فی کفارة الحلق واللبس والتطیب والقصر، إذا وجبت عن عذر کان مکفر فیہا بالخیار بین النسک والصدقة والصیام وإذا وجبت عن عمد وجبت علی ترتیب الهدی أولاً فإن لم یجد فالصدقة، فإن لم یجد فالصیام، وقال: یتخیر المکفر عن الحلق فی الحالین ویترتب علیہ الوجوب عن اللبس والطیب فی الحالین، انتہی، وفی المحيط للبرہانی فی نوع اللبس من الفصل الخامس: و إن لبس مالا یحل لبسه من غیر ضرورة أراق لذلك دماً وإن لم یجد صام

ثلاثة أيام ثم ذكر بعدد فى نوع الحلق وفى الأصل حلق المحرم رأسه بغير عذر أراق دمًا وإن لم يجد انتهى ثلاثة أيام وإن فعل ذلك بعذر يتخير بين الكفارات الثلاثة على ما مر، انتهى، وذكر فى الذخيرة أيضًا مثل ما ذكره فى نوع اللبس، وذكر فى الظهيرة ومنسك الفارسى مثله: وفى الملتقى: ولبس ما لا يحل لبسه بغير ضرورة يلزمه دم وبفقد صوم ثلاثة أيام انتهى. فهذه نصوص صريحة فى أجزاء الصوم عند العجز عن الدم وأما تضعيف ابن نجيم كلام الظهيرية بما نقله عن الإمام الإسبيجى فليس بصحيح إذ ليس فى كلامه صريحاً ما يخالفه ما فى الظهيرة بل هو موافق لها على ما نبينه قال الإسبيجى فى شرح المختصر للطحاوى فى باب ما يجتنبه المحرم فإن لبس المخيط يوماً كاملاً من غير ضرورة فعليه لذلك دم لا يجزيه غيره إلى أن قال وإن فعل ذلك لعل أو ضرورة فعليه أى الكفارات شاء ذكر مثله فى الحلق أيضاً. فقول مثل هذه العبارات موجودة فى غيرها كالكافى للحاكم الشهيد والمبسوط للسرخسى وغاية البيان شرح الهداية والبدائع والتجريد الأبى الفضل الكرمانى حيث قالوا: وأما إذا فعل ذلك من غير ضرورة يتعين فيه الدم ولا يجزيه الصوم انتهى. فقول الإسبيجى وغيره فعليه لذلك دم لا يجزيه غيره كلام مطلق قابل للتقييد بما إذا كان قادراً وما فى الظهيرية والأسرار والمحيط وغيرها صريح وفى جواز الصوم عند العجز وقد تقرر فى كتب الأصول إن المطلق يحمل على المقيد فى الأدلة فيما إذا اتحد الحكم والحادث فكيف فى الروايات ومما يدل أيضاً على أن الكلام للإمام الإسبيجى ومن وافقه فى الإطلاق محمول على ما إذا كان قادراً أنهم قالوا وإذا فعل ذلك بعذر فعليه أى الكفارات الثلاث شاء ولا شبهة فى أن التخير بين الكفارات الثلاثة إنما يتصور من الغنى القادر، أما الفقير العاجز فيتعين فى حقه الصوم؛ لأنه لا قدرة له على غيره وجهد المقل دموعه، فإن قلت: قدمت عن الأسرار أن الكفارات إذا وجبت عن عمد وجبت على تر تيت الهدى، ثم الصدقة، ثم الصيام، والذى تقدم عن المحيط والظهيرية وغيرها وجوب الدم أولاً، فإن لم يجد فصيام ولم يذكروا الصدقة، فكيف التوفيق بين الكلامين؟ قلت: الظاهر أن الغالب أن من لم يجد الدم لا يجد الصدقة، فقالوا بجواز الصوم عند عدم الدم بناء على الغالب والذى فى الأسرار بناء على الإمكان وحقيقة الأمر فلا تدافع، آه، فقلت من رسالة السيد محمد أمين بن حسن ميرغنى الحسينى المكى الحنفى من عينه قاله المخدوم هاشم السندى الفقيه فى بياضه وهو من معاصرى العلامة ابن عابدين الشامى وله باع طويل ونظر واسع فى الفقه هذا وقال العلامة ابن عابدين فى حاشية البحر على قوله وبهذا ظهر ضعف ما قد مناه عن الظهيرية من أنه إن لم يقدر على الدم صام ثلاثة أيام ولم أره لغيرها، آه ما نصه وفى حاشية المدنى

بعد ذکرہ کلام المؤلف و نقل المنلا رحمة الله في منسكه الكبير نحوه و نقل عن الفارسی و البحر العمیق نحو ما ذکرہ فی الظہیریۃ علی وجه الاعتراض علیہما، قال شیخنا مولانا السید محمد امین میرغنی بعد نقل عبارتہما فی رسالۃ لہ، قلت: بل المقرر المنصوص علیہ فی کثیر من کتب المذہب المعتبرۃ أجزاء الصوم عن العجز عن الدم كما نمليه عليك و سرد الأقوال المویدة لکلامہ فراجعہا إن شئت، آ۵. (۱۳/۲) (۱)

۷/شوال ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۱۷۹/۳)

### عورت حالت احرام میں چہرہ کسی چیز سے ڈھانپنے:

سوال: عورت حالت احرام میں چہرہ کس چیز سے ڈھانپنے؟ بمبئی میں جو کھجور کا پنکھا چہرہ ڈھانپنے کے لیے فروخت ہوتا ہے، اس کو مولانا موصوف نے ناکافی لکھا ہے؟

الجواب

ہاں وہ پنکھا تو ناکافی ہے، بہتر صورت یہ ہے کہ جھبے دار ٹوپی سر پر رکھ کر اوپر سے برقعہ اوڑھ لے، اس صورت میں چہرہ پر کپڑا نہ پڑے گا۔ (امداد الاحکام: ۱۷۹/۳)

### بحالت احرام عورت کو مردانہ جوتا پہننا کیسا ہے:

سوال: سفر حج کے زمانہ میں عورت کو جہاز چڑھنے اترنے کی حالت میں اس اندیشہ سے کہ زنانہ جوتا ازدہام کی وجہ سے کسی کے پیر سے دب کر عورت گرجائے گی۔ مردانہ جوتا پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ اندیشہ محض وہم ہے، ہزار ہا مستورات زنانہ جوتا پہن کر حج کر چکی ہیں، کوئی بھی نہیں گری۔ (امداد الاحکام: ۱۸۰/۳)

### بحالت احرام بنیان، یا سلی ہوئی چادر پہننے کا حکم:

سوال (۱) کیا بنیان پہن سکتا ہے؟ تہ بند، یا احرام کی چادر کہیں پھٹی ہو تو کیا سہل کر باندھ سکتا ہے، یا کہ نہیں؟

### ارکان چھوٹنے، یا ترتیب میں تقدیم و تاخیر کا حکم:

(۲) کوئی نسک چھوٹ گیا، یا ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہوگئی تو کیا (حج) قرآن کی حالت میں دو قربانی کرے،

یا ایک کرے؟

(۱) منحة الخالق علی البحر الرائق: ۲۴/۳، اس پوری بحث کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع: ۱۱/۳-۱۲، البحر



بحالت احرام خون نکلنے سے کیا دم واجب ہوگا:

(۳) احرام کی حالت میں مرض کی وجہ سے ڈاکٹر نے سوئی لگائی، جس سے قدرے خون نکلا تو کیا دم واجب ہوگا، ایسے ہی اگر مسواک کیا، جس سے دانتوں سے خون نکلا تو کیا واجب ہوگا۔

قرآن کے حج کا احرام باندھنے والے کے لیے عمرہ کرنا:

(۴) قرآن کے حج کا احرام باندھنے والا مکہ میں جا کر عمرہ کرے گا، پھر احرام کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے گا، پھر نفلی طواف کرتا رہے، اس کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ جائے، پھر وہاں سے عرفات جائے، پھر مزدلفہ آ کر رات گزارے، پھر ذی الحجہ کو آ کر کنکری مارے اور قربانی کرے اور حجامت بنوا کر زیارت کرے اور سعی صفا مروہ کرے، پھر منیٰ جائے اور ۱۱-۲۱ ذی الحجہ کو قیام کر کے کنکریاں ما کر واپس آئے اور طواف الوداع کر کے مکان ہندوستان آوے تو کیا اس صورت میں مکمل ہو گیا؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

- (۱) بنیان پہننا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں آستین ہوتی ہیں اور آستین میں ہاتھ ڈال کر پہننا منع ہے، جس پر جزا لازم ہوگی، احرام کی سلی ہوئی چادر پہننا جائز ہے؛ لیکن ترک اولیٰ ہے۔
- (۲) قرآن کی حالت میں بھی ایک جنایت پر ایک ہی دم واجب ہوگا۔
- (۳) دونوں صورتوں میں کوئی جزا لازم نہیں، خون کا نکالنا محظور احرام نہیں، جیسے: فصد لینا، مسواک کرنا ہر حالت میں سنت ہے۔

(۴) یہ ترتیب صحیح ہے، اس سے حج مکمل ہو گیا، کوئی نسک نہیں چھوٹا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب  
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن، سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۸/۱۳۸۵ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۵۴۲-۵۵)

میقات سے مکہ جانے کا ارادہ نہ ہو تو میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں:

سوال: زید با ارادہ حج جا رہا ہے اور قصد اس کا یہ ہے کہ میں اول جدہ سے مدینہ شریف جاؤں تو اس حالت میں اس کو میقات پلملم پر احرام باندھنا لازم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب —————

نہیں۔ میقات سے احرام باندھنا جب واجب ہے کہ میقات سے مکہ جانے کا ارادہ ہو۔ (امداد الاحکام: ۱۸۰/۳)

## عورت کا حالت احرام میں میک آپ کر کے ادھر ادھر گھومنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بہت افسوس کے ساتھ لکھ رہی ہوں کہ میری بعض بہنیں احرام کی حالت میں بھی میک آپ کرتی ہیں اور غیر مردوں سے چہرہ چھپائے بغیر ادھر ادھر گھومتی ہیں۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب———— وباللہ التوفیق

عورتوں پر احرام کی حالت میں پردہ اسی طرح لازم ہوتا ہے، جیسا کہ غیر احرام میں لازم ہے، اس لیے احرام میں بے پردہ رہنا جائز نہیں۔ نیز عورت کا احرام میں میک آپ کرنا بھی درست نہیں ہے، میک آپ میں عموماً خوشبودار اشیا استعمال ہوتی ہیں، مثلاً: کریم، پاؤڈر وغیرہ، اس سے جنایت لازم آتی ہے اور بہت سی صورتوں میں دم واجب ہو جاتا ہے، اس لیے خواتین کو بحالت احرام ایسی چیزوں سے بچنا لازم ہے۔

أخرج الطبرانی عن عائشة رضى الله عنها حديثاً طويلاً طرفه: وما من امرأة تنزع خمارها في غير بيت زوجها إلا كشفت الستر فيما بينها وبين ربها. (المعجم الأوسط: ۲/۲۷۹، رقم: ۳۲۸۶)  
عن أبي الأحوص قال: قال عبد الله: المرأة عورة وإقرب ما تكون من ربها إذا كانت في قعر بيتها، فإذا خرجت استشرفها، الشيطان. (المصنف لابن أبي شيبة: ۲/۳۸۴، رقم: ۷۶۹۸، سنن الترمذی، رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار: ۵/۴۲۷، رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة: ۳/۹۳، رقم: ۱۵۸۵، صحيح ابن حبان: ۱۲/۴۱۲، رقم: ۵۵۹۸، الشاملة)

عن أم سلمة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تطيبى وأنت محرمة ولا تمسى الحناء فإنه طيب. (المعجم الكبير للطبرانی: ۲۳/۴۱۸، رقم: ۱۰۱۲، معرفة السنن والآثار: ۴/۲۶، رقم: ۲۸۶۱، نصب الراية، الحج، باب الجنایات: ۳/۱۲۴)  
والإسلام قد حرم على المرأة أن تكشف شيئاً من عروتها أمام الأجنب خشية الفتنة. (روائع البيان: ۲/۱۶۲، بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ ۹۵، میرٹھ)

ثم اعلم أن المحرم رجلاً كان أو امرأة ممنوع عن استعمال الطيب، فإن طيب محرم بالغ عضواً كاملاً فعليه دم، فإن طيب أقل من عضو تجب الصدقة هو الصحيح. (البحر العميق: ۲/۲۲۸)  
والمحرم رجلاً كان أو امرأة ممنوع من استعمال الطيب، فإذا طيب عضواً كاملاً فعليه دم، وفي أقله صدقة أى فى الصحيح. (مناسك ملا على القارى: ۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۴/۳۵۸)

## میقات سے بلا احرام گزرنا:

سوال: ایک شخص ہندوستان سے حج کا ارادہ کر کے چلتا ہے، اس کے لیے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر وہ پہلے مدینہ طیبہ جانا چاہیے، یا ایک شخص مکہ کے قصد سے یہاں سے چلتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ کچھ روز جدہ ٹھہر کر تجارت کرے، اس کے بعد مکہ مکرمہ حاضر ہو تو اس کے لیے بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟ اہل ہند کی میقات کیا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جو آفاقی مکہ، یا حرم کا ارادہ رکھتا ہے، اس کے لیے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں؟ خواہ اس کا حج عمرہ کا ارادہ ہو، خواہ سیر، تجارت وغیرہ کا ارادہ ہو، (۱) اگر گزر جائے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ کسی میقات پر جا کر احرام باندھے، ورنہ اس پر دم واجب ہوگا۔ (۲) اگر کسی کا قصد گاہ اول یہ ہو کہ حل میں کسی جگہ تجارت کے لیے جائے تو اس کے لیے احرام لازم نہیں، بلا احرام حل میں جاسکتا ہے، پھر اپنی تجارت وغیرہ سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں بھی بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ادائے نسک کا ارادہ نہ ہو، اگر ادائے نسک کا ارادہ ہو تو حل سے احرام باندھ کر داخل ہو۔ اگر میقات پر معذرت وقت قصد اولیٰ تو ادائے نسک ہو، یا دخول مکہ ہو؛ لیکن مرو فی الحل کی مجبوری کی وجہ سے حل میں تجارت وغیرہ کی نیت کرے تو اس کے لیے میقات سے بلا احرام گزرنا جائز نہیں، یہ تمام جزئیات کتب فقہ میں صراحتاً مذکور ہیں:

(و حرم تأخیر الإحرام عنها) کلھا (لمن): أي للآفاقی (قصد دخول مكة)، یعنی الحرم (ولو لحاجة) غیر الحج، أما لو قصد موضعاً من الحل كخليص وجدة، حل له مجاوزته بلا إحرام، فإذا

(۱) اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لا یجوز أحد المیقات إلا محرماً. (نصب الرأیة، کتاب الحج: ۱۵۳/۱) المصنف لابن أبی شیبہ، کتاب الحج: ۱۱۳/۴، امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے؛ لیکن اس کی سند ضعیف ہے، جب کہ امام شافعی نے اس کی تخریج اسحاق بن راہویہ کی سند سے موقوف کی ہے اور اس طرح کی سند قوی ہے۔ انیس) و كذلك لو أراد بمجاوزة هذه المواقيت دخول مكة، لا يجوز له أن يجاوزها إلا محرماً، سواء أراد بدخول مكة النسك من الحج أو العمرة أو التجارة أو حاجة أخرى، إلخ. (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل: وأما بيان مكان الإحرام: ۱۶۰/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، انیس)

ولا يجوز للآفاقی أن يدخل مكة بغیر إحرام نوى النسك أو لا، ولو دخلها فعليه حجة أو عمرة، كذا في محيط السرخسی. (الفتاویٰ الہندیة: الباب الثانی فی المواقی: ۲۲۱/۱، رشیدیہ)

(۲) فإن دخل مكة قبل أن يحرم فأحرم منها، فعليه أن يخرج من الحرم فيلبى، فإن لم يفعل حتى يطوف بالبيت فعليه دم؛ لأنه ترك الميقات المعهود في حقه للإحرام، إلخ. (المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب المواقيت: ۱۵۳/۲، حبیبة کوئٹہ)

”فإن أحرم بالحج أو العمرة من غير أن يرجع إلى الميقات، فعليه دم لترك حق الميقات.“ (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الحج، باب ما يلزم لمجاوزة الميقات بغیر إحرام: ۵۵۱/۳-۵۵۲، مکتبہ ذکریا دیوبند، انیس)

حل بہ التحق بأهله، فله دخول مكة بلا إحرام، وهو الحيلة لمريد ذلك ... (و حل لأهل داخلها) یعنی کل من وجد فی داخل المواقیت (دخول مكة "الخ). (الدر المختار)

”(قوله: و حرم الخ) فعليه العود الى ميقات منها وان لم يكن ميقاته“۔ (۱)

غنیۃ الناسک، ص: ۲۷/۱ میں یہ حیلہ لکھا ہے اور مسئلہ کو زیادہ واضح کر دیا، چنانچہ عبارات متعددہ نقل کر کے لکھا ہے:

”وفى الطوالع: وذكر السيد متير غنى فى حاشيته على التبيين: أن من كان فى خاطره أنه إذا فرغ من بيعه وشرائه دخل مكة، وجب عليه الإحرام عند الميقات لكونه قاصداً مع دخول جدة الحرم، وإن كا قصد دخول جدة سابقاً على قصد دخول الحرم، آ“ (۲)

جس شخص کے راستہ میں میقات واقع نہ ہو، اس کو میقات کی محاذات سے احرام باندھنا چاہیے، جس کے راستہ میں دو میقات واقع ہوں، اس کو میقات ابعدا عن الحرم سے باندھنا افضل ہے، اقرب سے بھی درست ہے۔ (۳) اہل ہند کے لیے یلملم کی محاذات سے احرام باندھنا چاہیے۔ (۴) حرم میں داخل ہونے کے لیے احرام کی ضرورت ہوتی ہے، جدہ حرم سے خارج ہے، لہذا جو شخص پہلے مدینہ طیبہ کا قصد کرے، اس کے لیے یلملم سے احرام ضروری نہیں؛ بلکہ وہ مدینہ طیبہ سے واپسی پر ذوالحلیفہ سے احرام باندھے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ عالم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب ۱۳۶۶ھ۔  
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ رجب ۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۱/۱۰-۳۸۲)

(۱) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت: ۴۷۷/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) غنیۃ الناسک، باب المواقیت، الفصل الثالث، ص: ۵۵، إدارة القرآن کراتچی

(۳) ومن سلك ميقاتاً من هذه المواقیت، أحرم منه، لما روينا، وإن سلك بين ميقاتين فى البحر أو البر اجتهد، وأحرم إذا حاذى ميقاتاً منهما، واستبعدهما أولى بالإحرام منه. (تبيين الحقائق، كتاب الحج: ۲/۴۷۲، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

(۴) المواقیت التى لا يجوز أن يجاوزها الإنسان إلا محرماً خمسة: لأهل المدينة ذوالحلیفہ، ولأهل العراق ذات عرق، ولأهل الشام جحفة، ولأهل نجد قرن، ولأهل اليمن یلملم ... وکل من قصد مكة من طریق غیر مسلوک، أحرم إذا حاذى ميقاتاً من هذه المواقیت، کذا فى محیط السرحسى. (الفتاوى الهندية، الباب الثانى فى المواقیت: ۲۲۱/۱، زکریا دیوبند، انیس)

(۵) قرۃ العینین کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جو آدمی میقات سے باہر کارہنہ والا ہو، اگر وہ پہلے مدینہ طیبہ جائے، پھر واپسی کے وقت وہاں کے میقات ذوالحلیفہ سے حج کا احرام باندھ کر حج کرے گا تو جائز ہے کہ وہ آدمی اپنے میقات یلملم سے احرام نہ باندھے، کیوں کہ اس کو اپنے میقات سے گزرنے کے وقت فی الحال حرم میں جانے کا ارادہ نہیں ہے، الخ“۔ (قرۃ العینین فی زیارة الحرمین، فصل: مواقیت احرام حج وعمرہ کے بیان، ص: ۴۹، ۵۰، شہزادہ ٹرسٹ)

معلم الحجاج میں ہے: ”جو آفاقی شخص مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آ رہا ہو، اسے ذوالحلیفہ یعنی بزر علی سے احرام باندھنا چاہیے۔“ (معلم الحجاج، ص: ۱۰۴، ادارہ القرآن کراچی)

(قوله: کمکی یرید الحج، الخ) أما لو خرج إلى الحل لحاجة فأحرم منه ووقف بعرفة، فلا شيء عليه، كالأفاقي إذا جاوز الميقات قاصداً البستان ثم أحرم منه، الخ. (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب: لا يجب الضمان بكسر آلات اللهو: ۲/ ۵۸۱، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

## مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ جمعہ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے گئے تھے، ہمیں مدینہ منورہ سے صبح روانہ ہونا تھا چاہیے تھا کہ ہم بیر علی، یا ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے، مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب کوئی اسی (۸۰) کلومیٹر باہر ہم نے احرام باندھ لیا۔ اب ہم پردم واجب ہوگا، یا نہیں؟ اور یہ قربانی حرم میں کرنی ہوگی، یا اپنے مقام پر اور ہماری طرف سے کوئی اور یہ قربانی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

(المستفتی: سلیم صدیقی اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ ریاض سعودیہ، ۳۰/۵/۱۴۰۱ھ)

### الجواب

اگر آپ نے جھہ رابغ سے متجاوز ہونے سے پہلے احرام باندھا ہے، (۱) تو آپ پردم واجب نہیں ہے۔  
 کما فی شرح التتویر: وقالوا: لو مر بمیقاتین فاحرامه من الأبعد أفضل ولو آخره إلى الثاني لا شيء عليه على المذهب. وفي رد المحتار (۱۱۲/۲): كالمذنبی یمر بذی الحلیفۃ ثم بالجحفۃ (رابغ). (۲)  
 اور اگر جھہ سے متجاوز ہو کر احرام باندھا ہو، (۳) تو حرم میں (منیٰ میں مثلاً) ایک ایک دنبہ اصائل، یا کالہ ذبح کریں۔ (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۰/۴)

(۱) ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام موافقت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کو عوام میں آبار علی یا بیر علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے سید نور الدین سمودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی سے مسجد شجرہ تک ہاتھ سے پیمائش کی تو مسجد نبوی کے دروازے باب السلام سے مسجد شجرہ تک (۹۱/۲۳۷) ہاتھ پایا اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل لوہے کے آج کل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ نو یا دس مرحلے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک (۱۹۸) میل ہے، و فی تعلیق البلوغ المرام للبسام السلفی کہ مسجد نبوی سے یہ تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس سے مکہ مکرمہ تک (۶۴۳) کلومیٹر فاصلہ ہے اور وہیہ الرحیلی نے (۴۶۰) کلومیٹر لکھا ہے۔

جھہ مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا، ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا، جس نے اس گاؤں کو بہا لے گیا؛ اس لیے اس کا نام جھہ، یعنی سیلاب کا تباہ کیا ہوا ہو گیا؛ اس لیے اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کر سکے؛ اس لیے علما نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کر لیا ہے، رابغ جھہ سے پہلے آتا ہے اور جھہ رابغ سے نصف منزل، یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ معظمہ کی طرف واقع ہے اور اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ جھہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے، و فی نظر کافی فتح الباری اور شیخ عبد اللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جھہ سے مکہ معظمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جھہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور شرح منک المتوسط میں ہے کہ جھہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے اور ملا علی قاری نے بیس میل کہا ہے؛ لکنہ غیر صحیح، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جھہ سے مکہ مکرمہ کے لیے مختلف راستے ہیں؛ اس لیے اس مسافت میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ شیخ بسام السلفی نے تعلیق بلوغ المرام میں رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیان (۱۸۶) کلومیٹر لکھا ہے اور وہیہ الرحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ میں (۱۸۷) کلومیٹر لکھا ہے۔

(۲) رد المحتار هامش الدر المختار: ۱۶۶/۲، مطلب فی المواقیت

(۳) وفي الهندية: اذا دخل الآفاقي مكة بغیر احرام وهو لا يريد الحج والعمرة فعليه لدخول مكة اما حجة او عمرة فان احرم بالحج او العمرة من غير ان يرجع الى الميقات فعليه دم لترك حق الميقات. (۲۵۳/۱)، باب مجاوزة الميقات بغیر احرام

(۴) وفي الهندية: ويجوز ذبح بقية الهدايا (اي هدى المتعة والقران) في اي وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم، كذا في الهداية. (الفتاوى الهندية: ۱۶۲/۱، باب في الهدى)

## ایک محرم کا دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی محرم نے دوسرے محرم کے کپڑوں پر مذاق میں، یا زبردستی خوشبو لگا دی، یا اس کے سر پر ٹوپی لگا دی، یا اس کو جوتا، یا خفین پہنایا، جس سے اس کے ٹخنے ڈھک گئے تو ایسی صورت میں جزا لازم ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس پر ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر ایک محرم شخص نے دوسرے محرم، یا غیر محرم شخص کو سلا ہوا کپڑا پہنایا، یا خوشبو لگائی، یا اس کے سر اور چہرے کو ڈھانک دیا تو ڈھانکنے والے محرم پر کوئی جزا واجب نہیں، البتہ جس کو کپڑا پہنایا ہے اور خوشبو لگائی ہے، اس پر جزا واجب ہوگی۔  
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رجل فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ماذا تأمرون أن نلبس من الثياب في الإحرام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تلبسوا القميص والسراريات ولا العمائم ولا البرانس، إلخ. (صحيح البخاري: ۲۴۸۱/۱، رقم: ۱۸۳۸، صحيح مسلم: ۱۷۲۱/۱، رقم: ۱۱۷۷)

وليس على الفاعل المحرم في ذلك شيء. (مناسك ملا على القاري: ۳۳۴، غنية الناسك: ۲۴۱، منحة الخالق: ۱۶۳، البحر الرائق: ۷/۳، زكريا، الفتاوى الهندية: ۲۴۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۹/۷)

## احرام کی حالت میں خفین پہننا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا محرم احرام کی حالت میں خفین پہن سکتا ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

حالتِ احرام میں خفین پہننا منع ہے، لہذا اگر کوئی محرم حالتِ احرام میں ایک دن اس طرح خفین پہن رہا کہ اس کو قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹا نہیں تھا تو دم واجب ہوگا اور اگر ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹ کر چپل نما بنا کر پہنا ہے تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رجل فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ماذا تأمرون أن نلبس من الثياب في الإحرام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تلبسوا القميص... إلا أن يكون أحد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع أسفل من الكعبين، إلخ. (صحيح البخاري: ۲۴۸۱/۱، رقم: ۱۸۳۸، الصحيح لمسلم: ۱۷۲۱/۱، رقم: ۱۱۷۷)

ولبس الخفين قبل القطع يوماً فعليه دم. (غنية الناسك: ۲۵۴، شامی: ۵۰۰/۳، زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۵۷۶/۳، بدائع الصنائع: ۴۱۰/۲، زکریا)

وإن لبسهما بعد القطع اسفل من موضع الشراك فلا شی عليه. (غنية الناسك: ۲۵۴، الفتاویٰ الخانیة: ۲۸۵/۱، بدائع الصنائع: ۴۰۶/۲، زکریا، شامی: ۵۰۰/۳، زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۵۷۴/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۷/۷)

### حالت احرام میں چہرہ پر ”ماسک“ لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احرام کی حالت میں جراثیم سے بچنے کے لیے ”ماسک“ لگانے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

آج کل جراثیم سے بچنے کے فیشن میں بحالت احرام چہرے پر ”ماسک“ لگانا عام ہو گیا ہے تو اس بارے میں شرعی حکم اچھی طرح یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ احرام میں اس طرح ”ماسک“ پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لیے بلاشبہ ممنوع ہے اور جزا کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ”ماسک“ اتنا چوڑا ہے کہ اس سے چوتھائی چہرہ ڈھک جاتا ہے اور یہ ”ماسک“ مسلسل بارہ گھنٹے لگائے رکھا تو دم واجب ہے اور اگر ”ماسک“ کی چوڑائی چوتھائی چہرے سے کم ہو، یا اسے ۱۲ گھنٹے سے کم لگایا تو صدقہ فطر واجب ہوگا؛ اس لیے بہر حال احرام کی حالت میں ”ماسک“ نہیں لگانا چاہیے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات، فإذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبا بها من رأسها على وجهها، فإذا جاوزانا كشفناه. (سنن أبي داود: ۲۵۴۱/۱، رقم: ۱۸۳۳)

عن أبي عمر رضي الله عنهما قال: لا يعصب المحرم رأسه بسير ولا خرفة. (المصنف لابن أبي شيبة: ۱۶۶/۸، رقم: ۱۳۴۵۱)

ولو عصب رأسه أو وجهه يوماً أوليلة فعليه صدقة إلا أن يأخذ قدر الربع قدم. (غنية الناسك: ۲۵۴، الفتاویٰ الہندیة: ۲۴۲/۱، شامی: ۴۹۸۳، زکریا)

ولا يغطي المحرم رأسه ولا وجهه، والمحرم لا تغطي وجهها، وإن فعلت ذلك، إن كان يوماً إلى الليل فعليها دم، وإن كان أقل من ذلك فعليها صدقة. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۵۷۸/۳، الفتاویٰ الخانیة علی الفتاویٰ الہندیة: ۲۸۹/۱، بدائع الصنائع: ۴۱۱/۲، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۷/۷)

## احرام کی حالت میں سوتے ہوئے چہرہ ڈھکنے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احرام کی حالت میں اگر چہرہ ڈھک جائے تو کیا حکم ہے؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے بے خبری میں چہرہ ڈھک گیا، مثلاً چہرے پر کپڑا گر گیا، یا اپنا ہاتھ ہی عادت کے مطابق چہرے پر رکھا گیا تو بے اختیار چہرہ ڈھک جانے کی وجہ سے بھی دم واجب ہوگا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر حالت احرام میں سوتے ہوئے ہاتھ سے چہرہ ڈھک لیا تو اس سے کوئی جنایت لازم نہیں آتی؛ لیکن اگر کپڑے، یا رومال وغیرہ سے چہرہ، یا سریاں دونوں کا چوتھائی حصہ بارہ گھنٹے تک مسلسل ڈھکا رہا، تو دم جنایت واجب ہے، اور اگر اس سے کم ڈھکا رہا تو صدقہ واجب ہوگا۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لا یعصب المحرم رأسه بیسر ولا خرقۃ. (المصنف لابن أبی شیبۃ: ۱۶۶/۸، رقم: ۱۳۴۵۱)

نعم لو وضع یدیه بلا ثوب علی رأسه أو وجهه کالأنف وغیره إلخ، لا بأس به ولو غطی کل رأسه. (غنیۃ الناسک: ۱۱۱، سہارنفور)

إذا غطی رأسه وجهه... أو نائماً الخ فعليه الجزاء، فإذا غطی جمیع رأسه أو وجهه والربع منهما کالکل إلخ، یوماً أو لیلة، والمراد مقدار أحدهما فعليه دم، وفي الأقل من یوم أو من الربع صدقة. (غنیۃ الناسک: ۲۵۴، مناسک ملا علی القاری: ۳۰۸، انوار مناسک: ۲۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۵/۷)

## بلا احرام میقات میں دخول:

سوال: ہم بمبئی جا رہے تھے، اتفاق سے جدہ کے راستہ میں ایک رات رُکے، ہمارا ارادہ ہوا کہ اس وقت میں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم مکہ مکرمہ جا کر کم از کم طواف کعبہ ہی کرائیں، جدہ واپس رات ہی میں پہنچے؛ کیوں کہ ہمیں صبح کو بمبئی کے لیے روانہ ہونا تھا اور ہمیں صرف رات ہی تک کے لیے اجازت ملی تھی، جواب دیجیے کہ اس طرح ہم نے صحیح کیا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب ہمیں کیا کفارہ دینا ہوگا؟ مہربانی کر کے تفصیل سے جلد از جلد مندرجہ ذیل پتہ پر خط کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کریں۔

(شکیل احمد، سعودی عربیہ)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جب میقات سے باہر آفاق میں ہے اور وہیں سے جدہ آئے اور بغیر احرام باندھے طواف کرائے، یہ غلط ہو گیا، احرام باندھ کر جانا ضروری تھا، پھر عمرہ و طواف وغیرہ کرنا چاہیے تھا، ایک دم جنایت دینا



واجب ہو گیا؛ یعنی ایک بھیڑ، یا بکری، یا دنبہ خرید کر حرم میں ذبح کرنا اور اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ نیز ایک عمرہ بھی احرام باندھ کر کرنا ضروری ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (مختصات نظام الفتاویٰ: ۳۳۲)

### حالت احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹ گئے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عمرہ یا حج کا احرام باندھا اور وضو کرتے وقت داڑھی کے بال بہت کثرت سے ٹوٹتے ہیں، اس میں ارادہ کو کوئی دخل نہیں؛ بلکہ زید کو یہ پہلے ہی سے عارضہ اور عذر ہے تو اب احرام کی حالت میں جب جب وضو کرے گا تو بے شمار ٹوٹیں گے تو ان کا فدیہ، یا دم کیا ہوگا؟ اور اتنا بار بار فدیہ یا دم زید کیسے ادا کرے گا، جو شرعی حکم ہو بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وبالله التوفیق

مرض کی وجہ سے جو بال ٹوٹیں گے، ان پر کوئی فدیہ وغیرہ واجب نہیں ہے۔

بخلاف ما ذا تنأثر شعر بالمرض أو النار. (شامی: ۵۴۹/۲، کراتشی، شامی: ۵۷۹/۳، ذکر کیا)

لا يخفى أن الشعر إذا سقط بنفسه لا محذور فيه لا حتمال قلعه قبل إحرامه، وسقوطه بغير قلعه... بخلاف ما إذا تنأثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه. (غنية الناسك، باب الجنایات: ۲۵۸، إدارة القرآن کراتشی)

وفى البحر: إذا تنأثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه؛ لأنه ليس للزينة... وإنما هوشين، كذا فى المحيط. (البحر الرائق: ۹/۳، مناسك ملا على القارى، باب الجنایات: ۳۲۸، کراتشی، انوار مناسك: ۵۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۹/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۸/۷)

### حالت احرام میں اعذار متعددہ کی وجہ سے مختلف سلے ہوئے کپڑے پہننے سے کفارہ واحدہ واجب ہوگا، یا متعدد:

سوال: (تنبیہ) ایک سوال و جواب طویل الذیل مولوی شیر محمد صاحب ساکن گھوٹکی ضلع سکھر ملک سندھ نے یہاں بھیجا، جس میں جنایت فی الحج کے ایک مسئلہ میں بعض اہل فتاویٰ سے ان کو اختلاف تھا، یہاں سے انہوں نے محاکمہ چاہا؛ اس لیے صورت مسئلہ کو متفق کر کے اور طرفین کے دلائل بیان کر کے اخیر میں محاکمہ لکھا جائے گا۔ فقط

### تحریر محل نزاع

محل نزاع یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو ایک وقت میں دو یا زیادہ اعضا میں لبس مخیط (سلے ہوئے کپڑے) کی ضرورت لاحق ہو اور نوع ضرورت مختلف ہو، مثلاً عمامہ درد سر کی وجہ سے باندھے اور قمیص بوجہ سردی کے پہنے تو اس

ضرورت میں کفارہ مخیرہ واحد ہوگا، یا متعدد ایک صاحب اتحاد کفارہ (ایک کفارہ) کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ تعدد سبب جو فقہاء کے نزدیک موجب تعدد کفارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تعدد ضرورت و عدم ضرورت کی وجہ سے ہو، یا ایک ضرورت سے زائل ہو جانے کے بعد دوسری ضرورت پیدا ہو اور اگر تعدد ضرورت و عدم ضرورت سے ناشی نہ ہو؛ بلکہ ضرورت ہی سے تعدد ہو، گونوع ضرورت ہر فرد میں جدا ہو تو یہ سب فعل واجب شمار ہوگا اور جزا واحد لازم ہوگی۔

كما في المناسك: فإن تعدد السبب كما إذا اضطر إلى لبس ثوب فلبس ثوبين فإن لبسهما على موضع الضرورة أي بعينها نحو أن يحتاج إلى قميص فلبس قميصين أو قميصاً وجبة أو يحتاج إلى قلنسوة فلبسها مع العمامة فعليه كفارة واحدة؛ لأن محل الجنابة متحد فلا نظر إلى فعل المتعدد (يتخير فيها (أي في الكفارة) لوقوع أثر الجنابة للضرورة ماصرح به في المحيط وكذا إذا لبسهما على موضعين لضرورة بهما في مجلس واحد بأن لبس عمامة وخفاً بعذر فيها فعليه كفارة واحدة وهو كفارة الضرورة؛ لأن اللبس على وجه واحد فيجب كفارة واحدة وإن لبسهما على موضعين مختلفين موضع الضرورة وغير الضرورة كما إذا اضطر إلى لبس العمامة فلبسهما مع قميص مثلاً أو لبس قميصاً للضرورة وخفين من غير ضرورة فعليه كفارتان كفارة الضرورة يتخير فيها وكفارة الاختيار لا يتخير فيها أي بل يتحتم الكفارة فيها، آه (إلى أن قال) ناقلاً عن الكرمانی؛ لأن هذا اللبس غير اللبس الأول أي لاختلاف الوصفين كونهما بعذر وبغيره فكانا كشيئين متغايرين سواء في مجلس أو مجلس، آه. (ص: ۱۶۵) (۱)

ويؤيده أيضاً ما في البدائع إذا كان به جرح أو قرح اضطر إلى مداواته بالطبيب أنه ما دام باقياً فعليه كفارة واحدة فتم تكرر عليه الدواء؛ لأن الضرورة باقية فوق الكحل على وجه وحدة ولو برأ ذلك القرح أو الجرح وحدث قرح آخر أو جراحة أخرى فداواها بالطبيب يلزمه كفارة أخرى؛ لأن الضرورة قد زالت فوق الثاني على غير الوجه الأول... ولو جرح له قرح أو أصابه قرح وهو يداويه بالطبيب فخرجت قرحة أخرى أو أصابه جرح آخر أو الأول على حاله لم يبرأ فداوى الثاني فعليه كفارة واحدة؛ لأن الأول لم يبرأ فالضرورة باقية فالمدواة الثانية حصلت على الجهة التي حصلت عليه الأولى فيكفيه كفارة واحدة، آه. (۲)

(۱) ”سنة مساكين لكل مسكين نصف صاع من بر“ ہے۔ (صحیح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: أو صدقة، رقم

الحديث: ۱۸۱۰، مسلم، باب جواز حلق الرأس، رقم الحديث: ۱۲۰۱، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع: ۳/۳۱۵، انیس)

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الصوم: ۲۱۶/۳، انیس

اس سلسلے میں اصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿فمن كان منكم مريضاً أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك﴾ اور حضرت کعب بن عجرہ کی روایت ”ایؤذیک هوام رأسک قال: نعم: احلق أو اذبح شاة أو صم ثلاثة أيام أو أطعم ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع من بر“ ہے۔ (صحیح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: أو صدقة، رقم الحديث: ۱۸۱۰، الصحيح لمسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس، رقم الحديث: ۱۲۰۱، نیز دیکھئے، بدائع الصنائع: ۳/۲۱۵، انیس)

اس میں ایک زخم کے اچھا ہونے کے بعد دوسرا زخم، یا دبل ہونے کے تو سبب آ خر شمار کیا ہے اور ایک زخم، یا دبل کے ساتھ دوسرا زخم، یا دبل دوسرے موقع پر ہو جائے تو اس کو سبب آ خر شمار نہیں کیا؛ بلکہ سب کو جہت واحد میں داخل کیا ہے اور علت یہ بیان کی ہے: ”لأن الأول لم يسرأ فالضرورة باقية“۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بقاء عذراول کے ساتھ دوسرے اعضا میں عذر کا پیدا ہونا اور اس کی وجہ سے عضو ثانی میں محذور کا ارتکاب (جن چیزوں سے روکا جائے) کرنا جنایت آخری نہیں؛ بلکہ جنایت اولیٰ ہی میں متداخل (داخل) ہے، بقاء الضرورة۔ ہاں عضو ثانی میں ارتکاب محذور بلا ضرورت ہو، یا بعد زوال ضرورت اولیٰ ہو تو کفارہ ثانیہ لازم ہوگا۔

یہ تو ایک فریق کے دلائل تھے۔ دوسرا فریق صورت مذکورہ میں تعدد کفارہ کا قائل ہے اور وہ مناسک کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

”قد يتعدد الجزاء أى كفارة المحذور فى لبس واحد بأمر أى خمسة: الأول التكفير بين اللبسين والثانى تعدد السبب أى بأن لبس فى موضعين أحد هما لعذر والآخر لغير عذر أو لعذر آخر، آه“۔ (ص: ۱۶۷) (۱)

فریق اول کہتا ہے کہ اس عبارت میں اور لعذر آخر کا مطلب ”اول حدوث عذر آخر بعد زوال الأول“ ہے، نہ یہ کہ وقت واحد میں الگ الگ عذر ہو تو ہر عضو میں لبس مخیط (سلے ہوئے کپڑے) سے کفارہ متعدد ہو؛ کیوں کہ یہ خلاف تصریحات سابقہ ہے اور دلیل اس تاویل کی یہ ہے کہ صاحب لباب نے جو آگے چل کر کہا ہے: ”والرابع حدوث

(۱) عطف على قوله فى موضعين تحت قوله ومعناه بأن لبس فى موضعين أول لبس لعذر آخر بعد زوال الأول سواء كان اللبس فى موضع واحد أو موضعين. (منه)

تنبية: قد يتعدد الجزاء فى لبس واحد بأمر: الأول التكفير بين اللبسين بأن لبس ثم كفر ودام على لبسه، ولم ينزع والثانى تعدد السبب والثالث الاستمرار على اللبس بعد زوال العذر والرابع حدوث عذر آخر والخامس لبس المخيط المصنوع بطيب للرجل ويتجدد الجزاء مع تعدد اللبس بأمر منها اتحاد السبب، وعدم العزم على الترك عند النزاع وجمع اللباس كله فى مجلس أو يوم، آه. قال شارحه أى مع اتحاد السبب ثم قال: واعلم أنه ذكر بعضهم ما يفيد أن اليوم فى اتحاد الجزاء فى حكم اللبس كالمجلس فى غيره من الطيب والحلق والقص والجماع كما سيأتى؛ لأنه ذكر الفارسى والطرابلسى أنه إن لبس الثياب كلها معاً، ولبس خفين فعليه دم واحد، وإن لبس قميصاً بعد يومه ثم لبس فى يومه سراويل ثم لبس خفين، وقلنسوة عليه كفارة واحدة فقيده باليوم لا بالمجلس، وفى الكرمانى، ولو جمع اللباس كله فى يوم واحد فعليه دم واحد لو فوجعه على جهة واحدة وسبب واحد فصار كجنابة واحدة، ومثله ما ذكره بعضهم فى حلق الرأس إذا حلق فى أربع مجالس عليه دم واحد، وقيل عليه أربع دماء، وقد صرح فى منية الناسك بتعدد الجزاء فى تعدد الأيام حيث قال: وإن لبس العمامة يوماً ثم لبس القميص يوماً آخر ثم الخفين يوماً آخر ثم السراويل يوماً آخر فعليه لكل لبس دم، آه. (منحة الخالق شرح البحر الرائق، باب الجنایات فى

عذر آخر“ تو شارح نے اس کی شرح میں کہا ہے: ”قد شمله ما تقدم فتدبر“ اور ما تقدم اگر اس کو شامل ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ سبب ثانی میں ”أو لعذر آخر“ کو حدوث عذر آخر بعد زوال اول پر محمول کیا جاوے۔

احقر کہتا ہے کہ میرے نزدیک فریق اول کے دلائل قوی ہیں اور وہی قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ ۲۶ رمضان ۱۳۴۲ھ۔

هذا التحقيق كاف شاف: اشرف علی، ۲۷ رمضان ۱۳۴۲ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۷۴۳)

### رفض احرام حج سے ایک دم اور ایک حج لازم ہوگا یا دو دم اور دو حج:

سوال: یلملم سے احرام حج کا باندھا پھر جب جدہ میں آیا تو احرام توڑ کر کپڑے وغیرہ پہن کر مدینہ طیبہ چلا گیا، پھر جب مدینہ طیبہ سے واپس ہوا تو پھر ذوالحلیفہ سے دوبارہ حج کا احرام باندھا تو آیا اس صورت میں کتنے حج اور کتنے دم لازم آتے ہیں، یہاں کے بعض علما فرماتے ہیں کہ اس پر دو حج اور دو دم اور ایک عمرہ لازم ہوگا۔ دو دم لازم ہونے میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دم تو اس وقت لازم ہوا جب اس نے رخص کر کے کپڑے پہنے اور دوسرا دم اس وقت لازم ہوا جب دوسرے حج کا احرام باندھ کر اس کے افعال شروع کئے؛ کیوں کہ پہلے رخص کے وقت فقط کپڑے پہننے سے وہ اچھی طرح احرام سے باہر نہیں آیا تھا۔ اب جب اس ثانی احرام سے حج کے افعال شروع کئے تو اب اس کا رخص متحقق ہوا دوسرا دم لازم ہوا۔ اس میں جو تحقیق ہو، ارقام فرماویں؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق: صورت مسئلہ میں اس شخص پر، جس نے جدہ میں رخص احرام حج کیا اور مدینہ چلا گیا اور واپسی میں پھر احرام حج باندھا، دو حج اور دو دم لازم نہ آئیں گے؛ بلکہ احرام ثانی عین احرام اول ہے؛ کیوں کہ اس شخص نے احرام ثانی سے حج آخر کی نیت نہیں کی؛ بلکہ اسی حج کی نیت کر رہا ہے، جو احرام اول سے اس پر لازم ہوا تھا؛ اس لیے احرام ثانی سے اس پر دم آخر بھی لازم نہ آئے گا؛ بلکہ صرف ایک دم لازم آئے گا۔

قال فی الباب مع شرحه للقاری: ولو أهل الفاتئ بحجة أخرى قبل الفراغ من الأولى فإن كان ينوي به قضاء الفاتئة نهى بعينها ولا يلزم بهذا إلا هلال شيء أى سوى التى هو فيها فيتحلل بالطواف والسعى كما لو لم يهل به ونيته بالثانية لغولا اعتبار لها وعليه قضاء الأولى لا غير لكون الثانية لغواً وإن نوى به أى بإهلاله حجة أخرى يرفضها أى الحجة ويحل بأفعال العمرة لما تقدم مع ما فيه من الخلاف (۱) وعليه قضاء حجتين وعمرة ودم أى عند أبى حنيفة خلافاً لهما لما تقدم عنهما، ۵. (ص: ۲۴۵)

(۱) أى بين الشيخين ومحمد فإنه إذا أهل بحجتين معاً أو بحجة ثم حجة مقترنتين لزمه جميع ذلك غير أنه

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ احرام ثانی سے اگر قضاء اولیٰ، یا عودالی الاولیٰ (پہلے کو ادا کرنے کی نیت ہو) کی نیت ہو تو اس سے بالاتفاق حج ثانی لازم نہیں آتا؛ بلکہ حج ثانی صرف امام صاحب کے نزدیک جب لازم آتا ہے کہ احرام اول کو باقی سمجھ کر اس کے علاوہ حج آخر کی نیت سے احرام باندھے اور صورت مسئلہ میں ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ جو جاہل جدہ سے رفض احرام کر کے واپسی از مدینہ کے وقت احرام ثانی کی نیت کرتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ احرام اول رفض سے مرتقض ہو گیا، پھر اس کی قضا کی نیت سے دوسرا احرام باندھتا ہے، مکما ہونظاہر۔ پس اس پر دوج حج کا لازم کرنا صحیح نہیں؛ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ احرام ثانی عین احرام اول ہے۔ رہا دم سو ہمارے نزدیک اس پر ایک دم لازم آئے گا۔

قال الشامی عن اللباب: واعلم أن المحرم إذا نوى رفض الإحرام فجعل يصنع ما يصنعه الحلال من لبس الثياب والطيب والحلق والجماع وقتل الصيد فإنه لا يخرج بذلك من الإحرام وعليه أن يعود كما كان محرماً ويجب دم واحد لجميع ما ارتكب ولو كل المحظورات وإنما يتعدد الجزاء بتعدد الجنایات إذا لم ينو الرفض، آه. (۱)

اور بعض علماء نے جو وجوب دین (دوم) کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ احرام ثانی سے رفض متحقق ہو گیا، لہذا دوسرا دم تحقق رفض کی وجہ سے لازم آئے گا، الخ۔ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے، یہاں احرام ثانی سے تحقق رفض ہی نہیں ہوا، کما تقدم؛ بلکہ ثانی عین اول ہے۔

دوسرے تحقق رفض سے دم ثانی کا واجب کرنا یہ نہ معلوم کہاں سے لکھا گیا ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ نیت رفض سے ایک دم ہوا اور تحقق رفض سے دم آخر، فإن قام دلیل صریح و وجہ صحیح فالأمر مسلم وإلا فلا۔ ہاں اگر یہاں تحقق رفض ہو جاتا تو وجوب دین (دوم) کی یہ علت ہو سکتی تھی کہ ایک دم رفض کی وجہ سے ہے، دوسرا جمع النسکین کی وجہ سے، کما صرح به فی اللباب مع شرحه عن البحر (ص: ۱۱۲) وفيه اختلاف الروایتین کما فصله فيه هذا والله أعلم

۱۰/شوال ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۱۷۶/۳)



== والأولى فقط في التعاقب وثمره الخلاف تظهر فيما إذا جنى حبل السير أو الشروع في الأعمال فعليه دمان عند أبي حنيفة للجنابة على الآخرين ودم واحد عند محمد لعدم انعقاد احدهما وكذا عند أبي يوسف؛ لأن الثاني وإن انعقد ولكنه ارتفض بلا مكث كما فرغ من قوله لبيك بحجتين كما في المناسك أيضاً (ص: ۵۸) مؤلف

# میقات کے احکام و مسائل

## میقات ☆ کی حکمت:

شاہی دربار میں حاضری کے کچھ آداب اور ضوابط ہوتے ہیں، اسی اعتبار سے احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار میں حاضری کے آداب بھی مقرر ہیں۔ میقات کی پابندیاں اسی قبیل سے ہیں کہ جو شخص باہر سے دربارِ خداوندی میں حاضری کے ارادہ سے اندر آئے، اس کے لیے میقات پر پہنچتے ہی احرام کی پابندی لازم ہے اور احرام کی حالت کمال عاجزی کی حالت ہے، جس میں آدمی اپنی سب شان و شوکت کو اتار کر ایک عاجز بندے کی شکل میں ننگے سر اور کھلے پاؤں حاضر ہوتا ہے، اس حکم میں امیر غریب، بادشاہ، یار عایا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس عالی دربار میں سب کو یکساں انداز میں حاضر ہونے کا حکم ہے۔

وَلَا نَ هَذِهِ بَقْعَةُ شَرِيفَةٍ لَهَا قَدْرٌ وَخَطَرٌ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى فَالِدُخُولِ فِيهَا يَقْتَضِي التَّزَامَ عِبَادَةً إِظْهَارًا لَشَرَفِهَا عَلَى سَائِرِ الْبَقَاعِ. (بدائع الصنائع: ۲/۳۷۱، ذکر کیا)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری، ۶/۳/۱۴۳۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۷/۳۳۵)

☆ عن ابن عباس قال: وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة ذا الحليفة، ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن المنازل، ولأهل اليمن يلملم هن لهن ولمن أتى عليهن من غيرهن ممن أراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث إنشاء حتى أهل مكة من مكة. (صحيح البخاري، باب محصل أهل مكة للحج والعمرة، ص: ۲۰۶، رقم الحديث: ۱۵۲۴/۱ الصحيح لمسلم، باب مواقيت الحج، ص: ۳۷۴، رقم الحديث: ۲۸۰۳/۱۱۸۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ مقامات میقات ہیں، بغیر احرام کے ان سے آگے گزرنا جائز نہیں۔

عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت لأهل العراق ذات عرق. (أبو داود، باب في المواقيت، ص: ۲۵۰، رقم الحديث: ۱۷۳۹/۱ صحيح البخاري، باب ذات عرق لأهل العراق، ص: ۲۰۷، رقم الحديث: ۱۵۳۱)

## میقات ایک نظر میں:

ذوالحلیفہ	یہ مقام اہل مدینہ کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 410 کلومیٹر دور شمال کی جانب ہے
ذات عرق	یہ مقام اہل عراق کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 90 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
جحہ	یہ مقام اہل شام کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 182 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے
قرن المنازل	یہ مقام اہل نجد کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 80 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
یلملم	یہ مقام اہل یمن کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 130 کلومیٹر دور جنوب کی جانب ہے
تیمیم	اہل مکہ عمرے کا احرام تنعیم سے باندھتے ہیں	مکہ مکرمہ سے 7.5 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے

## میقات سے متعلق ایک اہم تحقیق:

### میقاتِ زمانی:

حج کے مناسک کی ادائیگی کے لیے شرعاً ایک وقت مقرر ہے، جس کو ”میقاتِ زمانی“ کہا جاتا ہے۔ یہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ اس وقت سے پہلے حج کا کوئی عمل مثلاً طوافِ زیارت، یا سعی وغیرہ ادا کرنا معتبر نہیں ہے اور حج کا احرام باندھنا بھی ان مہینوں سے پہلے مکروہ تحریمی ہے؛ اس لیے شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد ہی حج کے اعمال آغاز کرنا چاہیے۔

وأما الميقات الزماني فأشهر الحج، وهي: شوال وذو القعدة وعشر من ذي الحجة، كما روى عن العبادلة الثلاثة. (غنية الناسك: ٤٩، الدر المختار، كتاب الحج: ٤٧٤/٣، ذكر كريا) وفائدة التوقيت بها ابتداء أنه لو فعل شيئاً من أفعال الحج قبلها لا جزية. (غنية الناسك: ٤٩، الدر المختار: ٤٧٤/٣، ومثله في الفتاوى الهندية: ٢١٦/١، الفتاوى التاتارخانية: ٤٧٤/٣) وحتى لو أحرم به قبلها يكره تحريماً مطلقاً. (غنية الناسك: ٤٩، الدر المختار: ٤٧٤/٣، ذكر كريا)

### میقاتِ مکانی:

جس طرح مناسک حج کی ادائیگی کے لیے وقت متعین ہے، اسی طرح جگہیں بھی متعین ہیں، جن کو ”میقاتِ مکانی“ کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے ساری دنیا درج ذیل تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

وأما الميقات المكاني فيختلف باختلاف الناس فإنهم في حق المواقيت أصناف ثلاثة: أهل الأفاق وأهل الحل الحرم. (غنية الناسك: ٥٠، الفتاوى التاتارخانية: ٥٥٠/٣، شامی: ٤٧٨/٣، ذكر كريا، بدائع الصنائع: ٣٧١/٢) (۱) حرم: یہ بیت اللہ شریف کے ارد گرد کا مخصوص علاقہ ہے، جس کی تعیین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کی نشان دہی پر کی تھی اور اس کے نشانات حکومت کی طرف سے نصب ہیں، اسی کی مشہور حدود درج ذیل ہیں:

(۱) تنعیم: یہ طریق المدینۃ المنورہ پر واقع ہے، یہاں اس وقت شاندار ”مسجد عائشہ“ بنی ہوئی ہے، یہ جگہ حرم کی سے ساڑھے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

(۲) نخلہ: یہ طائف اور مکہ کے درمیان حرم کی سے ۱۳۷ کلومیٹر دور ہے۔

(۳) اضاعۃ لبن: اسے ”علیشیہ“ بھی کہا جاتا ہے اور اس کا فاصلہ مسجد حرام سے ۱۶ کلومیٹر پر ہے۔

(۴) جعرانہ: یہ بھی طائف کی جانب واقع ہے، اور مسجد حرام سے ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

(۵) حدیبیہ: جسے ”شمسیہ“ بھی کہا جاتا ہے، اس کا فاصلہ بھی ۲۲ کلومیٹر ہے۔

(۶) جبل عرفات: اس کو ”ذات السليم“ بھی کہتے ہیں، اس جانب کا فاصلہ بھی ۲۲ کلومیٹر ہے۔ (اطلس السیرۃ النبویہ، شوقی ابوالخلیل: ۲۵۳) ان حدود کے اندر رہنے والے کو اہل حرم کہا جاتا ہے۔

وعلى الحرم علامات منصوبة فى جميع جوانبه نصبها إبراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام، وكان جبرئيل عليه السلام يريه مواضعها. (شامی: ۴۸۵/۳، زکریا، غنیۃ الناسک: ۵۹)

(۲) حل: یہ حرم اور خارجی میقات کا درمیانی حصہ ہے، یہاں کے رہنے والوں کو اہل حل، یا حلی کہا جاتا ہے اور ان کے لیے بلا احرام حدود حرم میں جانے کی فی الجملہ اجازت ہے، (جب کہ حج، یا عمرہ کا قصد نہ ہو)۔

وهم أهل داخل المواقيت إلى الحرم، والمراد بالداخل غير الخارج النخ، وحل لهم دخول مكة بلا إحرام ما لم يردوا نسكاً. (غنیۃ الناسک: ۵۵، ومثله فى الدر المختار مع الشامی: ۴۸۳/۳، زکریا، الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۵۵/۳، الفتاویٰ الہندیۃ: ۲۲۱/۱)

(۳) آفاق: یہ دنیا کا وہ تمام علاقہ ہے، جو میقات سے باہر ہے، یہاں کے رہنے والوں کو ”آفاقی“ کہا جاتا ہے اور ان کے لیے احرام کے بغیر میقات سے گزرنا ممنوع ہے، (جب کہ ان کا حدود حرم میں جانے کا ارادہ ہو)۔ ولا يجوز للآفاقي أن يدخل مكة بغير إحرام نوى النسك أولاً. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۲۲۱/۱، ومثله فى الدر المختار مع الشامی: ۴۸۲/۳، زکریا، الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۵۵۱/۳)

## اہل آفاق کی میقات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ میقاتوں کا تعین ثابت ہے۔

(۱) ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ اور وہاں سے گزرنے والوں کے لیے میقات، یہ مدینہ منورہ سے طریق ہجرت پر چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں ایک شاندار ”مسجد میقات“ نبی ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہیں سے احرام باندھا تھا۔ اس مقام سے مکہ معظمہ کا فاصلہ ۴۱۰ کلومیٹر ہے۔

(۲) حنفہ: جو لوگ مصر و شام سے تبوک ہوتے ہوئے مکہ کا سفر کریں، ان کے لیے ”حنفہ“ میقات ہے۔ آج کل یہ جگہ متعین نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کے قریب ”رابع“ نامی ساحلی قصبہ سے احرام باندھا جاتا ہے، جو طریق بدر پر واقع ہے، اس جگہ سے مکہ معظمہ کی مسافت ۱۸۷ کلومیٹر ہے۔

(۳) قرن المنازل: نجد سے آنے والے لوگوں کے لیے ”قرن المنازل“ میقات ہے، اس مقام کو آج کل ”السیل“ کہا جاتا ہے، یہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ تقریباً ۸۰ کلومیٹر ہے۔

(۴) یلملم: یہ اہل یمن کے لیے میقات ہے، اس کو آج کل ”سعدیہ“ کہا جاتا ہے، یہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ ۱۲۰ کلومیٹر، یا اس سے کچھ زائد ہے۔



(۵) ذات العرق: یہ عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اہل عراق کے سوال کے جواب میں اس کے میقات ہونے کی صراحت فرمائی تھی، یہاں سے مکہ معظمہ کی مسافت ۹۰ کلومیٹر ہے۔

نیز بعض روایات میں ”وادی عقیق“ نام کی میقات کا بھی ذکر ہے، جو مدائن کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات قرار دی گئی، یہ جگہ ”ذات عرق“ کے قریب ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ جس جانب سے بھی حرم کے لیے آئیں گے، ان کو مذکورہ مواقیت کی سیدھ سے گزرنے سے پہلے احرام باندھنا لازم ہوگا، خواہ وہ خشکی پر سفر کر رہے ہوں، یا ہوائی جہاز سے سفر ہو رہا ہوں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل الشام الحجة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يللمم، فهن لهن ولمن أتى عليهن من غيرهن لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمهله من أهله، وكذلك حتى أهل مكة يهلون منها. (صحيح البخاري: ۲۰۶/۱ وغيره)

أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه يسئل عن المهمل فقال: أحسبه رفع إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: مهمل أهل المدينة من ذي الحليفة والطريق الآخر الحجة، ومهمل أهل العراق من ذات عرق، ومهمل أهل نجد من قرن، ومهمل أهل اليمن من يللمم. (الصحيح لمسلم: ۳۷۵/۱، نخب الأفكار: ۳۶/۶)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم وقت لأهل الشرق العقيق. (سنن الترمذی: ۱۷۱/۱، انوار مناسک، حاشیہ: ۲۴۱)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم وقت لأهل المدائن العقيق، ولأهل البصرة ذات عرق، ولأهل المدينة ذا الحليفة، ولأهل الشام الحجة. (الطبرانی في المعجم الكبير، رقم: ۷۲۱، نخب الأفكار: ۳۸، حاشیہ، انوار مناسک: ۲۴۱)

قال العيني في نخب الأفكار: فإن الآثار اختلفت فيمن وقت لأهل العراق ذات عرق، ففي بعضها أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه هو الذي وقت ذلك إذا العراق فتح في زمانه، الصحيح الذي عليه الإثبات أن النبي صلى الله عليه وسلم هو الذي وقته، وفي صحيح البخاري: أن عمر رضي الله عنه وقته ورجحه بعض أهل العلم بما ذكرنا هـ من أنها فتحت في زمانه، وأنها كانت في حياة النبي صلى الله عليه وسلم ذات كفر، وهذا الاحتجاج باطل؛ لأن الشام كانت حينئذ دار كفر، أيضاً بإجماع النقلة. (نخب الأفكار، طبع: الوقف الخيري المدني ديوبند: ۳۰/۶، وأنظر:

## اہل حل کی میقات:

جو لوگ حل میں رہتے ہیں وہ اگر حج و عمرہ کا ارادہ کریں تو ان کے لیے پورا علاقہ حل میقات ہے؛ البتہ اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا ان کے لیے افضل ہے۔

وأما میقات اهل الحل، إلخ، فالحل للحج والعمرة وإحرامهم من ديرة أهلهم أفضل. (غنية الناسك: ۵۵، ومثله في الدر المختار مع الشامي: ۴۸۴/۳، زكريا، البحر الرائق: ۵۵۹/۲، تبیین الحقائق: ۲۴۸/۲)

## اہل حرم کی میقات:

اہل حرم اگر حج کا ارادہ کریں تو پورا دائرہ حرم ان کے لیے میقات ہے اور اگر عمرہ کا ارادہ کریں تو حدود حل مثلاً تنعیم وغیرہ میں جا کر احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

وأما میقات اهل الحرم... فالحرم للحج فيحرمون من دورهم ومن المسجد أفضل، وجاز تأخيرہ إلى اخر الحرم والحل للعمرة، والأفضل إحرامهما من التعميم من معتمر عائشة رضي الله تعالى عنها. (غنية الناسك: ۵۷-۵۸، الدر المختار: ۴۸۴/۳، زكريا، البحر الرائق: ۵۶۰/۲، زكريا، تبیین الحقائق: ۲۴۸/۲)

**نوٹ:** جو حجاج حج تمتع کا عمرہ کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں مقیم رہتے ہیں، وہ اہل حرم کے حکم میں ہیں، لہذا وہ حج کا احرام اپنے کمروں سے باندھیں گے اور مسجد حرام میں جا کر احرام کی نیت کریں تو فضیلت زیادہ ہوگی۔

وكذلك أي مثل حكم اهل الحرم كل من دخل الحرم من غيره العلة، وإن لم ينو الإقامة به كالمفرد بالعمرة والمتمتع أي من اهل الأفاق. (مناسك كبير: ۸۳، شامي: ۴۸۴/۳، زكريا، البحر الرائق: ۳۱۹/۲، زكريا) (كتاب النوازل: ۳۳۷-۳۳۶)

## اہل طائف کے لیے احرام باندھنے کا مسئلہ:

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں طائف میں ملازم ہوں، اگر میں جمعہ کے دن حرم شریف کو نماز جمعہ کے لیے جاؤں تو کیا میں احرام کے بغیر مکہ معظمہ داخل ہو سکتا ہوں اور اگر طائف سے جدہ براستہ مکہ مکرمہ کسی کام کے لیے جانا چاہوں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حاجی عزیز خان جنوبی وزیرستان، ۱۹/۷/۱۹۷۷ء)

### الجواب

اگر طائف قرن (۱) سے مکہ کی طرف ہو تو اہل طائف بغیر احرام کے مکہ جاسکتے ہیں، ورنہ احرام ضروری ہے۔

وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۷-۲۷۸)

(۱) قرن قاف کے زبر اور راء کے جزم کے ساتھ اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادی محرم بھی کہتے ہیں۔

## میقاتی کو احرام باندھنے کا حکم:

سوال (۱) اگر کوئی میقاتی حج کے دو چار دن پہلے حرم جائے اور اس کا ارادہ ہو کہ ہم واپس آ کر اپنے مقام یعنی میقات سے احرام باندھ کر حج کے لیے جائیں گے، مثلاً میرے والدین، یا اور کوئی عزیز مکہ مکرمہ میں ہیں، ان کی خدمت کی غرض سے حج کے دو چار دن پہلے مکہ جانا چاہتا ہوں اور میرا ارادہ یہ ہے کہ میں واپس آ کر پھر جدہ سے احرام باندھ کر تب حج کے لیے یعنی منی، عرفات وغیرہ جاؤں گا، تو ایسی صورت میں پہلی بار بلا احرام مکہ جانا جائز ہوگا، یا کہ احرام باندھنا واجب ہوگا؟ جب کہ جدہ، یا کسی بھی میقات، یا محاذی میقات جانے کی غرض سوائے احرام باندھنے کے اور کچھ نہیں ہے، جیسا کہ بعض کتابوں کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ میقات پر واپس آنے کی نیت ہونے کی وجہ سے داخلہ بلا احرام جائز ہوگا تو اگر جائز ہے، یا کسی نے اس کو صحیح سمجھا؛ اس لیے وہ حرم میں بلا احرام گیا اور واپسی کے وقت یعنی جب اس نے احرام کے لیے میقات کی طرف جانا چاہا تو کسی وجہ سے نہ جاسکا، مثلاً وقت نفل سکا، یا کسی نے وجہ اضطراری نہیں؛ بلکہ غیر اضطراری کی وجہ سے یہ بتایا کہ یہاں سے احرام باندھ سکتے ہیں اور اس پر اس نے احرام مکہ کے اندر ہی سے باندھ لیا تو آیا احرام باندھنے میں کوئی مضائقہ ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہے تو آیا دم واجب ہوگا، یا صدقہ؟

(۲) کوئی شخص میقات کے باہر سے چلا اور راستہ بھول جانے، یا کسی اور وجہ سے؛ مگر قصداً نہیں؛ بلکہ سہواً حد و حرم میں داخل ہو گیا؛ لیکن پھر بھی وہ حرم نہیں جاتا؛ بلکہ شہر مکہ کے کنارے کنارے وہ حد و حرم سے خارج ہو جاتا ہے اور میقات میں آ کر مقیم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں داخل ہونے والے پر دم واجب ہوگا، یا حج، یا عمرہ، یا کچھ نہیں؟ اور اس کے بعد جب پھر وہ حرم جائے گا تو احرام کے ساتھ جانا ہوگا، یا بلا احرام جاسکتا ہے اور اگر بلا احرام چلا جائے اور طواف کر لے تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

### حامداً و مصلیاً و مسلماً

(۱) میقاتی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حج، یا عمرہ کے سوا کسی دوسرے کام کے لیے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو اس پر احرام باندھنے اور حج، یا عمرہ کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے، وہ بلا احرام مکہ مکرمہ جاسکتا ہے۔

== لغت فقہ المغرب میں ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے، جو میدان عرفات کے اوپر ہے اور شرح مصابیح میں ہے: بیضہ کی مانند ایک چکنا صاف اور مدور پہاڑ ہے عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے، اہل مکہ اور ان کے اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو ”کرا“ کاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو بھی قرن کہتے ہیں اور اس وادی کے اندر ایک گاؤں جو طائف کے قریب ہے، اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے، اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقى الابحر میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے قرن تک پچاس میل ہے، یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات والوں کے لیے میقات ہے اور بلوغ المرام کی تعلیق میں شیخ عبد اللہ البسام السلفی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل کو اب السیل الکبیر کہتے ہیں اور بطن وادی سے مکہ مکرمہ تک اس کا فاصلہ ۸۷ کلومیٹر ہے اور الفقہ الاسلامی وادنیٰ میں وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل مقام میل کے قریب ہے اور ۹۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

كما في الدر المختار على هامش رد المحتار: وحل لأهل داخلها يعني لكل من وجد في داخل المواقيت دخول مكة غير محرم ما لم يرد نسكا. (۱۵۵/۲)

اور میقاتی جب حدود حرم میں داخل ہو جائے تو اس کا بھی حکم وہی ہے، جو اہل مکہ کا ہے؛ یعنی اگر وہ عمرہ کرنا چاہے تو حدود حرم سے باہر تنعیم، یا جعرانہ جا کر احرام باندھے اور حج کا احرام حرم ہی سے باندھے۔

كما في الدر المختار (۱۵۵/۲): والميقات لمن بمكة يعني من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرة الحل.

وفی الشامی: (قوله: یعنی، الخ) أشار إلى ما في البحر من قوله: والمراد بالمكي من كان داخل الحرم سواء كان بمكة أولا وسواء كان من أهلها أولا الخ فيشمل الآفاقي المفرد بالعمرة والمتمتع والحلال من أهل الحل إذا دخل الحرم لحاجة كما في الباب.

لہذا اس شخص کا حج صحیح ہو گیا اور اس پر کوئی جنایت نہیں، نہ دم واجب ہوا اور نہ صدقہ۔

(۲) اگر کوئی حدود میقات کے اندر رہتا ہے اور کسی ضرورت سے آفاق یعنی حدود میقات سے باہر گیا تو وہ بھی آفاقی کے حکم میں ہوگا؛ یعنی اگر وہ بھی بقصد دخول مکہ مکرمہ حرم کے اندر آجائے گا تو اس پر بھی احرام حج، یا عمرہ کا لازم ہو جائے گا، اب بغیر احرام کے اس کو مکہ مکرمہ، یا حرم میں داخل ہونا جائز نہیں ہوگا اور جب آفاق سے واپس اپنے گھر آنے کا قصد ہو، مکہ مکرمہ، یا حرم کا اس وقت ارادہ نہ ہو تو بلا احرام آسکتا ہے اور جب حل میں پہنچ گیا تو وہاں سے حدود حرم میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ بقصد حج و عمرہ نہ ہو کسی اور ضرورت کے لیے ہو۔

كما في الدر المختار على هامش رد المحتار (۱۵۴/۲): وحرم تأخير الإحرام عنها كلها لمن أى لآفاقي.

وفی الشامی: (قوله: ای لآفاقی) أى ومن ألحق به كالحرمی والحلی إذا خرجا إلى الميقات. قصد دخول مكة يعني الحرم ولولحاجة غير الحج أما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام فإذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا إحرام.

وفی الشامی: (قوله: فله دخول مكة بلا إحرام) أى ما لم يرد نسكا.

لہذا صورت مسئلہ میں اس شخص پر پہلی مرتبہ حدود حرم میں داخل ہونے کی وجہ سے کچھ بھی واجب نہیں ہوا؛ کیونکہ میقات سے تجاوز کے وقت دخول حرم کا قصد نہیں تھا، پھر دوسری مرتبہ بھی جب حج یا عمرہ کے سوا کسی دوسرے کام سے مکہ مکرمہ گیا اور طواف بھی کر لیا تو کچھ حرج نہیں، جیسا کہ عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا، فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسرار نیل عفی عنہ ۱۴۲۲ھ/۷/۲۲

الجواب صحیح: عبدالحلیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۳۱/۳-۳۳۳)

مدینہ منورہ سے جدہ جانے والے پھر مکہ مکرمہ میں آنے کے لیے احرام کہاں سے باندھے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مکہ معظمہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور رہتے ہیں ہمارا میقات طائف ہے اب مثلاً ہم عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر جدہ آ گئے اب سوال یہ ہے کہ میرا دوست مکہ میں رہتا ہے کیا میں اب جدہ شہر سے احرام برائے مکہ باندھوں گا یا بغیر احرام کے جاسکتا ہوں؟ یا واپس مدینہ منورہ جا کر احرام باندھوں گا؟ بیٹو! تو جروا۔ (المستفتی: حضرت شیر محطۃ الفلاح خمیس مشیط، ۶/۷/۱۹۸۶ء)

### الجواب

مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر آپ مکہ معظمہ کے قاصد تھے تو آپ پیر علی وغیرہ میقات سے احرام عقد کریں گے، (۱) اور اگر آپ جدہ کے قاصد تھے اور مکہ مکرمہ کو اتفاقاً روانگی ہوئی تو آپ جدہ سے احرام عقد کریں گے۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۸۷۴)

### یللم سے احرام:

سوال: زید نے جہاز میں یللم پر احرام نہیں باندھا، حالاں کہ دوسرے عوام اور اہل علم نے وہیں احرام باندھا اور زید کو بھی کہا؛ لیکن زید نے جدہ پہنچ کر احرام باندھا تو کیا ایسی حالت میں احرام کے میقات سے مؤخر ہونے کی وجہ سے زید پر دم یا فدیہ لازم آئے گا، یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیا لازم ہوگا اور اس کو ہندوستان ہی میں ادا کرنا کافی ہوگا، یا حرم میں بھیجنا ضروری ہوگا؟

### الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

عامۃ علمائے اہل ہند یللم پر احرام باندھنے کو لازم فرماتے ہیں۔ میقات سے بغیر احرام گزر جانا حاجی کے حق میں جنایت ہے، جس کی وجہ سے دم لازم ہوگا؛ (۳) یعنی ایک بکری کی قربانی کی جائے گی اور یہ قربانی ہندوستان میں کافی

(۱) قال العلامة الحصکفی: والمواقیت ذوالحلیفۃ مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام آبیار علی رضی اللہ عنہ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۶۶۲، ملطّب فی المواقیت)

(۲) وفي الهندیة: ومن جاوز وقته غیر محرم ثم أتى وقتاً آخر اقرب منه وأحرم جاز ولا شیء علیہ ولو جاوز المیقات ویريد بستان بنی عامر دون مکة فلا شیء علیہ. (الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام)

(۳) (من جاوز المیقات) الذی یجب علیہ الاحرام منه (غیر محرم ثم أحرم، لزمہ دم). (الدر المنتقى فی شرح الملتقى علیہ هامش مجمع الأنهر، کتاب الحج، باب مجاوزۃ المیقات بلا إحرام: ۳۰۳، ۳۰۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فإن أحرم بالحج أو بالعمرة قضاء لما علیہ من ذلك لمجاوزته المیقات، ولم یرجع إلى المیقات، فعلیہ دم؛ لأنه جنی علی المیقات، لمجاوزته إیاه من غیر إحرام، ولم یتدارک، فیلزمه الدم جبراً، إلخ. (بدائع

الصنائع، فصل: وأما بیان مکان الإحرام: ۱/۶۴۳، دار الکتب العلمیة، بیروت)

نہیں؛ بلکہ روپیہ دے کر کسی کو ذمہ دار بنادیا جائے کہ وہ حرم میں قربانی کر دے، یہی احوط ہے۔ (۱) اگرچہ بعض حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ جدہ پہنچ کر احرام باندھنے کی بھی گنجائش ہے؛ اس لیے کہ ہندوستان سے جاتے وقت نہ یلملم درمیان میں آتا ہے، نہ یلملم کی محاذات ہوتی ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۵/۱۰-۳۷۶)

(۱) ولا يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم؛ لأن الهدى إسم لما يهدى إلى مكان، ومكانه الحرم. (الفقه الإسلامي وأدلته خامساً: مكان ذبح الهدى وزمانه: ۳/۲۳۶۸، رشيدية)

قال: (والكل بالحرم): أي كل دم يجب على الحاج يختص بالحرم، لقوله تعالى: ﴿هَدْيًا بِالْأُكْبَةِ﴾ الخ. (تبیین الحقائق، باب الهدی: ۴۳۴/۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت، انیس)

(۲) اور یہ ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لیے یلملم کی محاذات کسی بہتر طریقہ سے نہیں معلوم ہوتی، لہذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے۔... پرانی کتابوں میں اسی کو اہل ہند کی میقات لکھا چلا آتا ہے؛ لیکن حال کے بعض ممتاز فاضلوں نے، جن کی نظر فقہ کے ساتھ جغرافیہ پر بھی ہے، صاف صاف لکھا ہے کہ ہندی حاجیوں کے لیے بجائے یلملم کے مفروضہ میقات کے جدہ؛ بلکہ چند میل بعد سے احرام باندھنا جائز ہے۔ (زبدۃ المناسک، مواقیت الاحرام، حج اور عمرے کا بیان، ص: ۶۲، سعید) (ومعلم الحجاج، ص: ۱۱۰۳، ادارۃ القرآن کراچی) (وقرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین، ص: ۴۹، ۵۰، شہزادہ ٹرسٹ)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاک و ہند کے حجاج کرام کے میقات ”یلملم“ میں اسی قسم کا اختلاف نقل کیا ہے اور جن حضرات کی عبارات نقل کی ہیں، ان سے احتیاطی پہلو یہی نکل آتا ہے کہ یلملم کے محاذات سے پہلے ہی احرام باندھا جائے، البتہ اگر بغیر احرام ہی کے گزر جائے تو اس صورت میں بھی اس پر دم لازم نہیں ہے، لیکن ہوائی جہاز پر سفر کرنے والے کو، بہر حال پہلے ہی سے احرام باندھنا لازم ہے۔ فرماتے ہیں:

سوال (۱) ”جو حضرات بحری جہاز سے حج بیت اللہ کے لیے جاتے ہیں، ان کو کب احرام باندھنا چاہیے؟ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جدہ پہنچ کر احرام باندھ سکتے ہیں۔ کیا صحیح ہے؟ اگر ان کا قول صحیح نہیں ہے اور کسی نے کسی وجہ سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو لازم ہوگا، یا نہیں؟“  
سوال (۲) اور جو حجاج کرام ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو کب احرام باندھنا چاہیے؟ کیا یہ لوگ جدہ پہنچ کر احرام باندھیں تو صحیح ہے، یا نہیں؟  
یادم لازم ہوگا، یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب (۱) ”ہندوستان (یا پاکستان) والوں کا مقیات یلملم ہے، لہذا جو حجاج کرام مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان کو یلملم، یا اس کے محاذ سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا چاہیے۔“

ہمارے زمانہ میں جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے بحری راستہ سے سفر کرتے ہیں، وہ جدہ تک احرام مؤخر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارے زمانہ کے اکابرین علما کی تحقیق میں اختلاف ہے: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ ”بحری جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کرام کے لیے جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز ہے“۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”بحری جہاز یلملم سے آگے جو جدہ کی طرف تجاوز کرتا ہے، وہ تجاوز آفاق میں ہوتا ہے، جہت حرم میں نہیں ہے“۔

لہذا اگر جدہ تک احرام مؤخر کریں تو جائز ہے، موجب دم نہیں۔ صاحب زبدۃ المناسک حضرت مولانا الحاج شیر محمد صاحب سندھی اور حضرت مولانا محمود منظور نعمانی صاحب مدظلہم العالی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

## ہندوستانیوں کے لیے میقات یلملم ہے، یا جدہ:

سوال: یلملم پہاڑی جو ہندوستان کے لیے میقات ہے، وہاں کے بجائے جدہ پہونچ کر احرام باندھنے میں کوئی

== اس کے بالمقابل حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (پاکستانی) اور مولانا مفتی ولی ٹوکی (پاکستانی) کی تحقیق یہ ہے کہ یلملم کی محاذات جدہ سے پہلے آ جاتی ہے اور بحری جہاز جدہ پہنچنے سے پہلے ہی محاذات میقات سے تجاوز کر کے حدودِ حل میں داخل ہو جاتا ہے؛ اس لیے ہندوستان و پاکستان کے حجاج کرام کو سمندر میں یلملم کی محاذات سے ہی احرام باندھ لینا ضروری ہے، اگر اس سے تاخیر کریں گے تو محاذات میقات سے بلا احرام گزرنے کی وجہ سے دم بھی لازم ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ جدہ آنے سے پہلے پہلے یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے، اسی میں احتیاط ہے، چنانچہ حضرت محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

”ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف رائے ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں، یا ساحل جدہ پر اترنے سے پہلے احرام باندھ لیں، کیونکہ حسب تصریح فقہاء محل اختلاف میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے تاکہ اپنی عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے۔

اس کے علاوہ احرام کو میقات سے پہلے باندھنا سب ہی کے نزدیک افضل ہے، بلکہ بعض روایات حدیث میں اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلنے کی فضیلت آئی ہے، شرط یہ ہے کہ محظورات احرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ محظورات احرام سے بچنا اس تمام عرصہ میں اس کے لیے مشکل ہوگا، اس کے لیے آخری حد تک مؤخر کرنا بہتر ہے، ایسے شخص کو آخری حد میں اتنی احتیاط کر لینا چاہیے کہ اس کا احرام علما کے اختلاف سے نکل جائے۔“ (جواہر الفقہ: ۱/۲۸۹)

اس اختلاف رائے کی بنا پر بہتر صورت وہی ہے جو اوپر درج ہوئی کہ جدہ سے پہلے ہی یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے؛ لیکن اگر کسی نے غلطی سے، یا کسی مجبوری سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو اس پر دم کا لزوم نہ ہوگا؛ مگر احتیاطاً دم دے دے تو بہتر ہے۔ فقط

الجواب (۲) جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے مکہ مکرمہ جانے کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں، ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہیے، جدہ تک مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا؛ اس لیے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہوگا اور اگر حدود میقات کا علم ہو بھی جائے تو اس سے پہلے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے؛ اس لیے کہ ہوائی جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس وقت احرام باندھنے میں احرام کے سنن و مستحبات کی رعایت بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”آج کل ان مما لک مشرقہ سے آنے والے حجاج کے لیے راستے دو ہیں: ایک ہوائی، دوسرا بحری۔ ہوائی جہازوں کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہ ”قرن المنازل“ ہوتا ہے، ہوائی جہاز ”قرن المنازل“ اور ”ذات عرق“ دونوں میقاتوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے اول حل میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر جدہ پہنچتے ہیں؛ اس لیے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم و واجب ہے اور چونکہ ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز قرن المنازل کے اوپر سے گزرے گا؛ اس لیے اہل پاکستان و ہندوستان کے لیے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں، اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمہ دم یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہو جائے گی اور گناہ اس کے علاوہ ہوگا، جس کی وجہ سے حج ناقص رہ جاتا ہے، مقبول ہوتا، بہت سے حجاج اس میں غفلت کرتے ہیں۔“ (جواہر الفقہ: ۲/۴۷۵، ۴۷۶/۱)

عمدة الفقہ: ۹۲/۴ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحج، باب: احرام سے متعلق احکامات: ۳۶۷، ۳۶۸، دارالاشاعت کراچی)

حرج تو نہیں؟ کہتے ہیں: ”جده بھی حرم سے باہر ہے“، لہذا وہاں سے احرام باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں؛ مگر افضل واحسن کیا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

افضل واحوط یہی ہے کہ یلملم سے احرام باندھا جائے۔ اسلاف کا معمول بھی یہی آرہا ہے، گو اب جغرافیہ کی رو سے بعض حضرات نقشے دیکھ کر یہ بتلاتے ہیں کہ جہاز میں یلملم کی محاذات بھی نہیں آتی، لہذا جدہ سے قبل احرام باندھنا لازم نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۱/۱۰)

پانی کے جہاز سے جانے والا ہندوستانی کہاں سے احرام باندھے:

سوال: ہندوستان سے پانی کے جہاز سے جانے والے حجاج کو بمطابق شرح احناف احرام کہاں سے باندھنا چاہیے؟ کس جگہ سے واجب ہے اور کس جگہ سے فرض؟ احناف کا فتویٰ کس پر ہے؟ بندہ حج کا ارادہ رکھتا ہے، حرم کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

پانی کے جہاز سے جانے کے لیے جو قدیم ایام سے راستہ تھا تو یلملم کی محاذات پر پہنچ کر احرام باندھا جاتا تھا، یہی ہندوستان کے اکابر علماء و فقہاء کا معمول رہا، اب بھی احوط یہی ہے، اگرچہ موجودہ اہل جغرافیہ کا قول یہ ہے کہ اب راستہ میں نہ یلملم آتا ہے اور نہ اس کی محاذات آتی ہے؛ بلکہ جدہ سے احرام باندھنا لازم ہے؛ مگر احتیاط کا تقاضا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا، وہاں جہاز سیٹی دیتا ہے اور عامۃ حج کو جانے والے احرام باندھتے ہیں، حدود حرم جدہ سے آگے چل کر شروع ہوتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ”معلم الحجاج“ ساتھ رکھیں، اس میں مسائل حج اور مواقیت کی پوری تفصیل مذکور ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۹/۱۰-۳۸۰)

(۱) ”اور یہ ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لیے یلملم کی محاذات کسی بہتر طریقہ سے نہیں معلوم ہوتی، لہذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے۔۔۔ پرانی کتابوں میں اسی کو اہل ہند کی میقات لکھا چلا آتا ہے، لیکن حال کے بعض ممتاز فاضلوں نے جن کی نظر فقہ کے ساتھ جغرافیہ پر بھی ہے، صاف صاف لکھ رہا ہے کہ ہندی حاجیوں کے لیے بجائے یلملم کے مفروضہ میقات کے جدہ بلکہ چند میل بعد سے احرام باندھا جائز ہے۔“ (زبدۃ المناسک، مواقیت الاحرام، حج اور عمرے کا بیان، ص: ۶۲، سعید) (ومعلم الحجاج، ص: ۱۱۰۳، ادارۃ القرآن کراچی) (وقرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین، ص: ۵۰، ۴۹، شہزادہ ٹرسٹ، نیز دیکھئے: فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحج، باب: احرام سے متعلق احکامات: ۶۱، ۷۴، ۷۵، دارالاشاعت کراچی)

(۲) المواقیت التي لا يجوز أن يجاوزها الإنسان إلا محرماً خمسة: لأهل المدينة ذوالحليفة، ولأهل العراق ==



سمندری جہاز سے حج کے لیے جانے پر احرام کہاں سے باندھا جائے:

سوال: اب تک حجاج کرام جو سمندری جہاز سے جاتے ہیں، وہ یلملم کے محاذات (جو سمندر کے اندر ہیں، اب تک ذی النور کے موافق پڑتا ہے) احرام باندھ لیتے ہیں؛ لیکن اب چند سال سے اچھے لوگ یعنی علما کا طبقہ جو سمندر ہے، وہ جدہ سے احرام ہر دو صورت میں جائز بتلاتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ مشاہدہ ہوا ہے تو کیا جدہ سے احرام باندھ سکتے ہیں؟ جدہ سے احرام ہر دو صورت یعنی بذریعہ طیارہ اور بذریعہ سمندری جہاز جائز ہے، یا نہیں؟  
(ولی اللہ خان، نشان پاڑا روڈ، بمبئی)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

ابتدائی دور میں جب تک یہ بڑے بڑے جہاز جاری نہ ہوئے تھے، اس وقت ہندوستان سے جانے والے عموماً

== ذات عرق، ولأهل الشام جحفة، ولأهل نجد قرن، ولأهل یمن یلملم ... وکل من قصد مكة من طریق غیر مسلوک أحرم إذا حاذی میقاتا من هذه المواقیت، کذا فی محیط السرخسی. (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الثانی فی المواقیت: ۲۲۱/۱، رشیدیہ)

کذا روى فی الحديث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت لأهل المدينة ذا الحليفة، ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن، ولأهل اليمن یلملم، ولأهل العراق ذات عرق هن لأهلهم، ولمن مر بهن من غیر أهلهم ممن أراد الحج أو العمرة. (صحيح البخاری، کتاب الحج، باب میقات أهل المدينة، رقم الحديث: ۱۵۲۵) / (الصحيح لمسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج والعمرة، رقم الحديث: ۱۱۸۲، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب میقات أهل نجد، رقم الحديث: ۲۶۵۵، انیس)

فأما إذا قصدھا من طریق غیر مسلوک، فإنه یحرم إذا بلغ موضعاً یحاذی میقاتاً من هذه المواقیت؛ لأنه إذا حاذی ذلك الموضع میقاتاً من المواقیت، صار فی حکم الذي یحاذی به فی القرب من مكة ولو كان فی البحر. (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل. وأما بیان مکان الإحرام: ۱۶۲، ۱۵۹، ۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت) / وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحج: ۵۵۶، ۵۵۵، ۲، رشیدیہ

”جب بحری راستہ سے کوئی جدہ میں آئے تو چوں کہ جدہ مکہ مکرمہ سے دو منزل دور ہے اور اس سے آگے محاذ معلوم نہیں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ امداد الفتاویٰ کے خامسہ حصہ کے ص: ۱۵۱، پر حضرت مہاجر مدنی کی تحریر درج ہے، مناسک ملا علی قاری میں عبارت موجود ہے: ”وأن یعلم المحاذاة فعلی مرحلتین“ اور یہ ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لیے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں معلوم ہوئی، لہذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے۔۔۔ پھر اس سے آگے وہ محاذ بحر اور جدہ سے اوپر جدہ کی طرف مائل ہو کر جھ (رالمغ تک چلا جاتا ہے) پرانی کتابوں میں اسی کو اہل ہند کی میقات لکھا چلا آتا ہے؛ لیکن حال کے بعض ممتاز فاضلوں نے جن کی نظر فقہ کے ساتھ جغرافیہ پر بھی ہے، صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ہندی حاجیوں کے لیے بجائے یلملم کے مفروضہ میقات کے جدہ؛ بلکہ چند میل بعد سے احرام باندھنا جائز ہے۔ (زبدۃ المناسک، ص: ۶۲، سعید) لیکن مفتی عبدالرحیم لاچپوری رحمہ اللہ علیہ کی تحقیق علی حسب النقول اس سے مختلف ہے۔ دیکھئے: (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحج، باب: احرام سے متعلق احکامات: ۶/۳۷، ۷، دارالاشاعت کراچی) نیز دیکھئے: وقرة العینین فی زیارة الحرمین، فصل: مواقیت احرام حج و عمرہ کے بیان، ص: ۴۹، ۵۰، شہزادہ ٹرسٹ)

حج سورت کی بندرگاہ سے چھوٹے جہازوں، یا بادبانی کشتیوں کے ذریعہ سمندر پار کر کے عدن کے آس پاس پہنچ جاتے تھے، پھر وہاں سے سمندر کے کنارے کنارے آگے بڑھتے ہوئے پہنچ جاتے تھے۔

اس درمیان میں بعض جگہ اس خطِ میقاتی کو عبور کرنا پڑتا تھا، یا یلملم اور قرنِ منازل کے درمیان واقع اسی خطہ سے جب تجاوز کرنے کا وقت آجاتا تھا تو جہاز والا اعلان کر دیتا تھا اور لوگ احرام باندھ لیتے تھے اور اب ایسا نہیں ہے، اب یہ بڑے بڑے جہاز میقات سے باہر ہی آفاق میں گزرتے ہوئے جدہ پہنچ جاتے ہیں اور جھہ اور جدہ کے درمیان جو خطِ میقاتی ہے، وہ جدہ سے آدھ میل آگے مقامِ شمشیر پر سے گزرتا ہے، وہاں چوں کہ کوئی نشان، یا علامت نہیں ہے کہ وہاں پہنچ کر ٹھہرے اور بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی آفاقی آفاق میں گزرتا ہو بغیر کسی میقات سے آگے گزرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچنے لگے تو جب مکہ مکرمہ صرف دو منزل باقی رہ جائے تو احرام باندھ کر آگے بڑھے، بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے، یہ مسئلہ عالمگیری اور البحر الرائق وغیرہ میں مصرح ہے۔ (۱)

البتہ عوام میں ایک پرانا ڈھرا پڑا ہوا ہے کہ اب بھی سمندر کے اندر آفاق ہی میں بغیر شرعی محاذات کے پیدا ہوئے احرام باندھ لیتے ہیں اور چوں کہ میقات سے قبل بلکہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر جانا منع، یا مکروہ نہیں ہے؛ اس لیے علما اس پر نکیر نہیں فرماتے۔

پانی کے جہازوں کے ذریعہ آج کل جانے والوں کے لیے یہی حکم ہے، اس کو احقر نے ایک طویل جواب میں جو کہ حج رسالہ جیسا ہو گیا ہے اور وہ موافقتِ خمسہ کے نام سے ہے، رسالہ دارالعلوم میں شائع ہو چکا ہے، اگر وہ مل جائے تو وہ رسالہ دارالعلوم سے طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیجئے۔

باقی ہوائی جہاز سے جانے والوں کو یہ شبہ ہو کہ یہ جہاز کسی خطِ میقاتی سے تجاوز کر کے اور خطِ میقاتی کے اوپر سے گزرے گا تو انہیں چاہیے کہ بمبئی ہی سے احرام باندھ کر احتیاطاً سوار ہوں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۵۲-۲۷)

ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا احرام کہاں سے باندھے:

سوال: ایک شخص حج کی غرض سے حرمین شریفین کا ارادہ کرتا ہے ہوائی جہاز سے جانا چاہتا ہے تو احرام کہاں سے باندھے خلاصہ تحریر فرماویں؟

(۱) ثم الآفاقی إذ انتهی علی قصد دخول مكة علیه أن يحرم قصد الحج أو العمرة عندنا، أولم يقصد لقوله صلى الله عليه وسلم: لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً ولو لتجارة، ولأن وجوب إحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة، فيستوى فيه التاجر والمعتمر وغيرهما. (رد المحتار، كتاب الحج: ۹۳۱/۲)

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

ہندستان کی اصل میقات یلملم ہے، محاذات سے آگے بڑھنا بلا احرام کے ناجائز ہے اور اس کے قبل احرام باندھ لینا جائز ہے؛ (۱) اس لیے بہتر یہ ہے کہ بمبئی ہی سے احرام باندھ لیں، ورنہ پھر یلملم، یا جو بھی میقات آئے اور اس کے محاذات پر پہنچے تو احرام ضرور باندھ لے، اس سے آگے بلا احرام نہ بڑھیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۸/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ الجواب صحیح محمود عفی عنہ۔ (نتیجات نظام الفتاویٰ: ۲۵/۲)

بذریعہ جہاز سفر ہو تو احرام کہاں باندھا جائے:

سوال: کلکتہ سے بذریعہ ہوائی جہاز سفر ہے، ایسی حالت میں احرام کلکتہ سے ہی باندھوں، یا پھر وہاں جا کر احرام باندھ سکتا ہوں اور نیت کر سکتا ہوں؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں اگر آپ کلکتہ ہی سے احرام باندھ لیں تو اچھا ہے، ورنہ یلملم جو جدہ سے پہلے ایک مقام ہے وہاں پہنچ کر آپ کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے، اس سے آگے بغیر احرام باندھے جانا شرعاً درست نہیں ہے۔

والمواقیت اللتی لایجوز أن یجاوزها الإنسان إلا محرماً خمسة لأهل المدينة ذوالحلیفة ولأهل العراق ذات عرق ولأهل الشام جحفة ولأهل نجد قرن ولأهل الیمن یلملم۔ (الهدایة، فصل فی الواقیت: ۲۳۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۲/۱۲/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۲/۳)

یلملم سے تمتع کا احرام باندھ کر مدینہ جائے پھر حج کرے تو تمتع ہوگا، یا نہیں:

سوال: اگر یلملم سے تمتع کا احرام باندھ کر جدہ سے براہینبوع یا رابغ مدینہ منورہ بقصد زیارت جائے، پھر بعد زیارت جب مکہ معظمہ آئے تو اس صورت میں بسبب تاخیر عمرہ یا حالت احرام میں باہر جانے کی وجہ سے تمتع میں تو کچھ حرج نہ ہوگا؟

الجواب \_\_\_\_\_

یلملم سے تمتع کا احرام بشرطیکہ اشہرج سے باندھا ہو اور جدہ سے براہینبوع، یا رابغ مدینہ منورہ جائے اور واپس آ کر عمرہ اور حج ادا کرے (تو اس صورت میں) تمتع ہوگا اور خروج و تاخیر سے کچھ حرج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ شرائط تمتع کے کوئی امر منافی نہیں پایا گیا۔ فقط

حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۵۹/۱-۱۶۰)

(۱) وحرم تأخیر الاحرام عنها کلها لمن أی لآفاقی وقصد دخول مكة یعنی الحرم ... ولا یحرم التقدیم للإحرام علیہا بل هو الأفضل أن فی أشهر الحج وأمن علی نفسه۔ (الدر المختار مع رد المختار: ۳/۳۸۴)

## ”جدہ“ کی حیثیت کیا ہے:

اس وقت سعودی عرب میں عازمین حج کی آمد کا سب سے بڑا مرکز شہر ”جدہ“ ہے جو بحر احمر کے ساحل پر آباد ہے، یہاں نہایت عظیم الشان وسیع و عریض ایئر پورٹ ہے اور دنیا کی اہم ترین بندرگاہ ہے۔ جدہ سے مکہ معظمہ کا فاصلہ تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جدہ حج و عمرہ کے مسائل میں ”حل“ میں ہے، یا ”آفاق“ میں؟ اگر ”حل“ میں ہے تو یہ میقات کے اندر ہے، یا بجائے خود میقات ہے؟ چونکہ اس موضوع پر علما نے بہت زیادہ بحثیں کی ہیں، اس لیے تمام مباحث و جزئیات سامنے رکھ کر اتم الحروف نے جو سمجھا ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص آفاق سے ایسے راستہ سے جدہ پہنچے کہ اس کا گزر کسی عین میقات سے نہ ہو، مثلاً مصر اور سوڈان سے بحری راستہ سے آنے والے لوگ، یا افریقہ اور مغرب وغیرہ سے ہوائی راستہ سے آنے والے حجاج تو ان کے لیے جدہ اکثر علما کے نزدیک میقات کے حکم میں ہے، لہذا وہ جدہ آ کر احرام باندھ سکتے ہیں، پہلے سے احرام باندھنا ان پر لازم نہیں ہے؛ لیکن جو حضرات مذکورہ پانچ متعینہ مواقیت میں سے کسی عین میقات سے گزر کر آئیں، مثلاً مدینہ منورہ سے طریق البجرۃ سے مکہ معظمہ جانے والا شخص ”ذوالحلیفہ“ سے گذرے گا، جو متعین میقات ہے، اب اگر وہ ذوالحلیفہ سے احرام نہ باندھے، بلکہ جدہ آ کر احرام باندھے تو اس کے لیے جدہ میقات نہیں ہے؛ کیوں کہ فقہاء کا اصول ہے کہ عین میقات سے گزرنے والے کے لیے بعد میں محاذات سے گزرنے کا کوئی اعتبار نہیں“ اور جدہ عین میقات نہیں؛ بلکہ محاذات یا مسافت کے اعتبار سے میقات کے حکم میں ہے؛ اس لیے مدینہ سے خشکی کے راستہ سے آنے والے شخص کے لیے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہوگا، لہذا اگر وہ جدہ سے احرام باندھے گا تو مذکور اصول کے مطابق اس پر دم جنایت واجب ہونا چاہیے، البتہ مدینہ منورہ سے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ آنے والے شخص کا گذر عین میقات ذوالحلیفہ سے نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ ”ذوالحلیفہ“ کی محاذات سے گزر کر جدہ پہنچتا ہے، لہذا ایسی صورت میں اگر چہ اولیٰ یہی ہے کہ پہلی محاذات سے قبل احرام باندھ لیا جائے؛ لیکن دوسری محاذات تک مؤخر کرنے کی بھی گنجائش ہے، لہذا مدینہ منورہ سے ہوائی سفر کر کے جدہ آ کر احرام باندھنے کی گنجائش ہوگی۔

ہندو پاک اور دیگر مشرقی علاقوں سے جو ہوائی جہاز جدہ جاتے ہیں، ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ”قرن المنازل“ کی عین میقات سے گزرتے ہیں، لہذا مذکورہ اصول کے تحت ہوائی سفر کرنے والے حجاج کے لیے ”قرن المنازل“ کی میقات سے قبل احرام باندھنا لازم ہے اور جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ جہاز کا گذر عین ”قرن المنازل“ سے نہیں ہوا؛ بلکہ اس کی محاذات سے ہوا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے جدہ جا کر بھی احرام باندھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جدہ کلی طور پر مطلق میقات نہیں ہے؛ بلکہ اسے محاذات یا مسافت کے اعتبار سے ہی میقات کے حکم میں رکھا گیا ہے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

ولولم یمر بہا تحری وأحرم إذا حاذی أحدها وأبعدها أفضل. (الدر المختار) وقال الشامی: کذا فی الفتح، ومفاده أن وجوب الإحرام بالمحاذاة إنما يعتبر عند عدم المرور علی المواقیت، أما لو مر علیها فلا يجوز له مجاوزة آخر ما یمر علیہ منها، وإن کان یحاذی بعده میقاتاً آخر. (رد المحتار: ۴۲۶/۳، بیروت، ومثله فی الفتاویٰ الہندیة: ۲۲۱/۱، البحر الرائق: ۵۵۷/۲، زکریا)

تنبیہ: فلو مر بمیقات ومحاذاة الثانی لا تعتبر المحاذاة. (غنیة الناسک: ۵۳)

تنبیہ: فلو کان یمر بواحد منها عیناً فلا تعتبر المحاذاة بعده. (غنیة الناسک: ۵۴)

وإن لم یعلم الحاذاة فعلی مرحلتین عرفیتین من مکة کجدة من طرف البحر، فإنها علی مرحلتین عرفیتین من مکة وثلاث مراحل شرعیة. (غنیة الناسک: ۵۴، ومثله فی الفتاویٰ الہندیة: ۲۲۱/۱، فتح القدیر: ۴۲۶/۲، البحر الرائق: ۵۵۷/۲، زکریا) (۲)

أما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزة بلا إحرام. (الدر المختار: ۴۲۷/۳، بیروت، الدر المنتقى: ۳۹۳/۱)

ومما یجب التیقظ له سکان جدة الخ، وأهل الأودیة القریبة من مکة غالباً یأتون فی سادس أو سابع ذی الحجة بلا إحرام، ویحرمون للحج من مکة فعلیهم دم المجاوزة لكن بعد توجههم إلى عرفات ینبغی سقوطه عنهم بوصولهم إلى أول الحل لمبیین. (غنیة الناسک: ۵۷، ومثله فی منحة الخالق: ۵۵۹/۲، زکریا، شامی: ۴۸۴/۳، زکریا) (۳) (کتاب النوازل: ۳۳۱/۷)

(۱) راقم الحروف نے اس موضوع پر مفتی مدینہ منورہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے ایک طویل گفتگو کی تھی، موصوف کی رائے بھی یہی تھی کہ جو شخص کسی عین میقات سے گزر کر آیا ہو، اس کے لیے کوئی بھی محاذاتی جگہ بشمول جدہ میقات نہیں بن سکتی، اسے کسی نہ کسی عین میقات پر واپس جانا پڑے گا۔

(۲) نوٹ: شہر ”جدہ“ جگہ ”رابع“ اور ”یلملم“ کے درمیان واقع ہے، اب اگر نقشہ کے اعتبار سے جگہ سے یلملم تک لکیر کھینچی جائے تو یہ لکیر مقام ”بحرہ“ سے گزرتی ہے، جو جدہ سے کچھ فاصلہ پر مکہ معظمہ کے راستہ پر واقع ہے، اس اعتبار سے جدہ ”حل“ سے باہر ہو جاتا ہے، جیسا کہ ”زبدۃ المناسک“ میں حضرت مولانا شیریہ صاحب سندھیؒ نے ایک نقشہ بنا کر اس کی وضاحت فرمائی ہے؛ لیکن بہت سے جزئیات سے یہ واضح ہے کہ فقہانے جدہ کو ”حل“ کے اندر شمار فرمایا ہے اور آج تک لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے کہ جدہ کو حل میں داخل سمجھتے ہیں اور جدہ کے لوگ بے تکلف احرام کے بغیر مکہ معظمہ آتے جاتے ہیں؛ اس لیے جدہ کو اقرب المواقیت یعنی ”قرن النازل“ کے بقدر مسافت (۸۰ کلومیٹر) پر واقع ہونے کے اعتبار سے حل میں داخل ماننا چاہیے، جو آفاق والوں کے لیے بحکم میقات ہے۔

(۳) اہل علم حضرات ”جدہ“ کے متعلق مزید بحث کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرما سکتے ہیں:

(۱) زبدۃ المناسک، مؤلف: مولانا شیریہ محمد سندھیؒ ۵۵-۶۴- (۲) احسن الفتاویٰ، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ۵۶-۵۷- (۳)

انوار مناسک، مؤلف: مولانا مفتی شبیر احمد صاحب ۲۴-۲۴- (۴) فتاویٰ محمودیہ جدید مطبوعہ ڈابھیل، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ۳۷-۳۷- اس کے حاشیہ میں بھی اچھی بحث ہے۔

کیا جدہ میقات ہے:

سوال (۱) جدہ کے متعلق علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ آیا اس کا میقات میں شمار ہے، یا نہیں؟

میقات کا علم نہ ہو تو تحری کرے:

(۲) آفاقی اگر حرم مکہ کا قصد کرے، دخول کے وقت وہ مواقیتِ خمسہ سے داخل نہیں ہوتا؛ بلکہ مواقیت کے مابین جو محاذاتہ ہے، وہاں سے داخل ہوتا ہے تو ایسا شخص احرام کہاں سے باندھے؟ اور ایسے شخص کے لیے محاذات شرط ہے، یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو آدمی کس طرح کرے گا؛ کیوں کہ اس کے لیے تو کوئی علامت موجود نہیں، جس پر وہ اعتماد کر سکے؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ محاذات کی تعریف شرعاً کیا ہے؟

کلی اگر جدہ جائے تو واپسی پر احرام لازم ہے، یا نہیں:

(۳) کلی، یا وہ شخص جو کسی کے حکم میں ہے، ایسا شخص اگر جدہ چلا جائے تو مکہ عود کرتے وقت اس کے لیے احرام باندھنا واجب ہے، یا نہیں؟ (سائل: ابراہیم میاں، جو ہانسبرگ، ساؤتھ افریقہ)

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

(۱) جس کے راستہ میں مواقیت مخصوصہ واقع نہ ہوں، یا ان کی محاذات کا علم نہ ہو اور بحری راستہ سے آرہا ہو تو اس کے حق میں جدہ میقات ہے۔

”من سلك: أى طريقاً ليس فيه ميقات معين براً أو بحراً، اجتهد إذا حاذى ميقات منها: أى من المواقيت المعروفة ... (وإن لم يعلم المحاذاة) ... فعلى رحلتين من مكة) كجدة المحروسة من طرف البحر، آه“۔ (شرح المنسك المتوسط) (۱)

(۲) جو میقات مکہ مکہ سے بعد ہے اس کی محاذات سے احرام افضل ہے، اقرب کی محاذات بھی درست ہے، اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو تحری کر لے۔

كما مرأ أنفا من قوله: (اجتهد ومن حذوا الأبعد أولى) فإن الأفضل أن يحرم من أول الميقات، وهو الطرف الأبعد من مكة حتى لا يمر بشيء مما يمسي ميقاتاً غير محرم ولو أحرم من الطرف الأقرب إلى مكة، جاز باتفاق الأربعة. (۲)

(۱) مناسك الملا على القارى المسمى المنسك المتوسط، فصل فى المواقيت، ص: ۸۰، ۸۱، ادارة القرآن كراتشى

(۲) شرح المنسك المتوسط (مناسك الملا على القارى المسمى بالمنسك المتوسط، فصل فى مواقيت الصنف الأول، ص: ۸۰، ۸۱، ادارة القرآن كراتشى

وإن سلك بين ميقاتين فى البحر أو البر، اجتهد وأحرم إذا حاذى ميقات منهما، وأبعدهما أولى بالإحرام منه. (تبیین الحقائق، کتاب الحج: ۲/۲۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) جدہ کو بعض احوال میں ضرورت میقات تسلیم کیا گیا ہے، جیسا کہ جواب نمبر: ۱ میں ہے، ورنہ وہ درحقیقت حل میں ہے۔ مکی آدمی اگر حل میں جائے تو اس کو مکۃ المکرمہ جانے کے لیے احرام کی ضرورت نہیں۔

”أما لو قصد موضعاً من الحل كخليص وجدة، حل له مجاوزته بلا إحرام، فإذا حل به، التحق بأهله، فله دخول مكة بلا إحرام“۔ (رد المحتار) (۱)

البتہ اگر حج، یا عمرہ کی نیت ہو تو اہل حل کو بھی بلا احرام دخول مکہ ممنوع ہے۔

”من أراد من أهل الحل لا يدخل مكة بلا إحرام، آه“۔ (الدر المختار)

”والمراد بالمكي من كان داخل الحرم، سواء كان بمكة أو لا، وسواء كان من أهلها أو لا، فيشمل الآفاقي المفرد بالعمرة والمتمتع والحلال من أهل الحل، آه“۔ (رد المحتار) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۵/۱۰-۳۸۷)

کسی ضرورت کے لیے مکہ سے جدہ آئے، پھر مکہ جانے کے لیے کیا احرام ضروری ہے:

سوال: اگر جدہ کو میقات مانا جائے تو مکہ سے جو لوگ کام کاج کے لیے جدہ آتے ہیں، جدہ سے مکہ واپس ہوتے وقت احرام لازم نہ ہونا جواب تحریر فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ کیا یہ ہے کہ میقات میں رہنے والا اور جوان کے حکم میں ہو، کسی ضرورت کے لیے مکہ جائے تو احرام ضروری نہیں ہوتا؟

بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ جب میقات پر واپس آ گیا ہے تو پھر سے احکام دخول مکہ کے لیے دوسرا احرام ضروری ہوگا؟ مہربانی فرما کر دونوں مسئلوں کا جواب روانہ فرمائیں۔

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جس مقام سے بغیر احرام کے آگے حرم کی طرف جانا نہیں، اس مقام سے خروج کے بعد بغیر احرام دوبارہ مکہ معظمہ جانا درست نہیں، اگر جدہ کو بالفرض میقات تسلیم کیا بھی جائے تو جب جدہ سے نکل جائے گا، پھر دوبارہ داخل ہونا

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی المواقی: ۲/۴۷۸، سعید

”وقيدنا بقصد مكة؛ لأن الآفاقي إذا قصد موضعاً من الحل كخليص، يجوز له أن يتجاوز الميقات غير محرم، وإذا وصل إليه، التحق بأهله“۔ (البحر الرائق، کتاب الحج: ۲/۵۵۷، رشيدية)

(۲) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی المواقی: ۲/۴۷۸، مکتبۃ دار الفکر بیروت، انیس

(ولداخلها الحل) ... وإنما كان الحل ميقاته؛ لأن خارج الحرم كله كمكان واحد في حقه و الحرم حد في

حقه كالميقات للآفاقي، فلا يدخل الحرم عند قصد النسك إلا محرماً. وأما عند عدم هذا القصد، فله الدخول

بغير إحرام للحاجة والضرورة. (البحر الرائق، کتاب الحج: ۲/۵۵۹، رشيدية)

پایا جائے گا تو دوبارہ احرام باندھنا لازم ہوگا، محض جدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے دوبارہ احرام لازم نہیں ہوگا، میقات سے تجاوز جب ہوگا کہ جدہ سے دوسری طرف نکل جائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۷۸-۳۷۹)

اہل ہند کے لیے جدہ بھی میقات ہے:

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے تتمہ خامسہ امدد الفتاویٰ، ص: ۱۵۱ میں یہ مسئلہ تحریر فرمایا ہے، جس کا عنوان ہے: ”فائدة تتعلق بالمسئلة السابقة“ از خط حافظ عبد المجید صاحب تھانوی نزیل بمبئی لسفر الحج، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے عرض کیا کہ مدینہ طیبہ کا راستہ بند ہونے کی صورت میں حج بدل کا احرام کہاں سے بندھے گا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا۔ مناسک علی قاری میں عبارت موجود ہے: ”وإن لم يعلم المحاذات فعلی المر حلّین من مكة كجدة المحروسة من طرف البحر“ اور یہ ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لیے یلمکم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں ہوتی، لہذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے، آہ۔

۱۷ شعبان ۱۳۳۸ھ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۶۶)

جدہ تک بغیر احرام کے جانے والا مسافر اگر کسی دوسری میقات سے احرام باندھ لے تو اس پر دم نہیں:

سوال: ”جو اہر الفقہ“ کے ذیل کی عبارت: ”اس لیے اہل پاکستان اور ہندوستان کے لیے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے کے وقت ہی احرام باندھ لیں، اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعے جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمہ دم یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہو جائے گی“۔ میں اشکال ہے کہ میقات سے بغیر احرام گزرنے پر جودم لازم ہوتا ہے، وہ وعودالی المیقات سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہوائی جہاز میں مسافر پر اگر دم واجب ہوا؛ لیکن جب وہ جدہ پہنچ گیا اور احرام وہاں سے باندھا تو چاہیے کہ وہ دم ساقط ہو جائے؛ کیوں کہ درمختار میں ہے:

”و حرم تاخیر الاحرام عنها۔ (الدر المختار) وقال عليه المحشي: فعليه العود إلى ميقات منها وإن لم

يكن ميقاته ليحرم منه وإلا فعليه دم كما سيأتي بيانه في الجنایات. (تحت مطلب في المواقيت، ج: ۲)

(فإن عاد) إلى ميقات ما (ثم أحرّم أو عاد (إلى قوله) سقط دمہ. (الدر المختار، باب الجنایات)

(۱) فإن جاوزہ، فليس له أن يدخل مكة من غير إحرام؛ لأنه صار آفاقاً. (البحر الرائق، باب الاحرام: ۲/۵۶۰، رشيدية)

(والمكي إذا خرج من مكة لحاجة له، فلم يجاوز الميقات، فله أن يدخل مكة بغیر إحرام، وإن جاوز، لم يكن

له أن يدخل مكة إلا بإحرام) لما بينا أن من قصد إلى موضع فحاله في حكم الإحرام كحال أهل ذلك الموضع.

(المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب المواقيت: ۲/۱۵۵، حبشية كوئٹہ)

”ونظيره المكي إذا خرج منها أو جاوز الميقات، لا يحل له العود بلا إحرام“. (رد المحتار، كتاب الحج،

مطلب في المواقيت: ۲/۴۷۸، سعيد)



لیکن اس میں اب یہ بات ذہن میں آئی کہ دم جو بغیر احرام کے میقات سے گزرنے پر لازم ہوتا ہے، وہ تب ساقط ہوتا ہے، جب یہ شخص کسی ایک میقات کو رجوع کرے اور جدہ میقات نہیں، لہذا اس سے احرام باندھنے پر وہ دم واجب ساقط نہیں ہوتا ہے، لہذا ”جواہر الفقہ“ کی عبارت بظاہر صحیح ہے، اگرچہ جدہ سے احرام باندھنا اس وجہ سے صحیح ہے کہ وہ میقات کا محاذی ہے۔ سو حاصل یہ نکلا کہ میقات اور محاذی میقات ان دونوں سے احرام باندھنا صحیح ہے؛ لیکن اگر میقات پر بغیر احرام کے گزرنے سے دم واجب ہو تو وہ عودالی میقات سے ساقط ہو جائے گا؛ لیکن عودالی محاذی میقات سے ساقط نہیں ہوگا۔ مودبانہ گزارش ہے کہ میری اس رائے کی تصحیح، یا تردید سے مطلع فرمائیں؟

### الجواب

عزیز گرامی قدر مولانا محمد سردار صاحب سلمہ

بہت عرصہ قبل آپ نے ایک سوال بھیجا تھا، جو احرام کے بغیر جدہ تک پہنچنے سے متعلق تھا، چوں کہ معاملہ قدرے غور و فکر اور مراجعت کا محتاج تھا؛ اس لیے فوراً جواب نہ دے سکا۔ اب کچھ غور کرنے کا موقع ملا تو جواب عرض ہے۔ جواہر الفقہ (۱) میں ہوائی جہاز کے مسافروں کے لیے جدہ تک بغیر احرام چلے جانے پر جو دم کا وجوب لکھا ہے، غور و فکر اور علما سے مشورے کے بعد ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تسامح ہوا ہے، شاید اس وقت ذہن اس طرف گیا ہو کہ مجاوزات قرن المنازل کے میقات کی بغیر احرام ہوئی، لہذا پھر عود اس کی طرف نہیں ہوا؛ بلکہ دوسرے میقات کی محاذات کی طرف عود ہوا ہے؛ اس لیے دم ساقط نہیں ہوا؛ لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگر عود کسی اور میقات کی طرف سے ہو، تب بھی دم ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ بدائع میں ہے:

”ولو عاد إلى ميقات آخر غير الذي جاوزه قبل أن يفعل شيئاً من أفعال الحج سقط عنه الدم، وعوده إلى هذا الميقات وإلى ميقات آخر سواء“۔ (۲)

اور آپ نے جو احتمال فرمایا ہے کہ سقوط دم میقات پر عود کرنے سے ہوتا ہے، محض محاذات کی طرف عود کرنے سے نہیں، سو یہ احتمال احقر کی نظر میں، نیز دوسرے علما جن سے مشورہ ہوا، ان کی نظر میں بھی صحیح نہیں؛ کیوں کہ محاذات جمع احکام میں میقات کے قائم مقام ہے، اگر کوئی فرق ہوتا تو فقہائے کرام ضرور تصریح فرماتے۔ (۳)

(۱) جواہر الفقہ: ۵۷/۱، طبع دارالعلوم کراچی

(۲) بدائع الصنائع: ۱۶۵/۲، مطبع رشیدیہ کوئٹہ

(۳) بلکہ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے محاذات میقات پر عود کرنے پر بھی سقوط دم کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ غنیۃ الناسک اب مجاوزۃ الميقات بغیر إحرام، فصل مجاوزۃ الآفاقی وقتہ، ص: ۶۰ (طبع إدارة القرآن کراچی) میں۔ وعن أبي يوسف رحمه الله إن كان الذي يرجع إليه محاذياً لميقاته الذي جاوزه أو بعد منه سقط الدم وإلا فلا، فإن لم يعد ولا عذر له أثم أخرى لتركه العود الواجب... إلخ. اسی طرح مناسک ملا علی قاری، باب المواقی، ص: ۸۴ (طبع إدارة القرآن کراچی) کے حاشیہ پر فتح القدیر کے حوالے سے ہے: قال في فتح القدیر وعن أبي يوسف رحمه الله إن كان الذي يرجع إليه محاذياً لميقاته أو أبعد منه، فكميقاته، إلخ. (محمزیر)

لہذا اب مسئلہ صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہوائی جہاز سے جانے والا اگر قرن المنازل کی محاذات سے بغیر احرام گزر گیا اور پھر جدہ پہنچ کر احرام باندھا تو مجاوزت میقات بغیر احرام کا گناہ اسے ضرور ہوگا؛ لیکن دم واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ وہ دوسرے میقات کی طرف نکل گیا ہے اور وہاں سے احرام باندھ رہا ہے۔ ہذا ما ظہر لی واللہ أعلم اگر کوئی اور بات آپ کے ذہن میں آئے تو احقر کو مطلع فرمائیے گا۔ والسلام

محمد تقی عثمانی، ۱۷/۸/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۰۹/۲-۲۱۰)

اگر کوئی شخص آفاق میں چلتا ہوا جدہ پہنچ جائے تو احرام کہاں سے باندھے:

مکہ مکرمہ کے مشہور و معروف روزنامہ ”الندوة“ (۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ، مطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۷۹ء) کے آخری صفحہ پر مملکت سعودیہ عربیہ کے بڑے بڑے علماء کرام کی مجلس نے میقات احرام اور رمی جمرات پر ایک فتویٰ صادر کیا ہے اور یہ بات واضح کی ہے کہ ”جوا، بحرأ و برا“ میں داخلہ کے لیے حدود میقات کو تجاوز کر کے جدہ وغیرہ میں احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور مجلس نے دوسرا فتویٰ یہ صادر کیا ہے کہ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں تاریخ کو ایام تشریق میں قبل الزوال رمی جمرات جائز نہیں ہے، صرف دسویں ذی الحجہ؛ یعنی یوم النحر کو قبل الزوال رمی جمرہ عقبہ (بڑا شیطان) کی درست ہے، عورتیں اور بوڑھے وضعیف اور عاجزین کے لیے رمی جمرہ عقبہ کی دسویں تاریخ کی آدھی رات کے بعد درست ہے۔ علماء کرام سے استدعا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی رائے دے کر حجاج کرام کی رہبری فرمائیں؟

(ممتاز احمد جاوید شافعی، بھٹکل، کرناٹک)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

۲ نومبر ۱۹۹۷ء کے صدق جدید میں علماء سعودیہ کا دو مسئلوں پر ایک فتویٰ شائع کر کے علماء کرام سے یہ استدعا کی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی رائے دے کر حجاج کی رہبری فرمائیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو اس فتویٰ سے کچھ خلجان، یا اشتباہ پیدا ہو گیا ہے؛ اس لیے ان کے اشتباہ و خلجان کو رفع کرنے کی غرض سے بطور وضاحت و تشریح کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

مسئلہ (۱) یہ جوا، بحرأ، برا حرم میں داخلہ کے لیے حدود میقات کو تجاوز کر کے جدہ وغیرہ میں احرام باندھنا جائز نہیں ہے؟

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ حرم میں جانے کے لیے حدود میقات سے کسی کو بغیر احرام باندھے ہوئے تجاوز کرنا اور آگے بڑھ جانا جائز نہیں؛ اس لیے جو لوگ حدود میقات تجاوز کر کے جدہ وغیرہ میں احرام باندھیں گے تو یہ فعل ان کے لیے جائز نہ ہوگا۔

باقی آج کل ہندوستان و پاکستان سے بحری جہاز سے جدہ جانے والے حجاج؛ بلکہ مشرق کے کسی خطہ سے بحر ہند میں ہوتے ہوئے بحری جہاز سے جدہ جانے والے حجاج، خواہ ملیشیا و انڈونیشیا کے ہوں، یا کسی اور خطہ کے ہوں، وہ حدود

میقات کو تجاوز کر کے جدہ نہیں پہنچتے؛ بلکہ حدود میقات و خطوط میقات سے بالکل باہر باہر حل کبیر و آفاق ہی میں گزرتے ہوئے جدہ پہنچ جاتے ہیں اور خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۳۶ میل انگریزی میل سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حدود میقات و خط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے، جو یلملم سے چل کر سیدھا رابغ و جحفہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم و متعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کئے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات و محاذات میقات کا علم و یقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ کی تشریف و تکریم کے پیش نظر مکہ مکرمہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے اور بغیر احرام باندھے ہوئے آگے نہ بڑھے۔

كما في الدر المختار على هامش الشامي: "وإن لم يكن بحيث يحاذي فعلياً مرحلتين وحرم تأخير الإحرام عنها". (۱) وهكذا في الهندية والبحر وغيرها من الكتب المعتبرة للفتاوى عند الأحناف.

اور اسی وجہ سے حجاج کرام کو جو مشرق سے بحری جہاز سے بحر ہند میں سفر کرتے ہوئے آج کل جدہ پہنچتے ہیں تو ان پر جدہ سے احرام باندھنا واجب و ضروری ہو جاتا ہے اور بغیر احرام باندھے ہوئے آگے بڑھنا جائز نہیں رہتا اور جدہ سے قبل چوں کہ کسی میقات سے، یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے؛ اس لیے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب و لازم نہیں ہوتا، جدہ سے قبل کی جگہ کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کم نہ ہونا تو ظاہر ہے؛ اس لیے کہ جدہ سے قبل تقریباً تمام جگہوں کا سمندری کنارہ مکہ مکرمہ سے دو منزل سے بہت زیادہ ہوتا ہے؛ اس لیے کم کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور حدود میقات سے کسی جگہ تجاوز نہ ہونا اس لیے صحیح ہے کہ تجاوز کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جانے والا کسی میقات سے، یا کسی میقات کے محاذات سے؛ یعنی دو میقاتوں کے درمیان خط میقاتی سے آگے بڑھ کر حل صغیر میں داخل ہو جائے۔

كما دلت عليه هذه العبارة من الهندية: "وإن سلك بين الميقتين في البحر والبر، اجتهد وأحرم إذا حاذى ميقاتاً منها" (إلى قوله) فإن لم يكن بحيث يحاذي فعلياً مرحلتين إلى مكة الخ". (۲)

جہاز کے اس پورے سفر میں آج کل ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ حل صغیر کے معنی تو ظاہر ہے کہ حدود حرم سے باہر اور میقات آفاقی کے اندر کا علاقہ حل صغیر کہلاتا ہے اور محاذات میقات کا مفہوم مزید وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عین میقات کل پانچ ہیں: یلملم، جحفہ، رابغ، ذوالحلیفہ، ذات عرق، فرق المنازل۔ انہیں کو مواقیت خمسہ کہتے ہیں اور ان میقاتوں میں سے ہر ایک میقات سے جو خط مستقیم چل کر سیدھا دوسری میقات تک پہنچتا ہے، وہ خط میقاتی کہا جاتا ہے اور انہیں خطوط میقاتی کا مجموعہ حرم شریف کو ہر طرف سے محیط ہے اور گھرے ہوئے ہے۔ باہر سے کوئی آنے والا جب حدود حرم میں جانا چاہے تو اس کو عین میقات پر سے، یا کسی خط میقاتی پر سے گزرنا

ضروری ہوتا ہے، بغیر اس کے حدود حرم میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ پس جب اس خط میقاتی پر کوئی جانے والا پہنچ جائے تو کہا جاتا ہے کہ محاذۃ میقات پر پہنچ گیا اور اسی وجہ سے اس خط میقاتی کو خط محاذاتی بھی کہا جاتا ہے اور اب اگر اس جانے والے کا ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا ہے تو بغیر احرام باندھے اس خط میقاتی سے آگے بڑھ گیا اور اس پر جنائیت لازم آگئی۔ پس یلملم سے دائیں جانب یلملم سے جو خط مستقیم چل کر سیدھا دوسری مقیات (جھہ و رابغ) تک پہنچتا ہے، وہ خط سمندر کے کچھ حصہ سے نہیں گزرتا؛ تا کہ شبہ بھی کیا جاسکے کہ جدہ جانے والا جہاز اس خط سے متجاوز ہو گیا، بخلاف یلملم کے بائیں جانب جو خط مستقیم یلملم سے چل کر سیدھا قرن منازل تک پہنچتا ہے، وہ خط سمندر کے کچھ حصہ پر گزرتا ہے اور اسی وجہ سے قدیم زمانہ میں جب کہ مشرقی ممالک و ہندوستان وغیرہ سے کشتی، یا چھوٹے جہاز کے ذریعہ سمندر کو پار کر کے مسقط وغیرہ پر آ جاتے تھے، پھر سمندر کے کنارے آگے بڑھتے تھے تو خط میقاتی کا وہ حصہ سمندر ہی میں آ جاتا تھا اور بغیر احرام باندھے کوئی حاجی آگے نہیں بڑھتا تھا، اسی مسئلہ ہندیہ (۱۲۶/۱، و بحر) وغیرہ میں بایں عبارت: ”و من حج فی البحر فوقته إذا حاذی موضعاً من البر لا یتجاوز إلا محرماً“ (۱) بیان کیا ہے اور اسی مرحلہ پر پہنچ کر جہاز راں محاذۃ میقات پر پہنچ جانے کا اور احرام بند ہوا دینے کا اعلان کر دیتا تھا؛ مگر اب مشرقی ممالک (ہندوستان وغیرہ) سے آنے والا حاجیوں کا جاز مسقط و عمان وغیرہ کہیں نہیں جاتا اور نہ سمندر کے اس حصہ سے گزرتا ہے، جو خط میقاتی کے اندر واقع ہے؛ بلکہ اس خط سے باہر باہر حل کبیر میں چلتا رہتا ہے۔

(قولہ: حل کبیر) حل کبیر و آفاق ایک ہی چیز ہے، موافقت خمسہ سے باہر کا کل علاقہ اقصائے عالم تک سب آفاق اور حل کبیر ہے۔

حل کبیر اور آفاق میں ہی گزرتا ہوا سیدھا جدہ پہنچ جاتا ہے، جس کی وجہ سے محاذۃ میقات کا اور اس کے اعلان وغیرہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے؛ مگر اب بھی وہی قدیم ڈھرہ چلا آ رہا ہے اور اسی قدیم ڈھرہ و طریقہ پر اب بھی ایک مقام پر پہنچ کر اگرچہ وہ مقام حل کبیر اور آفاق ہی میں ہو محاذات میقات پر آ جانے کا اعلان ہو جاتا ہے، حالاں کہ محاذات میقات پر آ جانے کا احتمال بھی نہیں رہتا اور چوں کہ عوام میں بھی وہی سابق حالات و معاملات معروف و مشہور ہیں؛ اس لیے عوام اس اعلان پر عمل بھی کر لیتے ہیں، اگر بات یہیں تک رہتی تو چوں کہ میقات سے قبل بھی احرام باندھ لینا درست ہے؛ اس لیے انگیز کر لیا جاتا ہے؛ مگر اس اعلان پر عمل نہ کرنے والے پر لعن طعن بھی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط ہے اور اس کے اصلاح کی ضرورت ہے، اصلاح کی جو بہتر تدبیر ہو اختیار کرنا چاہیے۔

مندرجہ ذیل نظری نقشہ سے میقات و حدود میقات و حل صغیر و حل کبیر و آفاق وغیرہ سب با وضاحت طریقے سے ان شاء اللہ ذہن میں آ جائیں گے اور حدود میقات سے تجاوز نہ کرنے کا مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ نیچے دیئے ہوئے نقشے میں دو میقاتوں کے درمیان میں جو خطوط ہیں انہیں خطوط میں سے کسی خط پر پہنچنے سے میقات کی محاذۃ صادق

آتی ہے اور دائیں، یا بائیں جو میقات قریب ہوتی ہے، اسی میقات کا وہ شخص میقاتی کہا جاتا ہے اور اسی خط سے بغیر احرام کے آگے جانا ممنوع ہے؛ بلکہ اگر جانا ہے تو احرام باندھ کر آگے جانا جائز ہوتا ہے، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ کوئی جہاز، یا قافلہ کسی میقات کے سامنے خواہ حل کبیر ہی میں ہو، اس طرح پہنچ جائے کہ اگر بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر اس میقات سے گزرتا ہو اس جہاز، یا قافلہ تک پہنچ جائے تو وہ محاذات میقات پر آجائیں گے اور ان کو وہیں سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا جائز نہ ہوگا، یہ شبہ غلط ہوگا، اس پر تفصیلی گفتگو اگلے صفحات پر ہے۔

### ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حدود میقات، یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہو اسیدھا آگے بڑھتا ہو اصل کبیر و آفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہو اچلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچند وجوہ غلط ہے۔

### جوابات شبہ:

(اولاً) اس کہ اس تقدیر پر یہ خط اقصائے عالم تک جاسکتا ہے، اور درمیان میں کسی متعین حد پر ختم کر دینا، یا ختم مان لینا نہ منصوص ہے، نہ معقول ہے۔ پس اس مفہوم کی بنیاد پر اقصائے عالم تک حل کبیر و آفاق میں لاکھوں مقامات و مکانات ایسے آجائیں گے، جو خط میقاتی پر واقع ہوں گے اور محاذات میقات پر آجائیں گے اور اس خط کے آگے بغیر احرام باندھے ہوئے آگے جانا جائز نہ ہوگا، ورنہ تجاوز عن حدود المیقات لازم آجائے گا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے لوگوں کا جب ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا ہو تو اپنی آبادی؛ بلکہ اپنے گھر سے ہی اور آفاق میں ہی احرام باندھ کر نکلنا واجب ہو جائے گا اور بغیر احرام باندھے ہوئے آفاق کے اندر بھی اپنے گھر، یا آبادی سے باہر نکلنا جائز نہ ہوگا، حالاں کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

(ثانیاً) اسی طرح اس خط کے اطراف منزل دو منزل کے فاصلے سے مکہ مکرمہ کی سمت سے چل کر جب کوئی اس خط پر آجائے تو اس کو بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا جائز نہ رہے گا، حالاں کہ وہ بھی آفاق ہی میں ہے اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ مکہ مکرمہ آنے کے باوجود بغیر احرام کے جہاں تک چاہے جاسکتا ہے اور یہ اس کے خلاف ہے۔ (کمانی الہندیہ: ۱۳۲۱)

(ثالثاً) اس لیے کہ اس تقدیر پر میقاتی اور آفاقی کا فرق ہی ختم ہو جائے گا، جو منشاء شرع سے متضاد اور خلاف ہی نہیں؛ بلکہ ایسے احکام شرعیہ کو منہدم کر دینے والا بھی ہے۔

(رابعاً) اس لیے کہ شریعت مقدسہ نے حدود حرم کے ہر چہار طرف کچھ فاصلہ پر پانچ سمتوں میں ایک ایک مقام نامزد کر کے میقات حرم قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ بتقاضائے ﴿وَمَنْ دَخِلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (۱) پورا خطہ حرم دربار محبوب حقیقی کا محل سرائے شاہی ہے اور اس کے ہر طرف ان میقاتوں تک اس محل سرائے شاہی کا جلو ہے، جو بمنزلہ پائیں باغ اور پورا

حجاز بلدہ امین کے لیے بمنزلہ فنائے مصر ہے؛ اس لیے منشاء شرع یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تم فنائے بلد میں آ جاؤ اور محل سرا میں داخلہ کی نیت کرو تو دربار کے آداب شاہی بجالا کر داخل ہوا کرو اپنے محبوب حقیقی کے عشق و محبت کی کیفیت طاری کرو؛ بلکہ محبت میں فنا کی کیفیت طاری کر کے کفن کے کپڑے (احرام) پہن کر آؤ اور جب دربار شاہی میں داخل ہو جاؤ، آداب سلامی بجالاؤ اور نور عشق و محبت میں سرشار ہو کر محبوب حقیقی کے گھر کا چکر (طواف قدوم) لگاؤ۔

مناسک حج کے تمام ہی احکام دیکھ جائیے، تقریباً سب ہی اسی عشق و محبت کی سرشاری کے ترجمان و مظہر نظر آتے ہیں، ان سب باتوں کا بھی تقاضا یہ ہے کہ کم از کم محل سرائے شاہی کا پائیں باغ (حدود میقات) ہر طرف سے مثل بستان کے احاطہ بند اور گھرا ہوا ہو؛ تاکہ کوئی داخل ہونے والا دربار شاہی کے آداب کے ادا کئے بغیر محل سرا میں داخل ہی نہ ہو سکے؛ مگر محبوب حقیقی کی شانِ کریمی و رحیمی ہے کہ دیواروں سے احاطہ بندی کے بجائے محض خطوط بین المواقیت سے احاطہ بندی قرار دے کر حدود میقات کی تعیین و تحدید کردی اور آداب شاہی کے بجالانے کے طریقے بھی خود ہی بتلا دیئے حدود میقات کی اور محاذ میقات کی اس ترجمانی اور مفہوم میں جو ایک شبہ اور اس کا ازالہ کے تحت بیان کیا گیا ہے، اس میں ان فوائد اور حکم کا کہیں دور دور تک بھی پتہ و نشان نہیں ہے؛ بلکہ ان مذکورہ خرابیوں کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں، جو اس ترجمانی کی تردید کرتی ہیں، بغرض اختصار ذکر نہیں کیا جاتا۔

غرض حدود میقات و محاذات میقات کی مذکورہ بالا ترجمانی جن کو صاحب اشکال و شبہ نے بیان ہے وہ اصول شرع، اصول فقہ اور ضوابط عقل و نقل سب کے ہی خلاف ہے اور غلط ہے۔

خشکی و بحر کے راستے سے جانے والے حجاج کے لیے یہ سب تفصیل ہے اگر کوئی ہوائی جہاز سے جانا چاہے تو اس کے لیے مزید تفصیل بھی ہوگی کہ اگر کوئی ہوائی جہاز محض اتنی بلندی پر پرواز کرتا ہے کہ زمین سے بغیر کسی دور بین وغیرہ آلہ کے مدد کے وہ نظر آتا ہے تو وہ زمین کے تابع قرار دیا جائے گا اور اس کے حجاج کو کسی میقات اور خط میقاتی سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا جائز نہ رہے گا اور اس پر جانے والے حجاج کو اگر یہ ظن غالب ہو کہ صرف تھوڑے ہی وقفہ میں کسی میقات، یا کسی خط میقات سے آگے بڑھ جائیں گے تو ان کے لیے ضروری ہے کہ سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ کر سوار ہوں، یا سوار ہوتے ہی فوراً احرام باندھ کر تیار ہو جائیں، مثلاً ہندو پاک سے جانے والا ہوائی جہاز اگر قرن منازل و یلملم کے درمیان سے گزرتا ہو اجدہ، یا حدود عرب میں کسی جگہ جاتا ہے تو وہ قرن منازل یلملم کے درمیان خط میقاتی سے یقیناً گزرے گا اور اس حال میں اس خط (خط میقاتی بین قرن و یلملم) سے بغیر احرام باندھے ہوئے اس کے کسی مسافر کو آگے بڑھنا جائز نہ ہوگا اور جو ہوائی جہاز اتنی بلندی سے پرواز کرتا ہے کہ زمین سے بغیر دور بین وغیرہ آلہ کی مدد کے نظر نہیں آتا ہو، جیسا کہ اکثر دور دراز مقامات (لندن، امریکہ، کنیڈا، افریقہ وغیرہ) سے آنے والے ہوائی جہازوں کا عموماً یہ حال ہوتا ہے تو وہ زمین کے تابع نہیں قرار دیئے جائیں گے، بلکہ جس وقت وہ

زمین سے قریب آ کر نظر آئے گا تو اس وقت زمین کے تابع نہیں قرار دیئے جائیں گے اور صرف اسی وقت سے احرام وغیرہ کے مذکورہ بالا احکامات اس میں آنے والے مسافروں پر لاگو ہوں گے، یا یہ کہ اس مسافر کو اس جہاز کا روٹ (راستہ) معلوم ہو، راستہ کے اور مقامات کا نقشہ بھی معلوم ہو اور جانتا ہو کہ فلاں میقات سے، یا اس کی محاذات سے فلاں وقت گزرے گا تو اس وقت کے آنے سے کچھ قبل احرام باندھ لینا ضروری ہو جائے گا۔

لہذا ان کو ان امور کا مزید لحاظ رکھ کر اپنے احرام وغیرہ کا نظم رکھنا ضروری ہوگا، مثلاً چھ گھنٹہ مسلسل پرواز میں رہے گا اور جب اترے گا تو میقات کے اندر اترے گا تو اترنے سے محض گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے احرام باندھ لینا کافی ہوگا اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ میقات سے باہر ہو جائے گا اور میقات کے باہر اترے گا، جب تو کوئی اس کا اشکال ہی نہیں، اتر کر پھر خشکی کے مسافروں کی طرح احرام باندھنے کا اہتمام و انتظام کرے گا۔

(نوٹ) حضرت مولانا شیر محمد صاحب نے جو ان مسائل میں امام مانے جاتے تھے، ان کی بھی اپنی مشہور تصنیف عمدۃ المناسک فی شرح زبدۃ المناسک میں بھی اس انداز کی تحقیق کی ہے، جو احقر نے پیش کی ہے۔

مسئلہ (۲) حنفیہ کے نزدیک بھی ۱۱، ۱۲، ۱۳ (ذی الحجہ) کوری جمرات قبل الزوال جائز نہیں اور دس ذی الحجہ کو قبل الزوال رمی کرنا محض درست اور مباح ہی نہیں ہے؛ بلکہ افضل اور بہتر ہے اور بعد الزوال غروب تک مباح ہے اور غروب آفتاب سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک مکروہ ہے اور اس تفصیل کا ثمرہ محض یہ نکلے گا کہ اگر صبح صادق سے پہلے اگر کوئی رمی جمرہ کرے گا تو تارک نہ قرار پائے گا، باقی افضل یہی ہے کہ دسویں تاریخ کو زوال سے قبل قبل کر لے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۲/۲۵/۱۳۹۹ھ۔

### نقشہ نظری میقات خمسہ

خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق
یلملم	تعمیم	حد و حرم	کعبہ	مسجد حرام
خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق	خط میقاتی حل کبیر و آفاق
قرن منازل	حل صغیر	حل صغیر	حل صغیر	حل صغیر

کراچی بمبئی.....سمندر راستہ جہاز..

(خط میقاتی حل کبیر و آفاق ہندوستان و پاکستان) سمندر راستہ جہاز.....

سمندر راستہ جہاز.....

جدہ

## حج قرآن، تمتع اور افراد کا بیان

### کون سا حج افضل ہے:

سوال: آج کل اکثر حضرات حج تمتع کرتے ہیں، ہندوستان، پاکستان سے جانے والے اکثر حضرات بہت کم افراد، یا قرآن کرتے ہیں تو حج کی کون سی صورت افضل ہے؟  
(نظام الدین، نل گنڈہ)

### الجواب

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب سے افضل طریقہ حج قرآن ہے، جس میں میقات ہی سے عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے، اس کے بعد حج تمتع کا درجہ ہے، جس میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اور ایام حج میں مکہ ہی سے حج کا احرام؛ کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قرآن فرمایا ہے، (۱) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے حج تمتع کیا ہے؛ (۲) لیکن آج کل چوں کہ سفر حج کا نظام الاوقات حاجی کے قابو میں نہیں رہتا اور بعض اوقات وقت سے بہت پہلے حاجی کو مکہ پہنچنا ہوتا ہے، اتنے طویل عرصہ تک احرام کی حالت میں رہنا اور احرام کی ممنوعات سے احتیاط کرنا دشوار ہوتا ہے اور مستحب عمل کے لیے حرام کا ارتکاب کرنا، یا اس کے ارتکاب کا خطرہ مول لینا مناسب نہیں؛ اسی لیے فی زمانہ علمائے دور دراز سے مکہ مکرمہ جانے والوں کے لیے حج تمتع کو افضل قرار دیا ہے۔ علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

”اختار العلامة الشيخ عبد الرحمن العمادی في منسكه التمتع؛ لأنه أفضل من الافراد وأسهل من القران لما على القارن من المشقة في أداء النسكين، لما يلزمه من الجناية من الدمين، وهو أحرى لأمثالنا لا مكان المحافظة على صيانة إحرام الحج من الرفث ونحوه“۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۱۱۹/۳-۱۲۰)

### حج کی افضل صورت:

سوال: حرم سے باہر رہنے والوں کے لیے حج کی کون سی صورت افضل ہے؟

(۱) الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۲۹۵۰، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم

(۲) إعلاء السنن، كتاب الحج : ۳۰۶ / ۱۰ - ۳۰۵، رقم الحديث: ۲۸۷۶

(۳) رد المحتار، كتاب الحج : ۲۰۶ / ۲



الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

قرآن افضل ہے۔ (بحر) (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۸/۱۰)

آفاقی جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کر کے مدینہ چلا جائے، واپسی میں قرآن، یا تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: بخمدت جناب مولانا الحاج مولوی محمد ظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

اب ذیل مسئلہ کثرت الوقوع در پیش ہے، ان کو اچھی طرح واضح کر کے ارقام فرمادیں تو درج کیا جاوے۔  
مسئلہ: آفاقی اپنے وطن سے اس سال کے حج کرنے کی غرض سے اشہر الحج میں نکلا اور وطن سے چلتے وقت، یا میقات سے یہ قصد کیا کہ حد حرم سے باہر باہر مثلاً جدہ سے رابغ، یا ینبوع سے ہوتے ہوئے پہلے مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر بعد میں آ کر حج کریں گے؛ اس لیے میقات سے احرام نہ باندھا، پس جب حل میں پہنچا، جیسے جدہ میں آیا تو وہاں سے مدینہ طیبہ کا راستہ بند ہو گیا؛ اس لیے مکہ مکرمہ کو جانا پڑا۔ اب جدہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں عمرہ بجالایا، یا پھر مدینہ چلا گیا، اب جو مدینہ سے واپسی ہوگی تو یہ شخص ذوالحلیفہ سے قرآن کر سکتا ہے، یا نہ؟ کیوں کہ جب یہ جدہ یعنی حل سے اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھ کر آیا تو یہ حلت کے حکم میں ہے، گویا اب یہ کی ہے، اب اشہر حج میں باہر میقات سے گیا تو اب وہ قارن نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو دم اساءت لازم ہوگا اور اگر وہاں سے فقط حج کرے تو تمتع بھی نہ ہوگا؛ کیوں کہ عمرہ اس کا آفاقی نہیں ہے اور وہاں سے پھر تمتع کرے؛ یعنی عمرہ کا احرام باندھے تو بھی منع

(۱) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "هو (أى القرآن) أفضل، ثم التمتع، ثم الافراد. (البحر الرائق، كتاب الحج، باب القرآن: ۲/ ۶۲۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

القرآن في حق الآفاقي أفضل من التمتع والافراد، والتمتع في حقه أفضل من الافراد، وهذا هو المذکور فی ظاهر الرواية، هكذا في المحيط. (الفتاوى الهندية، الباب السابق في القرآن والتمتع: ۱/ ۲۳۹، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)  
اس سلسلے میں اصل اور بنیاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج افراد تھا تمتع تھا یا قرآن، امام شافعی فرماتے ہیں کہ افراد افضل ہے؛ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج افراد کیا تھا، امام مالک اور امام احمد تمتع کے فضیلت کے قائل ہیں، احناف کہتے ہیں کہ قرآن افضل ہے؛ کیوں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابرؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قرآن فرمایا۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۱/ ۹۹۰، رقم الحديث: ۱۹۷۱، کتاب المناسک، باب من قرن الحج والعمرة) لیکن اس روایت کی سند میں ایک راوی تاج بن ارطاة ہیں، جو ضعیف اور مدلس ہیں۔ (نصب الرأی: ۳/ ۱۱۱) تاہم حضرت انسؓ کی یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسانی آت من ربی وأنا بالعقیق، فقال: قم فصل فی ہند الوادی المبارک رکعتین، وقل: لبیک بعمرة فی حجة. (صحيح البخاری، رقم الحديث: ۴۳۵۴، باب بعث علی بن أبی طالب وخالد بن ولید إلى الیمن قبل حجة الوداع، مسلم، رقم الحديث: ۱۲۳۳، کتاب الحج. باب فی الافراد والقرآن بالحج والعمرة) حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باواز بلند فرمایا "لبیک بعمرة فی حجة، نیز حضرت انسؓ ہی کی روایت، تابعوا بین الحج والعمرة فإن المتابعة بينهما تزيد فی العمر وتنقی الفقیر. (سنن النسائی، باب فضل المتابعة بین الحج والعمرة: ۱۱۵/۵، سنن الترمذی، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة) یہ روایتیں بتلاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قرآن فرمایا تھا، اس لیے حج قرآن افضل ہے، سند کے اعتبار سے بھی یہ روایتیں صحیح ہیں۔ (انیس)

ہے؛ کیوں کہ عمرہ اس کا آفاقی نہیں ہے اور وہاں سے پھر تمتع کرے؛ یعنی عمرہ کا احرام باندھے تو بھی منع ہے؛ کیوں کہ مکہ کے حکم میں ہے، اس مسئلہ کو میں تو یہی سمجھا ہوں۔ مناسک متوسط اور غنیۃ الناسک میں یہ قواعد ہیں، یہ مسئلہ تو غنیۃ الناسک میں صریح ہے کہ جو حاجی آفاقی اشہر الحج میں آ کر عمرہ بجالاوے، مدینہ طیبہ کو گیا اور وہاں سے قرآن کر کے آوے تو دم اساءت لازم ہے، سابق صورت بھی ایسی ہی ہے، تحقیق سے جواب عنایت ہو، اکثر حاجی ایسا کرتے ہیں؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق:

قال فی شرح اللباب فی باب المواقی: وإن لم یعلم المحاذات فعلی مرحلتین من مکة كجدة المحروسة من طرف البحر، آه. (ص: ۳۰)

وفی غنیۃ الناسک: فشرائط صحته (أی التمتع) أن یکون من أهل الآفاق والعبرة للتوطن. (ص: ۱۱۳)

وفیه أيضاً: ولا یشرط أن یکون إحرام العمرۃ من المیقات ولا إحرام الحج من الحرم بل هو من الواجبات، آه.

وفیه أيضاً: الخامس عدم الإلزام الصحیح وهو أن یرجع إلى أهله بعد العمرۃ حلالاً ولو عاد إلى غیر أهله إلى موضع لأهله التمتع والقرآن إتخذها داراً أولاً توطن لها أولاً ثم حج من عامه یکون متمتعاً عنده لا عندهما ولو خرج من الإحرام ولم یجاوز المیقات وحج من عامه یکون متمتعاً بالاتفاق، آه. (ص: ۱۱۴)

وفیه أيضاً: وهو متمتع إن حج من عامه وكذا لو خرج إلى الآفاق لحاجة فقرن لا یکون قارناً عند أبی حنیفة وعليه رفض أحد هما ولا یبطل تمتعه؛ لأن الأصل عنده أن الخروج فی أشهر الحج إلى غیر أهله كالأقامة بمكة فكأنه لم یخرج وقرن من مكة وأما عندهما فكا الرجوع إلى أهله فإذا بطل تمتعه ثم إذا قرن من المیقات كان قارناً، آه. (ص: ۱۱۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں صاحبین کے نزدیک جب یہ شخص مکہ سے مدینہ چلا گیا اور میقات سے تجاوز کر گیا، اب یہ آفاقی ہو گیا اور واپسی میں اس کو قرآن و تمتع دونوں جائز ہیں؛ کیوں کہ خروج إلى الآفاق و تجاوز عن المیقات سے تمتع اول باطل ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک تمتع باطل نہیں ہوا؛ اس لیے اس کو مدینہ سے واپسی میں قرآن و تمتع نہ کرنا چاہیے اور امام صاحب کے قول پر عمرہ اولی کی وجہ سے تمتع اس طرح صحیح ہو گیا کہ تمتع کے لیے عمرہ کا آفاقی ہونا شرط صحت نہیں؛ بلکہ واجبات سے ہے، بدون عمرہ آفاقیہ کے بھی تمتع ہو سکتا ہے، گودم اساءت لازم آئے گا؛ مگر میرے نزدیک صورت مسئلہ میں دم اساءت بھی لازم نہیں؛ کیوں کہ آفاقی ہندی کا جدہ سے احرام باندھنا بھی احرام من المیقات ہی ہے؛ کیوں کہ میقات اور محاذات میقات کا جہاز میں ہم کو علم نہیں ہو سکتا، سوائے قول

کافر پر اعتماد کرنے کے اور وہ معتبر نہیں، پس جہاز میں احرام باندھنا صرف افضل ہے، واجب نہیں؛ بلکہ جدہ سے احرام واجب ہے اور وہی آفاقی ہندی کی اصل میقات ہے، پس عمرہ آفاقیہ ہوا اور دم اساءت لازم نہ ہوا، نہ قول امام میں، نہ قول صاحبین میں اور اگر قول امام پر اسقاط دم اساءت میں تکلف ہو تو قول صاحبین پر اس کا سقوط ظاہر ہے اور جب ابتلاء عام ہے تو اس مسئلہ میں قول صاحبین پر فتویٰ دینا چاہیے۔ واللہ اعلم

۱۳ محرم ۱۳۳۶ھ (امداد الاحکام: ۱۸۲۳)

### مفرد اور قارن کے لیے سعی:

- سوال (۱) مفرد اور قارن کو طوافِ قدم میں سعی کرنا چاہیے، یا نہیں؟
- (۲) طواف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، یا خلفائے راشدین سے کون دعائیں منقول ہیں؟ طواف کرنے والا اپنی زبان میں جو دعا چاہے پڑھے، جائز ہے، یا نہیں؟ (سید شاہ علی)

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

- (۱) طوافِ قدم میں سعی کرنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا؛ کیوں کہ طواف کیا جاتا ہے مسجد حرام میں اور سعی کی جاتی ہے خارج مسجد، صفا و مروہ کے درمیان۔
- (۲) بہت سی دعائیں ایسے موقع پر پڑھنے کے لیے علما نے لکھی ہیں۔ مستقل رسائل بھی تصنیف کئے ہیں۔ ایک دعا جو حدیث شریف میں آئی ہے، یہ ہے: ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، رَبَّنَا اَتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“۔ (۱)
- یہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھی جاتی ہے، دعا اپنی زبان میں بھی درست ہے؛ (۲) لیکن جس شخص کو عربی کی دعا یاد نہ ہو، اس کے لیے ”سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم“ پڑھنا بہتر ہے، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (وکذا فی شرح سفر السعادة، ص: ۳۴۱) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد عفی عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۸۸-۳۸۹)

- (۱) نیل الأوطار، کتاب المناسک، باب ذکر اللہ فی الطواف: ۱۲۰/۵، مکتبۃ عباس أحمد الباز مکة المكرمة
- (۲) والدعاء يجوز بالعربية وبغير العربية واللہ سبحانہ يعلم قصد الداعی ومراہ وان لم يقوم لسانہ، فإنه يعلم ضجيج الأصوات باختلاف اللغات على تنوع الحاجات. (مجموعة الفتاوى لابن تيمية، باب صفة الصلاة: ۲۸۷/۲۲، مکتبۃ العبيکان سعودیہ)
- وظاهر التعليل أن الدعاء بغير العربية بخلاف الأولى، وإن الكراهة فيه تنزيهية. (رد المحتار، مطلب في الدعاء بغير العربية: ۵۲۱/۱، سعيد)

- (۳) شرح سفر السعادة للشيخ عبد الحق الدهلوی، فصل در حج، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم الخ، ص: ۳۴۱،

## مفرد اور قارن طواف میں سعی کرے گا، یا نہیں:

جناب مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی عَم فیضہ

سلام مسنون

میرے استفتاء کا جواب ملا؛ مگر تشفی نہیں ہوئی، میں نے عرض کیا تھا کہ ”مفرد اور قارن طواف کے بعد سعی کرے، یا نہیں؟“ آپ نے لکھا ہے کہ ”میری سمجھ میں نہیں آیا“ حالاں کہ موٹی بات ہے، عرض یہ ہے کہ جس طرح تمتع والا طواف کر کے صفا و مروہ جا کر سعی کرتا ہے، ان دونوں کو بھی سعی کرنا چاہیے، یا نہیں؟ یا کب سعی کرے؟ اب یہ عرض بھی ہے کہ مفرد اور قارن طوافِ قدم میں عمرہ کی نیت کرے، یا طوافِ قدم کی اور مفرد و قارن سعی کب کرے گا؟

(سید شا کر علی، از شاہ پور، ضلع فتح پور)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

آپ دوبارہ اپنے خط کو دیکھئے، اس میں لکھا ہے: ”مفرد اور قارن طواف میں سعی کرے گا، یا نہیں؟“؟ موٹی سی بات ہے کہ طوافِ مسجدِ حرام میں ہوتا ہے اور سعی بین الصفا والمروة ہوتی ہے، پھر طواف میں سعی کرنے کا مطلب کیسے سمجھ میں آئے۔ اب آپ نے مطلب کی وضاحت کی ہے، جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی طواف کرنے کے بعد صفا و مروہ جا کر سعی کرنا چاہیے، قارن والا عمرہ کے لیے طواف کرتا ہے، پھر عمرہ ہی کے لیے سعی کرتا ہے، اس کے بعد حج کے لیے طوافِ قدم کرتا ہے، پھر سعی بھی اسی کے لیے کرتا ہے، درمیان میں حلال نہیں ہوتا، پھر بقیہ ارکانِ حج ادا کرتا ہے اور یوم النحر میں ذبح کے بعد ممنوعاتِ احرام حلال ہو جاتے ہیں۔

كذا في مجمع الأنهر: (فإذا دخل مكة، ابتداءً بالعمره (فطاف للعمرة) سبعة أشواط، يرمل للثلاثة الأول، ويصلي بعد الطواف ركعتين، (وسعى) بين الصفا والمروة، ويهرول بين الميئين الأخضرين، ولا يتحلل، ولو تحلل بأن حلق أو قصر، كان جنابة على إحرام الحج وإحرام العمره؛ لأن تحلل القارن من العمره إنما هو يوم النحر. (۱) فقط واللہ اعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲ محرم ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۹۰)

== وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، يقول: من طاف بالبيت سبعاً، ولا يتكلم إلا بسبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله، محيت عنه عشر سيئات، وكتبت له عشر حسنات، ورفع له بها عشر درجات. (رواهما ابن ماجه) (نيل الأوطار، كتاب المناسك، باب ذكر الله في الطواف: ۱۲۰/۵-۱۲۱، مكتبة عباس أحمد البازمكة المكرمة)

(۱) مجمع الأنهر، كتاب الحج، باب القران والتمتع: ۲۸۷/۱-۲۸۸، دار احياء التراث العربی، بیروت

### تمتع کا مدینہ طیبہ جانا، پھر عمرہ کرنا:

- سوال (۱) ایک شخص آفاقی اُشہر حج میں مکہ مکرمہ گیا اور عمرہ ادا کیا، عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، مدینہ منورہ سے واپسی پر دوسرا عمرہ کیا، پھر حج کا احرام مکہ سے باندھا۔ کیا اس کا تمتع صحیح ہے، یا نہیں؟
- (۲) اس پر دم تمتع ہے، یا نہیں؟
- (۳) کیا اس پر کوئی دم جبر ہے، یا نہیں؟
- (۴) تمتع پہلے عمرہ، یا دوسرے عمرہ سے ادا ہوا؟
- (۵) آفاقی کے لیے ایک عمرہ سے زائد کرنا اُشہر حج میں صحیح ہے، یا نہیں؟
- (۶) مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر فقط حج کا احرام باندھا تو اس کا تمتع ادا ہوگا، یا نہیں؟
- (۷) کیا اس پر دم جبر ہے، یا نہیں؟
- (۸) آفاقی حاجی کا اُشہر حج میں میقات سے باہر نکلنا کیسا ہے؟
- (۹) ان صورتوں میں بہتر کون سی صورت ہے؟

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

”اُشہر حج میں اگر کوئی شخص عمرہ کر کے مدینہ طیبہ چلا گیا، پھر وہاں سے واپسی کے بعد صرف حج کا احرام باندھ کر آیا تو تمتع صحیح ہوگا، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے، ان کے نزدیک پہلا تمتع باطل ہو گیا۔ ہاں اگر پھر مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور پھر حج کرے تو ان کے نزدیک تمتع ہو جائے گا؛ مگر امام صاحب کے نزدیک ایسا نہ کرے۔“ معلم الحج، ص: ۲۱۸، میں مولانا شیر محمد کے حاشیہ نمبر: ۱، سے یہ عبارت لی گئی ہے۔ (۱) اس عبارت سے آپ کے تمام سوالات کے جوابات صراحتاً، یا اشارۃً نکل آئے۔ اب نمبر وار جوابات لیجئے:

(۱) صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے۔

(۱) معلم الحج: ۲۵۳، ادارۃ القرآن، کراچی، وقرة العینین فی زیارة الحرمین، ص: ۲۶۰-۲۶۳، شہزادہ ٹرسٹ / وزبذہ المناسک مع عمدہ المناسک، ص: ۳۰۹-۳۱۸، سعید

”قولہ: لبقاء سفرہ) أما إذا أقام بمكة أو داخل المواقيت، فلأنه ترفق بُنسكين في سفر واحد في أشهر الحج، وهو علامة التمتع. وأما إذا أقام خارجها، فذكر الطحاوی أن هذا قول الإمام، وعندهما لا يكون متمتعاً؛ لأن المتمتع من كانت عمرته ميقاتية، وحجته مكية، وله أن حكم السفر الأول قائم ما لم يعد إلى وطنه، وأثر الخلاف يظهر في لزوم الدم. وغلطه الجصاص في نقل الخلاف، بل يكون متمتعاً اتفاقاً؛ لأن محمداً ذكر المسئلة، ولم يحك فيها خلافاً. قال أبو اليسر: وهو الصواب. وفي المعراج: أنه الأصح، إلخ.“ (رد المحتار، كتاب الحج، باب التمتع: ۵۴۲/۲، مكتبة دار الفكر بيروت، انیس)

(۲) ان کے نزدیک دم تمتع واجب ہے۔

(۳) میقات سے باہر چلے جانے کی وجہ سے اس کا پہلا تمتع باطل ہو گیا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر دم جبر

واجب ہو۔

(۴) دوسرے عمرہ سے تمتع منعقد ہوا۔

(۵) اس میں اختلاف ہے، معلم الحجاج ص: ۲۲۱، پر یہ مسئلہ مذکور ہے اور حاشیہ نمبر: ۱، پر اختلاف نقل کیا ہے۔ (۱)

(۶) امام صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع ادا ہو جائے گا۔

(۷) اس پر دم جبر واجب نہیں۔

(۸) نامناسب ہے۔

(۹) بہتر صورت امام صاحب کے نزدیک یہی ہے کہ مدینہ طیبہ سے فقط حج کا احرام باندھ کر آئے، عبادات

میں بروقت اختلاف امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۱/۱۰-۳۹۳)

ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے کیا تمتع باقی رہے گا:

سوال: ایک شخص جو رمضان سے پہلے مکہ معظمہ جا کر عمرہ کر کے حلال ہو کر مقیم رہا اور اشرہ حج وہیں شروع ہو گئے، پھر شوال میں مدینہ منورہ گیا، مدینہ سے واپسی کے وقت بہتر بات یہ ہے کہ حج کا احرام باندھ کر آئے؛ لیکن عمرہ کا احرام بندھ کر آنے کی گنجائش ہے، یہ گنجائش مذکورہ دونوں صورتوں والوں کے لیے ہے۔ یا فرض ہے؟ اور اجازت کی وجہ کیا یہی ہے کہ یہ حاجی آفاقی ہے اور حقیقی طور پر مکمل نہیں ہے؟ دوسرا وہ جو اشرہ حج میں عمرہ کے احرام سے مکہ معظمہ جا کر حلال ہوا؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جس شخص نے اشرہ حج میں عمرہ کر لیا ہے، اس کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا، پھر اس سال حج کر کے وطن واپس ہوگا، امام صاحب کے نزدیک وہ شخص متمتع ہے، اس کو ایک عمرہ کر لینے کے بعد حج سے پہلے مدینہ سے چل کر عمرہ کرنے سے امام صاحب منع فرماتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک مدینہ طیبہ چلے جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا، اب اگر دوبارہ وہ عمرہ کرے گا تو تمتع صحیح ہو جائے گا، جس شخص نے اشرہ حج میں عمرہ نہیں کیا، اگر چہ اس سے پہلے کیا ہو، وہ متمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کر سکتا ہے۔ (۱)

”قال فی الباب: ولا یعتبر قبل الحج. وقال القاری فی الشرح: ولهذا بناءً علی أن المتمتع آفاقی غیر ممنوع

من العمرة، فجاز له تكرارها؛ لأنها عبادة مستقلة كالطواف“ (لباب المناسك مع المسلك المتقسط فی المنسك

المتوسط لملا علی القاری، ص: ۳۱۹، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) سوالات کو تفصیلی جوابات کے ساتھ دیکھیے: فتاویٰ رحیمیہ: ۳۹۶/۶، دارالاشاعت کراچی

مدینہ طیبہ کی زیارت سے فارغ ہو کر جب حج کے لیے آئے اور احرام باندھ کر عمرہ کرے تو اس میں کوئی اشکال ہی نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۱۳۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۱۳۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۳/۱۰)

اشہر حج سے پہلے عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا:

سوال: حج میں اگر حاجی ایام حج سے پہلے حج تمتع میں عمرہ کا احرام باندھ کر حرم میں داخل ہوا اور عمرہ کے سب کام کرے، تو اس کا حج تمتع ہو جائے گا، یا اس کو پھر ایام حج میں عمرہ کرنا پڑے گا، تب حج تمتع درست ہوگا؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اشہر حج شروع ہونے سے پہلے یعنی شوال شروع ہونے سے پہلے اگر عمرہ کیا اور پھر حج کیا تو وہ تمتع نہیں ہوگا۔ (۲)  
اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو کر پھر حج کے لیے احرام باندھ کر حج کرنے سے تمتع ہوگا۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۱۳۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۳/۱۰-۳۹۵)

(۱) فأما إذا عاد إلى غير أهله، بأن خرج من الميقات، ولحق بموضع لأهله القران والتمتع كالبصرة مثلاً أو نحوها، واتخذ، أو لم يتخذ هناك داراً، توطن بها أو لم يتوطن، ثم عاد إلى مكة، وحج من عامه ذالك، فهل يكون متمتعاً؟ ذكر في الجامع الصغير أنه يكون متمتعاً، ولم يذكر الخلاف. وذكر القاضي أيضاً أنه يكون متمتعاً، في قولهم. وذكر الطحاوي: أنه يكون متمتعاً في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى: وهذا وما إذا أقام بمكة، ولم يبرح منها سواء. وأما في قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: فلا يكون متمتعاً، ولحقه بموضع لأهله التمتع والقرآن، ولحقه بأهله سواء. وجه قولهما: أنه لما جاوز الميقات، ووصل إلى موضع لأهل التمتع والقرآن، فقد بطل حكم السفر الأول، وخرج من أن يكون من أهل مكة؛ لوجود إنشاء سفر آخر، فلا يكون متمتعاً كما لو رجع إلى أهله. ولأبي حنيفة رحمه الله تعالى: أن وصوله إلى موضع لأهله القران والتمتع لا يبطّل السفر الأول ما لم يعد إلى منزله؛ لأن المسافر ما دام يتردد في سفره، يعد ذلك كله منه سفرًا واحداً، ما لم يعد إلى منزله، ولم يعد ههنا، فكان السفر الأول قائماً، فصار كأنه لم يبرح من مكة، فيكون متمتعاً، ويلزمه هدى المتعة. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان ما يحرم به: ۱۷۵/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) لا يسمى تمتعاً إذا كان أحدهما في غير أشهر الحج، والآخر في أشهر الحج. (تبين الحقائق، باب التمتع: ۳۳۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

وعلم من هذا أن الاعتمار في سنة قبل أشهر الحج مانع من التمتع في سنته. (البحر الرائق، باب التمتع: ۶۴۵/۲، رشيدية) الشامنة: واختلفوا فيمن إنشأ عمرة في غير أشهر الحج، ثم عمل لها في أشهر الحج، فقال، مالک: عمرته في الشهر الذي حل فيه، يريد إن كان حل منها في غير أشهر الحج، فليس بمتمتع، وإن كان حل منها في أشهر الحج، فهو متمتع، إن حج من عامه. (تفسير القرطبي (سورة البقرة: ۱۹۶): ۲۶۴/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) أما المتمتع فالمعروف أنه الاعتمار في أشهر الحج، ثم التحلل من تلك العمرة، والإهلال بالحج في تلك السنة. (فتح الباري، باب التمتع والقرآن والافراد بالحج، وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدى: ۵۳۹/۳، قديمي)

قارن کے لیے وطن کے اعتبار سے حرم میں قربانی افضل ہے:

سوال: قارن قرآن کے شکر میں قربانی دینے کے بعد وہ اور بھی قربانی جو اپنے وطن میں کرتا تھا وہاں کرے، یا اپنی اولاد کو وطن میں قربانی کرنے کو کہہ دے۔ کون افضل ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اس کی طرف سے اس کی اولاد قربانی کر دے گی، اس کے کہنے کے مطابق تو اس کی قربانی درست ہو جائے گی؛ (۱) لیکن حرم محترم میں قربانی کا اجر بہت زیادہ ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۵/۱۰)

عمرہ کے بعد کیا بال منڈوانا لازم ہے:

سوال (۱) زید جدہ میں ملازم ہے، تقریباً ہر ہفتہ عمرہ کرتا ہے، عمرہ کے بعد باریک مشین سے بال کٹوا دیتا ہے، استرہ سے نہیں مونڈتا ہے؛ کیوں کہ اس نے معلم الحجاج میں پڑھا ہے کہ بال کتروانے کی اجازت ہے، اگرچہ مونڈوانا افضل ہے۔ ہر ہفتہ عمرے کے بعد بال رگڑ کر مشین سے کٹوا دیتا ہے، اسی طرح بہت سے عمرہ کر چکا ہے، اس دفعہ عمرہ کے بعد کسی شخص نے بتایا کہ اس طرح جائز نہیں، بال منڈوانا لازم ہے۔ برائے مہربانی مجھے مطلع فرمائیں کہ یہ شخص تو اب تک اسی طرح بیسیوں عمرے کر چکا ہے، اب وہ کیا کرے؟ اس کا کیا علاج کرے، جو کہ وہ کر چکا ہے؟

حج کے مہینوں میں بار بار عمرہ:

(۲) کیا حج کے مہینوں میں عمرہ جائز ہے؟ معلم الحجاج والے بزرگ کہتے ہیں کہ جائز ہے؛ لیکن کئی دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ صحیح جواب کا انتظار ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

(۱) اگر مشین ایسی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا بال بھی کاٹ دیتی ہے تو اب کسی تدارک کی ضرورت نہیں، سب عمرہ درست ہو گئے، البتہ ایسی حالت میں احتیاط یہ ہے کہ استرہ پھیر دیا کریں۔ (۳)

(۱) وكذا لك لولم يوص وأمر رجلاً أن يضحي عنه ولم يسم شيئاً، فهو جائز. (الفتاوى الهندية: ۳۰۶/۵، كتاب الأضحية، الباب التاسع في المتفرقات، رشيدية)

(۲) وجائت أحاديث تدل على تفضيل ثواب الصوم وغيره من القربات بمكة إلا أنها في الثبوت ليست كأحاديث الصلاة فيها. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في مضاعفة الصلاة بمكة: ۵۲۰/۲، سعيد)

(۳) فإن حلق رأسه بالنورة أجزأه، والموسى أفضل، أما الجواز فلحصول المقصود، وهو إزالة الشعر، وأما أفضلية الحلق بالموسى. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل أما الحق والتقصير: ۹۹/۳ - ۱۰۰، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)



(۲) عمرہ صرف ایام حج میں نہیں، بقیہ تمام سال جائز ہے۔ (۱) البتہ جو شخص تمتع کرے یعنی اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر اسی سال حج کرے تو بعض فقہانے لکھا ہے کہ ایک دفعہ اشہر حج میں عمرہ کرنے کے بعد حج سے پہلے اگر عمرہ کرے گا تو تمتع باطل ہو جائے گا؛ مگر دوسرے فقہانے فرمایا ہے کہ جب دوسرا عمرہ کیا تو اس کے ذریعہ سے تمتع ہو جائے گا، علیٰ ہذا القیاس جتنے عمرے کرے گا، اخیر عمرہ کے ذریعہ تمتع ہو جائے گا۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۶/۱۰-۳۹۷)

### صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمتع سے منع کرنے کی وجہ:

سوال: حج کی اقسام ثلاثہ سے تمتع کے اندر آدمی افعال عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں ایام حج تک حلال ہو کر اپنے علاقائی لباس، وضع قطع، ہیئت، نیز خاندانی اور قومی خصوصیات و امتیازات کے ساتھ رہتا ہے، چوں کہ اس صورت میں حجاج کرام میں باہمی علاقائیت کے جذبات ابھرنے، تخریب، گروہ بندی، نیز قومی خاندانی، ملکی عصبيت کے جذبات پیدا ہونے کا قوی امکان؛ بلکہ یقین ہے، جو مقصد حج یعنی اتحاد بین المسلمین، باہمی یگانگت مساوات وغیرہ کے منافی ہے؛ اس لیے دورِ خلافت راشدہ میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے خلافت کے زمانہ میں تمتع پر بالکل پابندی لگا رکھی تھی اور قطعاً کسی کو تمتع کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی؛ لیکن پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تیسیراً علی الناس (لوگوں کی سہولت کی غرض سے) تمتع کی اجازت دے دی اور لوگوں نے تمتع کیا، چنانچہ مذکورہ بالا مفاسد (علاقائیت کے جذبات تخریب، گروہ بندی وغیرہ) امکان سے فعل میں آگئے، لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف میٹنگیں کیں اور ان کے خلاف محاذ قائم کیا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں خود، یا صحابہ، یا تابعین

(۱) اتفق العلماء علی أن العمرة تجوز فی أى وقت من أوقات السنة فی أشهر الحج وغیرھا، الخ. (الفقه الإسلامی وأدلته، باب وقت العمرة: ۶۶/۲، المكتبة الحقایقہ پشاور)

وقت العمرة (السنة): أى أيامها (كلها وقت لها): أى لجوازها، (إلا أنه): أى الشان (یکره تحریماً): أى کراهة تحريم ... (إنشاء إحرامها فی الأيام الخمسة): أى المذكورة سابقاً، إلخ. (مناسک الملا علی القاری، باب العمرة، فصل فی وقتها، ص: ۴۶۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی)

(۲) لوم أحرم لعمرة قبل أشهر الحج فقضاها وتحلل وأقام بمكة، فأحرم بعمرة، ثم حج من عامه ذلك، لم يكن متمتعاً، فإن كان حين فرغ من الأولى خرج، فجاوز الميقات قبل أشهر الحج، فأهل منه لعمرة في أشهر الحج، وحج من عامه فهو متمتع، وإن كان جاوز الميقات في أشهر الحج، لم يكن متمتعاً، إلا إذا خرج إلى أهله، ثم اعتمر، ثم حج من عامه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وعندهما: هو متمتع جاوز الميقات قبل أشهر الحج أو بعدها، كذا في محيط السرخسی. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السابع فی القرآن والتمتع: ۲۳۹/۱، ۲۴۰، مكتبة زکریا دیوبند، انیس)

میں سے کسی نے ان کے علم اور اجازت سے کبھی تمتع نہیں کیا؟ مذکورہ بالا خیال تاریخ، اقوال و آثار اور عمل صحابہ ان کی روشنی میں صحیح ہے؟ اگر صحیح ہو تو اس کی تائید کی روایات اقوال و آثار صحابہ میں سے کچھ بطور مثال تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

(۲) اگر یہ خیال صحیح نہیں نہ ہو؛ بلکہ حضرات شیخین کے دور میں تمتع معمول نہ ہوا اور اس پر عام پابندی و تکبر نہ ہو، تو اقوال و آثار صحابہ میں سے کچھ اس کی تائید میں حوالہ کے ساتھ نقل فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں؟

(۳) حضرات شیخین کے دور میں قرآن، یا افراد کی شکل میں حج ہوتا تھا اور طواف زیارت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جبراً و کرہاً (حتی کہ دُرے سے پٹائی کر کے) آفاقی حجاج کرام کو اپنے وطن واپس کر دیتے تھے اور مکہ معظمہ میں قیام نہیں کرنے دیتے تھے؛ کیوں کہ اب وہ احرام سے حلال ہو کر اپنے اصلی وضع قطع اور لباس وغیرہ میں آگے ہیں؛ اس لیے کہ کہیں مذکورہ بالا مفاسد پیدا نہ ہو جائیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جن بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حج و عمرہ ایک ساتھ کرنے کو منع فرمایا ہے، اس کی تین وجوہ حافظ ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں لکھی ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حج کی طرح عمرہ بھی مستقل عبادت ہے، اس کے لیے بھی مستقل سفر کیا جائے، جیسا حج کے لیے کیا جاتا ہے، اس کو حج کے ضمن میں ادا کرنے سے اس کی استقلالی شان نہیں رہے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح اوقات حج میں زائرین و طائفین سے بیت اللہ معمور رہتا ہے، اسی طرح غیر اوقات حج میں بھی معتمرین سے معمور رہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حجاج و معتمرین سب ہی ایک وقت میں جمع ہوں تو ازدحام زیادہ ہو کر سب کو ضیق ہوتی ہے، اس سے حفاظت رہے اور مناسک بہ آسانی ادا ہوں، لہذا جو کچھ اختلاف ہے، وہ حضر و اباحت کا اختلاف نہیں؛ بلکہ فضیلت کا اختلاف ہے۔

”وقد روى عن أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في هذه المتعة روايات ظاهرها يقتضى الاختلاف فى إباحتها، وإذا حصلت، كان الاختلاف فى الأفضل، لا فى الحظر والاباحة“۔ (كذا فى أحكام القرآن: ۱/۲۸۲) (۱)

”وذلك لمعان: أحدها: الفضيلة، ليكون الحج فى الأشهر المعلومه له، وتكون العمرة فى غيرها من الشهور، والثانى أنه أحب عمارة البيت ويكثر زواره فى غيرها من الشهور، والثالث: أنه رأى إدخال الرفق على أهل الحرم بدخول الناس إليهم، فقد جائت بهذه الوجوه أخبار مفسرة عنه، آه“۔ (أحكام القرآن) (۲)

”وزعم من صحح نهى عمر عن التمتع، أنه إنما نهى عنه، لينجع البيت مرتين أو أكثر فى العام، حتى تكثر عمارته بكثرة الزوار له فى غير الموسم، وأراد إدخال الرفق على أهل الحرم بدخول الناس تحقيقاً لدعوة إبراهيم“۔ (تفسير القرطبي) (۳)

(۲۱) احکام القرآن للجصاص، سورة البقرة، باب التمتع بالمعرة إلى الحج: ۳۹۰/۱، قديمی

(۳) تفسیر سورة البقرة، الآية: ۱۹۶/۲۰۶، دار احیاء التراث العربی بیروت

پھر وہ اخبار بھی سند کے ساتھ نقل کی ہیں، جن سے ان وجوہ پر استدلال مقصود ہے، اس کے بعد اپنی سند حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچا کر لکھا ہے۔

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سمعت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول: ”لو اعتمرت، ثم اعتمرت، ثم اعتمرت، ثم حججت لتمتعت“. ففي هذا الخبر اختياره للمتعة، فثبت بذلك أنه لم يكن ما كان منه في أمر المتعة على وجه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وإنما كان على وجه اختيار المصلحة لأهل البدل تارة ولعمارة البيت أخرى“ (۱)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق سنئے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: لأن اعتمر في شوال، أو في ذي القعدة، أو في ذي الحجة في شهر يجب على فيه الهدى أحب إلى من أن اعتمر في شهر لا يجب عليه فيه، آه“ (أحكام القرآن: ۲۸۵/۱) (۲)

بخاری شریف، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ حصار ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں عمرہ کے لیے جانا اور جب فتنہ کی وجہ سے بعض اولاد نہ جانے کا مشورہ دیا تو یہ فرما کر منقول ہے:

”عن نافع أن بعض بني عبد الله قال له: لو أقمت العام، فإني أخاف أن لا تصل إلى البيت، قال: خرجنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فحال كفار قریش دون البيت، فبحر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم هداياه، وحلق، وقصر أصحابه، أشهدكم أني أوجبتم عمرة، فإن خلى بيني وبين البيت، طفئت، وإن حيل بيني وبين البيت، صنعت كما صنع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فسار ساعة، ثم قال: ما أرى شأنهما إلا واحدة، أشهدكم أني قد أوجبتم حجة مع عمرتي، آه“ (صحيح البخاری، ص: ۶۰۱) (۳)

امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد اشکال باقی نہیں رہے گا۔

تنبیہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمتع سے منع فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اجازت دی ہے، (کما فی احکام القرآن: ۲۸۵/۱) (۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۹۷-۴۰۰)

- (۱) احکام القرآن للجصاص، سورة البقرة، باب التمتع بالعمرة إلى الحج: ۳۹۰/۱، قديمی / ومصنف ابن ابی شيبه، باب في المتعة من كان يراها أو يرحس فيها: ۲۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس
- (۲) احکام القرآن للجصاص، سورة البقرة، باب التمتع بالعمرة الى الحج: ۳۹۰/۱، قديمی
- (۳) صحيح البخاری، باب غزوة الحديبية، لقول الله تعالى: ﴿لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة﴾ (الآية: ۶۰۱/۲)، قديمی
- (۴) عن قتادة قال: سمعت جري بن كليب يقول: رأيت عثمان ينهى عن المتعة وعلى يأمر بها، إلخ“ (أحكام القرآن للجصاص، سورة البقرة، باب التمتع بالعمرة إلى الحج: ۳۴۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

## حج تمتع کرنے والوں کے لیے عمرہ:

سوال: جو لوگ محض تمتع کر رہے ہوں، کیا ان کے لیے یہ بات درست ہے کہ مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد حج سے پہلے مزید عمرہ کر لیں؟  
(عبدالرحمن، ورنگل)

### الجواب

حج تمتع کرنے والا آفاقی بھی عمرے کر سکتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں: ”والظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون متمتعاً من إتيان العمرة، فإنه زيادة عبادة، إلخ“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۷۱/۴)

## حج تمتع میں عمرہ کے بعد بیوی سے قربت:

سوال: حاجی حج تمتع میں احرام عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد کیا اپنی بیوی سے قربت کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بہ تقاضائے بشریت اگر ایسا ہو گیا تو اس کے لیے شریعت نے کیا حکم دیا ہے؟  
(محمد نعیم قادری، نظام آباد)

### الجواب

حج تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جائے اور حرم شریف پہونچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے، پھر جب ایام حج شروع ہوں تو حج کا احرام باندھا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد احرام باندھنے والا حلال ہو جاتا ہے اور جیسے دوسری منوعات احرام اس کے لیے حلال ہو جاتی ہیں، اسی طرح میاں بیوی کے درمیان تعلق بھی جائز ہے، اس میں کوئی قباحہ نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کچھ واجب ہوتا ہے۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۷۲/۴)

## حکم تبدیل احرام حج بعمرہ:

سوال: حجۃ الوداع میں آپ نے محرمین حج کو حکم دیا کہ جس نے سوق ہدی نہ کی، وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے، چنانچہ ایسا کیا گیا، آیا اب بھی احرام حج مبدل بعمرہ ہو سکتا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

### الجواب

مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام احمد اب بھی اس فتح الحج بالعمرة کے جواز کے قائل ہیں اور جمہور مانع ہیں۔ دلیل جمہور کی

(۱) منحة الخالق على البحر الرائق: ۳۶۸/۲

(۲) (قَوْلُهُ وَأَقَامَ بِمَكَّةَ حَلَالًا) هَذَا لَيْسَ بِلَازِمٍ فِي التَّمَتُّعِ، بَلْ إِنْ أَقَامَ بِهَا حَجَّ كَأَهْلِهَا فَمِيقَاتُهُ الْحَرَمُ، وَإِنْ أَقَامَ بِالْمَوَاقِيتِ أَوْ دَاخِلِهَا حَجَّ كَأَهْلِهَا فَمِيقَاتُهُ الْجِلُّ، وَإِنْ أَقَامَ خَارِجَ الْمَوَاقِيتِ أُحْرِمَ فِيهَا كَذَا فِي الْقَهْصَتَانِي، فَقَوْلُهُ ثُمَّ يُحْرِمُ بِالْحَجِّ يَجْرِي عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ ط، تَنْبِيْهُ: أَفَادَ أَنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَفْعَلُهُ الْحَلَالُ، فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ مَا بَدَأَ لَهُ وَيَعْتَمِرُ قَبْلَ الْحَجِّ، وَصَرَّحَ فِي اللَّيَالِي أَنَّهُ لَا يَعْتَمِرُ: أَيْ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ صَارَ فِي حُكْمِ الْمَكِّيِّ وَأَنَّ الْمَكِّيَّ مَمْنُوعٌ مِنَ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَإِنْ لَمْ يَحْجَّ، وَهُوَ الَّذِي حُطَّ عَلَيْهِ كَلَامُ الْفَتْحِ وَخَالَفَهُ فِي الْبَحْرِ وَغَيْرِهِ بِأَنَّهُ مَمْنُوعٌ مِنْهَا إِنْ حَجَّ مِنْ عَامِهِ وَسَيَاتِي تَمَامُهُ. (رد المحتار، باب التمتع: ۵۳۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

”قال: قلت: يا رسول الله! فسخ الحج، لنا خاصة، أم للناس عامة، قال: بل لنا خاصة“۔ (رواہ

أبو داؤد والنسائی) (۱)

اور اس حدیث کو گویا کہا گیا ہے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: ”إن نأخذ بكتاب الله فإن الله تعالى أمر بالاتمام، قال الله تعالى: ﴿أتموا الحج والعمرة لله﴾ وأن نأخذ بسنة النبي صلى الله عليه وسلم فإنه لم يحل حتى نحر الهدى۔ (رواہ الشیخان) (۲)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ”لما سئل عن متعة الحج؟ قال: كان لنا، ليست لكم“۔ (رواہ

أبو داؤد وياسناد صحيح) (۳)

اور ظاہر ہے کہ اس متعۃ الحج سے فسخ الحج بالعمرة ہے، نہ کہ تمتع بالعمرة الی الحج؛ کیوں کہ اس کا عموم منصوص و مجمع علیہ ہے اور اسی طرح ابو ذر کا فتویٰ ”أنه كان يقول فيمن حج ثم فسخها بعمرة: لم يكن ذلك إلا للركب الذين كانوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم“۔ (رواہ أبو داؤد) (۴)

اور ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ ہیں: ”إنما كانت المتعة لنا خاصة“۔ (۵)  
اور گویا اثر ابو ذر کا مرسل ہے؛ لیکن مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ غرض یہ تینوں فتویٰ اس حدیث کے ضعف کے رافع اور اس کی صحت معنویہ کے موجب ہیں اور اگر حضرت عمرؓ کے اس قول سے کہ ”متعۃ کاننا علی عہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا أحرهما“۔ (۶) شبہ ہو کہ یہ منع ”فسخ الحج بالعمرة“ حضرت عمرؓ کی رائے ہے؛ اس لیے حدیث ضعیف مرفوع کی تقویت و صحت کی دلیل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”أحرهما“ کے معنی میں ”أظهر حرمتها التي ثبت عندی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم“۔ اس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ دوسرے متعد کی حرمت یقیناً حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے، پس جس طرح وہ حضرت عمرؓ کی رائے نہیں، اسی طرح یہ بھی ان کی رائے نہیں، وبسطه فی التفسیر المظہری وفيما الخصنا كفاية إن شاء الله تعالى۔

۲۷/رجب ۱۳۵۱ھ (النور، ص: ۹، ربيع الاول ۱۳۵۲ھ) (امداد الفتاوی: ۱۶۵/۲)

(۱) سنن ابن ماجه، باب من قال كان فسخ الحج لهم خاصة، رقم الحديث: ۲۹۸۴/سنن أبي داؤد، باب الرجل

يهل بالحج ثم يجعلها عمرة، رقم الحديث: ۱۸۰۸، انيس

(۲) صحيح البخاري، باب من أهل في زمن النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۱۵۵۹/صحيح لمسلم،

باب في نسخ التحلل من الإحرام، رقم الحديث: ۱۲۲۱، انيس

(۳) زاد المعاد: ۲۱۳/۱، بحواله إعلاء السنن: ۲۷۳/۱۰، رقم الحديث: ۱۸۵۷، انيس

(۴) سنن أبي داؤد، باب الرجل يهدي بالحج ثم يجعلها عمرة، رقم الحديث: ۱۸۰۷، انيس

(۵) مسند البزار، قول أبي ذر، رقم الحديث: ۴۰۰۶، انيس

(۶) سنن سعيد بن منصور، باب ماجاء في المتعة، رقم الحديث: ۸۵۲، انيس

## اہل جدہ کے لیے تمتع اور قرآن کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جدہ میں رہنے والے جب حج کے لیے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جدہ سے احرام باندھے، یا بغیر احرام کے جائے؛ یعنی جدہ میقات کے اندر ہے، یا باہر؟ اور جدہ کے لوگ قرآن اور تمتع کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: شائستہ خان بلوچ، جدہ، ۱۸/۵/۱۴۰۱ھ)

### الجواب

جن علما نے جدہ کو میقات سے باہر شمار کیا ہے، وہو الظاہر الراجح، (۱) تو ان علماء کے نزدیک اہل جدہ تمتع اور قرآن کر سکتے ہیں، (۲) اور بغیر احرام کے (بغیر نیت عمرہ کے) مکہ معظمہ داخل نہیں ہو سکتے۔ (شامی) (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۴۴)

## اشہرج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جدہ میں ہے، اس نے اشہرج میں عمرہ بھی ادا کیا ہے، بعد عمرہ کے حلال ہو کر دوبارہ قرآن کا احرام باندھا۔ کیا زید پر دم واجب ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عمر دراز، ٹنڈو محمد خان، سندھ)

(۱) مفتی نظام الدین اعظمی دیوبندی نے کہا ہے کہ: خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۳۶ میل انگریزی سے) پر چل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حد میقات و خط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے، جو یلم سے چل کر سیدھا رابغ و جھہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم و متعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کرے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات و محاذات میقات کا علم و یقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے۔ (کمانی الدر المختار) اور جدہ سے قبل چوں کہ کسی میقات سے، یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے؛ اس لیے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب و لازم نہیں ہوتا۔۔۔ حدود میقات، یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا ہوا حل کبیر و آفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہوا چلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچد و جوہ غلط ہے الخ۔ (نظام الفتاویٰ ۱۸۰:۲، کتاب الحج)، (ومثلہ فی جواهر الفقہ للشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی)

(۲) قال العلامة الحصکفی: والمکی ومن فی حکمہ (ای من اهل داخل المواقیث) یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲/۲۱، باب التمتع)

(۳) قال العلامة الحصکفی: وحرّم تأخیر الاحرام عنها لمن ای لآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲/۲۶۷، فصل فی المواقیث)

## الجواب

اگر جدہ زمین حل سے باہر ہو، کما ہورائی بعض الا کا بر، (۱) تو اس شخص پر دم شکر واجب ہوگا، اور اگر زمین حل؛ یعنی مواقیت کی محاذات سے باہر نہ ہو؛ بلکہ داخل ہو، (۲) تو اس شخص پر دم صورت میں حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا اور یہ ظاہر ہے اہل ہند کے لیے یلملم کے محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی، لہذا جدہ ان کے لیے میقات ہے۔ جبر واجب ہوگا۔ (۳) وهو الموقن (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۵)

### حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حجاج کرام حج تمتع کے لیے ذی الحجہ سے کوئی چار ماہ قبل مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ کے بعد احرام کھول لیا، شوال میں ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنے کے لیے وہاں چلے (۱) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احقر نے جہاں تک غور و فکر کیا ترجیح اسی کی معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں کے لیے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے، نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔

مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری اہل ہند کے لیے بحری جہاز سے آنے کی صورت میں جدہ ہی کو ان کا میقات قرار دیتے تھے اور امداد الفتاویٰ تتمہ خامسہ طبع قدیم میں ہے کہ حضرت سہارنپوری صاحب نے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف اتنی بات تجاوز عن المیقات کے لیے کہ مسافت جدہ اور یلملم برابر ہے، جدہ سے احرام باندھنے کے لیے کافی نہیں۔۔۔ میرے نزدیک فقہی مسئلہ یہی ہے کہ بحری مسافر کو یلملم کی محاذات ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے، ورنہ دم لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنا پڑے گی۔ (جواہر الفقہ: ۴۸۲/۱، حضرت بنوری کی رائے)

(۲) (مخلص جواہر الفقہ: ۴۷۸/۱، مواقیت احرام)

مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً: ۳۶ میل انگریزی میل سے) پر چل کبیر اور آفاق میں واقع ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۸۰/۲، کتاب الحج)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نتیجہ یہ کہ محاذات یلملم کا علم ہوتے ہوئے جدہ تک تجاوز بدو ان احرام ناجائز ہے۔ (جواہر الفقہ: ۴۸۶/۱، مفتی رشید احمد صاحب کی رائے)

حضرت سیدی وشنی واستادی واستاد العلماء حضرت مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کے نزدیک ان دورائے میں سے رائج رائے یہ ہے کہ جدہ میقات سے باہر ہے، کما صرح بہ فی بعض الفتاویٰ، اسی طرح منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی: ۱۰۴/۴، باب فی مواقیت الاحرام لابل الآفاق، میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مواقیت کے درمیان خطوط مستقیمہ کی صورت میں جدہ آفاق اور حل کبیر میں آتا ہے؛ لیکن اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ ”بأن لاتكون المسافة من هذا الخط إلى مكة أقل من مرحلتين تقدیما لتصریحات الفقہاء علی تحقیقات العلماء“، اور دوسری رائے جو دائرہ کی صورت میں ہے، اس پر فقہی اشکال کو بوجہ ضعف بنایا ہے کہ الوصول إلى محیط الدائرة المارة علی المیقات یكون مرکزها مكة وهو تحقیق بعض الشیوخ ... ویرد علیہ ان الذی یمر بعیدا من المیقات ولم یدر المحاذاة یلزم ان لا یصح احرامه من مرحلتين وهو خلاف تصریحات الفقہاء۔

(۳) قال العلامة الحصکفی: (المتمتع) ذبح كالقارن ... والمکي ومن فی حکمہ یفرد ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار: ۲۱۳/۲-۲۱۴، باب التمتع)

گئے اور ذی قعدہ میں واپسی پر ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ عمرہ کے بعد احرام کھول سکتے ہیں، یا حج کی ادائیگی تک احرام میں رہ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے بعد قبل از حج احرام کھول لینے سے دم واجب ہوتا ہے اور بعض لابس بہ کہتے ہیں کہ سات ذی الحجہ یعنی یوم ترویہ، یا آٹھویں ذی الحجہ کوچ کی نیت سے احرام باندھنا چاہیے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: محمد شفیع، ۵/۳۷۵، ۱۹۷۷ء)

### الجواب

اگر یہ شخص تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے عمرہ سے طواف اور سعی کے بعد احرام کھولے گا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور ایک دم شکر مدے گا، جو کہ واجب ہے۔ (صرح بہ فی القرآن و صرح بہ فی الہدایۃ والفتح والبحرورد المحتار وغیرہ) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۸۷)

### مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد، یا تمتع کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹھارہ رمضان المبارک سے مکہ مکرمہ میں بہ نیت حج مقیم ہوں شوال کے مہینہ میں میں نے عمرہ ادا کیا۔ اب میرے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا میں دم ادا کروں اور حج افراد کی نیت کروں، یا میں حج تمتع کی نیت کروں اور قربانی کروں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عبدالحفیظ، بقالۃ الفضل الزاہر، شارع الحج، مکہ مکرمہ، ۱۷/۶/۱۹۸۹ء)

### الجواب

اگر آپ اس عمرہ کے بعد (جو کہ شوال میں آپ نے ادا کیا ہے) قبل از حج مدینہ منورہ نہیں گئے ہوں تو آپ مفرد ہیں، تمتع نہیں ہیں اور اگر آپ اس عمرہ کے بعد قبل از حج مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام کیا اور

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِذَا أَمْتَمْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسِعَةً إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ (سورة البقرة: ۱۹۶)

قال العلامة المرغيناني: وصفة التمتع ان يبتدى من الميقات في اشهر الحج فيحرم بالعمرة ويدخل مكة فيطوف لها ويسعى ويحلق او يقصر وقد حل من عمرته وهذا هو تفسير العمرة، قال ابن الهمام: فتحريز الضابط للمتمتع ان يفعل العمرة او اكثر طوافها في اشهر الحج عن احرام بها قبلها او فيها ثم حج من عامه بوصف الصحة من غير ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (الهداية مع فتح القدير ۲/۴۲۲، باب التمتع)

قال العلامة ابن نجيم: قوله وهو ان يحرم بعمرة من الميقات... ثم يحرم بالحج من الحرم ويحج ويذبح فقوله من الميقات للاحتراز عن مكة فانه ليس لاهلها تمتع ولا قران الخ. (البحر الرائق: ۲/۳۶۲، باب التمتع)

قال العلامة الحصكفي: هو ان يفعل العمرة او اكثر اشواطها في اشهر الحج... واقام بمكة حالاً ثم يحرم للحج في سفر واحد... وذبح كالفان. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۲۱۱-۲۱۲، باب التمتع)



اس کے بعد حج کیا تو عند الامام (حضرت امام ابوحنیفہؒ) آپ مفرد ہیں، اور اگر مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت حج کا احرام کیا تو آپ تمتع ہیں۔ (ہندیہ از محیط) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۸/۳)

### تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج کے لیے گیا۔ پندرہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور چھ ذی الحجہ کو سب نقدی وغیرہ گم ہو گئی، پھر ذاتی استعمال کے کپڑے گھئی وغیرہ فروخت کر کے سوڈیڑھ سو ریال حاصل کئے، موجودہ رقم میں ایک یا دو قربانیاں کی جاسکتی تھی؛ لیکن اس صورت میں جیب خالی ہو جاتی اور واپسی پر باقی ایام میں خرچہ نہ ہوتا، سات ذی الحجہ کو صبح مسئلہ معلوم ہوا کہ روزے رکھے جائیں، چوں کہ ساتویں ذی الحجہ کو روزہ ممکن نہیں تھا، البتہ آٹھویں کو روزہ رکھا، پھر نویں اور دسویں ذی الحجہ کو پیدل حج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا؛ اس لیے دو روزے تیرہ اور چودہ ذی الحجہ کو رکھ لیے اور سات پاکستان میں رکھ لیے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حج تمتع کی قربانی جو واجب تھی، کیا ان روزوں سے یہ واجب ادا ہوا، اگر ادا نہیں ہوا تو اب اس قربانی کا کیا کیا جائے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: محمد حمزہ گورنمنٹ کالج گوجرہ، ۲۷/۳/۱۹۷۷ء)

### الجواب

واضح رہے کہ اس شخص پر ذبح متعین ہوا ہے، صوم سے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے، پس یہ شخص دو قربانیاں کرے گا۔ (بحر: ۳۶۰/۲) (۲) اور یہ دو قربانیاں حرم میں کرنے ہوں گے اصلۃً، یا وکالۃً اگرچہ ایام ذبح میں نہ ہو۔ (شامی: ۳۴۲/۲) (۳) اور گائے میں دو حصے بھی کافی ہے۔ (بحر: ۳۵۹/۲) (۴) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۹/۳)

(۱) وفي الهندية: لو احرم لعمره قبل اشهر الحج فقصاها وتحلل واقام بمكة فاحرم بعمره ثم حج من عامه ذلك لم يكن متمتعاً فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمره في اشهر الحج وحج من عامه فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعاً الا اذا خرج الى اهله ثم اعتمر ثم حج من عامه عند ابى حنيفة رحمه الله وعندهما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعدها كذا في محيط السرخسى. (الفتاوى الهندية: ۲۴۰/۱، الباب السابع في القران والتمتع)

(۲) قال العلامة ابن نجيم: والعبرة لا يام النحر في العجز والقدرة وكذا لو قدر على الهدى قبل ان يكمل صوم الثلاثة ايام او بعد ما اكمل قبل ان يحلق ويحل وهو في ايام الذبح بطل صومه ولا يحل الا بالهدى ... ان لم يصم الثلاثة حتى دخل يوم النحر لم يجزه الصوم اصلاً وصار الدم متعينا لان الصوم بدل والابدال لا تنصب الا شرعاً والنص خصه بوقت الحج وجواز الدم على الاصل وعن ابن عمر انه امر في مثله بذبح الشاة فلو لم يقدر على الهدى تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدى. (البحر الرائق: ۳۶۱/۲، قبيل باب التمتع)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (ويتعين الحرم لا منى) اى بل يسن لما فى المبسوط من ان السنة فى الهدايا ايام النحر منى وفى غير ايام النحر فمكة هى الاولى شرح اللباب. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۷۲/۲، باب الهدى)

(۴) قال العلامة ابن نجيم: (ذبح شاة او بدنة او سبعها) واطلق البدنة فشملت البعير والبقرة والسبع جزء من سبعة اجزاء وانما كان مجزئاً لحديث الصحيحين. (البحر الرائق: ۳۵۹/۲، باب القران)

## سعودی عرب میں مقیم شخص کے لیے حج قرآن کا حکم:

سوال: میرا لڑکا سعودی عرب میں مقیم ہے، اس نے آخری عمرہ گزشتہ رمضان المبارک میں جمعۃ المبارک پر کیا تھا، کیا اب وہ حج قرآن کر سکتا ہے، یا تمتع کرنا پڑے گا؟ اس کے شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

### الجواب

صورت مسئلہ میں اگر آپ کے صاحبزادے حدود میقات میں مقیم نہیں ہیں تو وہ قرآن کر سکتے ہیں، (۱) رمضان المبارک میں عمرہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ واللہ اعلم  
محمد تقی عثمانی، ۱۳۹۶/۱۱/۲۹ھ۔ (فتاویٰ عثمانی، ۲۱۲/۲)

## حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے والے جدہ میں مقیم شخص کے لیے حج قرآن کا حکم:

سوال: زید جدہ میں مقیم ہے، اشہر حج میں عمر بھی کیا ہے، قرآن کا احرام بھی باندھ سکتا ہے، یا نہیں؟

### الجواب

جو شخص اشہر حج میں عمرہ کے افعال بجا لا کر وقف عرفہ سے پہلے پہلے حلال ہو چکا ہو، اس کے لیے قرآن جائز نہیں۔ (کذا فی زبدۃ المناسک، ص: ۲۸۲) (۲) اور جدہ کا مقیم حلی میقاتی کے حکم میں ہے، اس لیے بھی اس کے لیے قرآن اور تمتع جائز نہیں، لہذا صورت مسئلہ میں جدہ کے اس مقیم کے لیے قرآن کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم  
محمد تقی عثمانی، ۱۳۹۷/۱/۲۰ھ۔ (فتاویٰ عثمانی، ۲۱۲/۲-۲۱۳)

(۱) (وهو) أى القران (أن يجمع الآفاقي) أى لا المكى والميقاتى ليكون قرانه مسنونا بين الحج والعمرة. (مناسك ملا على قارى، ص: ۲۵۶) (طبع إدارة القرآن). وكذا فى غنية الناسك، ص: ۱۰۹. (طبع إدارة القرآن كراتشى)

(۲) زبدۃ المناسك مع عمدة المناسك، قرآن کا بیان مسئلہ نمبر: ۲، ص: ۲۹۳

وفى الدر المختار (۵۳۹/۲، طبع سعيد): والمكى ومن فى حكمه يفرد فقط، ولو قران أو تمتع جاز واساء، وعليه دم جبر، وفى رد المختار: ومن فى حكمه أى من أحل داخل المواقيت، (قوله يفرد فقط) هذا ما دام مقيما... قال المحبوبي هذا إذا خرج إلى الكوفة قل أشهر الحج واما اذا خرج بعدها فقد منع من القران فلا يتغير بخروجه من الميقات كذا فى العناية وقول المحبوبي هو الصحيح.

وفى الهداية (۲۶۳/۱): ليس لاهل مكة ولا قران وإنما لهم الافراد خاصة خلافا للشافعى والحجة عليه قوله تعالى: "ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام" ولان شرعهما للترفة باسقاط احدى السفرتين وهذا فى حق الآفاقي، ومن كان داخل المواقيت فهو بنزلة المكى حتى لا يكون له متعه ولا قران، وفى فتح القدير نقلا عن البدائع... أن العمرة دخلت فيها رخصة للآفاقي ضرورة تعذر انشاء سفر للعمرة نظرا له وهذا لمعنى لا يوجد فى حق اهل مكة ومن بمعناهم فلم تكن العمرة مشروعة فى أشهر الحج فى حقهم.

**متمتع عمرہ سے حلال ہو کر مدینہ جائے پھر آ کر حج کرے تو متمتع ہوگا، یا نہیں:**

سوال: یہ جو لکھتے ہیں کہ متمتع ایک ہی سفر میں تمتع کرے گا تو اگر متمتع احرام عمرہ سے حلال ہو کر مدینہ منورہ جائے اور پھر واپس آ کر حج کرے تو اس صورت میں یہ ایک ہی سفر شمار ہوگا، یا دوسرا؛ یعنی اس صورت میں یہ شخص متمتع کہلائے گا، یا نہیں؟ اور مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت کیسا احرام باندھے؟

الجواب

متمتع عمرہ سے حلال ہو کر مدینہ منورہ جائے اور واپس ہو کر حج کرے (تو) اس کے متمتع ہونے میں اختلاف ہے۔  
والرجوع إلى داخل الميقات بمنزلة مكة وإلى خارج غير بلدة، قيل: هو كمكة، وقيل: هو كبصرة. (۱)

ردالمحتار میں ہے:

فلو عاد إلى غيره لا يبطل تمتعه عند الإمام وسؤيا بينهما، نهر. (۲) فقط  
حرره خليل احمد عفي عنه (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۶۰/۱)

== وفي غنية الناسك (ص: ۲۱۹): لا تمتع ولا قرآن، ولا جمع بينهما في غير اشهر الحج لأهل مكة واهل المواقيت الضمسة، ومن دونها إلى مكة سواء كان بينه وبين مكة مسيرة سفر أو لا، إلخ.  
اور ”زبدۃ الناسک“ (ص: ۵۰۳، طبع سعید) میں ہے: مکہ مکرمہ کے رہنے والوں اور میقات پر، یا میقات کے اندر حل میں رہنے والوں کو قرآن اور تمتع کرنا جائز نہیں۔ (محمد زبیر حق نواز عفا اللہ عنہ)

(۱) (قوله أي أفاقي) أشار به إلى أن ذكر الكوفي مثلاً وأن المراد به من كان خارج الميقات لأن المكي لا تمتع له كما مر (قوله حل من عمرته فيها) لأنه لو اعتمر قبلها لا يكون متمتعاً اتفاقاً نهر (قوله أي داخل المواقيت) أشار إلى أن ذكر مكة غير قيد، بل المراد هي أو ما في حكمها (قوله أي غير بلده) أفاد أن المراد مكان لا أهل له فيه سواء اتخذ داراً بأن نوى الإقامة فيه خمسة عشر يوماً أو لا كما في البدائع وغيرها، وقيد به لأنه لو رجع إلى وطنه لا يكون متمتعاً اتفاقاً أيضاً إن لم يكن ساق الهدى نهر (قوله لبقاء سفره) أما إذا أقام بمكة أو داخل المواقيت فلأنه ترفع بنسكين في سفر واحد في أشهر الحج وهو علامة التمتع وأما إذا أقام خارجها فذكر الطحاوي أن هذا قول الإمام عندهما لا يكون متمتعاً لأن المتمتع من كانت عمرته ميقاتية وحجته مكّية وله أن يحكم السفر الأول قائم ما لم يعد إلى وطنه، وأثر الخلاف يظهر في لزوم الدم، وغلطه الجصاص في نقل الخلاف بل يكون متمتعاً اتفاقاً. لأن محمداً ذكر المسألة ولم يحك فيها خلافاً. قال أبو اليسر وهو الصواب. وفي المعراج أنه الأصح، لكن قال في الحقائق: كثير من مشايخنا قالوا الصواب ما قاله الطحاوي وقال الصفار: كثيراً ما جربنا الطحاوي فلم نجد غلطاً. وكثيراً ما جربنا الجصاص فوجدناه غلطاً. قال الزبلي: والمسألة الآتية تؤيد ما حكاه الطحاوي نهر. (ردالمحتار، باب

الجنایات فی الحج: ۱/۲، ۵۴۲-۵۴۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) ردالمحتار، باب التمتع: ۱/۲، ۵۴۱، دار الفکر بیروت، انیس

### حاجی کے پاس دم قرآن و تمتع کے پیسے نہ ہوں تو وہ کیا کرے:

سوال: ہمارے والد محترم حج کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور ان کے ہمراہ گاؤں کے پانچ آدمی بھی ہیں، وہ سب عمرہ کر کے حلال ہو گئے ہیں، انہوں نے یہاں ہندوستان ہم پر خط لکھا ہے کہ ہم سب پر قربانی واجب ہے؛ لیکن پیسوں کی تنگی اور یہاں کی سخت گرانی کی وجہ سے ہم یہاں قربانی نہیں کر سکتے ہیں؛ اس لیے ہم سب کی طرف سے ایک بڑا جانور ذبح کر دیا جائے، اس میں ہمارے چھ حصے ہوں گے اور ایک حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوگا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں ہم ان کی قربانی کر سکتے ہیں؟ اور کیا ایک بڑا جانور کافی ہے، یا ہر ایک کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

#### الجواب

ہر حاجی پر قربانی واجب نہیں ہے، قارن اور متمتع پر دم شکر واجب ہے، مفرد پر واجب نہیں، صرف مستحب ہے اور یہ قربانی وہیں حرم کے حدود میں ہو سکتی ہے، حدود حرم سے باہر جائز نہیں۔ جس حاجی کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں کہ قربانی کا جانور خرید کر گھرتک پہنچنے کے لیے پیسے بچ رہیں اور اتنا سامان ہو کہ جس کو بیچ کر قربانی کا جانور خریدے، ایسا حاجی حج قرآن، یا تمتع کرے تو قربانی کے بدلے دس روزے رکھنا واجب ہیں، تین روزے اشہرج (یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک) میں رکھنا ضروری ہیں۔ ان کو متفرق طور سے رکھنا جائز ہے اور پے در پے رکھنا افضل ہے، اگر ضعف و نقاہت کا اندیشہ نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ۷، ۸، ۹ ذی الحجہ کے روزی پے در پے رکھے اور بقیہ سات روزے ایام تشریق گزرنے (یعنی تیرہویں ذی الحجہ) کے بعد جہاں چاہے رکھے، خواہ مکہ میں، یا اور کسی جگہ؛ لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے، ان کو بھی متفرقاً رکھ سکتا ہے اور پے در پے رکھنا افضل ہے؛ لیکن ایام تشریق میں رکھنا جائز نہیں۔ اگر حج سے پہلے (اشہرج میں) تین روزے نہیں رکھے تو اب قربانی ہی کرنی ہوگی (روزے کافی نہ ہوں گے)، اگر دم دینے؛ یعنی قربانی کرنے کی وقت بالکل قدرت نہیں ہے تو حجامت کرا کے حلال ہو جائے اور اس کے ذمہ دو دم واجب رہیں گے: ایک قرآن، یا تمتع کا اور دوسرا ذبح سے پہلے حلال ہونے کا۔ قارن اور متمتع پر دم شکر واجب ہے، اس میں اونٹ، یا گائے کا ساتواں حصہ، یا ایک بکرا کافی ہے، بڑا جانور پورا واجب نہیں۔

در مختار میں ہے:

(وذبح للقرآن) وهو دم شکر فیا کل منہ (بعد رمی یوم النحر) لوجوب الترتیب (وإن عجز صام ثلاثة أيام) ولو متفرقة (آخرها یوم عرفة) ندباً (وسبعة بعد) تمام أيام (حجه این شاء) فإن فاتت الثلاثة تعین الدم، الخ۔ (الدر المختار)

وفی الشامی: (قوله: وإن عجز) أى بأن لم یکن فی ملکہ فضل عن کفاف قدر ما یشتری الدم،

الخ (قوله: لوجوب الترتيب) أى ترتيب الثلاثة الرمى ثم الذبح ثم الحلق ... والمفرد لادم عليه، فيجب عليه الترتيب بين الرمى والحلق (قوله: آخرها يوم عرفة) أن يصوم السابع والثامن والتاسع، قال فى شرح اللباب: لكن إن كان يضعفه ذلك عن الخروج إلى عرفات والوقوف والدعوات فالمستحب تقديمه على هذه الايام، الخ. (الدر المختار والشامى: ۲/۲۶۴-۲۶۵) (۱)

ہدایہ اولین میں ہے:

وإذا رمى الجمرة يوم النحر ذبح شاة أو بقرَةً أو سبع بدنة فإذا لم يكن له ما يذبح صام ثلاثة أيام فى الحج آخرها يوم عرفة وسبعة أيام إذا رجع إلى أهله وإن صامها بمكة بعد فراغه من الحج جاز وإن فاتته الصوم حتى أتى يوم النحر لم يحزه إلا الدم. (الهداية: ۲۳۹/۱، أيضاً: حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۴۲۸) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۸۸-۹۵)

میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے تمتع کا حکم، والد کی جانب سے کون سا حج کیا جائے:

دم کہاں ذبح کیا جائے اور مسجد نبوی میں چالیس نمازیں نہ پڑھ سکا:

سوال: چند سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) ہم چند آدمی بغرض ملازمت جدہ میں مقیم ہیں، اللہ نے ہم کو حج کرنے کا موقع عنایت فرمایا، ہم مسائل حج سے ناواقف تھے، کون سا حج کرنا چاہیے، وہ بھی معلوم نہ تھا، اتفاق سے آپ کا فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس تھا، اس میں ہم نے دیکھا کہ تمتع کرنا افضل ہے؛ اس لیے ہم نے حج تمتع کر لیا، اس سال ہمیں معلوم ہوا کہ ہم حل ہیں اس بنا پر ہم تمتع نہیں کر سکتے، ہم کو تو حج افراد ہی کرنا چاہیے، یہ معلوم ہوا تو بہت افسوس ہو رہا ہے اور رہ کر دل میں یہ بات آتی ہے کہ ہمارا سال گزشتہ والا حج قبول ہوا، یا نہیں؟ آپ ہمیں صحیح مسئلہ بتائیں کہ جس سے ہمارا خلعجان دور ہو۔

(۲) اس سال بھی حج کرنے کا ارادہ ہے، والد صاحب کے ایصال ثواب کے لیے تو کون سے حج کی نیت کرنی چاہیے؟

(۳) اور قربانی اپنے وطن کروانے کا ارادہ ہے تو وطن میں قربانی کر سکتا ہوں، یا یہاں کرانا ضروری ہے؟

(۴) ایک بات یہ بھی ہے کہ ملازم ہونے کی وجہ سے ہم کو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام) میں چالیس نمازیں ادا کرنے کا وقت نہیں ملتا تو اس سے حج میں کوئی نقص تو نہیں آتا؟ فقط والسلام، بنیو اتو جروا۔

الجواب

(۱) ہمارا ملک (ہندوستان، انڈیا) میقات کی حد سے خارج ہے اور ہم آفاقی کہلاتے ہیں، لہذا ہمارے لیے

تمتع اور قرآن افضل ہے، اسی اعتبار سے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر کیا گیا ہے، مکی اور جو مکہ والوں کے حکم میں ہیں؛ یعنی داخل میقات رہنے والے، یا عین میقات پر رہنے والے، ان کے لیے یہ حکم نہیں ہے، ان کے لیے افراد (صرف حج کرنا) ہے، تمتع اور قرآن ممنوع ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ولیس لاهل مکة تمتع ولا قران وانما لهم الافراد خاصة ومن كان داخل المواقیت فهو بمنزلة المکی حتی لا یکون له متعة ولا قران. (الهدایة: ۲/۴۳، باب التمتع)  
اگر تمتع کر لیا تو حج میں خرابی نہ آئے گی (یعنی فاسد نہ ہوگا)، البتہ دم دینا پڑے گا، لہذا اگر آپ لوگ میقات کی حد میں رہتے ہوں تو ایک بکرا حرم میں ذبح کر دیا جائے، حرم کے باہر درست نہیں۔  
در مختار میں ہے:

(والمکی ومن فی حکمة یفرد فقط) ولو قرن او تمتع جازوا ساء وعلیہ دم جبر. (الدر المختار مع الشامی: ۲/۲۷۰، باب التمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب  
(۲) امسال والد صاحب کے لیے حج کرنا چاہتے ہو تو اگر والد صاحب نے حج نہ کیا ہو تو حج بدل کی نیت کیجئے اور حج افراد کیجئے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین فقط واللہ اعلم  
(۳) اگر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے قربانی کرنی ہے تو وطن میں قربانی کرانا جائز ہے، البتہ حج کے سلسلہ کی قربانی کا حرم میں ہونا ضروری ہے۔

والہدی لا یذبح إلا بمکة. (الهدایة: ۲/۶۰۱، باب الہدی)  
(۴) مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الاتحیة و سلام) میں چالیس نمازیں باجماعت ادا کرنا افضل ہے، (۱) ملازمت کی وجہ سے نہ ہو سکے تو کوئی قباحہ نہیں، حج میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب  
۳۰ ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۹۵-۹۶)

### تمتع حج سے پہلے مدینہ منورہ جاسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص حج تمتع کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ پہنچا اور عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو گیا، اس کے بعد وہ تمتع مدینہ منورہ جائے تو شرعی اعتبار سے گنجائش ہے، یا نہیں؟ اور اگر مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں سے واپسی کے وقت کون سا احرام باندھ کر آئے؟ اور ایسے تمتع کے لیے پہلے مکہ معظمہ جانا افضل ہے، یا مدینہ منورہ؟ اس بارے میں تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ، كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ، وَبَرَاءٌ مِنَ النَّفَاقِ." (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالك، رقم الحديث: ۱۲۵۸۳، المعجم الأوسط، رقم الحديث: ۵۴۴۴، أنيس)

## الجواب

اگر حج فرض ہو تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے مکہ معظمہ جائے اور حج کے بعد زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرے اور اگر پہلے مکہ معظمہ چلا گیا اور عمرہ کے احرام سے فارغ ہو گیا تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے؛ تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہو جائے اور اگر مدینہ منورہ چلا گیا تو بھی اس سفر کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع باطل نہ ہوگا (کہ وہ وطن اصلی نہیں گیا) اور جب مدینہ منورہ سے واپس لوٹے تو بہتر یہ ہے کہ حج افراد کا احرام باندھ کر آئے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور ایام حج آنے پر حج کا احرام باندھ کر حج کرے تو بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا عمرہ مفرد ہو گیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا، البتہ قرآن کا احرام باندھ کر آنا ممنوع ہے؛ اس لیے کہ یہ حکماً مکملی ہے۔ اگر قرآن کا احرام باندھ کر آئے گا تو دم لازم ہوگا۔

معلم الحجاج میں ہے:

”مسئلہ: جس پر حج فرض ہو اس کو حج سے پہلے زیارت کرنا جائز ہے، بشرط یہ کہ حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو؛ مگر بہتر اس کے لیے پہلے حج کرنا ہے اور حج نفل کرنے والوں کو اختیار ہے کہ چاہے پہلے حج کرے، یا زیارت کرے اور جس شخص کے راستہ میں حج کے لیے آتے ہوئے مدینہ پڑتا ہو، جیسے شام کی طرف سے آنے والے ان کو پہلے ہی زیارت کرنی چاہیے۔“ (معلم الحجاج، ص: ۳۴۲)

اس کے حاشیہ میں ہے:

”البتہ وہ متمتع جو عمرہ کے احرام سے فارغ ہو چکا ہے، اس کو بہتر ہے کہ حج کرنے سے پہلے مکہ سے باہر آفاق میں نہ جائے؛ تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہو جائے گا۔ (لایخرج المتمتع) أي الفارغ من احرام العمرة كما يفهم من سوق كلام في الكبير (إلى الآفاق) لئلا يبطل تمتعه على قول بعض“۔ (معلم الحجاج، ص: ۳۴۲، حاشیہ)

زبدۃ المناسک میں ہے: ”کثیر الوقوع ضرری مسئلہ: اکثر حاجی اشہر حج میں آ کر عمرہ کرتے ہیں، پھر اشہر حج میں حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ، روضہ مقدسہ اور حجرہ معطرہ مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چلے جاتے ہیں، پس ان کو چاہیے کہ وہاں سے جب واپس ہوں تو فقط حج مفرد ہی کا احرام باندھ کر آئیں تو امام صاحب کے نزدیک ان کا تمتع صحیح ہے، اس سفر کرنے سے تمتع باطل نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ اشہر حج میں عمرہ کر چکے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد وہ حکماً مکوں کے حکم میں داخل ہیں، اگرچہ اشہر حج میں میقات سے بھی باہر نکل گئے ہوں؛ کیوں کہ وہ اپنی اصلی وطن نہیں گئے ہیں تو ان کا سفر باعتبار حکم کے واحد ہے، اس کو امام فاسد کہتے ہیں، جو کہ مبطل تمتع نہیں، اب ان کو مدینہ طیبہ سے قرآن کا احرام باندھنا ممنوع ہے کہ وہ مکوں کے حکم میں ہیں، اگر قرآن کا احرام باندھیں گے تو دم جنایت لازم ہوگا۔ {شرح

تمتع عمرہ کر کے مدینہ منورہ چلا گیا واپسی پر حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی اشہر حج میں مکہ مکرمہ گیا اور عمرہ ادا کیا، عمرہ کی ادائے گی کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، مدینہ منورہ سے واپسی پر دوسرا عمرہ ادا کیا اور پھر حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھا تو:

- (۱) کیا اس کا تمتع صحیح ہے، یا نہیں؟
- (۲) اس پر دم تمتع ہے، یا نہیں؟
- (۳) کیا اس پر دم جبر ہے یا نہیں؟
- (۴) تمتع پہلے عمرہ سے، یا دوسرے عمرہ سے منعقد ہوا؟
- (۵) آفاقی کے لیے ایک عمرہ سے زائد کرنا اشہر حج میں جائز ہے، یا نہیں؟
- مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر فقط حج کا احرام کا باندھا تو کیا:
- (۶) اس کا تمتع ادا ہوگا، یا نہیں؟
- (۷) کیا اس پر کوئی دم جبر ہے، یا نہیں؟
- (۸) آفاقی حاجی کا اشہر حج میں میقات سے باہر نکلنا کیسا ہے؟
- ان دونوں صورتوں میں سے بہتر کون سی صورت ہے؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں؟ مفتی بہ اقوال بیان فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔
- (از افریقہ)

#### الجواب

- (۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور مدینہ منورہ چلا گیا اور وہاں سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ کیا اور حج کے ایام آنے پر حج احرام باندھا تو اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک پہلا عمرہ مفردہ ہو گیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا۔ بہر حال صورت مسئلہ میں امام صاحب کے نزدیک بھی اس کا تمتع صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی۔ (زبدۃ المناسک ۱۴۲: ۱۵)
- (۲) جب تمتع صحیح ہے تو دم شکر بھی لازم ہوگا۔ فقط
- (۳) دم جبر لازم نہیں ہے۔ (زبدۃ المناسک ۱۵۲: ۱۵) فقط
- (۴) امام صاحب کے نزدیک پہلے عمرہ سے اور صاحبین کے نزدیک دوسرے عمرہ سے۔ فقط
- (۵) جائز ہے۔ معلم الحجاج میں ہے: ”مسئلہ: تمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کر سکتا ہے“۔ (معلم الحجاج، ص: ۲۳۸) (۱) فقط

- (۱) مسئلہ اختلافی ہے، دونوں طرف دلائل ہیں؛ مگر معلم الحجاج میں جس قول کو اختیار کیا ہے، وہ راجح معلوم ہوتا ہے، لہذا اگر اس پر عمل کرے تو قابل مواخذہ نہ ہونا چاہیے، خصوصاً اس زمانہ میں۔



(۶) ادا ہو جائے گا۔ (زبدۃ الناسک: ۱۴۲) (معلم الحجاج ص: ۲۳۵ حاشیہ) فقط

(۷) کوئی دم جبر نہیں ہے۔ فقط

(۸) امام ابوحنیفہ کے نزدیک میقات سے باہر نکلنے سے تمتع باطل نہیں ہوتا؛ مگر ان کے نزدیک نکلنا بہتر نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے؛ اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ میقات سے باہر نہ نکلے۔ (زبدۃ الناسک: ۱۵۲) اور اگر نکلے تو حج افراد کا احرام باندھ کر آنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۹۷-۹۸)

== معلم الحجاج میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے، نیچے اس پر مفتی سعید احمد صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے: قال فی الباب: ولا یعتبر قبل الحج وقال القاری فی الشرح وهذا بناء على أن المكي ممنوع من العمرة المفردة أيضا قد سبق أنه غير صحيح بل انه ممنوع من التمتع والقران وهذا التمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز لة تكرارها لأنها عبادة مستقلة كالطواف، آه. (ص: ۱۵۶) فتاویٰ رحیمیہ، جلد دوم، ص: ۷۲ پر ایک فتویٰ ہے، جس کا عنوان ہے: ”ایام حج میں نفل عمرہ“، وہ فتویٰ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں: اس فتویٰ میں غنیۃ الناسک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ راجح یہ ہے کہ اشہر حج میں تمتع آفاقی۔۔۔ الخ۔

وہاں غنیۃ الناسک کا حوالہ ہے، عبارت نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے: ويستحب أن يؤخرها حتى يمضي هذه الأيام ثم يفعلها وأفادوا بالاقتصار على الخمسة أنها لا تكره في أشهر الحج وهو الصحيح ولا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي، بحرو وشرنبلالية وإنما كره فعلها فيها لأهل مكة ومن بمعناها لأن الغالب عليهم أن يحجروا في نسيئهم فيكونون متمتعين وهم عن التمتع ممنوعون وإلا فلا منع للمكي عن المفردة في أشهر الحج إذا لم يحج في تلك السنة ومن خالف فعليه البيان، شرح، وهو رد على ما اختاره ابن الهمام من كراهتها للمكي في أشهر الحج وإن لم يحج من عامه، قال العلامة قاسم إنه ليس بمذهب لعلمائنا ولا للائمة الأربعة الخ. (ص: ۱۰۶)

غنیۃ الناسک میں دوسری جگہ ہے: (فصل فی کیفیت اداء التمتع المسنون ويعتمر قبل الحج ماشاء وما فی اللباب والا يعتمر قبل الحج فغير صحيحة لانه بناء على ان المكي ممنوع من العمرة المفردة وهو خلاف مذهب اصحابنا جميعا لان العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة الا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي صرح به فی النهاية والمبسوط والبحر وأخی زاده والعلامة قاسم وغيرهم رحمهم الله تعالى، كذا فی المنحة بل المكي ممنوع من التمتع والقران وهذه عمرة مفردة لا اثر لها فی تكرار تمتعه، شرح، الخ. (غنیۃ الناسک: ۱۵۰، لمولانا الحاج حسن شاہ پشاوری مہاجر مکی)

عمدة الفقہ مؤلفہ حضرت مولانا سید زور حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی پاکستانی جلد چہارم کتاب الحج میں ہے، تمتع کا مسنون طریقہ۔۔۔ اور حلال ہو کر مکہ معظمہ میں قیام کرے اور اس عرصہ میں نفلی طواف عمرے اور دیگر عبادات کرتا رہے۔ (عمدة الفقہ، کتاب الحج، ۴۶۰، مطبوعہ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی، نمبر: ۱۸) عمدة الفقہ میں دوسری جگہ ہے: تنبیہ: اگر آفاقی تمتع حج کے مبینوں میں مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام سے حلال ہو کر حج سے پہلے مدینہ منورہ چلا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کو مدینہ منورہ سے مکہ واپس آتے وقت فجر ادا کر احرام باندھ کر آنا چاہیے اور اس کا حج تمتع ہو جائے گا، اس کو قرآن یا عمرہ کا احرام نہیں باندھنا چاہیے؛ کیوں کہ وہ سفر ہونے کی وجہ سے مکہ میں ہے، اگر وہ قرآن کا احرام باندھ کر آئے گا تو اس پر دم جنائیت لازم ہو جائے گا۔ (زبدۃ حج و عمرہ تصرفات) (اور دوسرے عمرہ کا احرام اس لیے نہیں باندھ سکتا کہ اس کے کئے ہوئے پہلے عمرہ سے تمتع منع ہو چکا ہے؛ تاہم دوسرے عمرہ کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ آفاق سے آ رہا ہے؛ اس لیے اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو امام صاحب کے نزدیک چنداں حرج نہ ہوگا اور جب کہ اکثر فقہاء کے نزدیک عمرہ کر کے حلال ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی آفاقی کو اور مزید عمرہ کرنے کا جائز ہے تو اس صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کے لئے عمرہ جائز ہونا چاہیے؛ کیوں کہ مکہ میں ہونے کے باوجود آفاق سے آ رہا ہے واللہ اعلم بالصواب (مؤلف) لیکن صاحبین کے نزدیک وہ مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آئے؛ کیوں کہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا اور پہلا کیا ہو اور دوسروں کی وجہ سے مفرد عمرہ ہو جائے گا اور اب اس دوسرے عمرہ سے تمتع از سر نو منع ہو جائے گا۔ (حج و عمرہ وغیرہ) (عمدة الفقہ: ۲۸۶، کتاب الحج)

## دورانِ سفر حج کے احکام

مدینہ طیبہ میں حاجی قصر کرے گا، یا اتمام:

سوال: مدینہ طیبہ کے قیام میں مسافر رہے گا، یا مقیم؟ کیوں کہ سنا جاتا ہے کہ وہاں آٹھ یوم سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں ہے، یا پندرہ یوم کی نیت کر لینے سے مقیم ہو جائے گا؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

پندرہ یوم قیام کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔ (۱) دس روز تو ضابطہ میں قیام ہوتا ہے، اس کے بعد ایک روپیہ روزانہ دینا پڑتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶۹/۱۰)

کیا عرفات میں حاجی قصر کرے:

سوال: عرفات میں جو نماز پڑھی جاتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں قصر کر سکتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ پوری نماز ادا کی جائے؛ کیوں کہ وہاں سے مکہ کا فاصلہ چھ میل ہے، جو قصر کرنے کے فاصلہ سے کم ہے۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

جو لوگ کم از کم پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے، پھر منی گئے اور عرفات گئے، وہ وہاں پوری نماز پڑھیں گے اور جو لوگ اس سے کم مکہ شریف میں رہے، وہ نماز قصر کریں گے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶۹/۱۰-۳۷۰)

(۱) ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر، كذا في الهداية. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافرين: ۱۳۹/۱، رشيدية)

ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه أو ينوي إقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحد من مصر، إلخ. (الحلبى الكبير، فصل في صلاة المسافرين، ص: ۵۳۵، سهيل اكاى لاهور)

(۲) فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته؛ لأنه يخرج إلى منى وعرفة، فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح. (الدر المختار)

(قولہ: فلو دخل، إلخ) هو ضد مسألة دخول الحاج الشام، فإنه يصير مقيماً حكماً وإن لم ينو الإقامة، وهذا مسافر حكماً وإن نوى الإقامة، لعدم انقضاء سفره ما دام عازماً على الخروج قبل خمسة عشر يوماً. (رد المحتار، باب

اہل جدہ عرفات جاتے ہوئے نماز میں قصر کریں گے، یا اتمام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جدہ کی آبادی ”حی الامیر نواز“ کے نزدیک واقع پولیس چوکی سے آگے ڈھائی کلومیٹر تک پھیل چکی ہے، جدہ کی آبادی ختم ہونے کے بعد سے منی کے راستہ عرفات کی مسافت ۸۱ کلومیٹر اور ۶۰۰ میٹر بنتی ہے؛ لیکن اگر ”کدی“ اور ”عوالی“ کے راستہ سے عرفات کا سفر کیا جائے تو یہ مسافت صرف ۷۳ کلومیٹر بنتی ہے، مکہ مکرمہ کی آبادی کا منی کے راستہ عرفات سے اتصال تو بالکل مفقود ہے، البتہ دوسرے راستہ یعنی عوالی سے ”جمعية الأطفال المعوقین“ تک آبادی کا تسلسل ہے، پھر ۳۳ کلومیٹر ۲۰۰ میٹر کا علاقہ غیر آباد ہے، اس کے بعد ”جامعة أم القرى“ کی وسیع عمارت شروع ہو جاتی ہے، جس کے فوراً بعد ہی حدود عرفات کی ابتدا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں اہل جدہ جب بقصد حج عرفات کو منزل سمجھ کر سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کی وہاں شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟ رہنمائی کی درخواست ہے اور علت وجہ کی تفتیح بھی فرمادیں؛ تاکہ جدہ میں رہنے والے طلبہ اور دینی مسائل سے متعلق و مرتبط حضرات کے لیے لوگوں کو سمجھانا آسان ہو جائے کہ اہل جدہ قصر کریں تو کس بنا پر یا اقامت کو اختیار کریں، تو کس وجہ سے؟ اہل جدہ سال گزشتہ کافی پریشان رہے، لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، کسی نے اقامت کو ترجیح دی تو کسی نے سفر کو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر اہل جدہ کا ”کدی“ اور ”عوالی“ کے راستہ سے سیدھے عرفات جانے کا ارادہ ہو تو حسب تحریر سوال چوں کہ ۷۳ کلومیٹر مسافت ہوتی ہے؛ اس لیے بلاشبہ اہل جدہ اس راستہ سے عرفات جانے کی صورت میں قصر نہیں کریں گے اور اگر منی کے راستہ سے عرفات جاتے ہیں اور یہ مسافت حسب تحریر سوال ۸۱ کلومیٹر ۶۰۰ میٹر بنتی ہے تو بھی محتاط اور محقق قول کے مطابق مسافت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لیے قصر جائز نہ ہوگا؛ اس لیے کہ محتاط قول کے اعتبار سے مسافت سفر ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر بنتی ہے۔ (تفصیل دیکھئے: احسن الفتاویٰ: ۹۱/۴، ایضاح المسائل: ۷۰، کتاب المسائل: ۵۱۲/۱) بریں بنا مسئلہ صورت میں بہر صورت اہل جدہ کو سفر حج میں اتمام ہی کرنا چاہیے، یہی احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۱۰/۱۴۳۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۴/۷)

قیام مکہ کے دوران تفریح کے لیے جدہ جانے کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں سے حجاج

== ذکر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر، لا تصح؛ لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات، فلا يتحقق الشرط. (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۴۰، رشیدیۃ)

کرام مختلف گروپ کے ساتھ حج پر جاتے ہیں، ہر گروپ والے اتمام وقصر مقیم و مسافر کے بارے میں اپنے اپنے معتمد علماء کرام کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، عموماً ہمارے یہاں سے حجاج کرام کی روانگی ذی الحجہ کی ابتدا سے ہوتی ہے اور واپسی تقریباً محرم الحرام کے دوسرے عشرہ تک ہوتی ہے، کل سفر ۴۰ یا ۴۵ دن تک کا ہوتا ہے، عموماً حرمین اور مدینہ منورہ میں ۸ دن، اس اعتبار سے اکثر حجاج کرام تقریباً ذی الحجہ کا پورا مہینہ مکہ مکرمہ میں گزارتے ہیں، البتہ قیام مکہ مکرمہ کے دوران ہر گروپ والے اپنے اپنے گروپ کے حجاج کو تفریح کے لیے جدہ لے جاتے ہیں، پھر جدہ سے کچھ دور پانی پر بنی ہوئی مسجد میں بھی لے جاتے ہیں، جس کی مسافت مسجد حرام سے ۵۰ میل سے زائد بنتی ہے اور یہ سفر صرف صبح سے رات تک ہوتا ہے؛ یعنی ۱۱، ۱۲ بجے رات کو دوبارہ مکہ مکرمہ آ جاتے ہیں، واضح رہے کہ سامان اور رہائش وغیرہ مکہ مکرمہ میں باقی رہتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

(الف) جو حجاج کرم منی، مزدلفہ کو ایک علاقہ شمار کرنے والے علماء کرام کے قول پر عمل کرتے ہیں، ان کے مقیم بننے میں تفریح کے لیے جدہ جانے کی نیت رکاوٹ بنے گی، یا نہیں؟ مثلاً ایک حاجی ۵ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچتا ہے اور ۵ محرم الحرام کو مدینہ منورہ روانہ ہوگا تو مکہ مکرمہ میں مجموعی قیام ۳۰ دن کا ہے؛ لیکن ۱۲ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد مدینہ و روانہ ہونے سے پہلے درمیان میں ۷ ذی الحجہ کو جدہ جانے کا پروگرام طے ہوتا ہے، اس لحاظ سے مدت اقامت ۱۵ دن پوری ہونے سے پہلے بارہویں دن سفر شرعی کی نیت اس کے مکہ مکرمہ میں مقیم بننے میں مانع ہوگی، یا نہیں؟ (واضح رہے کہ جدہ جاتے وقت رہائش اور سامان وغیرہ مکہ مکرمہ کے ہوٹل میں چھوڑ کر جاتے ہیں اور دوبارہ مکہ مکرمہ رات ہی کو پہنچ جاتے ہیں)

(ب) اور جو حجاج کرام مکہ، منی اور مزدلفہ کو الگ الگ علاقہ شمار کرنے والے علماء کرام کے قول پر عمل کرتے ہیں، وہ حجاج کرام مذکورہ روانگی کی تاریخ کے مطابق حج سے پہلے مسافر ہی ہوں گے، البتہ ۱۲ ذی الحجہ کے بعد ان کا قیام مکہ مکرمہ میں مزید ۲۳ دن کا ہوتا ہے، لہذا سترہ (۱۷) ذی الحجہ کو سفر شرعی کی نیت اس کے حج کے بعد مقیم بننے میں مانع ہوگی، یا نہیں؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ جدہ میں رات میں سونے اور نہ سونے کی صورت میں حکم میں کوئی فرق ہوگا، یا نہیں؟

(ج) اگر ان لوگوں کے جدہ جانے کی تاریخ مقرر نہ ہو، درمیان میں کسی ایک دن ہو تو مسئلے میں کوئی فرق آئے گا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

واضح رہے کہ اس وقت مکہ معظمہ اور جدہ کی آبادی پھیل جانے کی وجہ سے دونوں شہروں کا فاصلہ صرف ۶۲/۶۰ کلومیٹر رہ گیا ہے، پس مکہ معظمہ سے جدہ جانے والا شخص مسافر شمار نہیں ہوتا اور آپ نے سوال میں پانی پر بنی ہوئی جس مسجد کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ العالی، مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد کے مشاہدہ

سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مسجد جدہ شہر سے باہر نہیں ہے؛ بلکہ شہر ہی کا ایک حصہ ہے، مفتی صاحب موصوف نے اس مسجد میں کئی مرتبہ مغرب کی نماز بھی ادا کی ہے، لہذا مکہ سے اس مسجد تک جانے والے لوگ جو صبح جا کر رات تک مکہ معظمہ واپس لوٹ آتے ہیں، ان کا وطن اقامت اس سفر سے باطل نہیں ہوتا؛ اس لیے آپ نے اس مسافت کو مسافت شرعی مان کر جو سوالات قائم فرمائے ہیں، ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر پہلے ہی سے پورے گروپ کو جدہ جا کر رات کو ہوٹل میں ٹھہرنے کا نظام ہو تو مذکورہ سوالات پیش آ سکتے ہیں، ان کے متعلق جوابات درج ذیل ہیں:

(الف) جو حاجی ۵/۵ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچا اور اس کا ۷/۷ ذی الحجہ کو جدہ جا کر رات گزارنے کا پہلے سے ارادہ ہو تو مذکورہ سامان مکہ معظمہ میں ہو، پھر بھی حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبا لقول ابن عباس: إن الله فرض لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين... فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أى في نصف شهر... ولم يذكر وطن السكنى وهو ما نوى فيه أقل من نصف شهر لعدم فائدته. (الدر المختار: ۵۹۹/۲ - ۶۱۵، ذكرها)

(ب) بارہ (۱۲) ذی الحجہ کو منیٰ سے مکہ مکرمہ آ کر ۲۳ دن قیام کرنے کا ارادہ ہے اور ۱۷ ذی الحجہ کو جدہ جانے کا ارادہ ہے تو جدہ جانے کی وجہ سے مکہ میں مقیم بننے میں کوئی فرق نہیں آئے گا؛ اس لیے کہ اب جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں رہی ہے، لہذا ایسے حجاج کرام مکہ میں شرعی طور پر مقیم ہی شمار کیے جائیں گے اور اگر جدہ اس ارادے سے جائیں کہ وہاں سیر و تفریح کر کے یا اپنی ضروریات پوری کر کے واپس رات تک مکہ مکرمہ ہی آنا ہے، پھر جدہ کے بعد واپسی میں رات ہو جائے اور رات کا کچھ حصہ سونے میں بھی گزر جائے؛ مگر ارادہ رات گزارنے کا نہیں تھا، جیسا کہ سوال نامہ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جدہ کا سفر صبح سے لے کر ۱۲ بجے رات کے درمیان درمیان ہی ہوتا ہے، وہاں پر رات گزارنے کا ارادہ نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بدستور مقیم رہیں گے، مسافر نہیں بنیں گے۔ ہاں البتہ اگر حج سے قبل مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ ارادہ رہا ہو کہ سترہ (۱۷) ذی الحجہ کو ایک رات جدہ میں جا کر بھی گزارنا ہے تو ایسی صورت میں ۵/۵ ذی الحجہ سے ۱۷/۱۷ ذی الحجہ کے درمیان ۱۵ دن پورے نہیں ہوتے ہیں، اس لیے سب کے نزدیک ۱۷/۱۷ ذی الحجہ تک یہ حجاج کرام مسافر ہی رہیں گے اور ۱۷/۱۷ ذی الحجہ کے بعد مکہ مکرمہ میں مسلسل ۱۸ دن رہنے کے ارادہ سے جو قیام ہوگا تو اس درمیان یہ سارے حجاج کرام مقیم ہو جائیں گے اور نمازوں کا اتمام ان پر لازم ہوگا۔

(ج) اس سوال کا مدار مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان سفر شرعی کی مسافت ماننے پر ہے؛ لیکن اب چونکہ آبادی پھیل جانے کی وجہ سے مکہ معظمہ اور جدہ شہر کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں رہی ہے؛ اس لیے اگر پہلے سے جدہ میں گزارنے کا ارادہ نہ ہو، جیسا کہ سوال نامہ سے واضح ہے تو محض سیر و تفریح کے لیے دن میں جدہ کا ارادہ کرنے سے اقامت پر کوئی فرق نہ پڑے گا اور وہ حجاج مکہ معظمہ میں مقیم ہی شمار ہوں گے۔

فیقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أى في نصف شهر) فلو دخل الحجاج مكة أيام موضعها و بعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبيته بأحدهما أو كان أحدهما تبعاً للآخر. (الدرالمختار)

وفى الشامى: أقول: ويظهره من هذه الحكاية أن نيته الإقامة لم تعمل عملها إلا بعد رجوعه لو جود خمسة عشر يوماً بلانية خروج فى أثناؤها، بخلاف ما قبل خروجه إلى عرفات؛ لأنه لما كان عازماً على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصبر مقيماً... فإن دخل أولاً ما نوى المبيت فيه يصبر مقيماً ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصبر مسافراً؛ لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به. (ردالمحتار: ۶۰۶/۲-۶۰۷، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵ھ/۵/۵۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۱۳/۷)

### قصر و اتمام کے مسئلہ میں کیا مکہ و منیٰ ایک شہر شمار ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے بعض سمیناروں میں حج سے متعلق بعض مسائل پر بحث و تحقیق کے بعد فیصلے کئے گئے تھے، اس وقت بھی حج سے متعلق ایک اہم مسئلہ پر شرعی بحث و تحقیق کے لیے آپ حضرات کو زحمت دی جا رہی ہے، امید ہے کہ مسئلہ کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری تحقیق و تفصیل سے جوابات تحریر فرمائیں گے؟ (ان شاء اللہ) آپ حضرات کی تحقیق اور علمی ریاضت زیر بحث مسئلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے میں اکیڈمی کے لیے معاون ثابت ہوگی، یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد کے ادوار میں منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے بالکل الگ اور خاصے فاصلہ پر تھی، مکہ مکرمہ اور منیٰ کو دو الگ آبادی شمار کیا جاتا تھا؛ اس لیے اگر کوئی شخص مکہ اور منیٰ دونوں میں ملا کر پندرہ ایام کی قیام کی نیت کرتا تھا تو بھی اس پر مسافر کے احکام جاری ہوتے تھے اور وہ مقيم کی امامت میں نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں قصر کرتا تھا، یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک مسافر کے لیے قصر رخصت نہیں؛ بلکہ عزیمت ہے۔

ادھر چند سالوں سے صورت حال میں تبدیلی آئی ہے، مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے منیٰ؛ بلکہ اس سے آگے تک پہنچ چکی ہے اور منیٰ سرکاری طور پر بلدیہ مکہ مکرمہ کا حصہ قرار پا چکا ہے، اس صورت حال نے ایک بڑا اہم فقہی سوال یہ پیدا کر دیا ہے کہ اب بھی مکہ اور منیٰ الگ الگ آبادیاں مان کر وہی فتویٰ دیا جائے، جو ماضی میں تھا کہ اگر ایک شخص مکہ اور منیٰ دونوں کو ملا کر پندرہ دن، یا اس سے زائد قیام کی نیت کرتا ہے تو وہ شرعاً مسافر ہی رہے گا اور اس پر قصر لازم ہوگا؛ کیوں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون سابقہ میں ایسا ہی تھا، یا صورت حال کی تبدیلی اور واقعاتی اور سرکاری دونوں سطح پر مکہ مکرمہ میں منیٰ کی شمولیت کی وجہ سے دونوں کو ایک آبادی تصور کیا جائے گا اور اگر دونوں کو ملا کر پندرہ یوم، یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو تو ایسے شخص کو مقيم مانا جائے گا اور اس پر مقيم کے احکام جاری ہوں گے۔

غالباً آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ اس مسئلہ میں برصغیر کے علما میں ایک سے زائد آرا پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے حج پر جانے والے حضرات خاص طور پر کشمکش کا شکار ہوتے ہیں کہ کس رائے کو اختیار کر کے اس پر عمل کریں؟ اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دونوں آرا اور ان کے دلائل کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے کوئی رائے قائم کی جائے اور ترجیحی رائے کے دلائل و وجوہ بھی تفصیل سے لکھے جائیں؛ تاکہ اکیڈمی کو فیصلہ تک پہنچنے میں سہولت ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

سبھی مشاعر مقدسہ (حرم، صفا و مروہ، منی، مزدلفہ اور عرفات) کی حدود تو یقینی ہیں، ان میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے؛ لیکن ان کی اپنی حدیں برقرار رکھ کر اگر کسی عارض کی وجہ سے کوئی دوسرا حکم ان سے متصل ہو جائے تو اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، مثال کے طور پر حرم کی حدود تنعیم تک ختم ہو جاتی ہیں؛ لیکن تنعیم سے بہت آگے تک مکہ کی آبادی بڑھ چکی ہے، جس کی وجہ سے وہ آبادی اگرچہ حرم میں شمار نہیں ہوتی مگر مکہ کے شہر میں داخل سمجھی جاتی ہے، اس آبادی کے بڑھنے سے حرم کے حدود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی؛ مگر اصول کے مطابق وہ اضافہ شدہ آبادی شہر مکہ ہی کے حکم میں ہے۔

اسی طرح مسعی (صاف مروہ کے درمیان سعی کرنے کی جگہ) کو ابھی تک سعودی حکومت نے مسجد حرام کی حدود میں داخل نہیں کیا ہے؛ لیکن اگر وہاں تک جماعت کی صفیں پہنچ جائیں تو وہاں نماز پڑھنے حرم کی جماعت کا ثواب یقیناً حاصل ہوگا اور اس حکم کی وجہ سے مسعی کی حدود میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

نیز مکہ مکرمہ کے بعض قدیم محلوں میں اتصال عمرانی بھی نہیں ہے؛ بلکہ بڑے بڑے فنا یا پہاڑ ہیں، اسی طرح سے نئی کالونیاں یا آبادیاں بھی ایک دوسرے سے کافی کٹی ہوئی ہیں؛ لیکن حدود مکہ کے اندر ہی ہیں، جیسے العوالیٰ ایک منفصل اور منقطع مستقل نئی کالونی اور آبادی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ منی اور مزدلفہ کی شرعی حدود اپنی جگہ بالکل متعین اور ناقابل ترمیم ہیں اور جو عبادت ان میں سے جس جگہ ادا کرنے کا حکم ہے اس کے حدود میں ادا کئے بغیر اس عبادت کا ثواب نہیں مل سکتا، مثلاً منی میں رات گزارنے کا ثواب ہے وہ حدود مزدلفہ میں رات گزارنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح وقوف مزدلفہ کا حکم وقوف منی سے پورا نہیں ہو سکتا وغیرہ، لہذا مناسک کی ادائے گی کے اعتبار سے مشاعر مقدسہ کی حدود میں ترمیم و تبدیلی کا موضوع یہاں زیر بحث ہی نہیں ہے؛ بلکہ موضوع بحث یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قصر و اتمام کا تعلق مناسک حج سے نہیں ہے؛ بلکہ اس کا تعلق ان عام اصولوں سے ہے، جن کو ہر جگہ کے لیے قصر و اتمام کی بنیاد بنایا گیا ہے، وہ اصول جس طرح دنیا کے اور شہروں اور آبادیوں پر جاری ہوں گے۔

اسی طرح مکہ معظمہ اور اس سے ملحق جگہوں پر بھی جاری ہوں گے، مثلاً یہ کہ شہر اور اس سے ملحق فنا، شہر، یا حکومتی اور عرفی اعتبار سے جن جگہوں پر ایک آبادی کا اطلاق ہوتا ہو، وہ سب ایک شہر کے حکم میں سمجھے جائیں گے اور وہاں پر

پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی نیت سے ٹھہرنے والا اس وقت تک مقیم ہی کہلائے گا، جب تک کہ اس شہر اور اس سے ملحق جگہ سے سفر کے ارادہ سے باہر نہ چلا جائے۔

اس اصول کی روشنی میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگرچہ ماضی میں عرصہ دراز تک مکہ معظمہ، منیٰ اور مزدلفہ بالکل الگ الگ مقامات تھے، منیٰ اور مکہ کے بڑے حصے کے درمیان بڑے بڑے پہاڑ حائل تھے، اسی طرح مزدلفہ کے ارد گرد کوئی آبادی نہ تھی اور عرفات تو بالکل ہی الگ تھا؛ لیکن گزشتہ چند سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے مکہ معظمہ کی آبادی اس تیزی سے بڑھی کہ منیٰ تین جانب سے آبادی کے بیچ میں آ گیا، ایک جانب عزیزہ، دوسری جانب شرائع، معیصم اور عدل اور تیسری جانب ربع صدق ہے اور پہاڑوں کے درمیان بڑی بڑی وسیع سرنگیں نکال کر منیٰ کا رابطہ مکہ معظمہ سے بہت قوی کر دیا گیا اور یہ راستے اہل مکہ کے لیے گزرگاہ کے طور پر استعمال ہوتے رہتے ہیں، منیٰ کے بعد مشرقی طرف منیٰ کے مغربی طرف آنے جانے کے لیے سال بھر منیٰ کی ہی سڑکیں اور سرنگیں استعمال ہو رہی ہیں، نیز مکہ معظمہ اور مشاعر مقدسہ کی میونسپلٹی بھی ایک ہی کر دی گئی ہے اور ان کی نگہبانی حفاظت صفائی نگرانی کے لیے سال بھر مقررہ ٹیمیں ۲۴ گھنٹے منیٰ میں موجود رہتی ہیں، وہاں متعدد منزلہ رہائشی بلڈنگیں بھی تیزی سے بنائی جا رہی ہیں، جمرات کو بری (پل) کا کام بھی منیٰ میں سال بھر ۲۴ گھنٹے چالو رہتا ہے، جہاں ہزاروں کا عملہ نمازیں ادا کر رہا ہے اور مبیت و طعام قیام مکمل طور پر اس عملہ کے لیے ہو رہا ہے اور ہر سال پل کی ایک منزل تیار کی جا رہی ہے اور شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل جو حرم شریف کے امام خطیب اور حرمین شریفین کی اعلیٰ اختیاراتی انتظامی کمیٹی کے رئیس رہ چکے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے جواب میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ منیٰ اب مکہ معظمہ کے ایک محلہ کے درجہ میں آ چکا ہے اور جو حکم مکہ کا ہے، وہی حکم منیٰ کا ہے اور شیخ مذکور قابل اعتبار اور اعتماد دینی علمی مذہبی شخصیت ہیں، جن کے اس قول کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح مزدلفہ کا میدان بھی عزیزہ کی جانب سے بالکل متصل ہو چکا ہے، عزیزہ جنوبیہ کے انتہا پر مکہ مکرمہ کی جمعیت الہلال الاحمر السعودی کی مرکزی دفتر کی عمارت مزدلفہ سے قبل تیار ہو چکی ہے، اسی کے برابر میں ایک بڑا نیا ہسپتال بھی تعمیر کی آخری مرحلوں میں ہے، اس ہسپتال کے مشرقی جانب ایک نئی کالونی بھی تیار ہو چکی ہے، جس کی بعض زمینوں پر عمارتوں بھی تعمیر ہو چکی ہیں، اسی طرح سے عزیزہ جنوب کی طرف اور پھیل چکا ہے اور یہ سب تعمیرات مزدلفہ سے قبل ہی ہیں۔

ان سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے اب منیٰ اور مزدلفہ کو صرف قصر و اتمام کے مسئلہ میں مکہ معظمہ سے الگ مقامات قرار دینے اور ان کو مکہ کے تابع نہ ماننے کی کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے ہماری ناقص نظر میں اب منیٰ اور مزدلفہ توابع مکہ میں داخل ہیں اور مکہ میں اقامت کی نیت کرنے والے کی نیت اقامت منیٰ اور مزدلفہ توابع مکہ میں داخل ہیں اور مکہ میں اقامت کی نیت کرنے والے کی نیت اقامت منیٰ اور مزدلفہ جانے سے باطل نہیں ہوگی اور یہاں آ کر بھی وہ بدستور مقیم



رہے گا اور عرفات کو اگر مکہ کے تابع نہ مانا جائے، تب بھی اس حکم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؛ اس لیے کہ نیت اقامت میں دن نہیں؛ بلکہ رات گزارنے کا اعتبار ہوتا ہے اور عرفات میں عموماً رات نہیں گزاری جاتی ہے۔ اس مسئلہ سے درج ذیل تین ضمنی مسائل متعلق ہوتے ہیں:

(۱) قصر و اتمام کا مسئلہ۔

(۲) نماز جمعہ کی ادائے کی کا مسئلہ کہ جب ان جگہوں کو تابع مان لیا گیا تو یہاں جمعہ کا قیام بھی کرنا ہوگا۔

(۳) مالی قربانی کا معاملہ کہ جو شخص اصولاً مقیم، یا مال دار ہو، اس پر مالی قربانی واجب ہوگی۔

فالقول بالتجديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بأنه المعد لمصالح المصر قد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى وحوائج المصر موضع يحد بمسافة يسع عساكر مصر ويصلح ميداناً للخيول والفرسان ورمى النبل والبندق البارود واختار المدافع، وهذا يزيد على فراسخ فظهر أن التجديد بحسب الأمصار. (رد المحتار، كتاب الحج، ۹/۳، زكريا)

أقول: وينبغي تقييد ما في الخانية والتاتارخانية بما إذا لم يكن في فناء المصر لما مر أنها تصح اقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع فإذا صحت في الفنائل؛ لأنه ملحق بالمصر يجب على من كان فيه أن يصلحها؛ لأنه من أهل المصر كما يعلم من تعليل البرهان. (رد المحتار، كتاب الحج، ۲۶/۳، زكريا)

ومنى مصر لا عرفات فتجوز الجمعة بمنى ولا تجوز بعرفات، أما الأول فهو قولهما، وقال محمد: لا تجوز بمنى كعرفات، واختلفوا في بناء الخلاف فقيل بمنى على أنها من توابع مكة عندهما خلافاً له، وهذا غير سديد لأن بينهما أربع فراسخ، وتقدير التوابع للحصيرة غير صحيح والصحيح أنها مبني على أنها تتمصر في أيام الموسم عندهما وشمل التجميع بها في غير أيام الموسم وفي المحيط قيل: أنما تجوز الجمعة عندهما بمنى في أيام الموسم لا في غيرها وقيل تجوز في جميع الأيام منى من فناء مكة وقد علمت فساد كونها من فناء مكة فترجح تخصيص جوازها بأيام الموسم وإنها تصير مصرراً في تلك الأيام وقرية في غيرها. (البحر الرائق: ۱۴۲/۲)

وإنما اقتصر المصنف على هذا الوجه من التعليل دون التعليل بأن منى من أفنية مكة لأنه فاسد لأن بينهما فرسخين وتقدير الفناء بذلك غير صحيح، قال محمد في الأصل: إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً فعلم اعتبارها شرعاً موضعين. (فتح القدير: ۵۴/۲)

وقال بعد مشائخنا: أن الخلاف بين أصحابنا في هذا بناء على أن منى من توابع مكة عندهما وعند محمد ليس من توابعها، وهذا غير سديد لأن بينهما أربعة فراسخ، وهذا قول بعض الناس في تقدير التوابع فأما عندنا فبخلافه على ما مر، والصحيح بعض الناس في تقدير التوابع فأما عندنا فبخلافه على ما مر، والصحيح أن الخلاف فيه بناء على أن المصر الجامع شرط عندنا

الآن محمداً يقول: إن منى ليس بمصر جامع بل هو قرية فلا تجوز الجمعة بها كما لا تجوز بعرفات وهما يقولان: إنها تتمصر في أيام الموسم. (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۵-۵۸۶، زكريا)

نوٹ: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ شیخین کے قول کی تعلیل کرتے ہوئے بعض قدیم فقہاء نے بھی منیٰ کو فناء مکہ میں شامل قرار دیا تھا، جس کی اس وقت اس بنا پر تردید کی گئی تھی کہ منیٰ اور مکہ معظمہ میں چار فرسخ کا طویل فاصلہ تھا؛ لیکن اب جب کہ مکہ کی آبادی منیٰ اور مزدلفہ تک پہنچ چکی ہے، تو اب ان کے فناء مکہ ہونے سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

وضاحت: مذکورہ بالا تحریر میں بین القوسین ”( )“ عبارت مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد شمیم (ماجد مسعود) صاحب زید مجدہم کی اضافہ فرمودہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۹/۱۱/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب التوازل: ۲۸۵/۷-۲۹۰)

### سفر حج میں نماز پوری پڑھیں، یا قصر کریں:

سوال: ہندوستانی حاجی کو منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ اور مدینہ منورہ میں مکمل نماز پڑھنی چاہیے، یا قصر کرنا چاہیے؟  
(حاجی عبدالقدیر، بیدر)

#### الجواب

قصر، یا پوری نماز پڑھنے کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اگر مسافر نے کسی جگہ پندرہ دن، یا اس سے زیادہ مسلسل قیام کی نیت کی ہو تو وہ مقیم کے حکم میں ہوگا اور نمازیں پوری کرے گا اور اگر ایک جگہ اس سے کم مدت کا قیام ہو تو حنفیہ کے نزدیک وہ مسافر ہی کے حکم میں ہے، لہذا وہ قصر کرتا رہے گا، اس اصول کے مطابق مدینہ میں چوں کہ سعودی حکومت کی جانب سے پندرہ دنوں تک قیام کی اجازت نہیں دی جاتی، آٹھ نو دن ہی کا قیام ہوتا ہے؛ اس لیے یہاں حاجی کو دو رکعت پڑھنی ہے، سوائے اس کے کہ مقیم امام کی اقتدا کرے تو امام کی اتباع میں چار رکعت ادا کرے گا، مکہ مکرمہ میں اگر آٹھ ذی الحجہ سے پندرہ دن پہلے پہنچ گیا تو وہ مقیم ہے اور اسے چار رکعت پڑھنی ہے اور اگر اس سے کم مدت حج شروع ہونے میں باقی ہے تو وہ مسافر ہے، ظہر، عصر اور عشاء کی دو رکعتیں ادا کرے گا، سوائے اس کے کہ مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ ایسا شخص منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی مسافر ہی سمجھا جائے گا اور قصر کرے گا اور اگر اس سے پہلے مکہ میں پندرہ دنوں رہ چکا ہو تو مکہ میں پندرہ دنوں کے قیام کی وجہ سے حاجی منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں مقیم سمجھا جائے گا اور جب مقیم امام کے پیچھے نماز ادا نہیں کر رہا ہو تو قصر کرے گا؛ کیوں کہ منیٰ، عرفات وغیرہ الگ شہر ہے، مکہ میں داخل نہیں، چنانچہ مشہور فقیہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”إنه إذا نوى الإقامة بمكة شهراً ومن نيته أن يخرج إلى عرفات ومنى قبل أن يمكث بمكة

خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً؛ لأنه لا يكون ناوياً لإقامة مستقلة فلا تعتبر“۔ (۱)

”جب مکہ کے اندر ایک ماہ قیام کا ارادہ کرے اور اس کی نیت یہ ہے کہ عرفات اور منیٰ کے لیے مکہ میں پندرہ دن کے قیام سے پہلے ہی جانا ہے تو مقیم نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ وہ مستقل اقامت کی نیت نہیں کر رہا ہے، لہذا نیت معتبر نہ ہوگی۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۴/۱۰۵-۱۰۶)

### حاجی مسافر رہتا ہے، یا مقیم:

سوال: مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے بعد حاجی کے لیے دو صورتیں پیش آتی ہیں:

(الف) عمرہ کرنے کے ایک، دو روز بعد حاجی کو مدینہ منورہ بھیج دیا جاتا ہے اور وہ ۶/۵ ذی الحجہ تک مکہ مکرمہ واپس آجاتا ہے، پھر اس وقت سے لے کر حج کے بعد، یا تو پندرہ دنوں تک مکہ مکرمہ میں رہتا ہے، یا ۲۵/۲۰ روز تک۔  
(ب) حج کے بعد ۲۵/۲۰ دنوں تک مکہ مکرمہ میں حاجی کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد اس کو مدینہ منورہ بھیج دیا جاتا ہے اور اسی طرح سے اس کی واپسی ہوتی ہے، لہذا اب سوال یہ ہے کہ حاجی مکہ مکرمہ میں (بشمول منیٰ، مزدلفہ، عرفات) دونوں صورتوں میں مقیم رہے گا، یا مسافر؟

واضح رہے کہ حاجی کی روانگی، یا واپسی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کا قیام حج کمیٹی، یا سعودی حکومت کی اجازت اور اصول و ضوابط پر موقوف ہے، اس میں حاجی کے اپنے ارادہ خواہش و مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

چوں کہ اقامت کی نیت کے صحیح ہونے کے لیے ایک ہی مقام پر مکمل پندرہ دن قیام کرنا ضروری ہے۔ دو، یا اس سے زائد مستقل مقام پر ٹھہرنے کی مجموعی مدت پندرہ دن ہوتی ہے تو اس صورت میں اقامت کی نیت درست نہیں؛ بلکہ وہ مسافر ہی رہتا ہے؛ اس لیے صورت مسئلہ میں اگر حاجی ذی الحجہ سے اتنا پہلے مکہ مکرمہ پہنچ جائے کہ عرفات، منیٰ، مزدلفہ، یا مدینہ منورہ کو روانہ ہونے سے قبل صرف مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام کرنا ممکن اور معلوم ہو تو اقامت کی نیت درست ہے اور حاجی اس صورت میں مقیم ہو جائے گا؛ لیکن اگر مکہ مکرمہ، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ ان چاروں مقامات پر قیام کی مجموعی مدت پندرہ دن ہوتی ہے، یا پندرہ دن مکمل ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کا سفر ہو تو حاجی مسافر ہی رہے گا؛ کیوں کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ و عرفات وغیرہ الگ الگ مستقل مقامات ہیں اور اس صورت میں صرف ایک مقام پر پندرہ دن قیام نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے:

أونوی فیہ لکن (بموضعین مستقلین) کمکة و منی فلودخل الحاج مکة أيام العشر لم تصح نیتہ؛ لأنه یخرج إلى منی و عرفة فصار کنية الإقامة فی غیر موضعها. (۱/۲۰۷) (۱)  
یظهر من هذه الحکایة أن نیتہ الإقامة لم تعمل عملها إلا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوماً

بلانية خروج في أثنائها، بخلاف ما قبل خروجه إلى عرفات؛ لأنه لما كان عازماً على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصبر مقيماً. (رد المحتار: ۵۲۹/۱) (۱)

إن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا تصح؛ لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۱/۶/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۰/۳)

**شہر سے متصل مقام کو بحکم شہر ہونے کے لیے کس قسم کا اتصال شرط ہے:**

سوال: اگر محض اتصال کی وجہ سے ایک جگہ دوسری جگہ کے حکم میں ہو جائے تو کس طرح کا اتصال ہونا چاہیے؟ ایک جانب سے یا ہر چہار جانب سے؟ مثلاً دو جانب سے تو اتصاف پایا جائے؛ لیکن دیگر جانبوں سے فاصلہ ہو تو کیا یہ فاصلہ مقام واحد کا حکم کرنے میں مانع بنے گا، یا نہیں؟ اگر ہاں تو کتنا فاصلہ موضع واحد کے حکم کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر دونوں جانب آبادی موجود ہے تو کسی ایک جانب کا اتصال بھی دونوں آبادیوں کو ایک حکم میں رکھنے کے لیے کافی ہے؛ لیکن اگر خالی میدان ہو تو اس کا شہر سے متصل قرار دینے کے لیے متعدد جگہوں سے اتصال کی ضرورت ہوگی اور اس میں عرف کا بھی لحاظ رکھا جائے گا اور فاصلہ کی تحدید شہروں کی حیثیت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتی ہے، جیسا کہ اوپر گزرا۔

(۱) القریتان المتدانیان المتصل بناء إحداهما بالأخرى أو التي يترفق أهل إحداهما بالأخرى فهما كالقرية الواحدة. (الموسوعة الفقهية: ۲۷۹/۲۷)

(۲) ولو كانت قریتان متدا نیتین فاتصل بناء أحدهما بالأخرى فهما كالواحدة. (المغنی: ۵۰/۲)

(۳) ولو كان للبلد محال، كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد في الماضي، فمضى خرج من محلته أبيح له، القصر إذا فارق أهله، وإن كان بعضها متصلاً ببعض كاتصال أحياء المعاصرة، لم يقصر حتى يفارقها جميعها. (الفقه الإسلامي: ۲۹۶/۲، المغنی: ۵۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتاب النوازل: ۳۹۴/۷)

**اگر ایک ہی گروپ میں اتمام اور قصر دونوں کے قائل ہوں تو امام کس کو بنائیں:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک ہی گروپ میں جانے والے کچھ افراد اتمام کے قائل اور کچھ افراد قصر کے قائل علماء کرام کے قول پر عمل کرنے والے ہوں تو ایسی صورت میں ایک خیمہ میں باہم فتنہ فساد سے اجتناب کرنے کی غرض سے منی، مزدلفہ اور عرفات میں مقیم حجاج کرام اپنے گروپ کے مسافر امام کی اقتدا کر کے اپنی بقیہ نماز پوری کر لے تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا ان کی نماز ادا ہو جائے گی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو حضرات اتمام کے قائل ہیں، ان کی نظر میں قصر کرنے والے حق پر نہیں ہیں، لہذا اگر وہ قصر کرنے والوں کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی مابقیہ نماز پوری کریں گے تو یہ اقتدا صحیح نہ ہوگی؛ کیوں کہ ان کی نظر میں امام نے ناقص فریضہ ادا کیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حنبلی امام جو مکہ کا باشندہ ہو، اگر وہ اپنے مسلک کے مطابق نسک کو موجب قصر سمجھتے ہوئے مسجد خیف میں چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھائے تو کسی حنفی مقتدی کے لیے اس کی اقتدا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ امام نے مقتدی کے خیال میں ناقص فریضہ ادا کیا ہے، اسی طرح کی بات مسئلہ صورت میں بھی کہی جائے گی، لہذا جس گروپ میں اتمام و قصر میں اختلاف کرنے والے موجود ہوں تو بہتر شکل یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے، جو اتمام کا قائل ہو اور قصر کے قائلین بھی اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو ان کی نماز یقیناً ادا ہو جائے گی اور اگر اس پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر جو لوگ جس رائے کو حق سمجھتے ہوں، اسی کے مطابق الگ الگ جماعت بنا کر نماز پڑھتے رہیں اور باہم نزاع نہ کریں۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل محقق و مدلل: ۳۵۳-۳۵۶)

ثم إن كان الإمام مقيماً أتم الصلاة وأتم معه المسافرون أيضاً، أى وكذا المقيمون ... والحاصل أن الإمام إن كان مقيماً فلا يجوز القصر للمسافرين والمقيمين، وإن أن يقصر الصلاة أى لا اختصاص القصر بالمسافر إجماعاً وإنما الخلاف في كون الجمع للنسك والسفر ولا للمسافر أن يقتدى به أى بالمقيم إن قصر أى لعدم صحة صلاته بالقصر. (مناسك ملا على القارى: ۱۹۴-۱۹۵، غنية الناسك: ۱۹۵، سهارنفور)

فالحق ما عليه الجمهور أن القصر بمنى و عرفات كان للسفر لا لكونه من مناسك الحج. (إعلاء السنن: ۱۱/۱۰، كراتشى، كتاب المسائل: ۲۸۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵ھ/۵/۵۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (كتاب النوازل: ۵۱۷/۷)

مغرب کی نماز عرفات میں اور عشاء کی مزدلفہ میں پڑھنے کا حکم:

سوال: عرفہ کے دن اگر کوئی تنہا مغرب کی نماز عرفات میں پڑھے اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں پڑھے تو کیسا ہے؟ اور کیا حکم ہے؟

الجواب

فی الدر المختار: فصل كيفية الحج ولو صلى المغرب في الطريق أوفى عرفات أعاده، آه. (۱)  
اس روایت (فقہی) سے معلوم ہوا کہ اس شخص پر مغرب کی نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے۔ فقط

۲ شوال ۱۳۲۶ھ (تمتہ اولی، ص: ۶۸) (امداد الفتاوی: ۱۷۰/۲)

## عرفات میں بعد جماعت عصر و ظہر دونوں کو جمع کرنا کیسا ہے:

سوال: ہم نے حج کیا ہے، عرفات جبل کے ایلوان ایک بڑی مسجد حضرت آدم علیہ السلام کی بولتے ہیں، اس میں امام خطبہ پڑھ کر ظہر و عصر بعد زوال کے یک مثل میں پڑھاتا ہے، بعد اس امام کے اگر چند حاجی مل کر، یا بیرون مسجد بغیر خطبہ کے ظہر و عصر اکٹھی کر کے پڑھیں تو جائز ہوگا، یا نہ؟ چرا کہ ہر دو کو اکٹھا پڑھنا جماعت و احرام کے شرط سے ہے، نہ خطبہ شرط، جو صحیح ہو، مرقوم فرمادیں؟

الجواب

فی الدر المختار: وشرط لصحة هذا الجمع الإمام الأعظم أو نائبه وإلا صلوأ وحداناً. (۲۸۲/۲) (۱)  
اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں جمع جائز نہیں۔

(تمتہ اولی، ص: ۷۱) (امداد الفتاوی: ۱۷۰۲)

## مزدلفہ میں صبح صادق کے بعد مغرب و عشا نہ نیت ادا پڑھی تو کیا حکم ہے:

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں:

(۱) کوئی حاجی مزدلفہ میں دیر سے پہنچا یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی، اس نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز ادا کی نیت سے پڑھی، حالاں کہ قضا کی نیت کرنی چاہیے تھی تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی، یا دہرائی پڑے گی؟

## مزدلفہ میں دیر سے پہنچنے پر مغرب و عشا پڑھنے سے دم نہیں:

(۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز عشا کے وقت میں پڑھنا واجب ہے، وہ دیر سے پہنچنے کی وجہ سے صبح صادق سے پہلے مزدلفہ میں یہ نمازیں نہ پڑھ سکا تو کیا اس پر دم آئے گا، یا نہیں؟

## طواف زیارت کی تکمیل نفلی طواف سے:

(۳) کسی حاجی نے طواف زیارت کے دو تین شوط چھوڑ دیے اور ایام نحر کے بعد اس نے نفل طواف کیا تو کیا اس نفل طواف کے شوط طواف زیارت میں شامل کر لیے جائیں گے؟ اور کیا اس طرح طواف زیارت مکمل ہو جائے گا اور تاخیر کی وجہ سے اس حاجی پر صدقہ وغیرہ آئے گا، یا نہیں؟

الجواب — حامداً و مصلیاً و مسلماً

(۱) دل میں اگر اس بات کا تعین کیا ہو کہ میں نے گزشتہ شب کی مغرب اور عشا پڑھی تو چاہے نیت ادا کی کی ہو، پھر بھی یہ نماز درست ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسا نہیں تو دہرانا ضروری ہے۔ (ماخوذ از عمدة الفقہ: ۷۷/۲)

(۲) اس صورت میں دم واجب نہیں۔ (ماخوذ از بدۃ المناسک: ۵۰/۲)

(۳) جی ہاں، اس طرح طواف زیارت کی تکمیل ہو جائے گی اور دم ساقط ہو جائے گا، البتہ ہر شوط کے بدلہ میں ایک کامل صدقہ نکالنا ضروری ہے۔ (زبدۃ المناسک: ۷۸/۲، عمدۃ الفقہ، کتاب الحج: ۵۳۱/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۱۰/۱۰ صفر ۱۴۲۵ھ۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۶۸/۲-۲۶۹)

### عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرفات میں جو جمع بین الصلوٰتین ہوتی ہے، اگر یہ نمازیں بلا جماعت اپنے وقت میں ادا کی جائیں تو حج میں نقصان ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: حاجی ظفر الحق صاحب، ۱۱/۱۲/۱۹۸۵ء)

### الجواب

اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۰/۴)

- (۱) عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:  
(۱) ان دونوں نمازوں کو جمع کرتے وقت حج کے احرام میں ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کے لیے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے۔
- (۲) دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے، صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
- (۳) دونوں نمازوں میں بادشاہ وقت (خلیفہ)، یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، کسی اور کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے، صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے۔
- (۴) ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، یہ شرط متفق علیہ ہے۔
- (۵) جمع بین الصلوٰتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن؛ یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے، یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

(۶) مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے، یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔ پس جمع بین الصلوٰتین فی العرفات کی کل چھ شرطیں ہیں، اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علاحدہ علاحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے، اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر لیں۔ (عمدۃ الفقہ: ۹۱۲/۴)

منہاج السنن شرح جامع السنن میں ہے:

وقال ابو یوسف ومحمد لا یشرط له الامام ولا نائبه وفي البرهان ان قولهما اظهر من حيث الدلیل، وفي عصرنا وقع الاذن العام من السلطان بالجمع في الخيام فافهم. (منہاج السنن شرح جامع السنن: ۱۳۹/۴)

## عرفات، یا راستہ میں نماز مغرب و عشا نہیں پڑھے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے، یا راستہ میں وقت کے اندر ادا کرے اور عشا کی نماز وہاں ادا کرے، کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: عبدالرحمن مشیط سعودیہ)

### الجواب

حاجی نماز مغرب اور نماز عشا عرفات میں، یا مزدلفہ کے راستہ میں ادا نہیں کرے گا، اگر یہ نمازیں وہاں ادا کیں تو مزدلفہ میں دوبارہ ادا کی جائیں گی اور بوقت عشا یہ دونوں نمازیں ادا کئے جائیں گی، اگرچہ بوقت مغرب مزدلفہ کو پہنچے ہوں۔ (شرح لباب، شامی) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۱/۴-۲۳۲)

## مزدلفہ میں مغرب و عشا کے جمع کرنے میں امام شرط نہیں ہے:

سوال: مزدلفہ میں مغرب و عشا بھی پہلے امام کے بعد حاجی مل کر ہر دو اکٹھا پڑھیں، یا نہ؟

### الجواب

فی الدر المختار: کما لا احتیاج ھٰہنا للإمام.  
فی ردالمختار: وشرائط هذا الحج الإحرام بالحج وتقديم الوقوف عليه الزمان والمكان والوقوف إلى آخره. (۲۸۷/۲) (۲)  
اس سے معلوم ہوا کہ اس جمع میں امام الحج شرط نہیں، پس اگر فردی پڑھیں، یا چند آدمی جمع ہو کر جماعت سے پڑھیں، ہر طرح صحیح ہے۔  
(تمتہ اولی، ص: ۷۱) (امداد الفتاویٰ: ۱۷۱/۳)

## مزدلفہ میں مغرب و عشا میں ترتیب واجب ہے:

سوال: پہلے عشا کی نماز پڑھیں، یا مغرب اور صاحب ترتیب بھی پہلے عشا پڑھے، یا مغرب؟

(۱) قال الملا علی قاری: واما الوقت فوق وقت العشاء... فلو وصل الى مزدلفة قبل العشاء لا يصلى المغرب حتى يدخل وقت العشاء. (إرشاد الساری، ص: ۶۴۱، باب احکام المزدلفة)

قال العلامة الحصکفی: وصلى العشاء بين بواقي مطلقاً المغرب والعشاء في الطريق او في عرفات اعاده للجليليثكان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتى لو وصل الى مزدلفة قبل العشاء لم يصل المغرب حتى يدخل وقت العشاء. (الدر المختار علی هامش ردالمختار: ۱۹۱/۲-۱۹۲، قبيل مطلب في الدفع من عرفات)



## الجواب

فی الدر المختار: ولو صلى العشاء قبل المغرب بمزدلفة صلى المغرب ثم أعاد العشاء فإن لم يعد ها حتى ظهر الفجر عاد العشاء إلى الجواز.

فی رد المختار: لا فرق فی هذا بین أن يكون صاحب ترتيب أولا فتزاد هذه علی مسقطات وجوب الترتيب. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مغرب پڑھیں، پھر عشا اور اگر بالعکس کر لیا تو بترتیب اعادہ واجب ہے؛ لیکن اگر اعادہ نہ کیا طلوع فجر سے دونوں صحیح ہو گئیں۔ فقط

۷/شعبان ۱۳۲۷ھ (تمہ اولی، ص: ۷۱) (امداد الفتاوی: ۱۷۱/۲)

### حج سے پہلے پہونچنے والا مکہ معظمہ میں مقیم ہے، یا مسافر:

سوال: جو شخص یکم ذی الحجہ کو مکہ شریف پہونچے اور بیس روز قیام کی نیت کرے اور حج سے فارغ ہو کر اکیس کو مدینہ طیبہ جانے کا قصد کرے تو وہ شخص قیام مکہ معظمہ میں نماز پوری پڑھے گا، یا قصر کرے گا؟ ایسا شخص مقیم ہے، یا مسافر؟

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

وہ شخص مقیم نہیں؛ بلکہ مسافر ہے، اس کو چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرے اور منی، عرفات، مزدلفہ میں بھی قصر کرے۔ (۲) البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو قصر نہیں کرے گا؛ بلکہ اتمام کرے گا، جیسا کہ ہر مسافر کا حال ہوتا ہے۔ (۳) قط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۷۱-۳۷۱)

### عورت کا احرام سے قبل مانع حیض دوا استعمال کرنا:

سوال: عورت احرام سے قبل مانع حیض دوائیں استعمال کر سکتی ہیں، یا نہیں؟

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

حج کے بعد حج کی واپسی کی تاریخ مقرر ہوتی ہے اس کا مؤخر کرنا بعض دفعہ قانوناً دشوار اور بعض دفعہ ناممکن ہوتا ہے، ان ایام میں اگر عورت کو حیض آجائے اور واپسی کی تاریخ سے قبل اگر وہ پاک نہ ہو تو طواف زیارت، یا تو حیض کی حالت میں کرنا

(۱) ردالمحتار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفة المفرد: ۲۸۸/۳، انیس

(۲) وذكر فی كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر، لا يصح؛ لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات، فلا يتحقق الشرط. (البحر الرائق: ۲۳۳/۲، باب المسافر، طبع رشيدية)

(۳) وإن اقتضى مسافر بمقيم أتم أربعاً. (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة: ۱۴۳/۱، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، طبع رشيدية)

پڑتا ہے، جس میں بڑی قباحت ہے، یا پھر اس کے چھوٹے کا اندیشہ ہوتا ہے، جب کہ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا، اس بنا پر اگر اس زحمت سے بچنے کے لیے اور طواف زیارت وقت پر طہارت کی حالت میں ادا کرنے کی خاطر وہ عورتیں جن کا معمول ان ایام میں حائضہ رہنے کا ہے، وہ مانع حیض دوائیں استعمال کر لیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۴۰۶، جدید فقہی مسائل طبع ہفتم ص: ۲۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴/۱۱/۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۶/۳)

### دورانِ حج حیض کا آجانا:

سوال: عورت کو اگر ایام حج میں حیض آجائے تو کیا وہ کرے گی؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: وبالله التوفیق

اگر کسی عورت کو دورانِ حج حیض آجائے تو وہ طواف زیارت (جو فرض ہے) کے علاوہ تمام افعال حج اسی طرح کرے گی، جس طرح عام حجاج کرتے ہیں اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرے گی۔

”ولو حاضت عند الإحرام أتت بغير الطواف لقوله عليه السلام لعائشة حين حاضت بسرف:

”أفعلى ما يفعل الحاج غير أن لا تطوفى بالبيت حتى تطهرى“۔ (البحر الرائق، باب الجنایات: ۶۴۹/۲) (۱)

لیکن اگر حالت حیض ہی میں ہو کہ وہاں سے وطن روانگی کا وقت آجائے اور وہاں قیام کرنے کی کوئی شکل نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ عورت مجبوراً حالت حیض ہی میں طواف زیارت کرے گی، البتہ اس پر ترک واجب (طہارت کی حالت میں طواف کرنا) کی وجہ سے بڑے جانور کی قربانی واجب ہوگی۔

فإن طافت كانت عاصية مستحقة لعقاب الله ولزمها الإعادة، فإن لم تعد كان عليها بدنة وتم حجهما۔ (البحر الرائق، قبیل باب الجنایات: ۶۴۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۲/۶/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۲/۳)

جس عورت کو ایام حج میں حیض آئے، وہ حج کیسے کرے:

سوال: مستوراتِ زمانہ حج میں ایام ہونے کی حالت میں ارکان حج کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب:

سوائے طواف کے جملہ ارکان ادا کرے اور طواف فرض کی قضاء بعد طہارت کے کرے اور طواف سنت و واجب

ساقط ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴۶/۶)

(۱) الصحيح للبخاری، باب تقضى الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، إلخ: ۲۲۳/۱

(۲) وإذا حاضت المرأة عند الاحرام اغتسلت وأحرمت وصنعت كما يصنع الحاج غير أنها لا تطوف بالبيت

حتى تطهر لحديث عائشة رضي الله عنها. (الهداية، باب التمتع: ۲۴۶/۱، ظفیر)

اگر ایام حج میں عورت کو حیض آجائے تو وہ کیا کرے:

سوال: اگر کوئی عورت حج کرنے چلی جائے اور ایام حج میں حیض آنا شروع ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

الجواب

طواف کے ماسوا حج کے تمام کام حالت حیض میں کر سکتی ہے، طواف زیارت پاک ہونے کے بعد کرے۔ (۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۲۵/۵/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۲)

حالت حیض میں طواف کرنا:

سوال (۱) بعض حضرات مع اپنی بیوی کے اسی ملک میں قیام کرتے ہیں، ملازم ہیں، صرف دس بارہ یوم کی رخصت بڑی مشکل سے ملتی ہے، لہذا عین وقت پر حج کو آتے ہیں، کبھی کوئی ایسا واقعہ بھی پیش آتا ہے کہ بیوی، یا لڑکی کو حیض شروع ہو جاتا ہے، ایسا فتنہ ہے کہ بیوی کو تنہا جائے ملازمت پر چھوڑ کر بھی نہیں آسکتے ہیں اور وہ خود حج کے آنے کے جذبہ میں ہوتی ہے، لہذا اس مجبوری میں طواف زیارت حیض کی حالت میں کر کے جانا ہو سکتا ہے، شوہر بیوی کو تنہا مکہ المکرمہ میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا ہے اور نہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑا جاسکتا ہے اور خود کو چھٹی بہت کم ملتی ہے، لہذا مجبوری میں واپس جانا ہوتا ہے۔

تو اس مجبوری کی صورت میں عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کر لے؛ کیوں کہ حیض کی حالت میں بوجہ مجبوری طواف زیارت کیسا ہے؟ اور ایک اونٹ، یا گائے یا بیل حد و حرم میں ذبح کر دے، تاکہ مرد کے لیے حلال ہو جائے، حج مکمل ہو جائے، حیض کی حالت میں طواف کرنے کے گناہ کے لیے لیے توبہ استغفار کر لے کہ بالکل مجبوری کی وجہ سے کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ طواف زیارت جان بوجھ کر حالت حیض میں کرنا بہت بڑا جرم ہے؛ کیوں کہ اونٹ، یا گائے کے ذبح کرنے کی جزا اس پر لازم ہے۔

ساتھ ہی مندرجہ بالا مجبوری لاکھوں عورتوں کے مجمع میں صرف چند کو پیش آتی ہے اور اس حالت سے بچنا مستورات کے بس کا نہیں، اگر جلد واپسی ضروری نہ ہو تو کبھی کوئی عورت اتنا بڑا گناہ نہیں کرے گی، بالکل مجبوری کی حالت میں حالت حیض میں طواف کیا جائے؛ تاکہ حج مکمل ہو جائے اور مرد کے لیے حلال ہو جائے۔

ایک صاحب کی اہلیہ کو ایسا ہی معاملہ پیش آیا، ان کے میاں نے بیوی سے کہا کہ ہم تمہارا حج فسخ کراتے ہیں، لہذا تم

(۱) وفي الهندية ( ۲۶۵/۱، طبع شركة علمية ملتان، باب التمتع): وإذا حاضت المرأة عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت كما يصنعها الحاج غير أنها لا تطوف بالبيت حتى تظهر لحديث عائشة رضي الله عنها، اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴۶/۶ میں ہے۔

اپنے کو حاجی ہی مت سمجھنا مجبوری ہے، لوگوں نے بہت سمجھایا کہ، اس طرح حج فسخ نہیں ہوتا؛ مگر نہیں مانے اور واپس بھی چلے گئے، بعض عورتیں حیض والی عورتوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ کسی سے ذکر مت کرو اور خوب اطمینان سے ایسی حالت میں طواف زیارت کرو، چنانچہ بعض عورتیں ان کے کہنے پر عمل کرتی ہیں اور اس کو گناہ نہیں سمجھتی اور نہ جزا دیتی ہیں۔

### حالتِ حیض میں حرم شریف کی نماز اور صلوٰۃ و سلام:

(۲) اسی طرح مکہ المکرمۃ میں، یا مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں عورت، یا جوان لڑکی کو حیض شروع ہو گیا، عزت و آبرو کی وجہ سے مرد اپنی بیوی، یا اپنی لڑکی کو تنہا قیام گاہ پر نہیں چھوڑنا چاہتا ہے اور وقت کم ہوتا ہے، خود حرم شریف میں آکر نمازیں ادا کرنا چاہتا ہے، طواف کرنا چاہتا ہے اور مدینہ منورہ میں نمازیں ادا کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنا چاہتا ہے۔

بعض عورتیں ایسی عورتوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ کسی سے کہو نہیں، نمازیں بھی پڑھو، طواف بھی کرو، سلام بھی عرض کرو۔ یہ صریحاً گناہ ہے؛ مگر ایسی مجبوری میں مرد اپنی بیوی کو اور لڑکی کو حیض کی حالت میں حرم شریف میں اور مسجد نبوی میں کسی ایک جگہ لاکر بیٹھا دے؛ تاکہ وہ خاموش بیٹھے تو بہ استغفار کرے، درد و شریف پڑھتی رہے، نمازیں ادا نہیں کرے اور نہ طواف کرے تو کیا ایسا کرنے میں بوجہ مجبوری کوئی گناہ نہیں؟ جب مرد مسجد سے، یا حرم شریف سے باہر نکلے تو بیوی کے ساتھ لے لے اور کیا بوجہ مجبوری حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھی عرض کر سکتے ہیں؟

### الجواب ————— حامداً و مصلیاً

(۱) ناپاکی کی حالت (حیض، نفاس، جنابت) میں طواف کرنا حرام ہے، اس کو گناہ نہ سمجھنا خطرناک گناہ ہے۔ (۱) طواف زیارت ایسی حالت میں کرنے سے اونٹ، یا گائے کا دم دینا واجب ہے، (۲) تاہم اس گناہ کے

(۱) ویمنع الطواف؛ لأن الطواف فی المسجد؛ قیل: إذا کان الطواف فی المسجد، یکون الحکم معلوماً من قوله: و دخول المسجد، فلم ذکره؟ أجیب بأن المفہوم منه عدم جواز شروع الحائض للطواف؛ إذ یلزمها الدخول فی المسجد حائضاً، ولا یفہم منه أنه لو حاضت بعد الشروع فی الطواف لایجوز لها الطواف؛ إذ حیثینئذ لایوجد منها الدخول فی المسجد حائضاً، وإنما یفہم ذلك من هذه المسئلة، فأحتیج إلی ذکرها. (مجمع الأنهر فی شرح الملتقى الأبحر، باب الحيض: ۵۳/۱، دار أحياء التراث العربی، بیروت)

ومنها حرمة الطواف لهما بالبيت وإن طافتا خارج المسجد“ (الفتاویٰ الہندیۃ، الفصل الرابع فی أحكام الحيض و النفاس والاستحاضة: ۳۸/۱، رشیدیۃ)

(۲) والثانی: إذا طاف للزيارة جنباً، أو حائضاً أو نفساء، فإن الواجب فی هذین الموضعین البدنة. (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الجنایات، ص: ۷۴۱، قدیمی)

ولا تجب البدنة إلا إذا طاف للزيارة جنباً أو حائضاً أو نفساء، أو جامع بعد الوقف بعرفة وقبل الحلق“. (فقہ السنۃ، متی تجب البدنة: ۷۳۷/۱، دار الكتاب العربی)

باوجود فریضہ حج ادا ہو جائے گا، سعی ایسی حالت میں بھی درست ہے، دم واجب نہیں ہے۔ (۱)

(۲) مسجد میں داخل نہ کیا جائے، (۲) مسجد کے متصل خارج مسجد بٹھا دے؛ تاکہ وہ تسبیح واستغفار میں مشغول

رہے، صلوٰۃ وسلام بھی وہیں پڑھتی رہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۷۱-۳۷۲)

حائضہ کس طرح مناسک حج ادا کرے:

سوال: ایام حج، منی یا عرفات، یا مدینہ منورہ میں خاتون حاجی کو حیض شروع ہو جائے تو اسے کس طرح مناسک

حج ادا کرنا چاہیے؟ (حافظہ سمیہ سلطانہ، سعید آباد)

الجواب

طواف زیارت کے سوا حج کے جتنے مناسک ہیں، منی میں قیام، عرفہ اور مزدلفہ کا وقوف، رمی، قربانی، بال کا کٹنا وغیرہ، یہ سب حالت حیض میں کئے جاسکتے ہیں، البتہ اگر مکہ، یا مدینہ میں حیض شروع ہو جائے تو ان دنوں مسجد کے اندر نہ جائیں اور ذکر و دعا کرتی رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر مسجد میں داخل ہوئے بغیر باہر سے صلوٰۃ وسلام پہنچا سکتی ہیں۔ ارکان حج میں طواف زیارت حیض کی حالت میں نہیں کیا جاسکتا، اگر دس تاریخ شروع ہونے کے بعد اتنا وقت ہی نہ ملا کہ طواف زیارت کرے اور حیض شروع ہو گیا تو اس کے لیے سہولت ہے کہ جب پاک ہو، اس وقت طواف

(۱) وإن سعى جنباً أو حائضاً أو نفساء، فسعيه صحيح. (الفتاوى الهندية، الباب الثاني في الجنائيات، الفصل الخامس في الطواف والسعي والرمل ورمي الجمار: ۱/۲۷۵، رشدية)

وأما الطهارة عن الجنابة والحیض، فليست بشرط، فيجوز سعي الجنب والحائض. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في شرائط جواز للسعي: ۸۶/۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) يمنع (أى الحيض) صلاة وصوماً، فتقضيہ دونها، ودخول مسجد و الطواف وقربان ما تحت الإزار وقراءة القرآن. (النهر الفائق، باب الحيض: ۱/۱۳۰-۱۳۲، مكتبة إمدادية، ملتان)

(وهو): أى الحيض (يمنع الصلاة والصوم، وتقضيہ لزوماً دونها)، للحرج، (و) يمنع (دخول المسجد والطواف) بالبيت. (سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص: ۵۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) قالوا: لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شيئاً إلا أطراف الآيات والحرف ونحو ذلك، ورخصوا للجنب والحائض في التسبيح والتهليل. (إعلاء السنن، باب: إن الحائض والنفساء والجنب لا يقرؤون شيئاً من القرآن: ۱/۲۶۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(ولا بأس) لحائض و جنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها، وذكر الله تعالى، وتسبيح). (الدر المختار، كتاب

الطهارة، باب الحيض: ۱/۴۸۸، دارالكتب العلمية، بيروت)

زیارت کر لے اور اگر اسے اتنی مہلت مل گئی کہ وہ طواف زیارت کر سکتی تھی؛ لیکن تاخیر کی اور حیض شروع ہو گیا تو پاک ہونے کے بعد طواف کرے گی اور تاخیر کی وجہ سے دم دے گی، اگر طواف زیارت کرنے کے بعد حیض شروع ہوا اور پاک ہونے تک مکہ میں رک نہیں سکتی تو اس پر طواف وداع واجب نہیں، چوں کہ آج کل سفر کا نظام اپنے قابو میں نہیں؛ بلکہ حکومت کے بنے ہوئے شیڈول کے مطابق ہی سفر کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے خواتین کے لیے بہتر ہے کہ حیض کو روکنے والی دوا عارضی طور پر استعمال کر لیں؛ تاکہ وقت پر طواف زیارت ادا ہو جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۱۰/۴)

### دورانِ حج حیض آ گیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ درمیانِ حج اگر حیض آ جائے تو ارکانِ حج کیسے پورے کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب\_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

دورانِ حج اگر عورت کو حیض آ جائے تو طواف کے علاوہ سب ارکان اسی حالت میں ادا کر سکتی ہے؟ بس طواف اس وقت تک مؤخر کرے گی، جب تک کہ پاک نہ ہو جائے۔ (ایضاح المسائل، ص: ۱۲۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۵۲/۲)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الحائض والنفساء إذا أتتا علی الوقت تغتسلان وتحرمان وتقضیان المناسک کلھا غیر الطواف بالبيت. (سنن أبی داؤد: ۲۴۳/۱)

وحیضھا لا یمنع نسکاً إلا الطواف ولا شیء علیھا بتأخیرہ إذا لم تطهر إلا بعد أيام النحر. (الدر المختار مع الشامی: ۵۵۲/۳، زکریا)

ویمنع الطواف؛ لأن الطواف فی المسجد. (مجمع الأنهر، باب الحيض: ۵۳/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

ومنها حرمة الطواف لهما بالبيت. (الفتاویٰ الہندیہ، أحكام الحيض والنفساء: ۳۸/۱، رشیدیہ)

یمنع الحيض صلاة وصوما فتقضیه دونها ودخول مسجد والطواف، الخ. (النہر الفائق، باب الحيض: ۱۳۰/۱، إمدادیه ملتان)

أما الطهارة عن الجنابة والحيض فليست بشرط، فيجوز سعی الجنب والحائض. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط جواز السعی: ۸۶/۳، دار الكتب العلمیة بیروت)

وإن سعی جنباً أو حائضاً أو نفساء، فسعیہ صحیح. (الفتاویٰ الہندیہ، الباب الثانی فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطواف: ۲۴۷/۱، بحوالہ: التعليقات علی الفتاویٰ المحمودیہ: ۳۷۱/۱۰-۳۷۲، ڈبیل فقط واللہ تعالیٰ اعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۶/۱۴۲۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۹/۷)

### حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کے لیے چلی گئی دورانِ حج؛ یعنی

آٹھ ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک حیض میں رہی، طواف رکن جو کہ فرض ہے، مسجد میں کر سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: جہاں زیب، جمال گڑھی مردان، ۱۹۸۸ء/۱۲/۴)

### الجواب

ایسی حائضہ عورت تمام افعال حج ادا کرے گی سوائے طواف اور سعی کے اور جس وقت پاک ہو جائے تو طواف وغیرہ کرے گی، خواہ اٹھارویں تاریخ کو پاک ہو جائے، یا اس سے قبل۔ (شامی وغیرہ) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۰/۴)

### طواف، یا سعی کے دوران ماہواری شروع ہوگئی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر طواف، یا سعی کرتے ہوئے ماہواری شروع ہو جائے تو عورت کیا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر طواف کرتے ہوئے ماہواری شروع ہو جائے تو فوری طور پر طواف موقوف کر دے اور پاک ہونے کے بعد طواف کرے اور اگر سعی کے دوران ماہواری شروع ہو جائے تو اسی حالت میں سعی کرتی رہے؛ کیوں کہ سعی کے صحیح ہونے کے لیے طہارت شرط نہیں اور سعی مسجد حرام کے حدود سے باہر ہے۔

وحیضہا لا یمنع نکاح إلا الطواف فھو حرام من وجھین وسعی عمرۃ أوحج؛ لأنه عبادۃ تؤدی لا فی المسجد الحرام، والأصل أن کل عبادۃ تؤدی لا فی المسجد الحرام فی أحكام المناسک فالطہارۃ لیست بواجبۃ لھا. (غنیۃ الناسک، ص: ۱۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶ھ/۳/۲۳۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷/۲۳۰)

### فجر اور عصر کے بعد دو گنا طواف:

سوال: اگر کوئی شخص فجر بعد یا عصر بعد طواف کرے تو طواف کی دو رکعتیں کب ادا کرے؟ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ میں کوئی مکروہ وقت نہیں ہے، ان اوقات میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟  
(عبد الاحد قاسمی، ایرا گڈہ)

### الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر تا غروب آفتاب مطلقاً نماز پڑھنے سے

(۱) قال العلامة الحصکفی: وحیضہا لا یمنع نسکا (من أعمال الحج) إلا الطواف (والسعی فھو حرام من وجھین دخولھا المسجد وترک واجب الطہارۃ) ولا شیء علیہا بتاخیرہ اذا لم تطھرہ الا بعد ایام النحر فلو طھرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمھا الدم بتاخیرہ لباب. (الدر المختار مع توضیح رد المحتار: ۲۰۶/۲، قبیل باب القران)

منع فرمادیا ہے اور اس میں مکہ مکرمہ اور دوسرے مقامات کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے، (۱) اس لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر فجر، یا عصر کے بعد طواف کرے تو نماز کے لیے اسے سورج نکلنے اور ڈوبنے کا بھی انتظار کرنا چاہیے؛ تاکہ مکروہ وقت گزر جائے، طلوع وغروب کے بعد دو گانہ طواف ادا کر لیں، (۲) چنانچہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اسی کے مطابق منقول ہے، موطاً امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے، (۳) خود امام بخاریؒ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فجر کے بعد طواف کیا تو بغیر نماز پڑھے مکہ سے روانہ ہو گئے اور ”ذی طوی“ نامی مقام پر پہنچ کر دو گانہ طواف ادا کی، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت معاذ بن عفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی عمل منقول ہے، (۵) اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عمل نقل کیا گیا ہے، (۶) نیز بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعینؒ کی ایک جماعت طلوع آفتاب تک ان رکعات کو مؤخر کیا کرتی تھی۔

”وروی عن جماعة من الصحابة والتابعين أنهم كانوا يؤخرون حتى تطلع الشمس وترتفع.“ (۷)  
امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی عمل نقل کیا ہے، (۸) اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس وقت طواف کی دو رکعتیں ادا نہ کی جائیں، وقت مکروہ گزر جانے کے بعد دو گانہ طواف پڑھا جائے۔  
(کتاب الفتاویٰ: ۴۵/۴-۴۶)

### بغیر وضو کے طواف:

سوال: اگر عمرہ کا طواف یا طواف زیارت بغیر وضو کے کرے تو کیا حکم ہوگا؟ اگر وضو کر کے طواف شروع کیا؛ لیکن درمیان میں وضو جاتا رہا تو ایسی صورت میں طواف کرنے والے کو کیا کرنا چاہیے؟  
(احمد شریف، وقار آباد)

- (۱) ”أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس، وبعد العصر حتى تغرب.“ (صحیح البخاری، رقم الحديث: ۵۸۱، ۵۸۴، ۵۸۶، ۵۸۸، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس)
- (۲) ولا يصليهما في الوقت المكروهة. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۲۳)
- (۳) موطاً الإمام مالك مع تنوير الحوالك، ص: ۳۳۵
- (۴) صحيح البخاری، باب الطواف بعد الصبح و العصر
- (۵) مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث: ۱۳۲۵۷
- (۶) مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث: ۱۳۲۵۹
- (۷) سنن البيهقي: ۱/۴۶۳
- (۸) عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن ناساً طافوا بالبیت بعد صلاة الصبح، ثم قعدوا إلى المذکر حتى إذا طلعت الشمس قاموا يصلون، فقالت عائشة رضي الله تعالى عنها: تعدوا، حتى إذا كانت الساعة التي تکره فيها الصلاة، قاموا يصلون“ (صحیح البخاری، رقم الحديث: ۱۶۲۸، باب: الطواف بعد الصبح والعصر)



## الجواب

چوں کہ عمرہ کا طواف عمرہ میں اور طواف زیارت حج میں رکن ہے؛ اس لیے اگر بغیر وضو کے پورا حصہ، یا زیادہ حصہ، یا کم حصہ انجام دے تو دم واجب ہوگا اور دم میں ایک بکرا دینا ہوگا، طواف زیارت اور طواف عمرہ میں فرق یہ ہے کہ اگر غسل کی حاجت ہو، یا عورت حالت حیض یا نفاس میں ہو اور اس حالت میں طواف زیارت کیا جائے تو بطور دم کے اونٹنی واجب ہوگی اور طواف عمرہ کی صورت میں ایسے شخص پر بکرا واجب ہوگا۔

”ولو طاف للعمرة كله أو أكثره أو أقله، ولو شوطاً جنباً أو حائضاً أو نفساً أو محدثاً فعليه شاة، إلخ.“ (غنية الناسك، ص: ۱۴۷)

طواف کے درمیان جہاں وضو ٹوٹا ہے، وہیں سے وضو کرنے کو چلا جائے اور وضو کر کے دوبارہ وہیں سے طواف شروع کر کے سات چکر پورے کر لے، وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس سے پہلے کئے جانے والے چکر ضائع نہیں ہوں گے؛ بلکہ ان کو شمار کرتے ہوئے سات چکر پورے کرے گا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴۷/۳)

### حج تمتع کرنے والی عورت حائضہ ہوگئی تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ایک عورت ذی الحجہ کی شروع تاریخ میں حج تمتع کے ارادہ سے چلی، اپنے ملک کے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ پہنچی، اب عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے پہلے حیض شروع ہو گیا، حیض سے پاک ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھنے کا وقت آگیا، تو ایسی عورت کے لیے حج تمتع ادا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لیے چوٹی سے بال کاٹنے ہوں گے، یا نہیں؟ عمرہ کی قضا، یا دم لازم آئے گا، یا نہیں؟

(۲) اسی طرح ایک عورت حج سے پہلے عمرہ کے ارکان ادا کرنے کے بعد وقت کی قلت کی بنا پر مدینہ منورہ چلی گئی اور اس کا ارادہ حج تمتع کا تھا، اب واپسی کے وقت حیض شروع ہو گیا تو ایسی شرعی عذر والی عورت مدینہ منورہ سے واپسی پر حج افراد کا احرام باندھے؟ یا اس کے لیے کوئی شکل آپ کے علم میں ہو، تحریر فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

### الجواب — حامداً ومصلياً ومسلماً

(۱) امام محمدؒ نے ”موطأ“ میں اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے ”باب المرأة تقدم مكة بحج أو بعمره فتحيض قبل قدومها أو بعد ذلك“ (۱) آگے اس کا حکم بیان فرماتے ہیں:

قال محمد: وبهذا نأخذ الحائض تقضي المناسك كلها غير أن لا تطوف ولا تسعى بين الصفا والمروة حتى تطهر، فإن كانت أهلت بعمره، فخافت فوت الحج فلتحرم بالحج وتقف

(۱) موطأ الإمام مالك رواية محمد بن الحسن الشيباني مع تعليق الممجد على موطأ محمد، تعليق و تحقيق

بعرفة وترفض العمرة فإذا فرغت من حجها قضت العمرة كما قضتها عائشة رضي الله عنها وذبحت ما استيسر من الهدى. (أيضاً: ۳۵۹/۲-۳۶۰)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عورت اگر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ پہنچی اور وہ حائضہ ہے، ایام حج آجانے کی وجہ سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے، یعنی عمرہ کا احرام باقی رکھ کر پاکی کا انتظار کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ حج فوت ہو جائے گا تو اس کو چاہیے کہ حج کا احرام باندھ لے اور وقوف عرفات کر لے، اور عمرہ کا احرام کھول کر عمرہ چھوڑ دے، اس کے بعد حج سے فارغ ہو کر عمرہ کی قضا کر لے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا اور دمِ رفض کے طور پر جانور ذبح کرے۔ احرامِ عمرہ سے نکلنے کے لیے محظوراتِ احرام میں سے کوئی کام کر لے، مثلاً کنگھی کر لے، یا اور کوئی کام (چوٹی کاٹنا) کر لے۔

مرقاۃ میں ہے:

فأمرني النبي صلى الله عليه وسلم أن أنقص رأسي أي شعره، وامتشط و أهل بالحج، أي أمرني أن أحرم بالحج، وأترك العمرة أي أرفضها، قال ابن الملك: أي أمرني أن أخرج من إحرام العمرة وأتركها باستباحة المحظورات من التمشيط وغيره لعدم القدرة على الإتيان بأفعالها بسبب الحيض، إلخ. (مرقاۃ شرح المشكاة، كتاب الحج: ۳۰۶/۵)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں:

”حنفیہ نے اپنے اس مدعا پر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ فسخ کر دیا تھا، کئی وجہ سے استدلال کیا ہے، ایک یہ کہ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اپنے عمرہ کو چھوڑ دو۔ دوم یہ کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: اپنا سر کھول کر کنگی کر لو، ظاہر ہے کہ احرام میں کنگی کرنا ناجائز نہیں ہے؛ کیوں کہ بالوں کے جھڑنے کا اندیشہ ہے۔ (جیمۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اردو، ص: ۶۰)

وہ عورت عمرہ کی قضا بھی کرے، جیسا کہ اوپر ”موطأ“ کی عبارت میں آچکا ہے اور چوں کہ عمرہ چھوڑا ہے؛ اس لیے دم بھی دے گی۔

حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں:

وأهدت أي يجب عليها الهدى أيضاً كما إهدى النبي صلى الله عليه وسلم عن عائشة رضي الله عنها بقرة كما في رواية مسلم إلا أن ذاك الهدى عندهم هدى القرآن وعند الحنفية هدى الرفض. (أوجز المسالك، كتاب الحج: ۸۷/۵-۸۸)

”فتح القدیر“ میں ہے:

وكل من رفض نسكاً فعليہ دم لما روى أبو حنيفة عن عبد الملك بن عمير عن عائشة رضي الله عنها إن النبي صلى الله عليه وسلم أمر لرفضها العمرة بدم. (فتح القدیر، كتاب الحج: ۱۴/۳)

زبدۃ المناسک میں ہے:

مسئلہ: جس چیز کو چھوڑا ہے اس کے چھوڑنے کی وجہ سے ایک تو دمِ رخص دینا واجب ہوگا، دوسرا یہ کہ اس چھوڑی ہوئی چیز کی قضاء کرنی ہوگی، پس عمرہ کے چھوڑنے سے اس کی قضاء اور دمِ رخص لازم ہے۔ فقط (۱۴/۲)

(۲) ایسی عورت افراد ہی کا احرام باندھے۔

زبدۃ المناسک میں ہے:

اکثر الوقوع ضروری: مسئلہ اکثر حاجی اشہرج میں آکر عمرہ کرتے ہیں، پھر اشہرج میں حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ روضہ مقدسہ اور حجرہ مطہرہ و معطرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چلے جاتے ہیں، پس ان کو چاہیے جب وہاں سے واپس ہوں تو فقط حج مفرد ہی کا احرام باندھ کر آئیں، تو امام صاحبؒ کے نزدیک ان کا تمتع صحیح ہے، اس سفر کرنے سے تمتع باطل نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ لوگ اشہرج میں عمرہ کر چکے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد وہ مکہ مکئیوں میں داخل ہیں، اگرچہ اشہرج میں میقات سے بھی باہر نکل گئے ہوں؛ کیوں کہ وہ اپنے اصلی وطن میں نہیں گئے ہیں تو ان کا سفر باعتبار حکم کے واحد ہے، اس کو امام فاسد کہتے ہیں، جو کہ مبطل تمتع نہیں، اب ان کو مدینہ طیبہ سے قرآن کا احرام باندھنا ممنوع ہے کہ وہ مکئیوں کے حکم میں ہیں، اگر قرآن کا احرام باندھیں گے تو دم جنایت لازم ہوگا۔ (شرح اللباب وغنیۃ: ۱۵، ۱۴/۲) البتہ اس صورت میں اس پر دم تمتع لازم ہے۔ (زبدۃ المناسک: ۱۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانیوری، ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸۴۲-۲۸۷۷)

### قرآن کا احرام باندھنے والی حائضہ ہوگئی:

سوال: اگر کسی عورت نے قرآن کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے حائضہ ہوگئی اور ایام حج تک پاکی کی امید نہیں، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ احرام فسخ کرے اور وہ حج کا نیا احرام باندھے؟ یا اسی احرام سے حج کرے؟ اگر احرام فسخ کرے تو قضا کس کی کرے اور کتنے دم دے؟ اگر اسی احرام سے حج کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً ومسلماً

آپ کا دریافت کیا ہوا مسئلہ مستقل طور پر صراحۃً باوجود تمتع اور تلاش کے نہیں ملا، البتہ ”عمدة الفقه“ کتاب الحج میں قرآن کے بیان میں کچھ عبارت ایسی ملی، جس سے آپ کا سوال حل ہو سکتا ہے۔

مؤلف کتاب شرائط قرآن کے عنوان کے ماتحت تیسری شرط بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۳) عمرہ کا پورا، یا اکثر طواف و قوف عرفہ کو اس کے وقت میں ادا کرنے سے پہلے کرنا، پس اگر کسی قارن نے عمرہ کا پورا، یا اکثر طواف نہیں کیا، مثلاً: وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوا؛ بلکہ سیدھا عرفات چلا گیا، یا اس نے اقل حصہ؛ یعنی تین چکر، یا اس سے کم طواف کر کے زوال کے بعد قوف عرفہ کر لیا، خواہ کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا ہو، مثلاً: کسی عورت کو

حیض آگیا اور وہ اس کی وجہ سے طواف عمرہ نہ کر سکی تو اس کا عمرہ جاتا رہا، اگرچہ اس نے عمرہ ترک کر دینے کی نیت نہ کی ہو، پس اس کا عمرہ جاتا رہا اور قرآن ساقط ہو گیا؛ اس لیے کہ جب اس کا عمرہ جاتا رہا تو وہ دونسک (دو عبادتیں) ادا کرنے کا فائدہ حاصل نہیں کر سکا اور اس پر دمِ رفض واجب ہوگا؛ کیوں کہ اس نے عمرہ شروع کر کے ترک کر دیا ہے اور ایام تشریق کے بعد اس عمرہ کی قضا دینا اس پر واجب ہے؛ کیوں کہ اس عمرہ کا شروع کرنا صحیح ہو گیا، پس وہ محصر کے مشابہ ہو گیا؛ اس لیے اب اس کا ادا ممکن نہیں رہا؛ کیوں کہ اگر وہ اس کو وقوفِ عرفہ کے بعد ادا کرے گا تو وہ افعال حج پر افعال عمرہ کی بنا کرنے والا ہوگا اور یہ مشروع طریقہ کے خلاف ہے۔ (عمدۃ الفقہ، کتاب الحج: ۲۶۱/۴)

(اضافہ از احقر):

اوپر عبارت میں مؤلف نے لکھا ہے: اگرچہ اس نے عمرہ ترک کر دینے کی نیت نہ کی ہو..... الخ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن کا احرام باندھنے والی عورت کو مکہ مکرمہ پہنچ کر، یا پہلے حیض آجائے اور عمرہ کے افعال کی ادائیگی کا وقت نہ رہے اور عرفات میں وقوف کا وقت آجائے تو اس کو چاہیے کہ عمرہ کے ترک کی نیت کر لے؛ لیکن یاد رہے کہ تمتع کا احرام باندھنے کی صورت میں وہ عورت عمرہ کا احرام کھولنے کے لیے کوئی منافی احرام کام (مثلاً بالوں میں تیل ڈالنا وغیرہ) کر کے عمرہ کا احرام ختم کرتی تھی، ایسا یہاں نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ یہاں پر یہ احرام صرف عمرہ کا نہیں؛ بلکہ ساتھ میں حج کی بھی نیت کی گئی ہے، گویا دونوں کا مشترک احرام ہے، اب اگر یہاں عمرہ کا احرام ختم کرنے کے لیے کوئی منافی احرام کام کرے گی تو یہ عمل حج کے احرام کے حق میں جنایت ثابت ہوگا، جیسا کہ تمتع عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حلق کر کے عمرہ کا احرام کھول دیتا ہے؛ لیکن قارن عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حلق نہیں کرائے گا، (جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے) بہر حال قرآن کا احرام باندھنے والی عورت صورتِ مسؤلہ میں عمرہ ترک کرنے کی صرف نیت کر لے اور عرفات چلی جائے اور اگر نیت نہیں کی، تب بھی وقوفِ عرفات کر لینے سے خود بخود عمرہ ترک ہو جائے گا اور ان دونوں صورتوں میں افعال حج ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے اور اس عورت پر دمِ قرآن واجب نہیں؛ اس لیے کہ قرآن ہوا ہی نہیں، البتہ چھوٹے ہوئے عمرہ کی قضا اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ایک دم جس کو فقہاء کی اصطلاح میں دمِ رفض کہتے ہیں، واجب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، الجواب صحیح: عباس داؤد، بسم اللہ، ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸۷/۲۹۰)

اگر ۸ رذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو مکہ معظمہ پہنچتے ہی ماہواری شروع ہو جائے اور ۸ رذی الحجہ کو منی جانے کا وقت آجائے اور اس وقت تک پاک نہ ہو تو اس عورت کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ کیا اسی ناپاکی کی حالت میں وہ حج کا احرام باندھ کر منی روانہ ہوگی اور وقوفِ مزدلفہ و عرفات

وغیرہ تمام ارکان ادا کرے گی، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو حائضہ عورت کا احرام باندھ کر تمتع کی نیت سے مکہ معظمہ پہنچے اور وقوف عرفہ سے پہلے پاک نہ ہو تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ عمرہ کا احرام فسخ کر کے حج کی نیت سے احرام باندھ لے اور پھر وقوف عرفہ وغیرہ کر کے حج کے سبب مناسک پورے کرے، البتہ طواف زیارت پاک ہونے کے بعد کرے اور بعد میں ایک عمرہ کی قضا کرے اور ایک دم جنایت دے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمرها وكانت حاضت: أن تقضي المناسک کلها غیر أنها لا تطوف بالبيت. (المصنف لابن أبی شیبہ: ۴۳۹/۸، رقم: ۱۴۵۷۳، المجلس العلمی)  
فلو حاضت قبل الإحرام اعتسلت وأحرمت وشهدت جميع المناسک إلا الطواف والسعی؛ لأنه لا یصح بدون الطواف، ولا یلزمها دم لترك الصدر وتأخیر الزیارة وقته لعذر الحيض والنفاس. (غنیة الناسک: ۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۳/۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۳۰/۷)

اگر ۹ ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا کرے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت ہندوستان سے حج قرآن کا احرام باندھ کر روانہ ہوئی، ذی الحجہ کی ۴ تاریخ ہو چکی تھی، جدہ پہنچ کر اس کو حیض آنے لگا اور ۹ تاریخ تک وہ پاک نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کا حج قرآن باقی رہے گا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو حائضہ عورت قرآن کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئے اور وقوف عرفہ سے پہلے حیض سے پاک نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسی حالت میں عرفات چلی جائے، عرفات جاتے ہی اس کا عمرہ خود بخود ختم ہو جائے گا اور صرف حج کا احرام باقی رہے گا اور یہ حج اس کا حج افراد ہوگا، اس پر دم قرآن واجب نہیں ہے؛ لیکن عمرہ چھوڑ دینے کی وجہ سے ایک دم جنایت لازم ہے، نیز ایک عمرہ کی قضا بھی لازم ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: تقضي الحائض المناسک کلها إلا الطواف بالبيت. (المصنف لابن أبی شیبہ: ۴۴۰/۸، رقم: ۱۴۵۷۴، المجلس العلمی)  
فلو حاضت قبل الإحرام اغتسلت وأحرمت وشهدت جميع المناسک إلا الطواف والسعی؛ لأنه لا یصح بدون الطواف، ولا یلزمها دم لترك الصدر وتأخیر الزیارة وقته لعذر الحيض والنفاس. (غنیة الناسک: ۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۳/۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۳۱/۷)

ماہواری کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کر سکی اور روانگی کا وقت آ گیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر قافلہ کی روانگی کا وقت آ گیا اور ابھی عورت نے حیض کی ناپاکی کے سبب طوافِ وداع نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو عورت روانگی کے وقت حائضہ ہو تو اس پر سے طوافِ وداع ساقط ہے، لہذا وہ مسئلہ صورت میں طوافِ وداع کے بغیر وطن واپس ہو سکتی ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صفیة بنت حی، فقیل، إنها قد حاضت، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لعلها حابستنا، فقالوا یا رسول اللہ! إنها قد أفاضت، فقال: فلا إذن. (سنن أبی داؤد: ۲۷۴/۱)

فلا یجب وفاء الحج والحصر والمجنون والقی والحائض والنفساء. (غنیۃ الناسک: ۱۹۰، شامی: ۵۴۵/۳، زکریا، بدائع الصنائع: ۳۳۲/۲، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری، ۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۳۲/۷)

ایام حج میں دوائی کے ذریعہ حیض روکنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ حج میں تشریف لے جا رہی ہے، انہوں نے یہ مسئلہ معلوم کیا ہے کہ اگر میں دوا استعمال کر کے ایام کو روک دوں تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ حرام ہے، یا ناجائز، یا مباح؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

دوا کے ذریعہ حیض کو روکنا اگرچہ ناجائز نہیں ہے؛ مگر طبی اعتبار سے نقصان دہ ہے اور بلا ضرورت ہے؛ کیوں کہ عورت کی ناپاکی طوافِ زیارت اور سعی کے علاوہ کسی بھی عمل حج میں مانع نہیں ہے، لہذا حیض روکنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ حیض کا خون خواتین کے لیے قدرت کے مقرر کردہ نظام کا حصہ ہے؛ اس لیے اس کے جاری ہونے سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ اپنی خواہش کے برعکس خدائی فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے اور ایام حیض میں جو احکامات شریعت نے بتائے ہیں، ان کی پاس داری کرنی چاہیے اور دواؤں وغیرہ کا استعمال کر کے فطری نظام کو تبدیل نہیں کرنا چاہیے؛ تاہم اگر کوئی عورت پیشگی ایسی مجرب دوا استعمال کر کے جس سے خون کی آمد رک جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اب اس مانع حیض دوا کے استعمال سے کئی طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؛ اس لیے چند امکانی صورتوں کا حکم درج ذیل ہے:

(۱) دوا کا استعمال حیض شروع ہونے سے قبل کیا اور ایامِ عادت میں بالکل حیض نہیں آیا تو وہ عورت مسلسل پاک کہلائے گی اور اس دوران کا طواف وغیرہ کرنا سب معتبر اور درست ہوگا۔

(۲) حیض شروع ہونے سے قبل دوا کھائی؛ لیکن عادت کے ایام میں حیض آنے لگا اور تین دن سے زیادہ مسلسل، یا وقفہ وقفہ سے جاری رہا تو وہ عورت حسب قاعدہ ناپاک شمار ہوگی اور اس دوران اگر اس نے طواف زیارت کیا ہے تو اونٹ کی قربانی لازم ہوگی، اور پاک ہونے کے بعد اگر طواف لوٹا لیا تو اونٹ کی قربانی ساقط ہو جائے گی۔

(۳) حیض شروع ہونے سے قبل دوا کھائی؛ لیکن ایامِ عادت میں تین دن سے کم خون مسلسل، یا وقفہ وقفہ سے آ کر رک گیا اور پھر پندرہ دن تک نہیں آیا تو یہ عورت پاک شمار ہوگی اور اس کا طواف وغیرہ سب معتبر اور درست ہوگا۔

(۴) حیض شروع ہونے کے بعد تین دن سے پہلے دوا کھا کر حیض روک لیا؛ لیکن بعد میں دس دن کے اندر اندر پھر خون آ گیا تو وہ مسلسل ناپاک شمار ہوگی اور اس دوران اگر اس نے طواف کئے ہیں تو حسب قاعدہ جنائیت لازم ہوگی۔ (تفصیل دیکھیں: حج زیارت نمبر، ندائے شاہی، مضمون: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی ۳۳-۳۵، ایضاً المسائل، ص ۱۲۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۵۲/۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الحائض والنفساء إذا أتتا علی الوقت تعتسلان وتحرمان وتقضیان المناسک کلھا غیر الطواف بالبيت. (سنن أبی داؤد: ۲۴۳/۱)

وحیضها لا یمنع نسکاً إلا الطواف ولا شیء علیها بتأخیرہ إذا لم تطهر إلا بعد أيام النحر. (الدر المختار مع الشامی، زکریا: ۵۵۲/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۲/۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۳۷/۷)

## قرآن کا احرام باندھنے کے بعد حیض آ گیا:

ذوالمجد والکرم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں:

(۱) ایک عورت حج قرآن کا احرام باندھ کر مکہ شریف پہنچی، پہنچتے ہی ماہواری کے ایام شروع ہو گئے، یہاں تک کہ عمرہ ادا نہ کر سکی حج کے ایام آنے کی وجہ سے منی، عرفات، مزدلفہ جا کر حج کے ارکان پورے کئے، پاک ہونے کے بعد طواف زیارت بھی ادا کر لیا، اس کا عمرہ جو رہ گیا ہے اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ کیا یہ حج اس کا حج افراد ہوگا؟

## عورتیں اقتدا کی نیت نہیں کرتیں:

(۲) حرم شریف میں جو عورتیں امام کے پیچھے نماز ادا کرتی ہیں، اکثر وہ امام کی اقتدا کی نیت نہیں کرتیں تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی، یا یہ نمازیں دہرائی پڑیں گی؟

تیرھویں کی رمی مغرب کے بعد کرنا:

(۳) کسی حاجی نے تیرھویں ذی الحجہ کو منی میں قیام کیا؛ لیکن اس نے رمی مغرب کی نماز کے بعد کی تو کیا رمی ادا ہو جائے گی، یا دم آئے گا؟

حج کی سعی سے پہلے عمرہ:

(۴) کسی حاجی نے پندرہ ذی الحجہ تک حج کی سعی نہیں کی، وہ حج کی سعی سے پہلے عمرہ کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کا عمرہ ہو جائے گا، یا اس کو عمرے سے پہلے حج کی سعی کرنا ضروری ہے؟

ہوائی جہاز میں نماز کیسے پڑھیں:

(۵) ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کی تو کیا نماز ہو جائے گی، یا دہرائی پڑے گی؟ اور اگر اس نے ہوائی جہاز میں باقاعدہ رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز ادا کی تو کیا نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) وہ عورت اپنے فوت شدہ عمرہ کی قضا کرے اور ترک عمرہ کی وجہ سے ایک دم دے اس کا یہ حج، حج افراد ہے؛ اس لیے اس پر دم قرآن نہیں۔

**نوٹ:**

اس مسئلہ کی تفصیل اذان بلال ماہ رجب ۱۴۲۴ھ، جلد: ۱۴، شمارہ: ۹ دیکھ لیں۔

(۲) امام کے پیچھے ادا کی جانے والی نماز کے صحیح ہونے کے لیے اقتدا کی نیت بھی شرط ہے؛ اس لیے اگر کسی نے اقتدا کی نیت نہیں کی تو اس کی وہ نماز درست نہیں ہوئی، چاہے وہ مرد ہو، یا عورت۔

(۳) جی ہاں، دم واجب ہوگا۔ (زبدۃ المناسک: ۱۹۱/۱)

(۴) اس کو چاہیے کہ پہلے حج کی سعی کر لے اس کے بعد عمرہ کرے، اس کے باوجود اگر کسی نے سعی سے پہلے عمرہ کر لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

(۵) فرض نماز اگر ہوائی جہاز میں سیٹ پر بیٹھ کر اشارہ سے ادا کی اور کوئی معذوری نہیں ہے تو وہ ادا نہیں ہوئی لوٹنا ضروری ہے؛ البتہ نفل نماز اس طرح پڑھنا درست ہے، اور فرض نماز اگر رکوع سجدہ کے ساتھ ادا کی تو درست ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ، ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸۲/۲-۲۸۳)



### عورت خود بھی بیمار ہو اور اس کا محرم بھی تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص فریضہ ادا کر چکا ہے؛ مگر اس کی بیوی نے نہیں کیا، اب ان کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میاں بیوی دونوں بخوبی حج کر سکتے ہیں؛ لیکن مرد کمزور اور دائم المریض ہے اور بیوی بھی کمزور ہے؛ مگر ایسے کمزور نہیں ہیں کہ چل پھر نہ سکیں، دیگر اس وقت حجاز میں راستہ کی تکلیفات زیادہ ہیں۔ پس مذکورہ حالات میں دونوں کے لیے حج کو جانا ضروری ہے، یا اسی قدر زور و پیہ مدارس اسلامیہ کو بطور خیرات دے دینا بہتر ہے؟

#### الجواب

جب کہ اس کی زوجہ پر حج فرض ہے تو اس کو حج کرانا چاہیے اور چوں کہ عورت کو محرم کے ساتھ لینے کی ضرورت ہے تو خواہ شوہر ساتھ ہو، یا کوئی دوسرا محرم، یہ اختیار ہے کہ اگر سر دست بوجہ عدم اطمینان کے سفر حج تا مل ہے تو انتظام کیا جاوے کہ جس وقت خبریں اطمینان کی آجائیں اس وقت ارادہ کیا جاوے۔ (۱) غرض یہ کہ فریضہ، حج کرنے سے ہی ادا ہوگا، مدارس وغیرہ میں دینے سے حج ادا نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۴۶/۶)



# حج بدل کے احکام و مسائل

## حج بدل کسے کہتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج بدل کی جامع تعریف کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

عائق، بالغ اور مکلف آدمی کا کسی شرعی معذور شخص کی جانب سے اس کے حکم سے ارکان ادا کرنے کو حج بدل کہتے ہیں۔

الحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز إلى الموت وبشرط نية الحج عنه وبشرط الأمر. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۵/۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۶۰/۷)

## حج کا بدل کیوں ہے:

سوال: مستورات پر حج فرض ہوا، جمعہ کیوں نہیں، جمعہ فرائض کا بدل نہیں، حج کا بدل ہے۔ یہ کیا بات ہے؟

الجواب:

حج ایسا ہے، جیسے زکوٰۃ مال سے اس کا تعلق ہے، پس جیسے زکوٰۃ عورت پر لازم ہے، حج بھی ہے اور محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے، جمعہ کا بدل ظہر ہے، عورت کو چوں کہ باہر نکلنا اور مسجد میں شریک جماعت ہونا ممنوع ہے؛ اس لیے جمعہ فرض نہ ہوا اور حج میں نیابت درست ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ میں درست ہے؛ یعنی جیسا کہ حج دوسرے سے کرا سکتا ہے، زکوٰۃ بھی دلوا سکتا ہے اور تحقیق ان امور کی کتب فقہ عربی کے پڑھنے اور دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۵۶/۶-۵۵۷)

## باب سے متعلق چند مسائل:

مسئلہ: جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ ایسا شخص ہو کہ خود حج کرنے سے عاجز ہو، اور مالدار ہو۔

مسئلہ: جس کی طرف سے حج کیا جائے اسی کی طرف سے احرام کے وقت حج کی نیت کی جائے اور اسی کے مال سے حج کیا جائے۔

مسئلہ: جس کے واسطے نائب ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو خود حج کر چکا ہو۔

مسئلہ: غیر کی طرف سے حج کرنے والے اس غیر کی جانب سے اتنا خرچ ملنا چاہئے کہ مکہ تک جانے اور واپس آنے تک کافی ہو۔

مسئلہ: میت کے تہائی مال میں سے حج کرایا جائے۔ (ماخوذ از: دین کی باتیں، حضرت مولانا شرف علی تھانوی)

## حج بدل کے لیے کیسے شخص کو بھیجے:

- سوال (۱) ایک صاحب مال عورت نے اپنے رشتہ دار کا حج بدل کرانے کے لیے ایسے شخص کو بھیجا، جس نے اس سے پہلے حج نہیں کیا ہے تو یہ حج بدل ہوا، یا نہیں؟
- (۲) حج میں جانے والا غریب تھا اس پر حج فرض نہ تھا، وہ حج بدل کو جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ حج خود کا ہوگا، یا نہیں حج بدل والے کا؟ اب وہ حج کرنے کے بعد مالدار ہو گیا تو خود کو فرض حج ادا کرنا ہوگا، یا نہیں؟
- (۳) حج بدل جانے والا مالدار تھا، اس پر حج فرض تھا؛ لیکن ادا نہ کیا تھا تو اس صورت میں خود کا حج ہوا، یا حج بدل ہوا؟ اگر نہ ہوا تو کیا خود کو حج کے لیے جانا پرے گا؟ حج بدل میں حاجی کو بھیجنا اولیٰ ہے، یا غیر حاجی کو؟ بیوا تو جروا۔

### الجواب

- (۱) صورت مسئلہ میں حج ہو گیا، دوبارہ حج کی ضرورت نہیں ہے۔
- (۲) جاسکتا ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے۔ اس صورت میں حج بدل کرانے والے کا حج ہوگا، البتہ مالدار ہو جانے کے بعد خود کو حج کے لیے جانا ہوگا۔
- (۳) یہ حج، حج بدل کرانے والے کا ہوا، نہ کہ حج کرنے والے کا، اس کو اپنے حج کے لیے جانا ضروری ہے۔
- شامی میں ہے: قال فی الفتح بعد ما أطل في الاستدلال: والذي يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه يملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم، الخ. (۱۳۳/۲، باب الحج عن الغير)
- جس پر حج فرض ہو چکا ہو، اس کو حج بدل کے لیے بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور جانے والے کے لیے مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ وہ اپنے فریضہ حج کو اپنے ذمہ رکھ کر دوسرے کی طرف سے (حج بدل کو) جاتا ہے، اولاً اس کو اپنے فریضہ حج سے سبکدوش ہونا چاہیے تھا۔ حج بدل کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو اور احکام حج سے واقف ہو، اس کو بھیجنا چاہیے۔ حج بدل کے مسائل بہت مشکل اور نازک ہیں، جاہل آدمی اکثر غلطی کر کے حج بدل فاسد و برباد کر دیتا ہے۔ (شامی: ۱۳۳/۲) (۱) (فتاویٰ رحمیہ: ۸/)

## حج بدل کے لیے شرائط کیا ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا حج بدل کے لیے کچھ شرائط ہیں؟

- (۱) لكنہ يشترط لصحة النيابة أهلية المأمور لصحة الأفعال ثم فرع عليه بقوله مجاز حج الصرورة. قال في الشامية تحت (قوله: لصحة الأفعال): عبر بالصحة دون الوجوب ليعم المراهق فإنه أهل الصحة دون الوجوب (قوله: ثم فرع عليه) أي على أن الشرط هو الأهلية دون اشتراط أن يكون المأمور قد حج عن نفسه. (رد المحتار، باب الحج عن الغير)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب————— وبالله التوفیق

جو شخص حج بدل کے لیے بھیج رہا ہے، آمر کی طرف سے معتبر ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں بھی لازم ہیں:

(۱) آمر کا اسے حج کرنے کا صراحۃً حکم دینا، البتہ وارث کا اپنے مورث کی طرف سے بلا امر حج کرنا بھی معتبر ہے۔

(۲) احرام باندھتے وقت مامور کا آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا۔

(۳) مامور کا آمر کی طرف سے خود حج کرنا، دوسرے سے نہ کرنا۔

(۴) اگر میت نے حج بدل کی وصیت میں کسی خاص شخص کو متعین کیا ہے تو اسی متعین شخص کا حج کرنا ضروری ہے؛

الایہ کہ کوئی معقول عذر ہو۔

(۵) اکثر سفر حج میں آمر کا مال خرچ کرنا۔

(۶) اکثر سفر سوار ہو کر کرنا، لہذا اگر پیدل سفر کیا تو آمر کی طرف سے حج درست نہ ہوگا۔

(۷) آمر کے وطن سے سفر شروع کرنا۔

(۸) حج کو فاسد نہ کرنا؛ کیوں کہ اگر حج بدل کو فاسد کر دیا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہ ہو کر مامور کی طرف سے ہو جائے گا۔

(۹) آمر کے حکم کی مخالفت نہ کرنا، مثلاً اگر اس نے حج افراد کا حکم دیا ہے اور مامور نے اپنی مرضی سے حج

قرآن، یا حج تمتع کر لیا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہیں ہوگا، البتہ اگر خود آمر، یا وصی حج تمتع، یا قرآن کی اجازت دے تو اس کی گنجائش ہے۔

(۱۰) ایک سفر میں ایک ہی حج کا احرام باندھنا، لہذا اگر مامور نے آمر کے احرام کے بعد اپنے حج کا بھی احرام

باندھ لیا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔

(۱۱) ایک احرام میں دو شخصوں کی نیت نہ کرنا، لہذا اگر مثلاً دو آدمیوں نے مامور کو حج بدل کا حکم دیا اور اس نے

اس سفر میں دونوں آمروں کی طرف سے نیت کر لی تو ان آمروں میں سے کسی کی طرف سے بھی ادا نہ ہوگا۔

(۱۲) حج کا فوت نہ ہونا۔

(مستفاد: فتاویٰ شامی: ۱۸، ۱۷، ۱۶، غنیۃ الناسک، ص ۳۲۰-۳۲۶، مناسک ماہی قاری، ص ۴۳۵-۴۵۲، جواہر الفقہ: ۵۰۶-۵۰۷)

التاسع: وجود العذر قبل: لإحجاج فلو أحج صحح ثم عجز لا یجزیہ.

العاشر: أن یحج رکباً، فلو حج ماشياً ولو بأمره ضمن النفقة.

(رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۷/۴، زکریا)

وبشرط نية الحج أى عن الأمر، فيقول: أحرمت عن فلان ولبيت عن فلان ولونسي إسمه

فنبوئى عن الأمر صرح، وتكفى نية القلب. (الدر المختار، کتاب الحج: ۱۵/۴، زکریا)

وبقى من الشرائط الفقه من مال الأمر كلها أو أكثرها، وحج المأمور بنفسه وتعنيه إن عينه. (الدر

المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۶/۴، زکریا)

وفى الذخيرة: ثم إنما يسقط فرض الحج عن الإنسان بإحجاج غيره إذا كان المحج وقت الأداء عاجزاً عن الأداء بنفسه، ودام عجزه إلى أن مات، أما إذا زال عجزه بعد ذلك فلا يسقط عنه حج الفرض. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۴۵/۲، إدارة القرآن كراتشي، بدائع الصنائع: ۴۵۵/۲، نعيمية ديوبند)

اور حج بدل دوسرے کی طرف سے تبرعاً کیا جاتا ہے، وہ اصل میں نفلی حج ہوتا ہے؛ اس لیے اس میں اس طرح کے شرائط نہیں ہیں۔

الحج التطوع عن الصحيح جائز ويكون الحج عن المحج. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۳/۲، انوار المناسك، ص: ۵۵۹)

وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۸/۴، زكريا ديوبند) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۳/۱۳۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب التوازل: ۵۶۲-۵۶۰/۷)

### حج بدل کے شرائط:

سوال: حج بدل کے لیے کیا شرطیں ہیں؟ کیا حج بدل کے لیے پہلے اس شخص کا حج کرنا ضروری ہے، جو حج کو جا رہا ہے، زید صاحب نصاب ہے، عمرو کو حج کے لیے بھیجنا چاہتا ہے؛ لیکن زید یہ کہتا ہے کہ عمرو کا پہلے حج کو جانا ضروری ہے، عمرو اپنا حج کرنے سے پہلے حج بدل کو جاسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً: حج بدل کے چار شرائط آمر؛ یعنی حج کرانے والے کی ذات سے متعلق ہیں:

(۱) اس کا مسلمان ہونا اور اس پر حج فرض ہونا اور خود قادر نہ ہونا، (۲) اس کے عجز کا دائمی ہونا، (۳) حج بدل کرانے سے پہلے عاجز ہونا، (۴) حج بدل کے لیے کسی کو خود مامور کرنا، یا اس کے لیے وصیت کرنا۔

اور چار شرائط مامور کی ذات سے متعلق ہیں:

(۱) مسلمان ہونا، (۲) عاقل ہونا، (۳) اگر نابالغ ہو تو میسر قریب البلوغ ہونا، (۴) حج بدل کی کوئی اجرت وغیرہ نہ لینا۔

باقی شرائط افعال حج سے متعلق ہیں:

(۱) حج بدل کرنے میں اکثر مال حج کرانے والے کا خرچ کرے، کچھ تھوڑا اپنی طرف سے بھی خرچ کر دے تو مضائقہ نہیں، (۲) اکثر حصہ سفر کا سواری سے طے کرے، پایادہ حج کرے تو آمر کا حج نہیں ہوتا، (۳) آمر کے وطن سے سفر شروع کرے، (۴) حج کو فاسد نہ کرے، (۵) آمر ہی کی طرف سے حج کی نیت بوقت احرام کرے، (۶) فوت بھی نہ کرے، (۷) آمر کی مخالفت نہ کرے۔

افضل اور بہتر تو سب کے نزدیک یہی ہے کہ حج فرض کا بدل اس شخص سے کرایا جائے، جو اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو اور جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا، اگر وہ ایسا ہے کہ اس پر حج فرض ہی نہیں تو اس کا حج بدل کے لیے امر کرنا جائز ہے؛ مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور اگر بدل کے ذمہ خود حج فرض ہے اور ابھی ادا نہیں کیا تو ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور مامور کا جانا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ (جواہر الفقہ: ۵۰/۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۸/۱۲/۱۴۱۲ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۳۷/۳-۳۳۸) ☆

### مراہق حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: قریب البلوغ بچہ سے حج بدل کرنا درست ہے، یا نہیں؟ یا بالغ ہونا شرط ہے؟

#### الجواب

مراہق، قریب البلوغ، سمجھدار، ہوشمند، مسائل حج سے واقف ہو تو اسے حج بدل کر سکتے ہیں؛ لیکن بعض علماء اختلاف کرتے ہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الامکان بالغ ہی کو منتخب کرے۔

وفی الدر المختار: فجاز حج الصرورة (إلى أن قال) كالمراهق وغيرهم أولى لعدم الخلاف. (رد المختار: ۱۳۳/۲، باب الحج عن الغير مطلب فی حج الصرورة) (فتاویٰ رحیمہ: ۸/)

### حج بدل کا حکم:

سوال: حج بدل کے مسائل سے واقفیت کی ضرورت ہے، ایک شخص ایک حاجی صاحب کو اپنے خویش کی طرف سے حج بدل کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں، خویش مرحوم ہیں اور حج بدل کے لیے بھیجنے والے اپنے مال سے بھیج رہے ہیں، مرحوم کی کوئی وصیت نہیں تھی تو اگر مرحوم اپنا حج ادا کر لیے ہوں، یا نہیں کئے ہوں، دونوں پہلو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جو شخص حج بدل کے لیے جائے گا، وہ حج افراد ہی کی نیت کرے، یا حج تمتع اور حج قرآن کی بھی گنجائش ہے؟ اگر حج افراد کی نیت کیا ہے تو قربانی کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اگر قربانی نہیں کیا تو حج کے بعد حلق کرنا حرام کھول سکتا ہے، یا

### ☆ حج بدل کے شرائط:

سوال: حج بدل کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے حج کر چکا ہو، یا شرط نہیں ہے؟ بینوا تو جروا۔

#### الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً: افضل اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ حج فرض کا بدل اس شخص سے کرایا جائے، جو اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو اور جس شخص نے اپنا حج ادا نہیں کیا ہے، اگر وہ ایسا ہے کہ اس پر حج فرض ہی نہیں تو اس کو حج بدل کے لیے مامور بنانا جائز ہے؛ مگر مکروہ تنزیہی ہے؛ یعنی خلاف اولیٰ ہے اور جس شخص کے ذمہ حج فرض ہے اور اس نے ابھی ادا نہیں کیا، اس حالت میں اس کو حج بدل کے لیے بھیجنا بھیجنے والے کے لیے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے؛ مگر اس حج بدل پر جانے والے کے لیے مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ (شامی وجواہر الفقہ) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۳۰/۷/۱۴۰۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۳۳/۳)

نہیں؟ مفرد اگر قربانی کرے تو اپنے مال سے، یا کہ حج بدل کرانے والے کے مال سے؟ امید ہے کہ تمام پہلوؤں کو آشکارا فرمائیں گے؟

حج بدل کو جانے والا حج کی نیت کس طرح کرے؛ یعنی حج کی نیت کر کے احرام باندھ لے، یا مرحوم کا نام لے کر احرام باندھے؟ اس کے علاوہ آج کل حج میں جانے والوں کو مکہ شریف کے اخراجات کے لیے رقم جمع کرنی پڑتی ہے، اس کے عوض میں سعودی بینک کے ڈرافٹ ملتے ہیں، جو وہاں جا کر ریال کی شکل میں بینک سے مل جاتے ہیں تو اگر یہ رقم حج بدل کو بھیجنے والا بالکل بخش دے تو یہ جائز ہوگا، یا نہیں؟ پھر اس ریال سے قربانی وغیرہ، یا دوسرے حسنات میں خرچ کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بینو اتو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

مرحوم نے خواہ زندگی میں حج کیا ہو، یا نہ کیا ہو اور مرحوم کے ذمہ حج فرض ہوا ہو، یا نہ، بہر حال جب مرحوم کی طرف سے حج بدل کے لیے بھیجنے والا اپنے مال سے بھیج کر حج کر رہا ہے تو یہ درست اور کار ثواب ہے اور مامور؛ یعنی حج بدل کے لیے جانے والے کو آمر؛ یعنی حج بدل کرانے والے کی اجازت سے حج افراد و قرآن دونوں جائز ہے اور اجازت سے حج تمتع کی بھی گنجائش ہے؛ لیکن خلاف احتیاط ہے؛ اس لیے کہ بعض علماء مثلاً ملا علی قاری، مولانا گنگوہی حج بدل میں حج تمتع کو بالکل ممنوع قرار دیتے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ آمر مامور کو عام اجازت دے، خواہ وہ حج افراد کرے، یا حج قرآن، یا حج تمتع اور قرآن و تمتع کی صورت میں قربانی؛ یعنی دم قرآن و تمتع بذمہ مامور واجب ہوگا، آمر اس کا ذمہ دار نہ ہوگا اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں، جائز ہے۔ اگر کیا تو اس کی قیمت مامور کے ذمہ عائد ہوگی، البتہ اگر مامور نے آمر کی اجازت سے کیا تو آمر ذمہ دار ہوگا۔

نیز اگر آمر کی مخالفت کی، مثلاً آمر نے حج افراد کے لیے کہا اور مامور نے حج قرآن کیا تو حج مامور کی طرف سے ہوگا اور آمر کا جو کچھ مال خرچ ہوا، اس کا ضمان مامور کے ذمہ عائد ہوگا اور حج افراد میں بغیر قربانی کیے حلق کے بعد احرام کھول سکتا ہے، البتہ تا آنکہ طواف رکن نہ ادا کر لے، عورتیں حلال نہیں ہوتیں۔

اس حج بدل میں نیت مرحوم کی طرف سے کرے اور حج بدل کرنے والے کو رقم مسئول اور ہر رقم بطور ہدیہ وہبہ کے دینا جائز ہے۔ اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں اور حج بدل میں مامور اپنا مال اعمال حج میں خرچ کر سکتا ہے؛ لیکن اکثر مال آمر؛ یعنی حج بدل کرانے والے کا خرچ کرے، اگر اکثر مال اپنا خرچ کر دیا تو حج مامور کی طرف سے ہو جائے گا، حج کرانے والے کی طرف سے نہ ہوگا۔ (جواہر الفقہ: ۵۰۶، ۵۱۰، ۵۱۶، ۵۱۷) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۰/۱/۱۴۰۹ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۳-۳۴۴)

## حج بدل سے متعلق کچھ ضروری احکام:

سوال: حج بدل کب جائز ہے؟ اور اس کے لیے شرط کیا ہے؟ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو اور اس کا بیٹا جدہ میں رہتا ہو تو کیا اس کے بیٹے کا جدہ سے حج کر لینا کافی ہے؟ یا ہندوستان ہی سے سفر کرنا ضروری ہے؟ (منظور احمد، بیگوسرائے)

### الجواب

بدنی عبادتیں؛ یعنی نماز، روزے ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا، مالی عبادتیں دوسرے کی طرف سے انجام دی جاسکتی ہیں، اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ اصل آدمی اس کی انجام دہی سے معذور اور عاجز ہو، جیسے زکوٰۃ و صدقات وغیرہ۔ حج مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادت ہے، یہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے اس وقت انجام دے سکتا ہے، جب کہ اصل شخص جس پر حج فرض ہے، حج کرنے سے معذور ہو اور اس کا یہ عذر موت تک باقی رہے، کسی بیمار آدمی کی طرف سے حج بدل کے لیے ضروری ہے کہ جس کی جانب سے حج کر رہا ہو، اس نے حج کی اجازت بھی دی ہو، یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص حج بدل کر رہا ہو، وہ حج کا احرام باندھتے وقت اس شخص کی طرف سے حج کی نیت کرے، جس نے حج کا حکم دیا ہے، مثلاً کہے کہ میں فلان کی طرف سے احرام باندھتا ہوں، یا کہے:

”لبیک عن فلان“ (۱)

حج بدل میں ضروری ہے کہ حج کے تمام اخراجات، یا کم سے کم اخراجات کا زیادہ حصہ حج کا حکم دینے والے کے مال میں سے ہو، یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے، اس کی جائے سکونت سے حج کا سفر شروع ہو۔ ہاں، اگر کسی شخص نے حج کی وصیت کی اور اس کی جائے سکونت سے سفر کے اخراجات متروکہ کے ایک تہائی سے پورے نہ ہو پائیں تو فقہانے استحساناً اس بات کی اجازت دی ہے کہ جس مقام سے حج کے لیے وہ اخراجات کفایت کریں، وہیں سے حج بدل کر دیا جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں گے۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۶۷۴-۶۸)

## حج بدل کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ:

سوال: ”ماقولکم ایہا العلماء الکرام! حاج عن الغیر؛ یعنی فرض حج بدل کے لئے جانے والا قبل اشہار الحج مکہ معظمہ جانا چاہے تو میقات پر کس نیت سے احرام باندھے؟ ظاہر ہے کہ افراد تمتع و قرآن میں سے بوجہ اشہار الحج نہ ہونے کے کسی کا احرام نہیں باندھ سکتا، اب صرف عمرے کے احرام سے داخل حرم ہو سکتا ہے اور وہاں پہنچ کر ارکان عمرہ سے فارغ ہو کر مقیم ہو جائے اور یوم الترویہ تک حلال رہے، پھر اہل مکہ کی میقات (حرم) سے حج کے احرام کی نیت

(۱) دیکھئے: الدر المختار و رد المحتار، باب الحج عن الغیر: ۱۳/۴-۱۶

(۲) رد المحتار، کتاب الحج: ۲۳/۴



سے ارکان حج ادا کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حج مکہ ہوا، یا آفاقی (میتاقی) اگر مکہ ہوا تو عن الغیر سے فرض ساقط ہوگا، یا نہیں؟

تتبع کتب فقہ سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج عن الغیر میں حج میتاقی؛ یعنی میقات آمر سے حج کی نیت کی چاہیے اور صورت مسئلہ میں میقات آمر سے نیت حج نہ پائے جانے کی وجہ سے حج میتاقی نہ ہو؛ بلکہ مکہ ہوا تو آمر کی جانب سے فرض حج ساقط نہ ہوگا۔ عبارات ذیل ملاحظہ ہوں:

(۱) وقد سبق أيضاً أن من شرط الحج عن الغير أن يكون ميقاته آفاقياً وتقرر أن بالعمرة ينتهي سفره إليها ويكون حجه مكياً. (عدة أرباب الفتوى مصرى، ص: ۱۰) (۱)

(۲) قال في شرح مناسك ملتقى الأبحر: ومن شرائط جواز النيابة أن يحرم النائب من ميقات الأمر إذا لحق وأما إذا قيد بمحل فمن ميقات ذلك المحل. (فتاوى الأسعدية، مصرى: ۲۴/۱)

(۳) العاشر أن يحرم من الميقات أى من ميقات الأمر يشمل المكى وغيره فلو إعتمر وقد أمره بالحج ثم حج من عامه لا يجوز، إلخ. (شرح مناسك لعلى القارى) (۲)

(۲) اگر آمر بذات خود، یا اس کے ورثہ، یا وصی مامور کو اجازت دے کہ وہ قبل اشہرائح میقات سے عمرہ کے احرام کی نیت سے داخل حرم ہو اور عمرہ سے فراغت کے بعد مقیم ہو جائے اور پھر موسم حج میں مکہ حج کر لے تو اجازت کے بعد یہ حج مسقط فرض عن الغیر ہوگا، یا نہیں؟

(۳) عموماً مسائل سے ناواقف لوگ حج کے لیے مامور بناتے ہیں، کوئی تفصیل سمجھتا سمجھتا نہیں کہ اشہرائح کے قبل ہو تو عمرہ کی نیت سے جانا اور حج کا زمانہ ہو تو افراد، یا تمتع، یا قرآن کر لینا؛ بلکہ مطلق حج کے لیے مامور بناتے ہیں اور اطلاق کے وقت میں حسب تصریح فقہاء (۳) عمرہ کی نیت اور زمانہ حج میں قرآن، یا تمتع کی نیت یقیناً آمر کے خلاف ہوگی تو اس صورت میں یہ حج آمر کی طرف سے ہوگا، یا مامور کی طرف سے؟

(۴) صورت مسئلہ میں اگر مامور موسم حج میں مکہ معظمہ سے واپس آ کر میقات آمر (یللم) سے حج کا احرام باندھے، پھر حرم میں داخل ہو کر ارکان حج ادا کرے تو یقیناً حج میتاقی ہوگا تو کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟ (۴) یا صرف مکہ حج ادا کرنا کافی ہوگا؟

(۵) میقات آمر سے حج کی نیت کی شرط سے فقہ کے اکثر متون و شروح متداولہ و کثیر فتاویٰ خالی ہیں و نیز

(۱) کتاب الحج، باب الحج عن الغير، ص: ۱۰، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر

(۲) مطلب فی جواز إخراج البدل من مكة عند قلة النفقة، ص: ۲۹۲، ط: المكتبة التجارية الكبرى، مصر

(۳) وينصرف مطلق الأمر إليه أى إلى الحج قبل أشهر الحج.

(۴) اور ایسا کرنا حاجی کی قدرت سے بظاہر خارج ہے۔

مولانا عبدالشکور لکھنؤی مصنف علم الفقہ نے حج بدل کی شرط ضروریہ میں اس شرط کو شمار نہیں کیا اور اخیر میں یہ بھی لکھ دیا کہ ان شروط کے علاوہ احناف کے نزدیک اور کوئی شرط نہیں۔ (۱) و نیز علامہ قاری نے بھی شرط عاشر کے تحت میں اس پر اشکال وارد کر دیا کہ میقات سرے سے اصل حج کے لیے ہی شرط نہیں ہے تو حج بدل کے لیے کیسے شرط ہوگا۔ (۲) و نیز یہ شرط موجب حرج عظیم ہے، جو ظاہر ہے تو اب شرط ضروری ہے، یا نہیں؟ بیوا باللیل۔

### الجواب

خاکسار کے پاس عدۃ ارباب الفتاویٰ اور فتاویٰ اسعدیہ موجود نہیں ہے، اپنے پاس کی موجودہ کتابوں میں جہاں تک میں نے غور کیا، مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قرآن اور تمتع کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمتع میقات سے عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور پھر عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے اور مکہ سے حج کا احرام باندھتا ہے اور اس کا حج مکمل ہوتا ہے۔ پس اگر حج عن الغیر کی صحت اس بات پر مشروط ہوتی کہ اس کا احرام میقات آمر سے باندھا جائے تو حاج عن الغیر کے لیے تمتع کی اجازت نہ ہوتی۔ ہاں، اگر آمر نے اجازت نہ دی ہو تو حاج عن الغیر تمتع نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو ضامن ہوگا؛ یعنی اس کا یہ حج جو تمتع میں کیا ہے، آمر کی طرف سے واقع نہ ہوگا؛ لیکن اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میقات آمر سے احرام باندھا جانا شرط تھا؛ بلکہ عدم جواز کی وجہ مخالفت آمر ہے اور جب کہ آمر نے صرف حج کا امر کیا ہو تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا؛ کیوں کہ جب کہ آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا، جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو تو اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہانے مقید کر دیا ہے اور اس صورت میں نہ صرف تمتع؛ بلکہ قرآن کو بھی مخالفت آمر کی مد میں شمار کیا ہے، حالاں کہ قرآن کا حج آفاقی ہے، نہ مکمل۔

”یصیر مخالفاً بالقرآن أو التمتع، كما مر. (الدر المختار) (۳)

و دم القرآن والتمتع والجناية على الحاج أن إذن له الأمر بالقرآن والتمتع وإلا فيصير مخالفاً

فيضمن، انتهى. (الدر المختار) (۴)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قرآن، یا تمتع کرے تو جائز ہے۔ ہاں، دم قرآن و تمتع خود اس کے ذمے ہے۔ پس حاج عن الغیر اگر اشہر حج سے پہلے جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آمر کی اجازت سے میقات سے حج کا احرام نہ باندھے؛ بلکہ عمرہ کا احرام باندھے اور اسی احرام سے اشہر حج

(۱) عمدۃ الفقہ، حصہ پنجم، مسائل حج و عمرہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا، ص: ۵۷۹-۵۸۱، طدار الاشاعت، کراچی

(۲) المناسک العلیٰ القاری مع الشرح، مطلب فی جواز إخراج البدل من مكة عند قلة النفقة، ص: ۲۹۲،

ط: المكتبة التجارية الكبرى، مصری

(۳) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ۶۱۲/۲، ط: سعید

شروع ہونے کے بعد مثلاً شوال کی پہلی تاریخ کو عمرہ ادا کرے اور پھر احرام کھول دے اور یوم ترویہ میں حج کا احرام باندھ کر حج ادا کر لے، حج کے مہینوں سے پہلے تمتع کے عمرے کا احرام باندھنا جائز ہے؛ مگر تمتع کا عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں؛ یعنی پورا عمرہ، یا اس کا اکثر حصہ اگر اشہر حج سے پہلے ہو جائے گا تو تمتع صحیح نہ ہوگا۔

”لا يشترط كون إحرام العمرة في أشهر الحج. (رد المحتار) (۱)

فلوطاف الأقل في رمضان مثلاً ثم طاف الباقي في شوال ثم حج من عامه كان متمتعاً. (الدر المختار) (۲)

وبكونه في أشهر الحج وليس بقيد بل لو قدمه صبح بلا كراهة. (۳)

ان عبارتوں سے معلوم ہو گیا کہ تمتع کے عمرہ کا احرام قبل اشہر الحج صحیح ہے اور جب کہ عمرہ کا اکثری حصہ اشہر حج میں ادا ہو تو تمتع صحیح ہے اور اس احرام کی اشہر حج پر تقدیم مکروہ بھی نہیں اور حاج عن الغیر کے لیے آمر کی اجازت سے تمتع جائز ہے۔ (۴) پس اشہر حج سے پہلے جانے والا میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور اشہر حج میں عمرہ ادا کرے اور پھر آمر کی طرف سے حج ادا کرے تو عبارات منقولہ بالا کی رو سے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ عبارات منقولہ سوال میں حج آفاقی کی شرط میرے خیال میں اسی بنا پر ہے کہ اس میں آمر سے قرآن، یا تمتع کی اجازت نہ لی گئی ہو؛ بلکہ اس نے مطلق حج کا امر کیا ہو تو ایسا حج بے شک حج آفاقی ہونا چاہیے، اگرچہ بالتخصیص میقات آمر کی شرط اس میں بھی محل غور ہے۔

رہی یہ بات کہ ورثہ، یا وصی کی اجازت بھی آمر کی اجازت کی طرح معتبر ہے، یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت تو بلاشبہ معتبر ہے؛ کیوں کہ وصیت بالحق کو فقہانے آمر کی طرف سے تبرع بالمال قرار دیا ہے اور اسی لیے اگر میت نے حج کی وصیت کی ہو اور وصی کسی وارث کو حج بدل کے لیے روپیہ دے دے تو اس میں باقی ورثہ کی اجازت کو شرط جواز قرار دیا ہے، چنانچہ در مختار و شامی میں اس کی تصریح ہے، (۵) اور دلیل یہی بیان کی ہے کہ وارث کو حج بدل کے لیے روپیہ دینا گویا تبرع بالمال ہے، جو وارث کے حق میں بلا اجازت دیگر ورثا کے جائز نہیں ہے اور جب کہ وارث اجازت دے دیں تو حاج عن المیت تمتع، یا قرآن کر سکتا ہے؛ کیوں کہ اس میں کچھ ذرا زیادہ قیام کا صرف زیادہ ہوگا اور وہ وارث کی جانب سے اجازت دے دینے پر جائز ہو جائے گا، البتہ وصی کی اجازت میں کلام

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع: ۵۳۵/۲، ط: سعید

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع: ۵۳۵/۲، ط: سعید

(۳) رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع: ۵۳۶/۲، ط: سعید

(۴) ودم القرآن، والتمتع، والجنابة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقرآن، والتمتع، وإلا فيصير مخالفاً، فيضمن. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۱۱/۲، ط: سعید)

(۵) قلت: وقد منأن الوارث ليس له الحج كمال المیت إلا أن تجيز الورثة، وهم كبار، لأن هذا مثل التبرع بالمال

(رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۶/۲، ط: سعید)

ہے؛ کیوں کہ وصی کو تبرع بالمال کا اختیار نہیں ہے؛ اس لیے اس کی اجازت اس زیادتی صرفہ کے لیے معتبر نہ ہوگی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

محمد کفایت اللہ کان اللہ، مدرسہ امینیہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۴۴/۴-۳۴۷)

## حج بدل کا تفصیلی مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خود فریضہ حج ادا کیا ہے۔ اس سال ارادہ ہے کہ والد مرحوم کے لیے حج بدل ادا کروں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے، جب کہ میری والدہ زندہ ہے۔ نیز میرا دادا بھی فوت ہو چکا ہے، اس کے لیے بھی حج بدل کرنا چاہتا ہوں؛ یعنی دوسرے آدمی کو سارا خرچہ دے کر حج کراؤں گا۔ کیا یہ درست ہے؟ اور حج بدل صرف رشتہ دار کر سکتا ہے، یا غیر رشتہ دار بھی؟ جب کہ میری دادی ضعیف العمر ہے، بہت کمزور ہے، کیا دوسرے آدمی سے اس کے لیے حج کر سکتا ہوں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: جلال الدین، تبوک سعودی عرب)

### الجواب

السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ کے والد، والدہ اور دادا پر حج فرض تھا، یا نہیں؟ اور فرض ہونے کی صورت میں انہوں نے وصیت کی ہے، یا نہیں؟

(الف) بہر حال! اگر ان پر فریضہ حج عائد نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں، خود رشتہ دار مامور کریں، یا غیر رشتہ دار اور بغیر کسی تنقید کے کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ (۱)

(ب) اور اگر ان پر فریضہ حج عائد تھا اور وہ وفات پا چکے ہیں تو وصیت نہ کرنے کی صورت میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے اور وصیت کی صورت میں یہ شرط ہے کہ نفقہ ان کا خرچ کیا جائے گا اور یتلمم سے احرام باندھا جائے گا اور ان میں سے جو غنی زندہ ہو تو عجز کی صورت میں آپ ان کے لیے حج کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں (بغیر اشتراط رشتہ دار ہونے کے)، البتہ نفقہ اور میقات حسب سابق واجب الرعايت ہے۔ (ماخوذ از شامی) (۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۷-۳۱۸)

(۱) قال العلامة الحصکفی: بخلاف ما لو أهل بحج عن أبویہ أو غیرهما من الأجانب حال كونه متبرعا فعین بعد ذلك جاز لأنه متبرع بالثواب فله جعله لأحدهما أو لهما وفي الحديث من حج عن أبویہ فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الأبرار. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۶۵/۲-۲۶۶، باب الحج عن الغير)

(۲) قال العلامة الحصکفی: وبشرط الأمر به أي بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغیر ذنہ إلا إذا حج أو أحج الوارث عن مورثه لوجود الأمر دلالة وبقی من الشرائط النفقة من مال الأمر، الخ. فلا يجوز حج غيره بغیر أمره إن أوصی به أي بالحج عنه فإنه إن أوصی بأن يحج عنه فبطوع عنه أجنبي أو وارث لم يجوز وإن لم يوص به أي بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وكذا من هم أهل التبصر فحج أي الوارث ونحوه بنفسه أي عنه أو أحج عنه غيره جاز والمعنى جاز عن حجة الاسلام إن شاء الله تعالى كما قاله في الكبير. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۹/۲، قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

حج بدل میں جانے والا بیمار ہو جائے تو کیا کرے:

سوال: حج بدل میں جانے والا بیمار ہو جائے تو اسے دوسرے کو نائب بنانے کا اختیار ہے، یا نہیں؟

الجواب

آمر جس نے اس کو اپنے حج بدل کے لیے بھیجا ہے، اس کی اجازت ہو تو دوسرے سے حج کرا سکتا ہے، لہذا یہی اولیٰ ہے کہ اس کی اجازت دے کر بھیجے کہ آپ کو اختیار ہے، جس طرح مناسب ہو کرنا۔

در مختار میں ہے: (وإذا مرض المأمور) بالحج (فی الطريق ليس له دفع المال إلى غيره ليحج) ذلك الغير (عن الميت إلا إذا) أذن له بذلك بأن (قيل له وقت الدفع): اصنع ما شئت، فيجوز له. (الدر المختار مع الشامی: ۲/۲۳۲، باب الحج عن الغير) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

حج بدل میں جانے والا مر جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مرحوم کی طرف سے اس کی وصیت کے مطابق ایک شخص کو حج بدل کو بھیجا؛ لیکن بد قسمتی سے نويس ذی الحجہ سے پہلے وہ انتقال کر گیا، حج ادا نہ کر سکا تو اب مرحوم کے مال سے دوسرے کو بھیجنا ضروری ہے؟

الجواب

جی ہاں، جب تک مرحوم کے ترکہ کے ایک تہائی میں اس کی گنجائش رہے، حج بدل کرنا ضروری ہے؛ یعنی حج بدل کو جانے والا اگر قوف عرفات سے پہلے مر گیا تو مرحوم کا جو ترکہ ہے، اس کے ثلث حصہ میں سے اگر حج کے لیے کافی ہو تو حج کرائے، اگر ثلث حصہ وطن سے بھیجنے کے لیے نا کافی ہو تو جہاں سے حج کرا سکے، وہاں سے حج کرائے، پھر جتنی دفعہ ایسی صورت پیش آئے، بار بار حج کرنے کے لیے بھیجتے رہیں، یہاں تک کہ مرحوم کے ترکہ کا ثلث پورا خرچ ہو جائے، یا اتنا تھوڑا باقی رہ جائے کہ اس میں حج نہ ہو سکتا ہو تو اس کی وصیت ناقابل عمل ہو جائے گی اور اگر حج بدل کی رقم چوری ہو جائے، تب بھی یہی حکم ہے کہ دوبارہ حج کو بھیجے مکان سے، یا جہاں سے بھیجنے کی رقم میں گنجائش ہو، وہاں سے بھیجے۔

قال: (وإن مات) المأمور (أو سرق نفقته في الطريق) قبل وقوفه (حج من منزل أمره بثلث ما بقى) من ماله فإن لم يف فممن حيث يبلغ فإن مات أو سرق ثانيا حج من ثلث الباقي بعدها هكذا مرة بعد مرة أخرى إلى أن لا يبقى عن ثلثه ما يبلغ الحج، فتبطل الوصية. (الدر المختار مع الشامی: ۲/۲۳۹، باب الحج عن الغير) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل از حج وفات پا گیا تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص پر حج فرض تھا، حج کے ارادے سے گیا، معظمہ پہنچ کر حج ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا حج ادا

ہوا، یا نہیں؟

## الجواب

جس سال حج فرض ہوا، اگر اسی سال گیا اور حج ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا، حج بدل کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن اگر حج فرض ہو چکا، پھر سال دو سال بعد گیا تھا تو حج بدل کی وصیت واجب ہے، و وصیت نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

فرض حج ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وصیت کرے، یا نہیں:

سوال: حج فرض ہو گیا؛ مگر ادائیگی کا وقت نہ ملا اور انتقال کر گیا تو اس پر حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

## الجواب

حج ادا کرنے کا وقت ہی نہ ملا اور انتقال کر گیا تو اس کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا، لہذا حج بدل کی وصیت کرنا ضروری نہیں، یہ حکم ہے۔ اثنائے سفر میں مرنے والا کا اور اگر حج فرض ہونے کے سال دو سال بعد مر گیا تو حج بدل کی وصیت واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے، اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا۔

(المستفتی: شاہ جہاں، تہوک، سعودی عرب، یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ)

## الجواب

اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کر سکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا؛ کیوں کہ صحت کا ہونا حج کے لیے شرط ہے، اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج بدل درست نہ ہوگا۔

لما فی شرح التنویر علی ہامش رد المحتار (۲/۹۱۱): علی حرم مسلم مکلف صحیح البدن. وفي الشامية تحت (قوله: صحیح البدن): فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشيخ كبير. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۷/۳)

مریض حج بدل کو بھیجے، پھر اچھا ہو جائے:

سوال: بیمار نے فرض حج دوسرے سے کرایا، پھر وہ تندرست ہو گیا تو اس کو حج کرنا ہوگا، یا نہیں؟

(۱) وإذا اجمعوا أنه لو تراخى كان أداء وإن اثم بموته قبله. قال في الشامية تحت (قوله: وإن اثم بموته قبله) أي بالإجماع، كما في الرiley، أما على قولهما فظاهر وما على قول محمد فإنه، وإن لم ياتم بالخير عنه ولكن بشرط لا أداء قبل الموت فإذا مات قبله ظهر أنه أم قبل من السنة الأولى وقيل من الأخيرة، الخ. (شامی، باب الحج عن الغير: ۲/۹۱۱)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۵۱، کتاب الحج

## الجواب

ہاں، اس کو خود جانا پڑے گا۔ (۱) (فتاویٰ رحمیہ: ۸/)

تندرست اگر حج بدل کے لیے بھیجے تو کیا حکم ہے:

سوال: تندرست آدمی نے اپنا فرض حج دوسرے سے ادا کرایا، پھر دائم العذر ہو گیا، تادم مرگ عذر مرتفع نہ ہوا تو مذکورہ حج معتبر ہے، یا نہیں؟

## الجواب

معتبر نہیں؛ کیوں کہ صحت کے حالت میں جو حج بدل کرایا، وہ قابل اعتبار نہیں، عذر لگ جانے کے بعد اس کو حج بدل کرانا چاہیے تھا نہیں کرایا تو وصیت ضروری ہے، وصیت نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (۲) (فتاویٰ رحمیہ: ۸/)

متعلق حج بدل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کی نسبت از روئے شرع شریف کے: اگر کسی غنی متوفی کی طرف سے زید ایسے مفلس نے حج بدل ادا کیا، جس نے ابھی اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو مرحوم کا حج ادا ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور ایسے زید حج بدل کرنے والے کے ذمے سے بھی فرضیت حج عمر بھر کو ساقط ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اگر ایسے زید حج بدل کرنے والے سے عمر بھر کو فرضیت حج ساقط نہیں ہوتی تو اپنے تمام کام و آرام اہل و عیال وغیرہ چھوڑ کر حج کے سفر وغیرہ کی سخت جانکاه تکالیف و صعوبتیں اٹھا کر حج بدل کو جانے سے کیا فائدہ ہے۔ پس اس لیے اگر حج بدل کرنے والا حج بدل کرانے والے سے ضروری مصارف حج کے سوائے اپنے نقصانات معاش کا کچھ معاوضہ نقد وغیرہ بھی لے لے تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

## الجواب

جس مفلس نے اپنا حج نہیں کیا ہے، وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو، باقی اس مفلس کے ذمہ سے جس نے بدول اپنا حج کئے دوسرے کا حج فرض بدلاً کیا ہے، عمر بھر کے لیے فرض حج ساقط نہیں ہوا؛ بلکہ اگر کسی وقت اس کے پاس مال زیادہ ہو گیا، جس میں حج بشرائط ہو سکے تو اس کو اپنی طرف سے دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا؛ کیوں کہ حج بدل تو دوسرے کا تھا، اس کی طرف سے تھوڑا ہی تھا۔

(۱) (قوله: حتی تلازم الإعادة بروال العذر) أى العذر الذى یرجى زواله كالحس والمريض. (شامی، باب الحج

عن الغیرہ: ۳۲۷/۲)

(۲) ومنہا ان یکون المحجرون عنہ عاجزاً عن الأداء بنفسه وله مالا فإن قادراً علی الأداء بنفسه بأن کان جمیع

البدن وله مال أو کان فقیراً صحیح البدن لا یجوز حج غیرہ عنہ، (الفتاویٰ الہندیۃ، الحج عن الغیر: ۲۵۷/۱)

نعم: لو حج عن الغير تطوعاً يقع عن المأمور، قال القاری فی مناسکھ: وفي حج النفل يقع عن المأمور اتفاقاً أى باتفاق مشائخنا وللأمر ثواب النفقة كالنفل، آه.

قال الشامی: مقتضاه أن النفل يقع عن المأمور اتفاقاً وللأمر ثواب النفقة وبه صرح بعض الشراح ومشى عليه فی الباب ورده الإتيان فی غاية البيان بأنه خلاف الرواية لما قال: وفي الأصل يقع الحج عن المحج، آه. (۱)

رہا یہ کہ جب اس کے ذمہ سے حج فرض ساقط نہیں ہوتا تو اپنے کاروبار و آرام کو چھوڑ کر سفر حج کی صعوبت اٹھانے میں کیا فائدہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اس کو بے فائدہ سمجھے، اس کو واقعی کچھ فائدہ نہ ہوگا، وہ ہرگز نہ جائے؛ بلکہ ایسے شخص کو بھیجنا چاہیے، جو ایک بار اپنا حج کر کے بیت اللہ اور بیت رسول اللہ کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کر چکا ہو، وہ بتلائے گا کہ اس سفر کی صعوبت برداشت کرنے میں کیا فائدہ ہے، یہ تو نفع عاجل ہے، جس کا علم ایک بار حج کرنے والے کو دنیا ہی میں ہو جاتا ہے اور جو ثواب مرنے کے بعد سامنے آئے گا، اس کا علم قبر میں پہنچ کر ہو جائے گا اور دوسرے کی طرف سے حج کرنے کا ثواب بعض وجوہ سے اپنے حج کے ثواب سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

رہا یہ کہ حج بدل کرنے والا حج بدل کرانے والے سے اپنے نقصان معاش کا معاوضہ لے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاوضہ لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ اگر یہ معاوضہ نقصان معاش و کاروبار کا ہے تو نقصان کاروبار کوئی عین مقنوم نہیں، جس کا معاوضہ جائز ہو اور اگر یہ معاوضہ اپنی مشقت و محنت کا ہے، جو سفر میں لاحق ہوگی تو اس صورت میں اجارہ ہو گیا اور حج بدل اجارہ کے ساتھ ناجائز ہے، بعض اقوال پر وہ حج ہی نہ ہوگا اور رائج یہ ہے کہ اجارہ فاسد ہے اور حج ہو جائے گا، البتہ اگر معاوضہ کے طور پر نہ ہو؛ بلکہ اپنی خوشی سے اجازت دے دے کہ میں تم کو یہ رقم حج کے لیے دیتا ہوں اور حج کے بعد جو بچے اس کے متعلق تم کو وکیل کرتا ہوں کہ یہ فاضل رقم اپنے کو میری طرف سے ہبہ کر لینا تو اس صورت میں وہ فاضل رقم اور سامان و ثياب و متاع جو حج کے بعد باقی رہے، مامور اپنی ملک میں لاسکتا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ اہل و عیال کا نفقہ واجب ہے اور دوسرا شخص اس کو حج بدل میں بھیجنا چاہتا ہے اور یہ صاحب عیال یوں کہے کہ مدت حج کے لیے میں نفقہ عیال اس وقت نہیں دے سکتا، تم اگر مجھ ہی کو بھیجنا چاہتے ہو تو میرے اہل و عیال کا نفقہ بھی اس قدر ادا کر دو اور یہ گفتگو بطور معاوضہ اور معاملہ کے نہ ہو؛ بلکہ دوستانہ طور پر ہو اور اس کے بعد بھیجنے والا خوشی سے اس کے اہل و عیال کے نفقہ بھی ادا کر دے تو جائز ہے، بشرطیکہ حج بدل کرانے والا خود زندہ ہو اور اگر وصیت کر کے مر گیا ہے تو اس کے حج بدل میں نفقہ سفر حج متعارفہ سے زیادہ دینے کا اختیار ورثہ بالغین کو ہے، نابالغوں کے حصہ میں سے جائز نہیں، اگر ورثہ نابالغ بھی ہوں تو بقدر کفایت معروفہ حج تو ثلث الکل میں سے دیا جائے اور تبرع فاضل، یا نفقہ اہل و عیال کے لیے بالغین اپنے حصہ میں سے رقم دیں اور نفقہ اہل و عیال مامور میں یہ تفصیل ہے کہ نفقہ



معروفہ ضروریہ پر بھی جانے والے دستیاب ہوں؛ یعنی ایسے مجرد لوگ بھی حج بدل کو تیار ہوں، جن کے ساتھ اہل و عیال کا خرچ لگا ہوا نہیں اور وہ صرف سفر حج کا خرچ لے کر جاسکتے ہیں اور اگر بجز صاحب عیال شخص کے اور کوئی معتبر باقاعدہ حج کو صحیح ادا کرنے والا نہ ملتا ہو تو اس صورت میں ثلث اکل سے بھی مامور کے اہل و عیال کا نفقہ دینا جائز ہے؛ بلکہ ورثہ پر لازم ہے کہ جب کہ مورث نے وصیت حج کی ہو، اگر ثلث اکل میں وسعت ہو۔

لأن نفقة الحج تختلف باختلاف الأشخاص، قال القاری فی شرح المناسک: ولا ینفق المأمور من مال المیت علی من یخدمه أی خدمة یقدر علیہ بنفسه إلا إذا کان ممن لا یخدم نفسه أی لکبره أو عظمتہ، آہ. (ص: ۲۵۰)

قلت: فکذا یختلف الحکم لکون المأمور أعزب إذ صاحب العیال فیعطى الأول نفقة أقل من الثانى لاختلف أحوالهما شرعاً و عرفاً ولا یعطى صاحب العیال تلك الزیادة عوضاً عن شیء بل اعانة له فی أداء الواجب کما زیدت نفقة صاحب العظمة اعانة له فی حفظ حرمتہ واللہ أعلم ولعل هذا ظاهر غیر خفی والعبارة والمحررة ما فی کافى الحاکم وله نفقة مثله و زاد أیضا حها فی المبسوط فقال وهذه النفقة لیس یستحقها بطریق العوض بل بطریق الکفاية، لأنه فرغ نفسه لعمل ینتفع به (الآمر) هذا. (شامی: ۳۹۲/۲) (۱)

قلت: فکان نفقة المأمور بالحج کنفقة القاضی والعامل ونفقة عیالهما تدخل فی نفقتہما حتماً فتقدر بما یسعهما و عیالهما فکذا ههنا اذا لم یوجد الأعزب و كانت الوصیة بالحج لا علی التعیین وأما لو عین الموصی وجلاً ذاعیال أن یحج عنه فلا شک فی دخول نفقة عیاله فی نفقة الحج وتؤخذ من ثلث الكل وفى الدریشترط أهلیة المأمور لصحة الأفعال فجاز حج الضرورة (وهو) من لم یحج والمرأة ولو أمة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم أولى لعدم الخلاف، آہ. قال الشامی: لا یخفى أن التعلیل یفید أن الکراهة تنزیهية.، لأن مراعات الخلاف مستحبة، آہ. (۳۹۴/۲) (۲)

وفیه أیضاً وعلیه رد ما فصل من النفقة وإن شرط له فالشرط باطل إلا أن یؤکله بهبة الفضل من نفسه أو یوصی المیت به لمعین، آہ. (۴۰/۲) (۳) (امداد الاحکام: ۱۹۲/۳)

کیا حج بدل میں نام لینا ضروری ہے:

سوال: حج بدل میں بلیک پڑھتے وقت جس کی جانب سے حج بدل کیا جاتا ہے، اس کا نام بھی بلیک میں ملانا ضروری

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۱۸/۴، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الحج: ۲۱/۴، انیس

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج: ۳۴/۴-۳۵، انیس

ہے؟ اگر ضروری ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ پوری تفصیل سے لکھیں اور کس جگہ تلبیہ میں نام لیا جائے اور پورا تلبیہ لکھ کر بھیجیں؛ تاکہ حج بدل صحیح ہو جائے، عام طور پر لوگ جاتے ہیں اور اپنی ذاتی حج کی طرح نسبت وغیرہ کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

کوئی ضروری نہیں ہے، دل میں یہ نیت کافی ہے کہ فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں۔ اگر احرام کے وقت اس کی طرف سے احرام کی نیت نہیں کی اور اعمال حج شروع کر دیے تو حج بدل صحیح نہیں ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۵/۱۰-۴۰۶)

### حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنے لڑکے کو دیگر بھائیوں سے کچھ زیادہ رقم دی تھی، اب یہ لڑکا حج بدل کرنا چاہتا ہے، کیا والدہ کی طرف سے اس مال پر حج بدل کیا جائے گا، یا دیگر مال کی ضرورت ہوگی؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: مختار احمد غازی، ہری پور)

الجواب:

حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ خرچہ آمر کے مال سے کرنا ہوگا۔ (کافی رد المحتار: ۳۲۸/۲) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۷/۳)

### حج بدل کی ایک صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بزمانہ ناوقفی حج بدل کے لیے گیا اور میقات سے قبل اشہر حج کا احرام بہ نیت آمر باندھا، مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا، پھر موسم حج میں احرام باندھ کر حج ادا کیا، بعد کو معلوم ہوا کہ حج آمر کا ادا نہ ہوا، سال آئندہ تک وہاں اقامت کر کے اپنا حج ادا کر کے واپس ہو گیا اور تیسرے سال پھر اس نیت سے روپیہ فراہم کر کے حج آمر جو اپنے ذمہ باقی ہے، اس سے سبکدوشی ہو جاوے، اشہر حج میں عازم بیت اللہ ہو کر اور میقات سے بہ نیت آمر احرام باندھ کر باحیاط تمام حج ادا کر دیا؛ لیکن جاتے وقت نہ آمر سے تذکرہ کیا، نہ اس سے اجازت لی۔ ہاں، ان لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ پہلا حج فاسد ہو گیا

(۱) وبشرط نية الحج عنه: أى عن الأمر فيقول: أحرمت عن فلان وليت عن فلان. ولو نسي اسمه فنوى عن الأمر، صح، وتكفى نية القلب. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: (قوله: ولو نسي اسمه) الخ ولو أحرمت مبهما: أى بأن أحرمت بحجة وأطلق النية عن ذكر المحجوج عنه، فله أن يعينه من نفسه أو غيره قبل الشروع في الأفعال، كما في اللباب وشرحه. (رد المحتار، كتاب الحج عن الغير، مطلب في الفرق بين العباداة والقربة والطاعة: ۵۹۹/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: النفقة من مال الأمر اى المحجوج عنه ومحترزه قوله الآتى ولو انفق من مال نفسه، الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۹/۲، قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

ہے، اسی کی قضا کے لیے دوبارہ جانے کا قصد ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں فریضہ آمر سے سبکدوشی ہوگئی، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو سبکدوشی کی کیا صورت اختیار کی جاوے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

فی غنیۃ الناسک (ص: ۱۸۰) فی فوات الحج عن المأمور فلو حج عن المیت بمال نفسه أجزأه وبرأی من الضمان.

پس اگر حج اول آمر کی طرف سے ادا نہ ہوا ہو تو حج ثالث اس کی جانب سے ادا ہو گیا اور اگر حج اول آمر کی طرف سے ادا ہونے نہ ہونے کی تحقیق مطلوب ہے تو یہ لکھا جاوے کہ میقات سے احرام حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تھا، یا بدون احرام عمرہ محض افعال عمرہ کے حلال ہو گیا تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ ان لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ پہلا حج فاسد ہو گیا ہے، الخ، اس میں فساد کیا مراد ہے، آیا یہی عمرہ کر لینا، یا اور کوئی بات مفسد حج پائی گئی تھی، صاف صاف لکھیں۔

احقر عبد الکرم عنہ، از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۹۹/۳)

### حج بدل کا طریقہ:

سوال: ایک آدمی حج بدل کرنے جا رہا ہے، وہ کون سا حج کرے۔ حج تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر تمتع نہ کر سکتا ہو تو حج بدل کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ دوسری کون سی چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟ اس میں خاص ارکان کیا ہیں؟ وہ بتلائیں؟

### الجواب

حج بدل کرنے والا ”افراد“ کی نیت کرے، ”قرآن اور تمتع“ کی اجازت نہیں۔ ہاں، جس کی طرف سے حج کرے۔ اس نے ”قرآن“ (ایک ہی احرام سے حج و عمرہ کرنا)، یا ”تمتع“۔۔۔ (کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھے عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھے اور حج کرے) اجازت دی ہو تو اس کے مطابق عمل کر سکتا ہے، (مگر دم قرآن دم تمتع خود کے ذمہ ہے)۔ مختصر یہ کہ بلا اجازت کے قرآن و تمتع نہیں کر سکتا۔

یہ بھی خیال رہے کہ حج بدل جانے والا قیام و طعام اور سفر وغیرہ کے خرچ میں احتیاط کرے، جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ امانت ہے، اس میں احتیاط ضروری ہے، غیر مناسب فضول خرچ نہ کرے، اجازت کے بغیر خیرات بھی نہ کرے، دم جنایت بھی اپنے ذمہ رکھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

### سفر حج سے عاجز ہونے کی صورت میں حج بدل کرانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے اوپر حج بیت اللہ شریف فرض ہے اور اس کی صحت اس قدر خراب ہے کہ اس کو اپنی حیات کی بھی امید نہیں ہے اور اس کے وارثوں میں سے ایک لڑکا ہے، جو آوارہ ہے اور

اس سے یہ امید نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد حسب وصیت باپ کے اس فرض کو باپ کی طرف سے ادا کرے، ایسی حالت میں حکم شریعت کا ہو، اس سے بہت جلد مطلع فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ فقط

الجواب

جب ایسی تکلیف ہو کہ سفر حج سے بالکل عاجز ہو جاوے تو حج بدل کے لیے کسی کو اپنی زندگی میں بھیج دینا جائز ہے، پھر اگر اس عجز ہی کی حالت میں انتقال ہو جائے، تب تو یہ حج کافی ہو جاوے گا اور اگر یہ عجز زائل ہو جاوے تو حج ذمہ رہے گا۔ (۱)

كما في العالمگیریة ( ۱ / ۶۶ ) : ومنها استدامة العجز من وقت الاحجاج إلى وقت الموت ، هكذا في البدائع ، حتى لو أخرج عن نفسه وهو مريض يكون مراعى فإن مات أجزأه وإن تعافى بطل وكذا لو أخرج عن نفسه وهو محبوس ، كذا في التبيين . (۲)

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، ۲۱/ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ۔ (امداد الاحکام ۳/ ۱۹۸)

## زندگی میں حج بدل:

سوال: حج فرض ہو، بجائے خود کسی دوسرے سے کس حالت میں ادا کر سکتا ہے؟

الجواب

جب خود نہ جاسکے، بسبب زیادہ بڑھاپے کے کہ سفر نہ کر سکے، یا بسبب مرض کے تو دوسرے سے حج کر سکتا ہے؛ لیکن مرض کی صورت میں اگر پھر تندرست ہو گیا اور وہ مرض الزوال تھا، دوبارہ خود حج کرنا ہوگا۔ (۳)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/ ۵۶۹)

## اپنی زندگی میں حج بدل کرائے، یا نہیں:

سوال: بیماری، یا کمزوری کی بنا پر اپنی حیات میں حج بدل کرائے تو معتبر ہے، یا نہیں؟ یا مرنے کے بعد دوبارہ حج بدل کرنا ضروری ہے؟

(۱) اور اگر حج بدل کی وصیت کرنے میں لڑکے پر اطمینان نہیں کہ وہ پورا کر دے گا تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کسی دوسرے معتمد کو حج بدل کے لیے وصیت کر دے اور اس کو روپیہ خود سپرد کر دے۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم: ۲۸۳/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، انیس

(۳) کذا فی الدر المختار (کحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز إلى الموت) لأنه فرض العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العذر. (الدر المختار)

أی العذر الذی یرجى زواله کالحبس المرض بخلاف نحو العمی فلا إعادة لزوال علی ما یأتی. (رد المحتار،

کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ ... ۴/ ۱۵-۱۶، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

## الجواب

معتبر ہے؛ لیکن اگر اس کا عذر جاتا رہا تو اس کو حج خود کرنا ہوگا۔

كما قال في الدر المختار: حتى تلزمه الإعادة بزوال العذر. (۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

### حج بدل میں کس کی طرف سے حج کی نیت کرے:

سوال (۱) زید حج بدل کرنا چاہتا ہے تو حج بدل کے احرام میں نیت اس شخص کی طرف سے کرے، جس کی طرف سے حج کرنے جا رہا ہے، یا اپنی طرف سے کرے اور اس کا ثواب بخشے؟

### حج بدل کرنے والا قارن جنایت کس طرح ادا کرے:

(۲) حج بدل کرنے والا جب قرآن کا احرام باندھے گا تو اگر اسے جنایت ہو جائے تو یہ ایک قربانی کرے گا، یا ہر جنایت پر دو قربانی کرے گا؟

### واللہ التوفیق

- (۱) جس کی طرف سے حج کرنے جا رہا ہے، اس کی طرف سے حج کی نیت کرنا ضروری ہے۔ (کافی الثامی)
- (۲) اگر مجموعہ نے حج افراد کے لیے مامور کیا ہے تو حج قرآن کا احرام غیر آمر کی جانب سے باندھنے میں ضامن ہو جائے گا؛ اس لیے کہ:

كما في الغنية: إذا أمره غيره بإفراد بحجة أو عمرة فقرن فهو مخالف ضامن في قول أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد يجزى عن الأمر استحساناً وهذا الخلاف فيما إذا قرن عن الأمر أم لا لو نوى بأحدهما عن شخص آخر أو عن نفسه فهو مخالف ضامن بلا خلاف. (۲)

مشورہ میں آپ نے چند جزئیات دریافت کئے ہیں، حج بدل کرنے میں ان سے، یا اسی طرح اور استفتاء کے محض مسائل معلوم کرنے سے آپ کا کام نہیں چلے گا، حج بدل کرنے والا تمام امور میں اپنے آمر کی ہدایت کا پابند ہوگا، حتیٰ کہ اگر حج قرآن کے لیے نہیں کہا ہے اور قرآن کر لیا ہے، جب بھی ضامن ہوگا۔ (کامر مفصلاً) اسی طرح حج افراد میں اس نے میقات سے فقط عمرہ کا احرام باندھ لیا ہے کہ بعد عمرہ حلال ہو کر کچھ دن مثلاً رمضان میں مکہ مکرمہ رہ کر پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھے لے گا تو بھی غلط کیا ہے۔ (کامر)

غرض حج بدل کے بہت سارے مسائل ہیں، آپ چند جزئیات کا استفتاء کر کے کہاں تک کام چلا سکتے ہیں، اس طرح آپ کا کام نہیں چل سکتا ہے۔ اگر آپ صحیح طور پر ارکان حج بدل ادا کرنا چاہتے ہیں تو معلم الحجاج مصنف مفتی سہارنپوریؒ، یا اس کے

(۱) رد المحتار: ۳۲۷/۲، ۷۲۳، باب الحج عن الغير

(۲) الهدایہ، کتاب الحج: ۶۶۲/۱

متبادل کوئی معتبر کتاب جس میں مسائل حج معتد بہ درجہ میں درج ہوں خرید کر بار بار مطالعہ کر لیجئے اور مستحضر کر لیجئے، جب کام چلے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۶/۷/۱۳۸۵ھ۔  
الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ سید احمد علی سعید عفی عنہ۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۶۱/۲-۶۲)

### حج بدل اور ضمان مامور کی ایک صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید غریب نے ایک امیر حاجی حج بیت اللہ شریف کے جانے والے کو مبلغ (رقم) دیے اور یہ کہ مکہ معظمہ پہنچ کر میری والدہ کی طرف سے کسی سے حج کرا دینا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر یہ حوادث پیش آئے کہ آٹھویں کی شام تک مکہ سے عرفات جانے والے کو سواری نہ مل سکی، جو شخص حج کرنے کو راضی تھا، وہ بلا سواری حج کو نہ گیا اور یہ امیر اور اس کے ہمراہی حج کو چلے گئے اور عرفات وغیرہ میں ارکان حج ادا کر کے مدینہ ہو کر اپنے وطن میں آ گئے؛ لیکن یہ امیر حاجی مکہ معظمہ ہی سے دوستوں کے مرض میں مبتلا ہوا اور گھر آ کر دو مہینہ تک سخت بیمار رہ کر انتقال کر گیا، بہت کچھ نقد اور جائیداد چھوڑ مرا۔ اس اثنا مرض میں زید غریب کو دو مرتبہ حاجی امیر سے ملنے کا اتفاق ہوا؛ لیکن امیر حاجی کی سخت علالت کی وجہ سے زید غریب نے دریافت کیا کہ میری والدہ کی طرف سے حج کرایا، یا نہیں؟ اور نہ خود امیر حاجی نے بیان کیا کہ حج کرا دیا، یا نہیں؟ حتیٰ کہ امیر حاجی کا انتقال ہو گیا؛ تب غریب زید نے امیر حاجی کے ورثا سے اپنے روپیہ دیے ہوئے طلب کئے؛ کیوں کہ امیر حاجی اور ہمراہی حاجیوں سے معلوم ہوا کہ امسال تیس پینتیس روپیہ سے کم میں مکہ والوں میں سے کوئی حج بدل نہیں کر سکا، مصارف مزید تھے تو اگر امیر حاجی غریب زید کی والدہ کی طرف سے حج کراتا تو غریب زید سے ضرور اپنا مطالبہ زید وصول کرتا، یا اپنے ورثا سے کہہ مرتا کہ فلاں زید غریب سے اتنا روپیہ لے لینا، سواب امیر حاجی کے وارث زید غریب کو اس کے مبلغ ۱۴ روپے ہوئے واپس نہیں دیتے۔ سواب سوال یہ کہ شرعاً امیر حاجی مرحوم کے ورثا پر امیر حاجی کے متروکہ میں سے غریب زید کو اس کے لیے ۱۴ روپے ہوئے واجب ہے، یا نہیں؟ فقط

### الجواب

زید غریب کو امیر حاجی کے ورثا سے اس رقم کے طلب کرنے کا حق نہیں؛ کیوں کہ اس کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ امیر حاجی نے اس کی والدہ کی طرف سے حج نہیں کرایا اور جتنی باتیں سوال میں مندرج ہیں، یہ صرف قرائن و احتمالات ہیں، ان سے ثبوت نہیں ہو سکتا اور اگر امیر حاجی مرحوم کے ہمراہ ہی اس وقت گواہی دیں تو ان کی گواہی لغو ہے؛ کیوں کہ مدعی علیہ مرچکا ہے۔ دوسرے یہ گواہی نفی پر ہوگی اور شہادت علی النفی قبول نہیں، علاوہ ازیں یہ بھی تو احتمال ہے کہ امیر حاجی نے کسی شخص کو حج بدل کے واسطے وہ رقم دی ہو اور اس نے نہ حج کیا ہو، نہ رقم واپس دی ہو۔ یہ بھی احتمال

ہے کہ امیر حاجی نے وہ رقم مکہ میں کسی دیندار معتبر آدمی کو دے دی ہو کہ سال آئندہ اس سے حج بدل کرا دینا۔ غرض اس معاملہ میں زید عریب کے پاس اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی رقم امیر حاجی کے ذمہ قرض ہوگئی؛ کیوں کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ امانت کہیں ضائع ہوگئی ہو اور امین کے اوپر ضیاع امانت کا ضمان نہیں ہوتا، البتہ اگر امیر حاجی کے ورثہ کے دل کو یہ بات لگ جائے کہ زید غریب کی رقم حاجی امیر مرحوم ہی کے پاس رہی ہوگی تو بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ زید کی رقم ادا کر کے اپنے مورث کا ذمہ احتمال سے بھی بری کر دیں، مگر ایسا کرنا واجب نہیں؛ اسی لیے اگر ورثہ ایسا کریں تو صرف بالغ ورثہ اپنے اپنے حصوں میں سے یہ رقم ادا کریں، نابالغوں کے حصوں میں سے ادا نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

رمضان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۱۹۷/۳)

### معذور کے حج بدل کرانے کی ایک صورت کا حکم:

سوال: جناب محمد سلیم اللہ خان صاحب، رئیس بوڑھ گاؤں، ضلع علی گڑھ عرصہ سے مشتاق زیارت حرمین شریف ہیں اور اس وقت جناب خان صاحب موصوف کی عمر تقریباً ۷۷ سال کی ہے، علاوہ ضعف و پیری چند امراض جسمانی میں مبتلا ہیں، جن کی وجہ سے چلنے پھرنے اور سفر سے معذور ہیں، خصوصاً مرض فق کی بھی تکلیف ہے، اکثر کم و بیش پندرہ بیس روز بعد دورہ نزول آنت کا ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں ایک قدم چلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، لہذا صورت مجبوری اور حالت معذوری میں اگر خان صاحب موصوف کسی ایسے شخص کو جس نے پہلے حج کر لیا ہے، جملہ روپیہ خرچ آمد و رفت خوراک وغیرہ دے کر اپنا حج بدل کرا دیوں تو شرعاً ادائیگی حج فرض ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہو سکتی ہے تو حاجی صاحب کی اور کن کن شرائط سے مشروط ہونے کی ضرورت ہے؟ براہ کرم مسئلہ اصول فقہ سے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرماویں۔

#### الجواب

بیشک صورت مسئلہ میں رئیس صاحب کو اگر خود حج کے لیے جانا دشوار ہے تو ان کو اس حالت میں جائز ہے کہ اپنی طرف سے حج بدل کرا دیں؛ لیکن اس کو دیکھ لیا جاوے کہ وہ اس پیٹی کا استعمال کے ساتھ آنت اترنے کی تکلیف زیادہ نہیں ہوتی اور جب اترے فوراً اس کو چڑھا کر کام ہو سکتا ہے، اگر اس کے بعد بھی تکلیف کم نہ ہوتی ہو اور سفر دشوار ہی ہو تو حج بدل کو کرا دینا جائز ہے، پھر اگر یہ عذر جو اس وقت ہے عمر بھر رہا، جب تو یہ حج بدل عمر بھر معتبر رہے گا اور اگر کسی وقت عذر موجود نہ ہو گیا تو ان کو حج فرض دوبارہ خود ادا کرنا ہوگا۔

و یصیر البدل نفلاً، قال فی الدر: وهذا أى اشتراط دوام العجز إلى الموت إذا كان العجز كالحبس والمرض یرجى زواله یمکن وإن لم یکن کذا لک کالعمی والزمانة سقط الفرض بحج الغير عنه فلا إعادة مطلقاً سواء استمر به العذر أم لا، آ، ۵ (۲/۳۸۹) (۱)

قلت: ونزول المعاليس كالزمانة بل المشاهد قدرة المبتلى به على السفر قصيرة وطويلة بعد  
شده الحزام الذي قد أوجد له. والله أعلم

۱۸/رمضان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳/۱۹۹۶)

مامور اپنی جائے قیام سے حج کرے تو حج آخر کا صحیح ہو جائے گا، یا نہیں:

سوال: حج بدل میں اگر مامور بجائے وطن آخر کے اپنی جائے قیام سے خواہ اقرب خواہ البعد اپنی رضا سے حج کرنا چاہے، وشرع شریف کی رو سے آخر کے ذمہ سے حج فرض ساقط ہوگا، یا نہیں؟ اور ہر دونوں (اقرب اور البعد) صورتوں میں کس جگہ سے نفقہ کا مستحق ہوگا؟

الجواب

صورت مسئلہ میں اگر ثلث مال اگر میت میں بلد آخر میت سے حج کرنے کی گنجائش تھی اور پھر وہاں سے نہیں کیا گیا تو یہ حج آخر کی طرف سے صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ مامور کا حج ہوا اور وہ نفقہ کا ضامن ہوگا؛ یعنی کل نفقہ کا، البتہ اگر وہ جگہ جہاں سے مامور گیا ہے، وطن آخر سے اتنی قریب ہو کہ دن میں چل کر رات کو وطن آخر میں سیر وسط کے ساتھ پہنچ سکیں تو ضمان نہیں ہوگا، (۱) اور حج بھی آخر کی طرف سے ہو جائے گا، یا مجموعہ عنہ زندہ ہو اور اس نے غیر وطن سے حج بدل کی اجازت دے دی ہو، یا میت ہو اور غیر وطن سے حج کرنے کی وصیت کر گیا ہو، تب بھی حج آخر اور میت کی طرف سے صحیح ہو جائے گا اور مامور پر نفقہ کا ضمان نہ ہوگا۔

قال في الباب: الثامن: أن يحج عنه من وطن إن اتسع الثلث أي ثلث مال الميت وإن لم يتسع يحج عنه من حيث يبلغ أي استحساناً إلى أن قال: إذا وجب الحج من بلده فأحج الوصي من غير بلده يضمن: أي ويكون الحج له ويحج من بلده فأحج الوصي من غير بلده يضمن: أي ويكون الحج له ويحج عن الميت ثانياً لأنه خالف لأن يكون ذلك المكان الذي أحج عنه قريباً منه: أي من وطنه بحيث يبلغ إليه ويرجع إلى الوطن قبل الليل أي فحينئذ لا يكون مخالفاً ولا ضامناً، آه.  
وفيه أيضاً ولو أوصى من لا وطن أن يحج عنه من غي بلده يحج عنه كما أوصى أي على وقت ما أوصى به قريباً لك الموصى به من مكة أو بعد، آه. (ص: ۲۵۱)

(۱) اور اگر آراء میں نہیں مرا؛ بلکہ کسی دوسری جگہ مرا ہے، جب بھی مامور اس کے وطن ہی سے حج کرے۔

قال في الغنية: سواء مات فيه أي في وطنه أو مات في سفر التجارة ونحوها لأن الواجب عليه الحج من البلد الذي يسكنه إلى أن قال ولو أوصى خراساني بمكة أو مكى بالرى وأطلقا يحج عنهما من وطنهما، آه. (ص: ۱۷۷)  
وفيه أيضاً: قال الشارح: أول هذا إذا كانا غنيين في بلاد هما وما إذا صار المكى غنيا بالرى وخراساني بمكة وأوصيا فينبغي أن يحج عنهما من موضع فرض الحج عليهما اه قلت وهاشأ والله هو الفقه بعينه فله رد العلماء حنيفة ما أعمق نظرهم في دقائق الشريعة.



قلت: وكذا الحى إذا أذن للمأمور أن يحج عنه من غير وطنه فلا فرق في الحى والميت في ذلك حتى يكون لأحدهما إسقاط هذا الشرط وتغيره ولا يكون للآخر. والله أعلم

قال في الباب: العاشر أن يحرم من الميقات أى من ميقات الأمر يشمل المكى وغيره قال الشارح: وفيه أنه إن أراد بالميقات المواقيت الآفاقية ففي اطلاقه نظر ظاهر إذ تقدم أن المكى إذا أوصى بالرى أن يحج عنه من مكة وكذا سبق إن من أوصى أن يحج عنه من غير بلده يحج كما أوصى قرب من مكة أو بعد وأيضاً فيه إشكال آخر حيث أن الميقات من أصله ليس شرطاً لمطلق الحج وأصلته بل أنه من واجباته فكيف يكن شرطاً وقت نيابته فإن وجد نقل صريح ودليل صحيح فالأمر مسلم وإلا فلا، آه. (ص: ۲۵۲)

قلت: والذي ظهر لى إن شرط الميقات يسقط بإذن الأمر والميت ولا يسقط إذا أطلق الأمر بالحج لأنه لا يريد إلا أن يحج المأمور كما يحج الأمر لو وقع عنه والأفاقى إنما يحج عن الميقات في شرط ينائب مراعاته وإلا يكو مخالفاً. (۱) والله أعلم

۲۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۱۹۴/۳)

### اجنبی کے مال سے بغیر وصیت و اذن ورثہ حج بدل کی ایک صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنا حج فرض ادا کرنے کو کعبہ شریف روانہ ہو کر راستہ میں قبل میقات انتقال کر گیا اور دوسرے نے اپنے رفیقوں میں سے اس کی نیت سے اس کا حج فرض کیا، مگر میت نے وصیت نہیں کی تھی، اس کا روپیہ بقایا بھی اس نے باقی راستہ میں خرچ کیا، اب میت کے وارث اس سے روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس صورت مذکورہ پر میت کا حج فرض ادا ہو گیا، یا نہیں؟ اور میت کے وارث روپیہ مانگنے کے مستحق ہیں، یا نہیں؟ اگر اس میں میت سے حج فرض ادا ہو گیا، جیسا کہ عبارت کتب سے معلوم ہوتا ہے تو پھر وارث میت اس سے روپیہ واپس لینے کے حقدار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ اس کی وجہ اچھی طرح سے تحریر کرنے کی ضرورت ہے، تسلی ضرورت ضرور فرماویں۔

زبدۃ المناسک، باب الحج عن الغير، صفحہ: ۱۶۷ میں لکھتے ہیں:

دوسری پس اگر کوئی زندہ کی طرف سے بدون آمر کے حج کر دیوے گا تو فرض زندہ کا ساقط نہ ہوگا اور مردہ بھی اگر وصیت کر کے مراہے تو بغیر امر وارث کے حج مردہ کا ادا نہیں ہو سکتا؛ مگر جو مردہ بدون وصیت حج کے مر گیا تو اگر کسی نے وارث ہو، یا اجنبی تبرعاً اس کا حج فرض ادا کر دیا تو حج فرض مردہ کا ادا ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اور شامی، باب الحج عن الغير، صفحہ: ۲۵۹: ”فإن لم يوص وتبرع عنه الوارث“ یہ سب اس کو شامل ہے، یا

نہیں؟ اگر شامل نہیں وجہ کیا ہے؟ بالتفصیل تحریر کیجئے اور یہ روایت قابل حجت ہے، یا ضعیف مکیں؟ فقط

(۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ)

### الجواب

جب میت نے وصیت نہیں کی تھی تو اس کا متروکہ سب ملک ورثہ ہے، میت کا اس میں کچھ حق نہیں رہا، میت کا حق ثلث ترکہ میں بھی وصیت سے ہوتا ہے، بدون وصیت کے نہیں ہوتا۔ پس جب رفیق نے میت کی طرف سے حج کرنے میں یہ رقم صرف کی ہے، اس نے ورثہ کا مال مملوک بدون ان کے اذن کے صرف کیا ہے، لہذا اس حج بدل کرنے والے کے ذمہ اس رقم کا ضمان واجب ہے، وہ یہ رقم ورثہ کو ادا کرے اور جس عبارت سے سائل نے احتجاج کیا ہے، اس میں تو خود لکھا ہے کہ اگر مردہ وصیت کرتا ہے تو بدون امر وارث کے حج مردہ کا ادا نہیں ہو سکتا، الخ۔ پس رفیق کا حج مال میت سے بدون امر وارث، یا اذن وارث کے صحیح نہیں ہو سکتا۔

اور اجنبی کے جس کو بدون وصیت کے بھی میت کی طرف سے درست مانا گیا ہے، وہ ہے جو اجنبی نے تبرعاً کیا ہو، چنانچہ عبارت زبدہ میں تبرعاً کی قید مصرح (صریح) ہے اور اس میں بھی یہ جزم و یقین نہیں کہ میت کی طرف سے حج ہو بھی جائے گا؛ بلکہ امید کا لفظ ہے۔ بہر حال صورت مسئلہ میں چوں کہ اس رفیق نے میت کی طرف سے تبرعاً حج نہیں کیا؛ بلکہ ورثہ کے مال میں حج کیا ہے اور ورثہ کے بدون اجازت کیا ہے؛ اس لیے یہ حج میت کی طرف نہیں ہوا؛ بلکہ خود اس رفیق ہی کا حج ہوا، اس پر ورثہ کو ضمان دینا واجب و لازم ہے۔ فقط

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ (امدادالاحکام: ۱۹۰/۳)

حج بدل میں اگر مامور کے پاس خرچ نہ رہے اور وہ قرض لے کر خرچ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عرض بندہ کی یہ ہے کہ حج بدل کرنے والے پر اگر خرچ نہ رہے اور اپنے پاس سے، یا کسی سے قرض لے کر چلا آوے اور قرض اپنے ذمہ لیوے، یا کوئی اپنا ملنے والا دے دے تو کچھ حرج تو نہیں؛ یعنی حج میں کچھ نقص نہیں ہوا، اس کا جواب بھی عنایت ہو؟ فقط

### الجواب

حج بدل کے مسئلہ میں جب حج بدل کرنے والے کے پاس خرچ نہ رہے اور وہ اپنے پاس سے، یا کسی سے قرض لے کر چلا آوے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سفر حج میں زیادہ خرچ آمد کے مال سے ہوا ہے، یا حج بدل کرنے والے کی رقم سے صورت اول میں تو حج بدل صحیح ہو گیا اور دوسری صورت میں صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ وہ حج خود کرنے والے کی طرف سے ہو گیا اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ آمر (یعنی بھیجنے والے) نے اس کو اپنے پاس سے، یا قرض کر کے خرچ کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اجازت دے دی ہو کہ خرچ کم ہو جائے تو تم اپنے پاس سے، یا قرض لے کر خرچ کر لینا تو ہم تم کو دے دیں

گے، پھر ہر حالت میں حج بدل درست ہے، خواہ آمر کی دی ہوئی رقم کم ہو، یا زیادہ ہو۔

قال نفسه: فإن كان أكثر النفقة من مال الميت فهو جائز وإلا فهو ضامن وفي الكرماني إن انتقص المال عن نفقة الطريق فاستدان أو انفق من مال نفسه إن كان معظم النفقة فهو جائز وإلا فهو ضامن، آ۵. (ص: ۲۵۰) (۱)

قلت: والصورة الثانية ظاهرة فإن جميع من مال نفسه أو بالاستدانة بالأذن فهو من مال الأمر حكماً والله أعلم

۷/ رجب ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۱۸۹/۳)

بغیر وصیت کے حج بدل کرنا بہتر ہے، یا نفلی حج کر کے ثواب پہنچانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسے مرحوم رشتہ دار کی طرف سے جس نے وصیت نہیں کی ہے، حج بدل کر کے ایصال ثواب کرنا زیادہ بہتر ہے، یا اپنا نفلی حج کر کے اس کا ثواب بخشے میں زیادہ ثواب ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

اگر مرحوم رشتہ دار پر حج فرض ہو چکا تھا؛ لیکن وہ ادا کرنے سے پہلے وفات پا گیا تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا افضل ہے اور اگر میت پر حج فرض نہ تھا، اس کی طرف سے حج بدل کرنا؛ نفلی حج کر کے اسے ثواب پہنچانا دونوں برابر ہے۔

كما إذا كان ميتاً وعليه حج الفرض ولم يوص به، أو أوصى به ولا مال له، فإنه لو تبرع عنه الوارث، وكذا الأجنبي، فحج عنه، أو أحج قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله تعالى عن حجة الإسلام. (غنية، ص: ۳۲۲، إدارة القرآن كراتشي)

وإن لم يوص به حتى مات أثم بتفويته الفرض عن وقته إيمان الإداء في الجملة فائمه؛ لكن يسقط عنه في أحكام الدنيا عندنا، حتى لا يلزم الوارث الحج من تركه؛ لأنه عبادة، والعبادات تسقط بموت من عليه، سواء كانت بدنية أو مالية في حق أحكام الدنيا عندنا. (بدائع الصنائع، البحر العميق: ۲۳۴۸/۴) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۷/۶/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۸۲/۷)

ایک سے زائد لوگوں کو نفلی حج کا ثواب پہنچانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر حج بدل کیا جائے تو اس کا ثواب کئی لوگوں کے لیے پہنچا سکتے ہیں؟ یا پھر ایک کو؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وبالله التوفیق

حج نفل کر کے اس کا ثواب ایک، یا متعدد حضرات کو پہنچایا جاسکتا ہے اور نفل حج بدل کا حکم بھی حج نفل ہی کی طرح ہے۔ (انوار مناسک: ۵۴۹)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميت فللذی حج عنه، مثل أجره ومن فطر صائماً فله مثل أجره، ومن دل على خير فله مثله أجر فاعله. (المعجم الأوسط: ۴/۲۳۱، رقم: ۵۸۱۸)

بخلاف ما لو أهل بحج من أبيه أو غيرهما من الأ جانب حال كونه تبرعاً فعين بعد ذلك جاز؛ لأنه تبرع بالثواب، فله جعله لأحدهما أو لهما. (الدر المختار) وإن أحرم عنهما بغير أمرهما صح جعله لأحدهما أو لكل منهما. (شامی: ۴/۲۸۱، ذکر بیا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۲۱/۱۴۲۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۸۲/۷)

حج بدل کرانے والے، کرنے والے اور جس کی طرف سے کر رہا ہے کس کو زیادہ ثواب ملے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نیز حج بدل میں حج بدل کرانے والے حج بدل کرنے والے اور جس کی طرف سے حج بدل کیا ہے، ان تینوں کو برابر ایک ایک حج کا ثواب ملتا ہے، یا کمی زیادتی کے ساتھ؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وبالله التوفیق

حج بدل کرنے والے اور کرانے والے، نیز جس کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے، ان کو اپنے عمل کے اعتبار سے کم و زیادہ ثواب ملے گا، میت کی طرف سے وارث، یا اجنبی شخص حج کرتا ہے تو حج میت کی طرف سے ادا ہوگا، اگر کوئی شخص بذات خود اپنے ہی مال سے کسی عزیز، یا دیگر شخص کی طرف سے حج بدل کرتا ہے تو حج کرنے والے کو سات حجوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے حکم سے میت کی طرف سے حج بدل کرے گا تو اس حج کرنے والے کو اپنے عمل حج کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زندہ عمرے، یا طواف کرے گا تو وہ خود اسی کے ہوں گے۔ (جواہر الفقہ: ۱/۵۰۶، ایضاً المناسک: ۱۷۴)

كما إذا كان ميتاً وعليه حج الفرض ولم يوص به، أو وصى به ولا مال، فإنه لو تبرع عنه الوارث، وكذا الأجنبي فحج عنه، أو حج قال أبو حنيفة: يجره إن شاء الله تعالى عنه حجة الإسلام. (غنية: ۳۲۲، إدارة القرآن كراتشي)

وعن ابن عباس رضي الله عنه مرفوعاً من حج عن أبيه أو أمه فقد قضا حاجته، وكان له فضل عشر حجج. (سنن الدار قطنی، رقم: ۲۵۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۷/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۸۳/۷)

### اجرت لے کر حج بدل کرنا:

سوال: میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ ”اجرت پر حج کرنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں“۔ اس سے واضح ہے کہ اجرت پر حج بدل نہ کرائے۔ اب سوال یہ ہے کہ فری میں حرمین شریفین تک جانے کی تکلیف کوئی کیوں کر برداشت کرے گا؟

(محمد اقبال عالم صدیقی، بیدر)

#### الجواب

یہ صحیح ہے کہ اجرت پر حج کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ حج ایک عبادت ہے، جس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہے، اجرت کی وجہ سے جو کام کیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص باقی نہیں رہا؛ اس لیے یہ صحیح ہے کہ نہ حج کرنے پر اجرت لینا جائز ہے اور نہ اجرت پر حج کرنا درست ہے، البتہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے، اس کے سفر کے اخراجات اور سفر سے واپسی تک اگر ضرورت مند ہو تو اس کے اہل خاندان کی ضروریات حج بدل کرانے والے پر ہے؛ تاہم مجھے آپ کے اس سوال پر حیرت ہے کہ اگر اجرت نہ ملے تو کون مفت میں حرم شریف تک جانے کو تیار ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ آپ جس شہر میں رہتے ہیں، اسی میں ہزاروں ایسے مسلمان مل جائیں گے کہ اگر ان کو حج بدل کے طور پر حرمین شریفین جانے کا موقع دیا جائے تو سر کے بل جانے کو تیار ہوں گے کہ اس سے بڑھ کر سعادت و شرف کی کیا بات ہوگی؟

(کتاب الفتاویٰ: ۶۴/۳)

### حج بدل پر اجرت لینا:

سوال: کیا حج بدل میں جانے والا اپنے گھر کا خرچ اور ان ایام میں اس کی تجارت، یا تنخواہ میں جو نقصان ہوا ہے، اس کو حج بدل کرانے والے سے لے سکتا ہے؟

#### واللہ التوفیق الجواب

صورت مسئلہ میں گھر کا خرچ، یا تجارت و تنخواہ کے نقصان کی تلافی کے لیے اس سے کوئی رقم لینا جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے؛ اس لیے کہ حج بدل پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔

منہا عدم اشتراط الأجرة فلو استأجر رجلاً بأن قال استأجرتك على أن تحج عني بكذا لم يجز حجه عنه. (الدر المختار: ۱۸۱/۱) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۸/۱۲/۱۴۱۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۹/۳)

### مدرسہ صولتیہ میں حج بدل کا پیسہ جمع کر کے حج بدل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج بدل میں ایک شکل یہ ہوتی

ہے کہ حج بدل کا نظم مدرسہ صولتیہ والے کرتے ہیں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سال رقم جمع کی اور آئندہ سال کو انہوں نے کسی کے ذریعہ حج بدل کرا دیا اور اس کی اطلاع بذریعہ رسید دے دی تو کیا وہیں سے حج بدل کرایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ یا وطن سے ہی حج بدل کا سفر کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

مال کی وسعت ہوتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس سے حج فرض جہی ساقط ہوگا، جب کہ میت نے خود وہاں سے حج کرانے کی وصیت کی ہو۔

ولو عين مكانا غير بلده فكما أوصى قرب من مكة أو بعد. (غنية الناسك: ۳۲۹، إدارة القرآن كراتشي)  
وإن أوصى أن يحج عنه من موضع كذا من غير بلده يحج عنه من ثلث ماله من ذلك  
الموضع الذي بين قرب من مكة أو بعد عنها؛ لأن الإحجاج لا يجوز إلا بأمره فيقدر بقدر  
أمره. (بدائع الصنائع، كتاب الحج: ۲۲۳/۲، قدیم: ۲۹۴/۳، بیروت)

فلو أوصى من غير ما وجب الإحجاج منه يضمن؛ لأنه خالف ويكون الحج له ويحج  
عن الميت ثانياً. (غنية الناسك: ۳۲۹، جدید، كذا في الزبدة: ۴۵۲/۲)

اور جو صاحب استطاعت شخص ہندوستان میں مقیم ہو اور بیماری یا کمزوری وجہ سے حج کرنے سے عاجز ہو جائے تو اس کے خرچ سے اس کے وطن سے حج بدل کرنا ضروری ہے۔

فمن عجز عن الحج بنفسه وجب عليه أن يستنيب غيره ليحج عنه، ويصح الحج عنه  
بشروط وإن لم يعين، وجب أن يحج عنه من بلده إن كان ثلث ماله يكفى. (الفقه على المذاهب  
الأربعة: ۷۰۹-۷۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۱۰/۱۴۱۱ھ۔ (کتاب التوازل: ۵۸۷/۷)

### ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے مفتی صاحب نے دس  
آمیوں کے حج کے بدلے میں خود نے ایک حج فری کیا؛ مگر دوسرے آدمی سے حج بدل کا پیسہ لے لیا تو کیا مذہب اسلام  
میں عالم کے لیے ایک ٹائم میں دو حج کرنے کا قانون ہے؟ کیا اس کے لیے ایک ٹائم میں دو حج جائز ہیں؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

مفتی صاحب کے معاملہ کی تحقیق تو ان سے تفتیش کے بعد ہو سکتی ہے، عموماً اس طرح کی افواہیں علما کو بدنام کرنے  
کے لیے پھیلائی جاتی ہیں، باقی مسئلہ یہی ہے کہ ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ومن حج عن كل من امریه، وقع عنه، وضمن مالهما. (الدرالمختار كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۷/۲، کراتشی)

السابع: أن يفرد الإهلال لواحد معين، فلو أهل بحجة عن امریه، ولو كانا أبويه نيته عنها، ووقعت الحجة عنه وضمن نفقتهما إن أنفق من مالهما؛ لأنه خالفهما بترك التعيين ولا يقدر على لأحدهما لعدم الأولوية. (غنية الناسك، باب الحج عن الغير: ۳۲۵، إدارة القرآن کراتشی، بدائع الصنائع، بيان شرائط النيابة في الحج: ۴۵۸/۲، نعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۲/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۹۱/۷)

### امیر الحجاج کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ امیر الحجاج کے تمام اخراجات ٹور کمپنی برداشت کرتی ہے، ایسی حالت میں کیا وہ کسی کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

حج بدل کے لیے آمر یعنی حج کرانے والے کی طرف سے حکم اور نفقہ شرط ہے، اب اگر وہ ٹور کمپنی سے معاملہ کر لے کہ میری طرف سے حج بدل کرادیا جائے تو ٹور کمپنی ساتھ لے جانے والے عالم سے کہے کہ فلاں کی طرف سے حج بدل کریں تو اب آمر کا حج بدل صحیح ہو سکتا ہے، اس تفصیل کے بغیر دوسرے کی طرف سے حج بدل صحیح نہ ہوگا۔ ہاں، وہ عالم یہ کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے نفلی حج کر کے اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچا دے۔

وبشرط نية الحج أى عن الأمر فيقول: أحرمت عن فلان ولبييت عن فلان ولونسي إسمه فنوي عن الأمر صح، وتكفي نية القلب وبشرط الأمر به أى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير إذنه وبقي من الشرائط: النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها. (الدرالمختار، باب الحج عن الغير: ۱۵۴-۱۶، زكريا، غنية الناسك، باب الحج عن الغير: ۳۳۶، إدارة القرآن کراتشی)

عن الحسن وعطاء أنهما قالوا: إذا حج الرجل عن الرجل فنسي أن يسميه فقد راجزاً عنه الحج، فإن الله تعالى قد أعلم عمن حج. (المصنف لابن أبي شيبة، الحج فيه إذا نسي أن يسميه: ۲۳۵/۸، رقم: ۱۳۷۲۸)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعاً فجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها ولا ينقص من أجره شيئاً. (مجمع الزوائد، باب الصدقة على الميت: ۱۳۸/۳)

جئنا إلى الكلام في حجة التطوع فنقول: من أمر غيره بحج التطوع جاز ذلك و يصير للأمر ثواب النفقة في طريق الحج من حيث أنه حيث أنه سبب إلى الحج بالإتفاق، أو يصير المأمور جاعلاً ثواب فعله للأمر فهذا جائز عند أهل السنة. (الفتاوى التاتارخانية: ۶۴۷/۳، زكريا)

الحج التطوع عن الصحيح جائز ويكون الحج عن المحج. (شامی: ۶۰۳/۲، کراتشی، انوار مناسک: ۵۵۹)  
 وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها. (رد المحتار: ۱۸/۴، زکریا، غنیۃ الناسک، باب الحج عن الغير: ۳۲۲/۳۲۳،  
 إدارة القرآن کراتشی، مناسک ملا علی القاری، باب الحج عن الغير: ۴۳۶-۴۳۷، إدارة القرآن کراتشی، الفتاویٰ  
 التاتارخانیة: ۶۴۸/۳، رقم: ۵۲۴۳، زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۱۲/۲۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۹۲/۷)

### جس پر حج فرض نہ ہو، اس کا بار بار حج بدل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جو لوگ ایک سے زائد حج بدل کر چکے ہیں، حالاں کہ ان پر حج فرض نہیں ہے تو اس کا حج بدل کے لیے جانا اور لوگوں کا اس سے حج کروانا کیسا ہے؟  
 قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب: ————— وباللہ التوفیق

مسئلہ صورت میں مذکورہ شخص سے حج بدل کرنا جائز؛ مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

فجاز حج الصرورة من لم يحج عن نفسه، وغيرهم أولى لعدم الخلاف وتحتة في الشامية:  
 ولا يخفى أن التعليل يفيد أن الكراهة تنزيهية وقال في الفتح أيضاً: والأفضل احجاج الحر  
 العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (الدر المختار مع الشامي، باب الحج عن الغير: ۲۱۱/۴، زکریا،  
 ۶۰۳/۲، کراتشی، کذا في غنية الناسك: ۳۳۷، إدارة القرآن کراتشی، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۶۴۹/۳، زکریا)

ومع هذا: لو أحج رجلاً، لم يحج عن نفسه حجة الإسلام، يجوز عندنا، وسقط الحج عن  
 الأمر. (الفتاویٰ الہندیة: ۲۵۷/۱، بدائع الصنائع: ۲۷۴/۳، بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۶/۲۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۵۹۵/۷)

### حکم افساد حج بدل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مامور حج بدل قبل (جن کو حج بدل کا حکم دیا گیا)  
 وقوف عرفات حج کو فاسد کر دیا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ سال آئندہ جو حج وہ ادا کرے گا، وہ آمر کی طرف سے  
 ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ اس طرح کرے کہ سال آئندہ اس حج فائت کی قضا کرے، پھر ایک سال مکہ میں اور  
 قیام کر کے دوسرے سال آمر کا حج کرے اور احرام کسی میقات سے مواقیت خمسہ میں سے باندھے، یا جدہ آ کر احرام  
 باندھ لے، یا مکہ ہی سے احرام باندھے۔ ان صورتوں میں حج بدل ہو جائے گا، یا کہ مثل ابتدا کے اس وقت بھی وطن  
 آمر سے حج کرنا لازم ہوگا؟



## الجواب

جماع قبل الوقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے، باطل نہیں ہوتا۔

صرح فی الباب: بأن مفسده الجماع قبل الوقوف ومبطله الردة، انتھی۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ اگر دوسرے حج کی نیت کرے گا تو حج فاسد بدستور قائم رہے گا، دوسرے کی نیت لغو ہوگی۔

فلو أهل الحجة أخرى ينوي قضائها قبل أدائها فهي هي ونيتها لغوا لتصح ما لم يفرغ من الفاسدة. (۲)  
اور جب کہ جماع قبل الوقوف سے مخالفت آمر کی لازم آئی تو یہ حج آمر کا نہ ہوا؛ بلکہ مامور کا ہو گیا، اس حج فاسد کے افعال اول پورے کرے، پھر اگلے سال حج کی کرے، اس کے بعد تیسرا حج آمر کی طرف سے کرنا ہوگا۔

لأنه إذا افسده لم يقع مأموراً به فكان واقعاً عن المأمور فيضمن ما انفق في حجة من مال غيره ثم إذا قضى الحج في السنة القابلة على وجه صحته لا يسقط الحج عن الميت؛ لأنه لما خالف في السنة الماضية بالافساد صار الإحرام واقعاً عنه فكذا الحج المؤدى به صار واقعاً عنه ابن كمال وعليه حجة أخرى للأمرء سوى حج القضاء وهو الأصح، كما في المعراج. (۳)

لیکن اس میں آمر کی مخالفت ہوئی دو وجہ سے؛ اس لیے کہ اس کا حج میقاتی نہ ہوگا؛ کیوں نہ مامور بہ کی ہو گیا؛ لیکن اس کا تدارک ممکن ہے، اگر مواقیت خمسہ میں ذوالحلیفہ، یا کسی اور میقات سے احرام باندھے گا تو میقاتی حج ہو جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سفر ہذا کو حج مامور بہ کے غیر میں مصروف کیا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دوسرے کام سے سفر کا حکم نہیں بدل سکتا۔

ذكر العلامة القاري في بعض رسائله مسألة اضطرب فيها فقهاء عصره وهي أن الآفاقي الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا إحرام الحج ثم عاد إلى الميقات وأحرم هل يصح عن الأمرقيل لا وقيل نعم ومال هو إلى الثاني قال: وأفتى به الشيخ قطب الدين و شيخنا سنان الرومي في منسكه الشيخ على المقدمي قلت وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له إذا عاد إلى الميقات وأحرم الجواب عن قوله لأن سفره حينئذ لم يقع للحج أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقم به أياماً لبيع أو شراء مثلاً يدخل مكة لم يخرج عن أن يكون سفره للحج كما لو قصد مكاناً أخرى طريقة ثم النقلة عنه رد المختار. (۴)

فائدہ از حافظ عبد المجید صاحب تھانوی، نزیل بمبئی لسفر الحج:

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی صورت میں حج بدل کا احرام کہاں سے

(۲۱) رد المختار، کتاب الحج: ۵۹۳/۳، انیس

(۳) رد المختار، کتاب الحج: ۳۲/۴-۳۳، انیس

(۴) رد المختار، کتاب الحج: ۴۸۳/۳، ط: ریاض

بندھے گا؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا۔ مناسک علی قاری کی عبارت میں موجود ہے: ”وإن لم يعلم المحاذاة فعلى مرحلتين من مكة كجدة المحرم وسعة من ظرف البحر“، اور یہ ظاہر ہے کہ ہند کے لیے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں ہوتی، لہذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے۔

۱۷ شعبان ۱۳۲۸ھ (تمہ خامسہ، ص: ۱۴۹) (امداد الاحکام: ۱۷۵/۳)

### حج بدل کی ایک صورت:

سوال: ایک شخص پر حج فرض ہوا اور دوسرا اس کو اپنے نفقہ سے حج کرا دے تو اول کا فرض اُتر ا ہے، یا باقی رہا ہے؟

الجواب

اگر نفقہ دینے والے نے کسی اور کی طرف سے حج کرایا تو کرنے والے کا فرض ساقط نہیں ہوا اور اگر خود کرنے والے ہی کو اپنے حج کے واسطے روپیہ دیا ہے تو فرض ساقط ہو گیا۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۷۹)

### حج بدل کرانا افضل ہے، یا مدرسہ کی تعمیر:

سوال: مسماۃ زاہدہ کے لیے حج بدل کرانا افضل ہے، یا تعمیر مدرسہ جس سے ہمیشہ ان کو ثواب ملتا رہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر مسماۃ زاہدہ فریضہ حج ادا کر چکی ہے تو ان کو اپنی رقم تعمیر مدرسہ مذکورہ میں صرف کرنا زیادتی اور دوام ثواب کا موجب ہے، (۱) اور اگر انہوں نے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہے اور وہ کسی محرم کو ساتھ لے کر حج کے لیے جاسکتی ہیں تو ان کو حج فرض ادا کرنا چاہیے اور اگر ان کی رقم کسی محرم کو ساتھ لے کر جانے کے لیے کافی نہ ہو، یا یہ کہ وہ اس قدر ضعیف و کمزور ہو گئی ہوں کہ وہ خود نہ جاسکتی ہوں تو ان کو چاہیے کہ کسی کو حج بدل کے لیے بھیج کر فرض ادا کریں؛ کیوں کہ حج فرض کی ادائیگی تعمیر مدرسہ جیسے کار خیر پر مقدم ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۰/۸/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۸/۳)

### صاحب استطاعت مریض کا اپنی طرف سے حج بدل کرانا:

سوال: جن لوگوں پر عرصہ دس برس سے زائد وراحلہ کے اعتبار سے حج فرض ہو گیا اور باوجود تندرستی اور نہ ہونے دیگر موانع شرعی کے تاہنوز غفلت و سستی میں رہے، اب اس وقت بہ نسبت زمانہ جیسا کہ غیر مطمئن و مخدوش ہو رہا

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له. (صحيح لمسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته: ۴۱/۲)

(۲) قال عبد الله: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وحج البيت وصوم رمضان (صحيح لمسلم، باب بيان أركان الإسلام: ۳۲/۱)

ہے و مسافران حجاج کو طرح طرح کی تکالیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور مسائل کی تندرستی بھی ضعیف العمری کی وجہ سے نہایت کمزور ہو رہی ہے، حتیٰ کہ تیز قدم چلنا اور اپنے رفع حاجت میں سنبھل کر پاکی لینا محال ہے؛ یعنی پاخانہ و پیشاب کے امساک کی قوت بہت کم ہے، پرہیزی غذا کے سوا معدہ کو بھی تحمل کی طاقت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں مسائل پر حج کی فرضیت باقی ہے، یا نہیں؟ بصورت باقی رہنے فرضیت کی ادائیگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور حج بدل کرانا ایسے لوگوں کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟ اور حج بدل ادا کرنے والے شخص کے لیے ضروری شرائط کیا ہیں؟ اگر کوئی شخص حج بدل مسائل کی زندگی، یا بعد میں ادا کرے تو فرضیت ساقط ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الحواب ————— وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں بحالت موجودہ مسائل کو اپنی طرف سے حج کرانا چاہیے۔ البحر الرائق میں ہے:

”إِذَا كَانَ قَدْرٌ عَلَيْهِ وَهُوَ صَحِيحٌ ثُمَّ زَالَتْ الصَّحَّةُ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْحَجِّ فَإِنَّهُ يَتَقَرَّرُ دِينًا فِي ذِمَّتِهِ فَيُجِبُّ عَلَيْهِ الْإِحْجَاجُ اتِّفَاقًا“۔ (البحر الرائق، کتاب الحج: ۵۴۶/۲)

خلاصہ یہ کہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب کسی پر بحالت صحت حج فرض ہوا اور وہ ادا نہ کر سکے خواہ کسی وجہ سے، پھر مریض ہو جائے تو اس شخص پر یہ فرض باقی رہتا ہے اور اس پر فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج کرائے، مگر ایسے شخص کو جو ایک مرتبہ پہلے حج کر چکا ہو، بھیجنا افضل ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نور الدین، ۵ شعبان ۱۴۳۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۰/۳)

جس نے حج نہیں کیا ہے، وہ حج بدل میں جائے تو کیا اس پر حج فرض ہو جاتا ہے:

سوال: زید اپنے باب مرحوم کے حسب وصیت ان کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہے۔ کیا مفلس، پڑھا لکھا، ہوشیار، مسئلہ داں اور دیندار جس نے حج نہ کیا ہو، اسے حج بدل کے لیے بھیجا جاسکتا ہے؟ کیا اس پر حج فرض ہو جائے گا اور دوبارہ پھر اسے حج کرنا پڑے گا؟

الحواب ————— وباللہ التوفیق

حج بدل کے لیے ہر طرح کا مسلمان بھیجا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر کسی دیندار، مسائل حج سے واقف اور خود حج کردہ شخص کو بھیجا جائے تو بلا خلاف جائز اور افضل ہے، (۲) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کی نیت اور احرام کر کے جاتا ہے، اس پر اس کے جانے کی وجہ سے حج واجب نہیں ہوتا ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۱۰/۱۴۳۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۱/۳)

(۱) والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (رد المحتار، في حج الصرورة: ۲/۲۴۱)

(۲) (جاز حج الصرورة...) من لم يحج. (الدر المختار)

والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والأفضل إحجاج ==

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفيق

”أن الضرورة لا يجب عليه الحج بدخول مكة وظاهر كلام البدائع بإطلاقه الكراهة أى فى قوله يكره إحتجاج الضرورة؛ لأنه تارك فرض الحج يفيد أنه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وإن كان وقته مشغولاً بالحج عن الآمروهى واقعة الفتوى فليتأمل اهـ. قلت :وقد أفتى بالوجوب مفتى دار السلطنة العلامة أبو السعود وتبعه فى سكب الأنهر وكذا أفتى بالوجوب مفتى دار السلطنة العلامة أبو السعود وتبعه فى سكب الأنهر وكذا أفتى به السيد أحمد بادشاه وألف فيه رسالة وأفتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلاف وألف فيه رسالة؛ لأنه فى هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه؛ لأن سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمرويحج عنه وفى تكليفه بالإقامة بمكة إلى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا فى تكليفه

(٣) أقول وظاهره يفيد أن الصرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة. (رد المحتار: ٢٤١/٢)

### حاشية صفحه هذا:

(١) كشف الأسرار شرح أصول البزدوى، باب تقسيم الشرط: ٢٠٢/٤، دار الكتاب الإسلامى بيروت، انيس

(٢) الأشباه والنظائر، القاعدة الرابعة، ص: ٦٤، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

بالإقامة بمكة إلى قابل ليح عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا في تكليفه بالعود و هو فقير حرج عظيم أيضاً وإما ما في البدائع فإطلاقه الكراهة المنصرفة إلى التحريم يقتضي أن كلامه في الصرورة الذي تحقق الوجوب عليه من قبل“ (۱)

جس شخص نے کبھی حج نہیں کیا ہے، وہ دوسرے کی طرف سے حج کے لیے جاسکتا ہے، چاہے وہ فرض ہو یا نفل، البتہ یہ واضح رہے کہ اگر خود اس شخص پر حج ہے تو اس کے لیے اپنا حج نہ کر کے دوسرے کی طرف سے حج بدل میں جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس پر حج نہیں ہے تو اس کے لیے حج بدل میں جانا مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہے۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۵/۹/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۳/۳)

### حج بدل کے لیے فراہم کی گئی رقم کا ناکافی ہونا:

سوال: ہندہ نے چار سو روپیہ زید کو دیا اور وصیت کی کہ حج بدل کر دینا، بعدہ قضا کی، زید نے ناکافی سمجھ کر اس روپیہ کو تجارت میں لگا دیا کہ جب چھ سو ہو جائے گا تو حج کے لیے کافی ہوگا، جس کو دس برس گزر گئے، پھر زید کے بھائی عمر نے اس روپیہ کو لے کر اپنے کاروبار میں لگا دیا اور جب دینے سے انکار کرتا ہے؛ یعنی لیت لعل کرتا ہے تو کیا زید جو اپنے سر سے وصیت کا بار اُتارنا چاہتا ہے، اپنی طرف سے دو سو روپیہ دے کر کسی سے حج بدل کرائے تو جائز ہوگا؟

الحواب ————— وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں وصیت کا چار سو روپیہ زید کے بھائی سے وصول کر کے، یا جو شخص اس کی طرف سے ادا کرے، اس سے لے کر جس جگہ سے ممکن ہو، وہاں سے حج کے لیے کسی کو بھیجنا چاہیے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد عثمان غنی، ۱۵/۵/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۳/۳)

### حج بدل میں مامور با الحج دوسرے کو اپنا نائب نہیں بنا سکتا:

سوال: حج بدل ہی کے متعلق ایک مکتوب میں کسی سائل کو یہ جواب تحریر فرمایا، سائل کا مقصود یہ ہے کہ حج عن الغیر میں مامور راستہ سے واپس ہو جائے اور اپنی جگہ دوسرے کو حج کے واسطے بھیج دے تو جائز ہے، یا نہیں؟  
(محمد خالد عفا اللہ عنہ)

(۱) رد المحتار، مطلب فی حج الصرورة: ۲۴۲/۲-۲۴۳

(۲) والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (رد المحتار فی حج الصرورة: ۲۴۱/۲)

(۳) (وإلا فيحج) عنه (من بدله)... (إن وفي به) أي بالحج من بدله (ثله) وإن لم يف فمن حيث يبلغ

استحساناً (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۳۸/۲)

## الجواب

حج بدل میں یہ صورت جائز نہیں ہو سکتی کہ آپ واپس جا کر کسی دوسرے کو بھیج دیں۔ فقط خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۶۶/۱)

## عورت کے لیے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہے اور محرم کا خرچہ بھی ادا کر سکتی ہے؛ لیکن اسے کوئی محرم ایسا نہیں مل رہا ہے، جس کے ساتھ حج کرنا جائز ہو، کیا یہ عورت حج بدل کر سکتی ہے؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: نامعلوم)

## الجواب

عورت بغیر محرم شرعی کے حج کے لیے نہیں جاسکتی ہے اور محرم، یا زوج کا موجود ہونا کسی بھی وقت ممکن ہو سکتا ہے؛ اس لیے کسی کو حج بدل کے لیے نہیں مقرر کر سکتی، البتہ اگر یہ عدم محرم ایسا دوام اختیار کرے کہ موت تک بھی اس کی امید نہ ہو تو مریض دائم کی طرح پھر حج بدل کر سکتی ہے۔

وفی رد المحتار: فیجوز کالمریض إذا أحج رجلا ودام المرض، إلخ. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۶/۴)

## حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک فقیر آدمی ہے اور عمر اسے اپنی والدہ کے حج بدل کے لیے بھیجنا چاہتا ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقیر اور نادار آدمی حج بدل کے لیے نہیں جاسکتا؛ کیوں کہ پھر اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے، اگر وہ زمین حرم تک پہنچ جائے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا (المستفتی: حضرت سید شوڈا گئی تالاش دیر، ۲۸/۸/۱۹۷۷ء)

## الجواب

بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے، جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو؛ لیکن باوجود اس کے اگر نادار اور فقیر شخص کو روانہ کیا جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا ہے۔ (والثقیل فی رد المحتار: ۳۳۲/۲) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۷/۴)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: ومن العجز الذي يرجي زواله عدم وجود المرأة محرما فتقعد الى ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فيه اي لكبر او عمى او زمانة فحينئذ تبعث من يحج عنها اما لو بعث قبل ذلك لا يجوز لتوهم وجود المحرم إلا ان دام عدم المحرم إلى أن ماتت، فيجوز كالمريض إذا أحج رجلا ودام المرض إلى أن مات كما في البحر وغيره. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۹/۲، قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

(۲) قال العلامة الحصكفي: جاز حج الصرورة من لم يحج ... وغيرهم أولى لعدم الخلاف. (الدر المختار) ==

ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دو آدمی ہمارے گاؤں سے حج کے لیے گئے، عمرہ ادا کرنے کے بعد زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر بس میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے کہ ایکسیڈنٹ میں دونوں حضرات شہید ہو گئے، اب ان کے ورثا پر ان کی طرف سے حج بدل لازمی ہے، یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: مولوی امیر احمد تجوڑی لکی مروت، ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

الجواب

اگر یہ مرحومین اس سال وفات سے قبل سال میں صاحب استطاعت تھے اور انہوں نے حج کرانے کے متعلق وصیت کی تھی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر امسال صاحب استطاعت ہوئے ہوں اور یا وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر حج کرنا ضروری نہیں ہے۔ (ارشاد الساری وغیرہ) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۸/۴)

حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی تھی، دریں اثنا زید کسی کے لیے حج بدل پر گیا، حج سے فارغ ہو کر زید نے اپنے خرچ سے عمرہ منذورہ ادا کیا۔ کیا زید کا ذمہ فارغ ہوا ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: مولانا عبدالباقی، گندف، ضلع صوابی، ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ)

الجواب

بظاہر اس نے اداء کا التزام کیا ہے اور ذمہ فارغ ہوا ہے؛ کیوں کہ اس نے اولاً حج بدل کیا ہے اور آخر سے کوئی مخالفت نہیں کی ہے اور ثانیاً اپنی نذر ادا کی ہے۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۵/۴)

== قال ابن عابدین فی التنبیہ: إن الفقیر الآفاقی إذا وصل إلى میقات فهو کالمکی ... لكن هذا لا يدل علی أن الصرورة الفقیر کذلک لأن قدرته بقدرۃ غیره کما قلنا وهی غیر معتبرۃ بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فإنه عند وصوله إلى المیقات صار قادراً بقدرۃ نفسه فیجب علیه. (ردالمحتار: ۲۶۲/۲-۲۶۲، مطلب فی حج الصرورة)

(۱) قال العلامة الملا علی قاری: اعلم أن کل من وجب علیه الحج ... وهو قادر علی الأداء بنفسه وحضره الموت أو خافه یجب علیه الوصیۃ بالاحجاج عنه بعد موته فإن قدر علیه أولاً وعجز عن الأداء بنفسه أى بعده یجب علیه الاحجاج ... ان فرط أى قصر فی التأخیر بأن وجب علیه فلم یخرج إلیه فی عامه وفيه الایماء إلی أن وجوب الایصاء إنما یتعلق بمن لم یحج بعد الوجوب إذا لم یخرج الی الحج حتی مات فأما من وجب علیه الحج فحج من عامه فمات فی الطريق لا یجب علیه الایصاء بالحج لأنه لم یؤخر بعد الایجاب ... وان مات قبل التمكن من ادائه سقط عنه الحج ... ولا تجب علیه الوصیۃ به ... أى من لزمه الحج فلم یحج حتی مات قبل التمكن من أدائه سقط عنه الفرص بالاتفاق وإن مات بعد التمكن لم یسقط عند الشافعی وأحمد هذا. (ارشاد الساری: ۲۸۷، باب الحج عن الغیر)

(۲) قال العلامة ابن نجیم: بخلاف ما إذا أمره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفاً ==

## حج بدل میں نماز و نوافل کا ثواب کس کو ملے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دوسرے کے لیے حج بدل کرتا ہے۔ اب حرم شریف میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے، اسی طرح یہ آدمی نوافل وغیرہ کرتا ہے تو یہ ثواب کس کو ملے گا، آمر کو یا مامور کو؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: فضل منان قطر)

### الجواب

جن امور میں یہ مامور نائب نہ ہو تو اس کا ثواب مامور کو ملے گا، نہ کہ آمر کو۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۵/۴)

## زندہ اور مردہ کی طرف سے حج بدل اور عمرہ کا حکم:

سوال: زید سعودی میں رہتا ہے۔ اگر وہ اپنے والدین، یا رشتہ دار، یا اپنے گھر کے کسی فرد کے لیے حج، یا عمرہ کرنا چاہے اور جن کے لیے حج، یا عمرہ کرنا ہے، وہ زندہ ہوں، یا مر گئے ہوں تو زید حج، یا عمرہ کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور زید نے ابھی تک حج و عمرہ کچھ نہیں کیا ہے۔ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً: جب زید حج کرنے پر قادر ہے تو سب سے پہلے اس کے ذمہ اپنے حج فرض کی ادائیگی فرض ہے، اپنا حج فرض ادا کرنے سے پہلے دوسرے لوگوں کی جانب سے حج کرنا جائز نہیں ہے، البتہ عمرہ کر سکتا ہے، دوسرے لوگوں کی جانب سے حج فرض کی ادائیگی کے لیے بہت سی شرطیں بھی ہیں، مثلاً جس کی جانب سے حج بدل کرنا ہو، وہ حج کرنے سے عاجز ہو اور یہ عجز دائمی ہو اور کسی کو اپنا حج بدل کرنے کا حکم دے دے، یا وصیت کرے اور حج کے اکثر مصارف کرانے والا برداشت کر لے اور اسی کے مکان سے کیا جائے۔ (کمانی جواہر الفقہ) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱۴۱۶/۴/۸ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۷/۳) ☆

== والنفقة في مدة إقامته للحج في ماله لأنه أقام في منفعة نفسه بخلاف ما إذا حج أولاً ثم اعتمر للآخر فإنه يكون مخالفاً لأنه جعل المسافة للحج وأنه لم يؤمر به. (البحر الرائق: ۳۶۱/۳، باب الحج عن الغير)

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی فرماتے ہیں: حج فرض جس کی طرف سے کیا گیا صحیح اور رائج فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حج و عمرہ آمر یعنی حج کرانے والے کا ہوگا اور حج و عمرہ کرنے والے کو اس کی امداد کرنے کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زندہ عمرے، یا طواف وغیرہ کرے گا تو وہ خود اس کے ہوں گے، عمرہ یا حج نفل میں بھی جب کہ آمر کے خرچ سے کیا گیا ہو، یہی حکم ہے کہ آمر کا ہوگا، مامور کو اس کے عمل کا ثواب ملے گا، کذا فی کافی الحاکم، إرشاد الساری وغنیة. (جواہر الفقہ: ۶۰۵/۱، حج بدل اور اس کے احکام)

## ☆ حج بدل کا مسئلہ:

سوال: زید اپنی دو لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا اور کچھ زمین بھی جس کو زید نے اپنی دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا تھا، اب ایک لڑکی اپنا حصہ بیچ کر زید کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے، جب کہ اس کے شوہر بھی انتقال کر گئے ہیں تو کیا وہ کسی کے ذریعہ حج بدل کروا سکتی ہے، ==



## حج بدل کرنے والے حاجی کی طرف سے ہندوستان میں قربانی کرنا:

سوال (۱) زید ہندوستان سے حج کرنے گیا، اس نے حج کے تمام ارکان بحسن و خوبی انجام دیا؛ لیکن اس نے دوران حج دم تمتع کی قربانی نہیں کی، اس بنا پر کہ اس کی طرف سے ہندوستان میں اس کے گھر والوں نے قربانی کر دی ہوگی اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا تو آپ وضاحت فرمائیں کہ ہندوستان کی قربانی اس کے لیے کافی ہوئی، یا نہیں؟

(۲) واقعہ مذکورہ کی صورت میں حج بدل کرنے والے حاجی کا کیا حکم ہوگا، جب کہ اس کی طرف سے اس کے اپنے گھر والوں نے قربانی کر دی ہے تو یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں اگر زید نے حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا، جسے حج تمتع کہتے ہیں اور ہندوستان جانے والے حضرات عموماً تمتع ہی کرتے ہیں تو ایسی صورتیں اس پر قربانی واجب ہوگی، جس کی ادائیگی حرم ہی میں ضروری ہے۔ ہندوستان میں کی ہوئی قربانی کافی نہیں ہوئی، جب کہ زید نے حلق کرا کر احرام کھول دیا اور ہندوستان آگیا تو اس صورت میں زید پر تین دم لازم ہو گئے، ایک دم تمتع کا، دوسرا دم ذبح کرنے سے قبل حلق کرانے کا اور تیسرا دم قربانی ایام نحر میں نہ کرنے کا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کی معرفت تین دم کی قیمت بھیج دے، یا وہاں کوئی آدمی ہو، اس کے پاس بھیج دے اور وہاں تینوں جانوروں کی قربانی کر دے، اسی طرح حج بدل کرنے والے حاجی پر بھی مذکورہ صورت میں تین دم لازم ہو گئے۔

وفی الکبیر: إذا حلق القارن قبل الذبح وأخّر إراقة الدم عن أيام النحر أيضاً، ينبغي أن يجب عليه ثلاثة دماء، دم لحلقه قبل الذبح، ودم لتأخير الذبح عن أيام، ودم للقران، والتمتع. (غنية الناسك: ۱۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۰/۲/۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۸/۳)

## وہیل چیر پر حج بدل کرنے والے کے طواف وسعی کا صرفہ:

سوال: زید کی والدہ چلنے پھرنے سے تکلیف محسوس کرتی ہے، اگر وہ حج بدل میں جائے تو وہاں طواف وسعی وہیل چیر پر کرانے کا خرچ آمر کے روپے سے ہوگا، یا مامور کو اپنا خرچ کرنا ہوگا؟

== یا خود اپنے رشتہ دار وغیرہ کے ساتھ حج بدل کی ادائیگی کر لے اور اسی طرح عمرہ بھی اپنی والدہ کی طرف سے کر سکتی ہے؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً: مرحوم کی طرف سے حج بدل اور عمرہ دونوں درست ہے، دوسرے سے بھی کر سکتی ہے اور خود بھی کر سکتی ہے، بشرطیکہ ساتھ میں محرم بھی ہو، ورنہ خود جانا جائز نہیں ہے، جس سے شریعت میں پردہ نہیں ہے اور ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہوتا ہے، اس کو محرم کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد اللہ غفرلہ، ۲۵/۲/۱۴۱۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۶/۳)

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حج بدل میں تمام جائز اور ضروری اخراجات آمر کے مال سے پورا کیا جاتا ہے، لہذا صورت مسئلہ میں اگر آمر کو یہ معلوم ہو کہ ضعیف آدمی (عورت) حج میں جا رہا ہے تو پھر وہیل چیر کے اخراجات کی ادائیگی بھی آمر کے مال سے جائز و درست ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ حج بدل میں کسی معذور کو بھیجنے کے بجائے کسی تندرست کو بھیجا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو؛ تاکہ افعال حج کی ادائیگی میں دشواری نہ ہو۔

المأمور بالحج ینفق من مال الأمر ذاهباً وجائياً، کذا فی السراجیة. (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر: ۲۵۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲/۵/۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۹/۳)

### والدین کی طرف سے حج بدل:

سوال: حج بدل کن صورتوں میں لازم ہے؟ جن کے والدین میں حج کی استطاعت نہیں تھی، کیا وہ اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں؟  
(سید اطہر شاہ، حمایت نگر)

الجواب

اگر کوئی شخص مالی استطاعت کے اعتبار سے حج کرنے پر قادر ہو؛ لیکن جسمانی اعتبار سے سفر حج، یا افعال حج ادا کرنے سے دائمی طور پر عاجز ہو تو ایسے شخص کے لیے حج بدل کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے ترکہ میں سے حج کی وصیت کر دی ہو اور ترکہ کے ایک تہائی کے بقدر مال، یا اس سے کم سے حج کیا جاسکتا ہو تو ورثہ پر ان کی جانب سے حج بدل کرنا واجب ہے، حج بدل کی اصل صورتیں یہی ہیں، جن لوگوں پر حج فرض ہی نہ ہوا ہو، ان کی طرف سے حج کرنا، یا جن کا انتقال ہو چکا ہو اور انہوں نے حج کے لیے وصیت نہ کی ہو، ان کی طرف سے حج کرنا اور حج کرنا اصل میں حج بدل نہیں، یہ حج بطور ایصال ثواب کے ہے، والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے طور پر حج کرنا درست ہے، اس صورت میں اس کے والدین کو بھی ثواب ہوگا اور خود اس کو بھی۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۰۴)

### والدین کی طرف سے کسی غیر مستطیع کے ذریعہ حج بدل کرنا کیسا ہے:

سوال: میرے والد مرحوم پر حج فرض تھا، بوجہ بیماری نہیں جاسکے، اگر میں دوسرے شخص کو جو صاحب استطاعت نہ ہوا، اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرانے کے لیے ہمراہ لے جاؤں تو والد صاحب کا فرض ادا ہو جاوے گا، یا نہیں؟ اور اس شخص کو بھی ثواب حج کا ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

اگر آپ کے والد صاحب وصیت کر جاتے اور مال چھوڑ جاتے، تب تو ان کی طرف سے حج کرنا ضروری تھا اور ان

کاج فرض ادا ہو جاتا؛ لیکن جب کہ ایسا نہیں ہوا تو آپ تبرعاً ان کی طرف سے حج بدل کرائیں، یہ اچھا ہے اور امید ہے کہ ان کی طرف سے حج ادا ہو جاوے گا اور ثواب حج کا ان کو پہنچنے میں تو کچھ تردد ہی نہیں ہے اور حج بدل کرنے والے کو حج کا ثواب نہیں ہوگا، البتہ وہاں جا کر عمرہ وغیرہ کرے گا، اس کا ثواب ہوگا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۶/۶)

### والدین کی طرف سے حج بدل کرادے تو ثواب ہوگا، یا نہیں:

سوال: زید اپنے والدین کے مرنے کے بعد ان کی جانب سے حج بدل کرانا چاہتا ہے، ان کو ثواب پہونچے گا، یا نہیں؟

#### الجواب

فقہانے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ بدون وصیت متوفی کے اگر اس کے ورثا اس کی طرف سے تبرعاً حج کرادیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کی طرف سے حج ادا ہو جاوے گا اور فرضیت ساقط ہو جاوے گی، اگرچہ یقینی نہیں اور حصول ثواب میں تو کچھ تردد ہی نہیں ہے۔

كما في الشامي: (وإن لم يوص به)... (فتبرع عنه الوارث)... (فحج) أي الوارث ونحوه (بنفسه)... (أو أحج عنه غيره جاز)... قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله تعالى، إلخ. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۱/۶-۵۷۲)

### والدین کو ایصال ثواب کے لیے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں، کیا میں ان کے لیے حج قرآن کر سکتا ہوں؟ نیز میں سعودیہ عربیہ میں ہوں، میں ابھی سعودی سے یہ فرض حج ادا کر سکتا ہوں، یا وطن سے آنا لازمی ہے؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: رسول خان مشیط سعودیہ عربیہ، ۸/محرم ۱۴۰۲ھ)

#### الجواب

چوں کہ والد، یا والدہ نے وصیت نہیں کی ہے، لہذا ہر جگہ سے ان کے لیے حج ادا کر سکتے ہیں، خواہ قرآن ہو، یا تمتع، یا افراد؛ (۳) کیوں کہ یہ محض ایصال ثواب ہے۔ (۴) وهو الموقوف (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۹/۴)

(۱) فلا يجوز (حج الغير بغير اذنه إلا إذا حج) أو أحج (الوارث عن مورثه) لوجود الأمر دلالة. (الدر المختار) والمعنى جاز عن حجة الإسلام إن شاء الله... وهذا مقيد بالمشيئة ففي مناسك السروجي لومات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الإسلام من غير وصية قال أبو حنيفة يجزيه إن شاء الله وبعد الوصية يجزيه من غير المشيئة اهـ ثم أعاد في شرح اللباب المسئلة في محل آخر وقال فلو حج عنه الوارث أو أجنبي يجزيه وتسقط عنه حجة الإسلام إن شاء الله؛ لأنه إيصال للثواب، إلخ. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۶، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) رد المحتار، باب الحج عن الغير: مطلب في الفرق بين العادة والقربة: ۱/۶، مكتبة زكريا ديوبند، ظهير =

بیمار کا لڑکا حج بدل کرے، یا نہیں:

سوال: کیا بیمار کا لڑکا حج بدل میں جاسکتا ہے؟

الجواب

والد اس کی خدمت کا محتاج نہ ہو تو جاسکتا ہے؛ لیکن اس نے حج نہ کیا ہو تو مکروہ ہے۔ اگر اس پر حج فرض ہو تو اپنا فرض حج چھوڑ کر بدل کو جانا مکروہ تحریمی ہے، حج فرض نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

ماں کی طرف سے حج بدل کرنا:

سوال: میری والدہ محترمہ فالج کی مریضہ ہیں، میں نے کافی عرصہ سے ارادہ کیا تھا کہ ان کو حج کراؤں گا؛ مگر کئی مجبوریوں راستے میں حائل ہوتی رہیں اور فالج کی مریضہ ہونے کی وجہ سے ان کا آدھا جسم بالکل کام نہیں کرتا تو کیا اب میں ان کا حج کر سکتا ہوں؟ بینواتو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

مریض والدہ پر حج فرض نہیں ہے؛ بلکہ آپ تہماً ان کو حج کرانا چاہتے تھے تو یہ حج نفل تھا، اب ان کی طرف سے حج کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ حج کر کے ان کو ایصال ثواب فرمائیں گے، جو ضروری نہیں اور اگر والدہ پر حج فرض ہو گیا تھا اور پھر معذور ہو گئیں تو بہتر یہ ہے کہ ان کی طرف سے ایسا شخص حج کرے، جو پہلے اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۳/۱۰/۱۴۱۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۶۳) ☆

== (۳) قال الملا علی قاری: وإن لم یوص بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وکذا من هم أهل التبرع ونحوه فحج الوارث ونحوه بنفسه أو أحج عنه غیره جاز ذلك التبرع أو الحج أو الاحجاج والمعنی جاز عن حجة الاسلام إن شاء الله تعالى، الخ. (ارشاد الساری: ۲۸۸، باب الحج عن الغير)

(۴) قال العلامة ابن عابدين: (وشرط العجز المذكور للحج الفرض) دون النفل فلا يشترط في النفل شيء منها الا الاسلام والعقل والتمييز... لأنه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض، الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲/۲۱۶، قبیل مطلب فی حج الصرورة)

والدہ کی جانب سے حج بدل کرنا:

سوال: کیا والدہ کے نام سے حج عمرہ کرنا درست ہے؟ میں نے حج کر لیا ہے، جس کی وجہ سے اب پانچ سال تک حکومت کی پابندی کی رو سے حج کے بجائے عمرہ ہی کر سکتا ہوں؟ بینواتو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً: والدہ کے نام سے حج عمرہ کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۹/۵/۱۴۰۵ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۶۳)

## والدین کے لیے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں، یا والدہ کو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے فریضہ حج ادا کیا ہے۔ اب والدین میں سے کسی ایک کے لیے نفلی حج کا ارادہ ہے۔ میں نے کسی سے سنا ہے کہ والد کے لیے حج کرنے پر دس جوں کا ثواب ملتا ہے؛ لیکن میں نے خیال کیا کہ والدہ کا حق زیادہ ہے۔ اب آپ صاحبان لکھ دیں کہ والد، یا والدہ میں سے کس کے لیے حج کرنے میں ثواب زیادہ ہے اور اگر میں وہاں مکہ میں کسی کو حج بدل کے لیے مقرر کروں تو صحیح ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: حاجی رحمت اللہ سنگاپور، ۱۱/۹/۱۹۷۵)

### الجواب

محترم المقام، السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے اصالۃ بھی حج کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص سے بھی کروا سکتے ہیں، البتہ چوں کہ یہ عمل احسان اور بر ہے نہ کہ تعظیم اور توقیر، لہذا والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے، (۱) اور اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر، یا دونوں پر حج فرض تھا تو ان میں سے کسی ایک نے اگر وصیت کی ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا اور اگر وصیت کسی ایک نے نہیں کی ہو اور دونوں پر حج فرض تھا تو والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے اور والدین کی طرف سے نفلی حج کرنے میں دس گنا ثواب زائد ہے۔ (شامی) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۹/۴)

## والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج و عمرہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

- (۱) وفي الهندية: اذا تعذر جمع مراعاة حق الوالدين بأن يتأذى أحدهما بمراعاة الآخر يرجح حق الأب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام وعن علاء الائمة الحمامي قال مشائخنا رحمهم الله تعالى: الأب يقدم على الأم في الاحترام والأم في الخدمة، حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للأب ولو سألا منه ماء ولم يأخذ من يده أحدهما فيبدأ بالأُم، كذا في القنية. (۱/۶۳، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون)
- (۲) قال العلامة الحصكفي: لو أهل بحج عن أبويه أو غيرهما من الأجانب حال كونه متبرعا فحين بعد ذلك جاز لأنه متبرع بالثواب فله جعله لأحدهما أو لهما وفي الحديث: من حج عن أبويه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج وبعث من الأبرار، قال ابن عابدين: وكذا لو أحرم عن أحدهما مهما يصح تعيينه بعد ذلك بالاولى كما في الفتح، قال: ومبناه على أن نيته لهما تلغو لعدم الأمر فهو متبرع فتقع الأعمال عنه البتة وإنما يجعل لهما الثواب وترتبه بعد الأداء فتلغو نيته قبله فيصح جعله بعد ذلك لأحدهما أو لهما ولا اشكال في ذلك إذا كان متنفلا عنهما فإن كان على أحدهما حج الفرض وأوصى به لا يسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وإن لم يوص به فتبرع الوارث عنه بالا حجاج أو الحج بنفسه، قال ابو حنيفة: يجزيه إن شاء الله تعالى لقوله صلى الله عليه وسلم للحنفمية أ رأيت لو كان على ابيك دين الحديث، الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۶۵، باب الحج عن الغير)

- (۱) میرے والدین ضعیف العمر ہیں۔ کیا میں اپنا حج کئے بغیر ان کی جگہ حج کر سکتا ہوں؟
- (۲) والدین میں سے پہلے کس کا حق ہے، والد کا، یا والدہ کا؟
- (۳) کسی مرحوم کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟
- (۴) کیا صحت مند آدمی کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟
- (۵) کیا بیوی کی جانب سے شوہر عمرہ کر سکتا ہے؟
- (۶) نابالغ بچوں کی جانب سے عمرہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔
- (المستفتی: محمد ازم تبوک سعودی عرب، ۱۴۰۱ھ)

## الجواب

- (۲۱) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے اولاً حج ادا کریں اور ثانیاً والدین کی طرف سے، (شامی، مشکوٰۃ) (۱) اور چوں کہ یہ عمل باب ترحم سے ہے، نہ کہ باب اکرام سے، لہذا اس میں قواعد کی رو سے والدہ کی تقدیم مناسب ہے۔ (۲)
- (۳) مرحومین کی طرف سے عمرہ اور حج ادا کئے جاسکتے ہیں، یہ ایصال ثواب میں داخل ہے۔ (۳)
- (۴، ۵) عمرہ اور نفلی حج صحت مند اور بیوی کی طرف سے ادا کئے جاسکتے ہیں۔ (۴)
- (۶) نہ ممنوع ہے اور نہ مندوب ہے نابالغ کے نفل پڑھنے جیسا ہے۔ (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۰/۳)

- (۱) قال العلامة الشامي: والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف ثم قال: والأفضل إحتجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه وذكر في البدائع كراهة إحتجاج الضرورة لأنه تارك فرض الحج، الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲۶۲/۲، قبيل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)
- عن ابن عباس قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول: ليبيك عن شبرمة، قال: من شبرمة؟ قال: أخ لي أو قريب لي، قال: أحججت عن نفسك؟ قال: لا، قال: حج عن نفسك، ثم حج عن شبرمة. (رواه الشافعي وأبو داود وابن ماجه). (مشكاة المصابيح: ۲۲۲/۱، كتاب المناسك الفصل الثاني)
- (۲) قال الفقيه محمد عبد الحى اللكهنوى: إذا تعذر مراعاة جمع حقوق الوالدين رجح جانب الاب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والانعام حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للأب ولوسئل ما لا يتبدى بالأم وإذا خالف أمره أمرها يطيعه فيما يرجع إلى التعظيم ويطيع أمرها فيما يتعلق بالانعام، كذا في مطالب المؤمنين عن القنية. (نفع المفتى والسائل: ۲۲۴، ما يتعلق من خفض الجناح للوالدين)
- (۳) قال العلامة الحصكفي: لو أهل بحج عن أبويه أو غيرهما من الأجانب حال كونه متبرعا فحين بعد ذلك جاز لأنه متبرع بالثواب فله جعله لأحدهما أولهما. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۵۶۲/۲، باب الحج عن الغير)
- (۴) قال العلامة الحصكفي: وشرط العجز المذكور للحج الفرض لا النفل لاتساع بابه، قال ابن عابدين: أى لأنه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض، قال في الفتح: أما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز لأنه لم يجب عليه واحدة من المشقتين أى مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له تركهما كان له أن يتحمل إحداهما تقربا إلى ربه عز وجل فله الاستتابة فيه صحيحا. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۶۲/۲، قبيل مطلب في حج الضرورة)

## بیٹا باپ کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج بدل بیٹا اپنے معذور، یا مردہ باپ کی جانب سے کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور کیا حج بدل حج تمتع، یا حج قرآن کے طور پر کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اور دم قرآن، یا دم تمتع حج بدل میں بھی ضروری ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب————— وباللہ التوفیق

بیٹا بھی اپنے باپ کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے۔

تبرع الولد بالاحجاج، أو الحج بنفسه عن أبيه إذا مات وعليه حج الفرض ولم يوص به مندوب إليه جداً، قال صلى الله عليه وسلم: من حج عن أبيه أو قضى عنهما مغرمًا بعث يوم القيامة مع الأبرار، وقال: من حج عن أبيه أو أمه فقد قضى عنه حجته و كان له فضل عشر حجج، وقال: حج الرجل عن والديه تقبل منه و منهما و اسبشرت أروا حهما و كتب عند الله براً. فتح ملخصاً. (غنية الناسك، باب الحج عن الغير: ۳۲۸، إدارة القرآن كراتشي)

بخلاف ما لو أهل بحج عن أبيه أو غيرهما في الأجانب حال كونه متبرعاً فعين ذلك جاز لأنه متبرع بالشواب، فله جعله لأحدهما أو لهما، وفي الحديث: من حج عن أبيه فقد قضى عنه حجته و كان له فضل عشر حجج. (الدر المختار مع الشامى: ۳۱/۴، ۲۸، زكريا، ۶۰۶/۲، كراتشي)

وعن جابر أنه عليه السلام قال: من حج عن أبيه و أمه فقد قضى عنه حجته، و كان له فضل

عشر حجج. (سنن الدار قطنی: ۲/۲۶۰)

اور حج بدل میں قرآن، یا تمتع کیا جاسکتا ہے، مگر ان دونوں کا دم حج کرنے والے پر واجب ہوگا، نہ کہ حج کرانے والے پر۔

ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع. (الدر المختار مع الشامى: ۶۱۱/۲، كراتشي، ۳۲/۴، زكريا)

ودم نسك وهو دم المتعة والقران وإنه على المأمور. (الفتاوى التاتارخانية: ۶۵۳/۳، زكريا، أنوار مناسك: ۵۵۱)

والحاصل أن جميع الدماء المتعلقة بالإدام في مال الحاج إلا دم الإحصار فإنه في مال المحجوج عنه ... وأما دم القران فلا أنه دم نسك؛ لأنه يجب شكراً أو سائر أفعال النسك على الحاج. (بدائع الصنائع، بيان شرائط النيابة في الحج: ۴۵۹/۲، نعيمه ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۱۱/۴ھ۔ (کتاب النوازل: ۵۷/۷)

## داماد کا سر کی جانب سے حج بدل میں جانا:

سوال: زید کے اوپر حج فرض تھا، مگر وہ اپنی زندگی میں فریضہ سے سبکدوش نہ ہو سکے، اب ان کے داماد کو ان کی جانب

سے حج بدل کے لیے بھیجا جائے تو حج ادا ہوگا، یا نہیں؟ جب کہ داماد نے نہ کبھی حج ادا کیا ہے اور نہ ہی ان پر حج فرض ہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں زید کی طرف سے حج بدل جائز ہے، خواہ ان کے داماد نے حج کیا ہو، یا نہ کیا ہو، جب کہ اس پر حج فرض نہیں ہے، البتہ ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
شبیر احمد (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۷/۳)

### بٹی کا اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عمر کی دوسری موجودہ اہلیہ اپنی مرحومہ والدہ صاحبہ کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے، جو ان پر فرض تھا حالاں کہ اہلیہ کے بھائی صاحب حیثیت ہیں؛ لیکن عمر نے اہلیہ کو حج کے لیے پیسے ہدیہ کیا ہے اور کرے گا تو اس طرح کے حج میں کوئی شرعی اعتراض و قباحت تو نہیں ہے، اہلیہ کی مرحومہ والدہ نے کوئی وصیت حج کے لیے اہلیہ کو نہیں کی تھی، وہ ازراہ محبت ایسا کرنا چاہتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

عمر کی اہلیہ اپنی والدہ کی طرف سے بلا تکلف حج بدل کر سکتی ہیں، جب کہ شوہر، یا محرم ساتھ ہو، آپ کی طرف سے انہیں پیسے دینے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فیجوز إحجاج المراهق وكذا المرأة یاذن زوجها ووجود محرم معها. (غنية الناسك: ۳۳۷، جدید)  
وعلل في الفتح، الكراهة بما في المبسوط من أن حجها أنقص إذ لا رمل عليها ولا سعی في بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبية ولا حلق. (شامی: ۲۱/۴، زکریا)

ولا فرق أيضاً بین أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز، أما الجواز فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفي سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف ولا سعی بنى الصفا والمروة ولا حلق وغيره ذلك من الأفعال التي جازت للرجل دونها. (البحر العميق: ۲۲۶۸/۴، شامی: ۲۱/۴، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵ھ/۶/۹۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۷۷/۷)

### والد اور دادا کی طرف سے بغیر وصیت کے حج بدل کرنا:

سوال: ایک شخص حج کے لیے جا رہا ہے اور اپنے ساتھ دو شخصوں کو اپنے سرمایہ سے لے جا رہا ہے، اس کا خیال

(۱) والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الأزر كذا في المحيط (الفتاوى الهندية الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۲۵۷/۱)



ہے کہ ان دونوں سے اپنے والد اور دادا کی طرف سے حج کراؤں، مگر والد اور دادا کی طرف سے حج کی کوئی وصیت نہیں ہے، محض تبرعاً یہ ان کی طرف سے حج کر رہا ہے تو حج بدل کرنا اپنے والد اور دادا کا زیادہ بہتر ہے، یا نفلی حج اپنی طرف سے کرنا بہتر ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اپنی طرف سے حج بدل کرا کے والد اور دادا کو ثواب پہنچا دے۔ (۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۴/۱۰)

حج بدل میں والدین کی طرف سے قرآن وغیرہ کی نیت کرنا:

سوال: اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کرنے میں عربی میں حج قرآن کی نیت، طواف کی نیت اور قربانی کے وقت منیٰ کی جگہ پر ماں باپ کا نام لیا جائے، یا صرف یہ کہے کہ اپنے والد بزرگوار کی طرف سے، یا اپنی والدہ محترمہ کی طرف سے نیت کر رہا ہوں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

نیت تو اصلاً دل سے ہوتی ہے، زبان سے عربی میں کہے، یا اردو میں ہر طرح درست اور کافی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۵/۱۰)

ستر سالہ بوڑھا جو کمزور ہے، وہ حج بدل کرا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: میری عمر ستر سال کی ہے، میری نظر نہایت ضعیف ہے اور دن بدن کمزوری نگاہ وغیرہ کی بڑھ رہی ہے، سرچکراتا ہے تو میں حج سے معذور ہوں، یا نہیں؟ اگر میں اپنا نائب حج کے لیے بھیجوں تو حج فرض ادا ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(۱) والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة... أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك... والظاهر أنه لا فرق بين أن ينوي به عند الفعل للغير، ويفعله لنفسه، ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره. (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳-۱۰۶، مكتبة زكريا ديوبند، انیس)

”والأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره وإن نواها عند الفعل لنفسه، لظاهر الأدلة.“ (الدر

المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲-۵۹۶، سعيد)

(۲) وينوي النائب عنه الحج (فيقول: لبيك بحجة عن فلان)... وان اكتفى بنية القلب، جاز ولو نسي اسمه فتوى عن الأمر، صح. (مجمع الأنهر، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳۰۸/۱، دار احياء التراث العربى بيروت)  
(و) بشرط (نية الحج عنه): أى عن الأمر فيقول: أحرمت عن فلان ولبيت عن فلان. ولو نسي اسمه فتوى عن

الأمر، صح وتكفى نية القلب. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انیس)

## الجواب

اس صورت میں آپ کو اپنی طرف سے دوسرے شخص سے حج کراتا جائز اور صحیح ہے؛ کیوں کہ عاجز ہونا آپ کا سفر حج سے ظاہر ہے۔

درمختار میں ہے:

(والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز إلى الموت) لأنه فرض العمر، الخ. (۱)

الغرض آپ اپنی طرف سے حج کرا سکتے ہیں؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرا دیں، جو اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہو اور احکام حج سے واقف۔

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۲/۶)

کیا ضعیف شخص کسی دوسرے کو اپنی جگہ حج کے لیے بھیج سکتا ہے:

سوال: کیا ضعیف آدمی اپنے بجائے کسی اور کو حج کے لیے بھیج سکتا ہے؟

## الجواب

اگر ضعیف آدمی خود حج کرنے پر قادر نہیں تو وہ کسی ایسے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے بھیج سکتا ہے، جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔ (۳) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۳۹۶ھ/۱۲/۲۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۲۲/۲)

مستطیع حج فرض کے بجائے دوسرے کا حج بدل کرے:

سوال: میں ایک صاحب استطاعت شخص ہوں، میرا اندازہ ہے کہ مجھ پر حج فرض ہو چکا ہے، ادھر میرے ایک عزیز نے جو کافی ضعیف اور بیمار ہیں، مجھ کو حج بدل کی پیشکش کی، میں نے اس کو خوش دلی سے قبول کر لیا، جب کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ میرے لیے حج بدل پر جانا درست نہیں؛ کیوں کہ میں صاحب استطاعت ہوں؟

(کریم الدین، نظام آباد)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۱/۴، مکتبۃ زکریا دیوبند

(۲) رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الضرورة: ۳۳۱/۲

(۳) فی الدر المختار (۵۹۸/۲، طبع سعید): حج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط، الخ.

وفی الہندیۃ (۲۵۷/۱، طبع رشیدیۃ کوئٹہ) والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه. (فصل فی المسائل المتفرقة المتعلقة بالحج)

## الجواب

جس شخص پر خود حج فرض ہو، اس کو چاہیے کہ پہلے وہ خود اپنا حج کر لے اور حج بدل میں بھی، صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو اپنا حج کر چکا ہو، اس سے حج بدل کرایا جائے، جس پر حج فرض ہو چکا ہے، اگر وہ حج بدل کرے، تب بھی احناف کے یہاں حج بدل درست ہو جائے گا؛ کیوں کہ حجۃ الوداع کے موقع سے ایک خاتون نے اپنے والد کی طرف سے حج کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں والد کی طرف سے حج بدل کی اجازت مرحمت فرمائی، (۱) ظاہر ہے کہ یہ حج فرض کی ادائیگی سے پہلے حج بدل کی ادائیگی تھی؛ لیکن ایسے شخص سے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

(کتاب الفتاویٰ: ۶۵/۳)

## مجبوری کی وجہ سے حج بدل کرا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید پر باعتبار زار و درواحلہ کے حج فرض ہے؛ لیکن وہ بوجہ بڑھاپے اور نایبنا ہونے کے چلنے سے عاجز ہے اور قائد کے خرچ پر قادیان نہیں تو وہ دوسرے شخص سے حج کرا سکتا ہے، یا نہیں؟

## الجواب

معذور مذکور کو غیر سے حج کرانا بشرائط جائز ہے اور معذور کا حج فرض ادا ہو جاوے گا۔ درمختار میں ہے:

(والمرکبة منهمما) کحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز). (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۷-۵۷۸)

## والدہ مرحومہ کے لیے نفلی حج کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص اپنا حج پہلے کر چکا ہو تو دوسرے حج کے موقع پر اپنی والدہ مرحومہ کے لیے حج کر سکتا ہے؟

## الجواب

جی ہاں، کر سکتا ہے۔ (۳) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۲۱/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۲۱/۲)

(۱) الجامع للترمذی، رقم الحدیث: ۹۲۸، باب ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير الميت

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳۲۶-۳۲۷

(۳) وفي الغنية (ص: ۱۷۶): تبرع الولد بالاحجاج أو الحج بنفسه عن أحد أبويه إذا... توليعه حج الفرض ولم يوص به مندوب إليه جدا.

وفي التاتارخانية: ۲/۲۴: من مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث ان يحج عنه وإن أحب

يحج عنه حج، وأرجو أن يجزيه إن شاء الله تعالى، الخ. (محمد زبير حق نواز)

## حج فرض کے ہونے کے بعد اگر قدرت نہ رہے تو حج ساقط نہیں ہوتا:

سوال: میرے چھوٹے بھائی عبدالحکیم کا ارادہ حج بیت اللہ شریف کا ہے اور میری والدہ نابینا بارہ سال سے ہیں، جس وقت آنکھوں سے درست تھیں، اسی وقت سے وہ مالدار تھیں اور مال جو کچھ تھا، وہ والد صاحب کا تھا، والد صاحب حج کرائے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا والدہ صاحبہ پر حج فرض آنکھوں کی حالت میں ہو گیا تھا، یا نہیں؟ اگر فرض ہو گیا ہے تو حج بدل ان کی زندگی میں میرے بھائی کو جائز ہے، یا نہیں؟ یا عمرہ ہی ان کی طرف سے جائز ہے اور میرے بھائی کے گھر میں سے انتقال ہو گیا اور یک بچہ آٹھ سال کی عمر کا چھوڑ کر مری ہے، میرا بھائی یہ چاہتا ہے کہ اس بچہ کی شادی کر کے حج کو جاؤں گا۔ آیا تاخیر اس وجہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

### الجواب

جس وقت والد صاحب کا مال منتقل ہو کر والدہ کی ملک میں آیا، اگر وہ اس وقت بینا تھیں اور مال اس قدر تھا کہ جس سے مصارف حج سب پورے ہو سکیں اور دوسرا کوئی عذر مانع حج بھی نہ تھا تو والدہ کے ذمہ حج فرض ہو گیا اور اب نابینا ہونے کے بعد بھی ان پر فرض ہے کہ دوسرے آدمی کو بھیج کر حج کرائیں، یہ ضروری نہیں کہ اپنے بیٹے ہی کو بھیجیں، غیر کو بھی بھیج سکتی ہیں اور اگر بیٹا ہی جانا چاہے تو جلدی کرنا بہتر ہے کہ موت حیات لگی ہوئی ہیں؛ لیکن اگر اس کو اپنے لڑکے کی شادی کا خیال ہے اور اس طرف قلب کا تعلق زیادہ ہے تو یہی بہتر ہے، اس سے فارغ ہو کر جائیں۔

قال الشامي: قدر ثم عجز قبل الخروج وإلى الحج تقرر دنیا في ذمته فيلزم الإحجاج (۱).

(امداد المفتين: ۳/۱۹۴)

## مريض کا حج بدل کرانا:

سوال: ایک شخص جو مالک نصاب ہے اور اس پر حج بیت اللہ فرض ہے؛ مگر اکثر علیل رہتا ہے، اگر علالت کی وجہ سے وہ سفر حج نہ کر سکے اور اپنے عاقل بالغ بیٹے کو تمام اخراجات دے کر حج کے لیے بھیجے تو حج ادا ہوگا، یا نہیں؟

### الجواب — وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں اگر اس شخص کی علالت ایسی ہو کہ وہ سفر حج کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ حج بدل کر سکتا ہے، فرض ادا ہو جائے گا، (۲) اور اگر وہ سفر کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کو خود حج کرنا چاہیے، حج بدل سے فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد عثمان غنی، ۲۸/۷/۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۶۳-۱۶۵)

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۴۵۷/۳، دار عالم الکتب، ریاض، انیس

(۲) البتہ اگر حج کے بعد عذر دور ہو جائے اور مکہ مکرمہ جانے پر قادر ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔

(تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز إلى الموت (لأنه فرض العمر حتى تلزم الإعادة

بزوال العذر). (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۱۳۸)

### سلسلہ البول کے مریض کا حج کرنا:

سوال (۱) ہم پر حج فرض ہے؛ لیکن ہم کو سلسلہ البول اور ودی کا مرض ہے، پیشاب کا قطرہ تھوڑا تھوڑا آتا ہے اور شام میں ودی بھی آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ کپڑا بدلتا ہوں، میں نے ایک عالم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ حالت اکبر میں رہتے ہیں، آپ کو حج بدل کرانا ہوگا، پھر ایک دوسرے جید عالم مفتی یحییٰ صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بھی حج بدل ہی بتلایا؛ لیکن اس میں مجھ کو شک معلوم ہوتا ہے، لہذا براہ کرم فتویٰ دیں کہ اس فریضہ حج کو از روئے شرع کیسے انجام دیا جاسکے گا؟

### کمزور دل آدمی کا حج بدل کرنا:

(۲) میں ایک کمزور دل کا آدمی ہوں، میری عمر تقریباً نہتر برس ہے، گزشتہ سال فریضہ حج کا ٹکٹ بک کر لیا تھا، ہوائی سفر کے تصور سے ہی پریشانی اور گھبراہٹ بے حد بڑھ گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ کلکتہ جاتے جاتے میں نروس ہو جاؤں گا۔ اگر میں ہوائی سفر کرتا تو ہو سکتا تھا کہ میرے ساتھ کوئی جان لیوا حادثہ پیش آجائے؛ اس لیے میں نے ٹکٹ کو کینسل کر لیا اور میں ہوائی سفر کرنے سے بالکل قاصر ہوں اور بد قسمتی سے پانی جہاز بھی بند ہو چکا ہے۔ نیز اسلامی احکامات میں سہولت ہے، شدت نہیں۔ جان کی قدر تمام چیزوں پر مقدم ہے اور حج مجھ پر فرض ہے اور مجھ کو ہمیشہ یہی فکر لاحق رہتی ہے کہ کس طرح فرض کی ادائیگی ہو جائے؛ کیوں کہ نہ کرنے پر سخت وعید ہے اور وعید کے خوف سے میری حالت خراب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ سال اس فریضہ کو انجام دے دوں، کیا ان حالات میں حج بدل کرا سکتا ہوں؟ نیز حج بدل کرانے کے لیے حاجی ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟

### الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

(۱) حالت صحت اور حالت عذر دونوں احکام الگ الگ ہیں، اگر واقعہ کوئی شخص شرعی معذور ہے تو شریعت اسلامیہ نے اس کے لیے احکام میں سہولت رکھی ہے؛ اس لیے کہ دین میں آسانی ہے، تنگی نہیں ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص واقعہ شرعاً معذور ہے، مثلاً سلسلہ البول یا تکسیر میں مبتلا ہے، اس کو نماز کے کامل وقت میں اتنا وقت نہیں ملتا ہے کہ وضو کر کے نماز ادا کر سکے کہ پیشاب کا قطرہ ٹپک جاتا ہے، یا ناک سے خون نکل آتا ہے تو شریعت نے اس کے لیے یہ سہولت دے رکھی ہے کہ وہ ایک وضو سے وقت کے اندر اندر ہتھنی نمازیں پڑھ سکتا ہے، پیشاب کا قطرہ ٹپکنے، یا خون نکلنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ جب وقت نکل جائے گا تو وضو خود بخود ٹوٹ جائے گا، پھر دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

(و صاحب عذر من به سلس بول)... (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة)... (وإن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة)... (وحكمه الوضوء)... (لكل فرض)... (ثم يصلی)

بہ (فیہ فرضاً و نفلاً)... فإذا خرج الوقت بطل). (الدرا المختار علی هامش رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۰۲/۱-۲۰۳)

لہذا صورت مسئلہ میں جب کہ آپ کو پیشاب کا قطرہ ہمیشہ ٹپکتا رہتا ہے، نماز کے کامل وقت میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو کر کے نماز ادا کر سکیں کہ پیشاب کا قطرہ ٹپک جاتا ہے تو ایسی صورت میں آپ شرعاً معذور ہیں اور معذور کا حکم اوپر لکھ دیا گیا ہے، لہذا آپ پاک و صاف کپڑا پہن کر وضو کر کے ارکان حج ادا کر سکتے ہیں، ارکان حج ادا ہو جائے گا اور اس حالت میں آپ طواف بھی کر سکتے ہیں۔

(۲) اگر یہ صحیح ہے کہ آپ کمزور دل کے آدمی ہیں اور وہ وائی جہاز کے سفر سے بہت زیادہ گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے، اگر اس سے سفر ہوا تو جان لیوا حادثہ کا بھی ظن غالب ہے، جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو ایسی صورت میں آپ دوسرے شخص کو حج بدل کے لیے بھیج سکتے ہیں، شرعاً اس کی اجازت ہے، البتہ حج بدل کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو، اگر ایسا شخص نہیں ملتا ہے تو اس شخص کو بھیج سکتے ہیں کہ جس نے حج ادا نہ کیا ہو اور اس پر حج فرض نہ ہو۔

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (رد المحتار: ۲۴۱/۲)  
البتہ اگر حج بدل کرانے کے بعد یہ عذر دور ہو جائے اور آپ مکہ مکرمہ جانے پر قادر ہو جائیں تو آپ پر دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔

(تقبل النيابة عند العجز فقط) (لكن بشرط دوام العجز إلى الموت) لأنه فرض العمر حتى تلزمه الإعادة بزوال العذر. (الدرا المختار: ۲۳۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۶/۳-۲۶۷)

بیماری کی وجہ سے کسی دوسرے کو حج بدل پر بھیجنے کا حکم:

سوال (۱) پچھلے ماہ سے عرق النساء کی تکلیف میں مبتلا ہوں، تکلیف برداشت سے باہر ہیں، زیادہ چل پھر نہیں سکتا ہوں، اس حالت میں اپنی اہلیہ کو حج بدل میں بھیج سکتا ہوں، یا نہیں؟ جب کہ ان کا کوئی محرم نہیں؟

جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو اسے حج بدل پر نہیں بھیجنا چاہیے:

(۲) دونوں کا حج اوپر کی شکل میں ہوگا، یا نہیں؟ یا میرا حج ہوگا اور اہلیہ کو صرف ثواب ملے گا؟

الجواب

(۱) اگر آپ اتنے بیمار ہیں کہ حج خود ادا نہیں کر سکتے تو کسی کو حج بدل پر بھیج سکتے ہیں، (۱) لیکن کسی ایسے شخص

کے ذریعے حج بدل کروائیں، جو خود اپنا حج کر چکا ہو۔ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہوا، اسے حج بدل پر بھیجنا مکروہ ہے، البتہ اگر بھیج دیا تو حج ادا ہو جائے گا۔

(۲) آپ کی اہلیہ نے اگر اپنا حج نہیں کیا تو ان سے اپنا حج بدل نہ کرائیں۔ ہاں، اگر وہ اپنا حج کر چکے ہیں تو انہیں محرم کے ساتھ حج بدل پر بھیج سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۲۸/۹/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۳۱/۲)

### ۶۶/رسال کا سن رسیدہ حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص ۶۶/رسال کو بوڑھا مجبور ہے، بعض بیماریاں ایسی لاحق ہیں کہ دور دراز کا سفر برداشت نہیں کر سکتا، ایسا شخص حج بدل کرا لے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص بشرط عدم قدرت علی السفر حج بدل کر سکتا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۱/۲)

### والدین میں سے کس کا حج بدل کرنا افضل ہے:

سوال (۱) میں حج کر چکا ہوں، والدین میں سے کس کا حج بدل کرنا چاہیے؟  
(۲) کیا داماد اپنی بوڑھی ساس کا مخدوم بن کر حج کے لیے ساتھ میں جاسکتا ہے؟ بیٹو اتو جبروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

(۱) والدین میں سے اگر کسی پر حج فرض ہوا اور حج کئے بغیر اس کی وفات ہوگئی تو پہلے اس کی طرف سے حج بدل مناسب ہے، باقی شرعاً کوئی تنگی نہیں ہے، جس کی طرف سے چاہیں کریں۔

**تنبیہ:** جو زندہ ہو اور حج کرنے پر قادر ہو اس کی طرف سے حج بدل نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) بوڑھی ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۸/۸/۱۴۰۹ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۴/۳)

(۱) وعن ابن عباس رضي الله عنه قال إن امرأة من خثعم قالت: يا رسول الله أن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخاً كبيراً لا يثبت على الراحلة فأحج عنه قال: نعم و ذلك في حجة الوداع. (متفق عليه) (مشكاة المصابيح، كتاب الحج: ۲۲۱)

(والمرکبة منهما) کحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز الى الموت. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۲۳۶، ظفیر)

عورت کا حج بدل میں جانا:

سوال: زید حج کے لیے جا رہا ہے، مرحومہ حمیدہ کے وارثین چاہتے ہیں کہ حمیدہ کے حج بدل میں زید کی بیوی زید کے ساتھ چلی جائے تو کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حج بدل میں عورت کا جانا شرعاً جائز و درست ہے، لہذا صورت مسئلہ میں حمیدہ کے حج بدل میں زید کے ساتھ اس کی بیوی کا جانا جائز و درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ حج بدل میں کسی مرد کو بھیجا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو۔  
لو أحج عنه امرأة أو عبد أو أمة بإذن السيد جاز ويكره، هكذا في محيط السر خسي. (الفتاوى الهندية: ۲۵۷/۱)

(فجاز حج الضرورة... (والمرأة)... وغيرهم أولى. (الدر المختار، مطلب في حج الضرورة: ۲۴۱/۲) فقط والله تعالى اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲/۵/۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۸/۳) ☆

کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے:

سوال (۱) کیا عورت حج بدل میں جا سکتی ہے؟

(۲) اگر زید اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے حج میں جائے تو کون سا احرام باندھنا افضل ہوگا؟ افراد، یا قرآن، یا تمتع؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

(۱) عورت شوہر، یا محرم کے ساتھ حج بدل کو جا سکتی ہے۔ (شامی: ۲۱/۴)

(۲) زید اپنا حج کرے، یا اپنے مال سے ماں، یا کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرے تو احناف کے

نزدیک قرآن کرنا افضل ہے۔ (شامی: ۳۵۳/۳)

☆ عورت حج بدل کو جا سکتی ہے:

سوال: ایک صاحب مال عورت نے اپنے رشتہ دار کا حج بدل کرانے کے لیے ایسے شخص کو بھیجا، جس نے اس سے پہلے حج نہیں کیا ہے تو یہ حج بدل ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جی ہاں، محرم یا خاوند ساتھ ہو تو جا سکتی ہے؛ لیکن مرد کو بھیجنا اولیٰ بہتر ہے۔ (مجاز الضرورة بمهمة من لم يحج والمرأة ولو

أمة. (الدر المختار مع الشامی باب الحج عن العتبر: ۱۳۳/۲) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)



لیکن اگر زید کی والدہ نے حج بدل کی وصیت کیا ہے اور حج ان کے ترکہ کے تہائی مال سے کیا جائے تو حج افراد کرنا چاہیے، تمتع اور قرآن کے جواز و عدم جواز میں علماء کرام کا اختلاف ہے؛ تاہم مجمع الفقہ الاسلامی نے حج تمتع اور قرآن کی بھی گنجائش لکھی ہے۔ (فیصلہ مجمع الفقہ الاسلامی، منعقدہ بمبئی ۱۹۹۷ء)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور دلیل سے یہی رائج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب  
کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۲۹/۱۸/۱۴۱۹ھ۔ الجواب صحیح: عبد اللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۳۳-۳۳۴)

### بوڑھی نابینا عورت کا حج بدل کرانا:

سوال: میرے والدین پر حج فرض تھا؛ مگر ابتداء وقت میں حج نہ کر سکے، میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اب میری والدہ باحیات ہیں؛ مگر اداء حج کے قابل نہیں رہیں، چوں کہ بہت ضعیف ہو چکی ہیں، چلنا پھرنا مشکل ہے، پھر یہ کہ بینائی بھی نہیں ہے، ارکان نماز بھی نہیں جانتی ہیں اور پابند بھی نہیں ہیں۔ اب جو میرے اوپر حج فرض ہوا ہے تو وجہ کے ساتھ جا رہا ہوں، والدہ کو نہیں لے جا رہا ہوں، چوں کہ حج کے ارکان سیکھنا اور کرنا مشکل اور دشوار ہے، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

### الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

جب آپ کے والد کے ذمہ حج فرض تھا تو ان کو ادا کر لینا چاہیے تھا، اگر زندگی میں نہ ادا کر سکے تو مرتے وقت وصیت کر دینا چاہیے تھا کہ میرے متروکہ مال میں سے حج بدل کر دیا جائے، اگر انہوں نے زندگی میں ادا نہیں کیا اور نہ ہی ادا کرنے کی وصیت کی تو حج ان کے ذمہ رہ گیا، اگر آپ لوگ ان کی طرف سے حج ادا کروادیں تو ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے اور آپ کو بھی ثواب ملے گا۔ (۱) اگر آپ کی والدہ کے ذمہ بھی فرض ہے اور وہ جانے کے لائق نہیں ہیں، چلنا پھرنا دشوار ہے تو آپ کی والدہ کو چاہیے کہ کسی اچھے آدمی سے حج بدل (اپنے اخراجات سے) کرادیں، اس طرح آپ کی والدہ سے حج ساقط ہو جائے گا۔ (۲) آپ پر حج فرض ہے تو آپ کو بہر حال حج کر لینا چاہیے، آپ کے ذمہ اپنی والدہ کو لے جانا ضروری نہیں ہے۔ آپ کی والدہ کا حج ان ہی پر فرض ہے، اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے، البتہ آپ کو چاہیے کہ حج بدل کے لیے آدمی تلاش کر کے مہیا کرادیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللہ خالد مظاہری (فتاویٰ امارت شریعہ: ۲۵۹/۳)

(۱) من علیہ الحج إذا مات قبل أدائه فإن مات عن غیر وصیة یأثم بلا خلاف وإن أحب الوارث أن یحج عنه حج وأرجو أن یجزئہ ذلک إن شاء اللہ تعالیٰ. (الفتاویٰ الہندیہ، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج: ۲۵۸/۱)

(۲) (تقبل النیابة عند العجز فقط) لکن (بشرط دوام العجز إلی الموت). (الدرا المختار علی صدر رد المحتار،

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفيق

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز، أما الجواز فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان لأن المرأة لا تستوفى سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف، ولا تسعى بين الصفا والمروة، ولا تحلق وغيره ذلك من الأفعال التي جازت للرجل دونها. (البحر العميق ٢٢٦٨/٤، شامى ٢١/٤، بيروت)

عن الفضل بن عباس رضى الله عنهما أن امرأة من خثعم قالت: يا رسول الله إن أبى أدركته فريضة الله فى الحج، وهو شيخ كبير، لا يستطيع أن يستوى على ظهر البعير، قال حجى عنه. (سنن الترمذى: ١٨٥١)

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز. (البحر العميق: ٤/ ٢٢٦٨)

وعلل في الفتح: الكراهة في المرأة بما في المبسوط من أن حجها أنقص، إذ لا رمل عليها، ولا سعى في بطن الوادى، ولا رفع صوت بالتلبية، ولا حلق. (شامى، باب الحج عن الغير، مطلب في الحج الصرورة: ٣/ ٢١، ذكرى، كتاب المسائل ٣٦٦/٣)

فإن حج امرأة جازم الكراهة ؛ لأن حج المرأة إنقص ؛ لأنه ليس فيه رمل ولا سعي في بطن الوادي وورفع الصوت بالتلبية ولا الحلق فكان إحجاج الرجل عنه أكمل من إحجاج المرأة. (المبسوط: ١٥٥/٤، أو جز المسالك: ٨٩٣/٢، بدائع الصنائع: ٢/٢١٣، أنوار مناسك: ٥٥٣) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۴/۱۱/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۹۸/۷)

پردہ نشیں عورت جب محرم نہ ہو تو کیا حج بدل کر سکتی ہے:

**سوال:** عورت پردہ نشین کے پاس مال ہے؛ مگر محرم نہیں تو وہ حج بدل کر سکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) بغیر محرم شرعی حج دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگرچہ تکلیف راستہ کے بسبب پردہ قائم رہنا دشوار ہے؟

الجواب

حج فرض میں کسی دوسرے کو اپنے عوض حج کے لیے بھیجنے میں یہ شرط ہے کہ خود کسی طرح حج کو نہ جاسکے، بالکل معذور ہو، بصورت عذر اگر کسی کو اپنی طرف سے نیابتاً حج کر بھیجے تو اس کا خرچ سفر دیوے۔ زادراہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ امیرانہ دیوے، یا متوسط یا بقدر کفایت جس طرح حج کرنے والا راضی ہو جاوے، جس طرح خرچ کرے، وہ مال آمر سے ہونا چاہیے، اگر امیرانہ خرچ دیوے، وہ بھی درست ہے اور متوسط خرچ دیوے، یا بقدر کفایت نہ دیوے اور مامور راضی ہو تو یہ بھی جائز ہے، غرض مامور جیسے خرچ کا عادی ہو اور جس طرح اس کو آسائش ہو وہ کام کرے۔ (۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۶۸-۵۶۹)

### مرحومین کی طرف سے حج و عمرہ:

سوال: مرحومین کی طرف سے حج و عمرہ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ (حفیظ الرحمن، نظام آباد)

الجواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ”قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی؛ لیکن حج کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ان کی طرف سے حج کر لو، اگر تمہاری ماں پر دین ہوتا تو تم اسے ادا کرتی، یا نہیں؟ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین زیادہ مستحق ادا نیگی ہے۔“ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے۔

اب حج کرنے کی تین صورتیں ہیں: یا تو مرحوم پر حج فرض ہی نہیں تھا، بہ طور نفل ان کی طرف سے حج کیا جائے۔ یہ حج بہ طور ایصال ثواب ہے اور حج کے ذریعہ ایصال ثواب پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور اگر حج اس پر واجب تھا، وہ خود حج تو نہ کر سکا؛ لیکن حج کی وصیت کر دی، ایسی صورت میں ورثا پر اس کی طرف سے حج کی ادائیگی واجب ہے، اگر اس نے وصیت نہیں کی تو یہ گناہ ہے اور ورثا پر اس کی طرف سے حج کرنا واجب نہیں؛ تاہم حضرت امام ابوحنیفہؒ سے

(۱) وبقي من الشرائط النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب

الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في الفرق بين العبادۃ ... ۱۶/۴-۱۷، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۵۲

منقول ہے کہ اگر ورثہ رضا کارانہ طور پر اس کی طرف سے حج کر لیں، یا حج کرادیں تو امید ہے کہ یہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ (۱) غرض اس صورت میں بھی ورثہ کو مرحوم کی طرف سے حج کرادینا چاہیے؛ کیوں کہ یا تو یہ اس پر حج فرض کا بدل ہو جائے گا اور عند اللہ وہ مواخذہ سے محفوظ رہے گا، یا کم سے کم اس کی طرف سے حج نفل ہو جائے گا اور وہ حج کے ثواب کا حق دار ہوگا، جیسے حج کا ثواب مرحوم کو پہنچایا جاسکتا ہے، اسی طرح عمرہ کا بھی؛ اس لیے مرحومین کی طرف سے عمرہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۳/۳-۶۴)

### حج بدل مرحومین کی طرف سے:

سوال: مرنے والوں کی طرف سے کیا حج بدل کرایا جاسکتا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟  
(سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

#### الجواب

کسی شخص پر حج فرض ہو؛ لیکن وہ جسمانی طور پر سفر حج، یا افعال حج کو ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور وہ کسی کو حج پر بھیجے، یا اس کی وفات ہو گئی ہو اور اس نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی ہو تو یہ صورت حج بدل کی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج کے احرام باندھتے وقت اسی کی طرف سے حج کی نیت کرے، یا تلبیہ میں اس کا نام لے، جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے، جیسے ”لبیک عن فلان“۔ فقہانے حج بدل کے جو احکام لکھے ہیں، وہ انہی صورتوں سے متعلق ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی متوفی شخص کو ثواب پہنچانے کی غرض سے حج کیا جائے، حالانکہ اس پر حج فرض ہی نہیں تھا، یا حج فرض تھا؛ لیکن حج کرانے کی وصیت نہیں کی تھی تو یہ حج بطور ایصال ثواب کے ہے، ایسی صورت میں حج کا احرام باندھنے کے بعد یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اے اللہ اس کا ثواب فلان شخص کو پہنچے، اس حج کے احکام حج نفل کے سے ہیں، عمرہ کے بارے میں بھی یہی تفصیل ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۶/۳-۶۷)

### مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کی نیت کی، پھر سفر کے قابل نہ رہا تو وہ شخص کیا کرے:

سوال: میں نے اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کرنے کی نیت کر رکھی ہے، مرحومہ نے مجھے وصیت نہیں کی ہے، میں اپنی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا تھا؛ مگر میں قلب کا مریض ہو گیا، حج کا سفر اب میرے لیے بہت مشکل ہے، اگر میں حج کے بجائے والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے کوئی صدقہ جاریہ کا کام کر دوں تو کر سکتا ہوں، یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں، بینواتو جروا۔

#### الجواب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرنے کی نیت کی تھی؛ مگر اس وقت مرض کی وجہ سے

خود آپ نہیں جاسکتے تو کسی ایسے نیک صالح شخص کو والدہ کی طرف سے حج بدل کے لیے بھیج دیا جائے، جو اپنا حج کر چکا ہو، اگر والدہ مرحومہ پر حج فرض ہو اور وہ اپنا فریضہ ادا نہ کر سکی ہوں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان کا حج ادا ہو جائے گا اور مرحوم والدین کی طرف سے حج بدل کرانے کی بڑی فضیلت ہے۔

شامی میں حدیث نقل کی ہے:

أخرج الدارقطني عن ابن عباس رضي الله عنهما عنه من حج عن أبيه أو قضى عنهما مغرمًا بعث يوم القيامة مع الأبرار وأخرج أيضًا عن جابر أنه عليه الصلاة والسلام قال: من حج عن أبيه وأمه فقد قضى عنه حجتهم وكان له فضل عشر حجج، وأخرج أيضًا عن زيد بن أرقم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت أرواحهما وكتب عند الله برًا. (۱)

(یعنی دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے، یا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن صلحا کے ساتھ اٹھایا جائے گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص نے اپنی والد اور والدہ کی طرف سے حج کیا تو اس نے ان کی طرف سے حج ادا کر دیا اور اس کو اس زائد حج کا ثواب ملے گا اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج ادا کرے گا تو اس کی طرف سے اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی ارواح کو بشارت دی جائے گی اور اللہ کے یہاں یہ شخص نیکو کار رکھا جائے گا۔)

لہذا آپ نے جو نیت کی ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے، اگر آپ خود نہ جاسکتے ہوں تو کسی متقی شخص کو والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کے لیے بھیج دیا جائے، اس کے علاوہ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی صدقہ جاریہ کا کام کر دیا جائے تو نور علی نور ہوگا، والدہ مرحومہ کی روح بہت خوش ہوگی اور ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا اور آپ بھی محروم نہ ہوں گے۔ (ان شاء اللہ) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

### والد مرحوم کی طرف سے حج بدل:

سوال: زید کے والد مرحوم پر حج فرض تھا؛ مگر نادانی اور غفلت کی وجہ سے فریضہ حج ادا نہیں کر سکے، یہاں تک کہ ان پر ایسا بھی وقت آ گیا کہ وہ بہت مقروض ہو گئے اور مقروض ہو کر انتقال کر گئے اور اپنے حج کی کوئی وصیت نہیں کی۔ وصال کے بعد زید نے والد مرحوم کا سب قرض ادا کر دیا۔ اب اس کے دل میں خیال گزرا کہ والد مرحوم کی جانب سے حج بدل کرادے اور اس فریضہ سے بھی ان کو سبکدوش کرادے؛ مگر اب زید پر بھی حج فرض ہے اور نقد روپیہ اتنا نہیں کہ

خود بھی حج کے لیے جائے اور والد کا حج بدل بھی کر ادا کرے تو اب مقدم کس کو کرے خود کو، یا والد مرحوم کو؟ جس کو مؤخر کرے، اگر اس کے لیے قرض لے کر ساتھ حج کرائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں، بہتر کیا ہے؟ نیز اس کے والد کا معیار زندگی بہت بلند تھا۔ اب زید چاہتا ہے کہ والد کے حج بدل کے لیے کسی ایسے شخص کو بھیجے، جس کا معیار زندگی پست ہو؛ تاکہ کم سے کم روپیہ میں حج ہو جائے تو کیا ایسا کرنے سے اس کے والد کا حج بدل درست ہو جائے گا اور وہ عند اللہ سکندوش ہو سکیں گے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

والد نے حج بدل کی نصیت نہیں کی تو ان کی طرف سے حج بدل کرنا فرض نہیں، (۱) اور خود زید کے ذمہ حج فرض ہے، لہذا اپنا حج فرض اول ادا کرے۔ (۲) پھر اگر وسعت ہو تو والد کی طرف سے بھی حج ادا کر دے، ان کو بھی ثواب پہنچ جائے گا، جس معیار کے آدمی سے جس قدر روپیہ بھی خرچ کر کے حج ادا کر دے گا، اسی قدر ثواب پہنچ جائے گا۔ اگر انہوں نے وصیت کی ہوتی تو ادا کرے فرض کا حتمی حکم کیا جاتا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۲/۱۰-۳۲۳)

### میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض تھا؛ مگر زندگی میں ادا نہیں کیا

(۱) ”ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه، وإن أحب أن يحج عنه حج، وأرجو أن يجزيه إن شاء الله تعالى“۔ (الفتاوى التار تخانية، كتاب المناسك، الوصية بالحج: ۶۶۷/۳، مكتبة زكريا ديوبند، انیس)

”فإن لم يوص به حتى مات، أثم بتفويته الفرض ممن وقته ... حتى لا يلزم الوارث الحج عنه من تركته ... وإن أحب الوارث أن يحج عنه حج، وأرجو أن يجزيه إن شاء الله تعالى، الخ“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان حكم فوات الحج عن العمرة: ۲۹۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

(۲) ”فدل أنه لا يجوز الحج عن غيره قبل أن يحج عنه نفسه، ولأنه حجه عن نفسه فرض عليه، وحجه عن غيره ليس بفرض، فلا يجوز ترك الفرض بما ليس بفرض“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، في بيان شرائط النيابة في الحج: ۴۵۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

”إن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحة والصحة، فهو مكروه كراهة تحريم؛ لأنه تضيق عليه في أول سنى الامكان، فأنتم بتركه“۔ (رد المحتار، مطلب في حج الصرورة: ۶۰۳/۲، سعيد)

(۳) ”وإن مات عن وصية لا يسقط الحج عنه، ويجب أن يحج عنه؛ لأن الوصية بالحج قد صحت، وإذا حج يجوز عند اجتماع شرائط الجواز“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان حكم فوات الحج عن العمرة: ۲۹۲/۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

”وإن مات عن وصية لا يسقط الحج عنه، وإذا حج عنه يجوز عندنا باستجماع شرائط الجواز“۔ (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج: ۲۵۸/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انیس)

اور فوت ہوا اور حج کی وصیت بھی نہیں کی۔ کیا اب اس کے ورثا اس سے حج کر سکتے ہیں اور ذمہ فارغ ہو جائے گا؟  
 بینوا تو جروا۔ (المستفتی: مفقود العوان، ۲۵/۸/۱۹۸۷ء)

### الجواب

اولاد وغیرہ میت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں، اس سے ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، اگرچہ اس نے وصیت نہیں کی ہے۔ (شامی) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۳-۳۱۴)

### بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج بدل:

سوال: ”الف“ پر حج فرض تھا، اپنی زندگی میں حج ادا نہیں کر سکا اور نہ ہی وصیت کر سکا، اگر اس کی اولاد اس کی طرف سے حج کر دے تو کیا اس کے والد کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا؟  
 (محمد مبشر قاسمی، بابجے)

### الجواب

اصل تو یہی ہے کہ آدمی بوقت قدرت فریضہ شرعی کو ادا کر دے اور اگر ادا نہ کر سکا تو کم سے کم وصیت کر جائے، تاہم اگر وصیت بھی نہیں کی اور ورثہ نے سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مورث کی طرف سے حج ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس کا حج ادا ہو جائے گا اور وہ عند اللہ جواب دہی سے بچ جائے گا۔

لومات رجل بعد وجوب الحج و لم یوص به، فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الإسلام من غیر وصیة، قال أبو حنیفة: یجزیہ إن شاء اللہ، وبعد الوصیة یجزیہ من غیر المشیة“۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۶۱۴-۶۲)

### میت کی طرف سے بلا وصیت حج بدل:

سوال: ”تکمیل القبور ترجمہ شرح الصدور“ میں منجملہ چند احادیث کے ایک حدیث کا یہ مضمون ہے: ”بزار اور طبرانی نے بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا، انہوں نے حج اسلام، یعنی حج فرض ادا نہیں کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ”مجھ کو یہ بتا کہ اگر تیرے باپ کے ذمہ کسی کا قرضہ ہوتا، کیا اس کی جانب سے تو ادا کرتا؟“ تو اس نے عرض کیا کہ ہاں، ضرور کرتا، آپ نے فرمایا کہ ”یہ بھی تو اس کے ذمہ قرض ہے، سو تو اس کو ادا کر“۔ (۳) اور بھی کئی حدیثیں اس قسم کی ہیں۔

(۱) قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله: إلا إذا حج أو أحج الوارث) ای فیجزئہ ان شاء اللہ تعالیٰ کما فی البدائع واللباب وهذا إذا لم یوص المورث. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۹/۲، قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

(۲) رد المحتار، کتاب الحج: ۱۶/۴

(۳) عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أن رجلاً سأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: هلک أبی ولم یحج، قال: ”رأیت لو کان علی أبیک دینٌ ففقیضتہ عنہ أیتقبل منه؟“ قال: نعم، قال: فاحجج عنہ“. (سنن الدار قطنی، کتاب الحج: ۲۶۰/۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص اتنا سرمایہ چھوڑ کر مرے، جس سے حج ادا ہو سکتا ہے تو اس کے ورثا کو لازم ہے کہ اس کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض ادا کرے، چوں کہ حج بھی جس پر فرض ہو گیا ہے، قرض ہی میں داخل ہے، لہذا اس کو بھی ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بچے اس کو ورثاء حسب حصہ تقسیم کر لیں۔

احقر کو اس میں یہ تشویش ہو رہی ہے کہ چچا پٹواری کا ترکہ جو کئی ہزار روپیہ کی مالیت تھی، ہم لوگوں نے بلا اس کی طرف سے حج ادا کر لئے، سب ورثانے آپس میں تقسیم کر لیا تو ان کی حق تلفی کی گئی، اس کے سوا بہت سی جگہ ایسا معاملہ ہوا اور ہوتا رہتا ہے کہ قرضہ تو قرض خا ہوں کی طلب پر ادا کر دیا جاتا ہے؛ لیکن حج مُردہ کا کوئی نہیں کراتا۔ اس کا مواخذہ ورثہ سے ہوگا، یا کیوں کر؟ جواب صواب سے ممنون فرمایا جاوے۔ فقط

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

میت کی طرف سے حج کرانا اس وقت واجب ہے، جب کہ اس نے وصیت کی ہو، وہ بھی ایک ثلث ترکہ سے، بغیر وصیت واجب نہیں، اگر بغیر وصیت کوئی وارث اپنے حصے سے حج ادا کر دے، یا اپنی طرف سے اپنے مال سے ادا کر دے تو امید ہے کہ وہ میت مواخذہ سے بری ہو جائے، حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ میت کو مواخذہ سے بچانے کے لیے حج ادا کر دو، یہ مطلب نہیں کہ اگر حج نہیں کرو گے تو تم سے مواخذہ ہوگا اور ترکہ تقسیم کرنا ناجائز ہوگا، اگر آپ کے بچانے وصیت نہیں کی تو آپ پر مواخذہ نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/۷/۱۳۶۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۰/۱۰-۴۲۱)

ورثہ میت کی طرف سے حج بدل کرا سکتے ہیں:

سوال: حج بدل میت کے ورثا کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر مردے کی طرف سے حج بدل ہو سکتا ہے تو روزہ نماز جو میت کے ذمہ باقی رہ گئی ہو، ورثا کے روزہ رکھنے سے اور نماز پڑھنے سے میت کی خلاصی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

میت کی طرف سے ورثہ حج کرا سکتے ہیں؛ لیکن میت کی جانب سے ورثہ کے روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے میت کے ذمہ باقی رہی ہوئی نمازیں اور روزے ادا نہ ہوں گے، روزوں اور نمازوں سے برأتِ ذمہ کی شکل یہ ہے کہ ہر روزہ اور ہر نماز کی جانب سے فدیہ دیا جائے اور فدیہ کی مقدار وہی ہے، جو صدقہ فطر کی ہے۔

(۱) ”ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه، وإن أحب أن يحج عنه حج، وأرجو أن

يجزيه إنشاء الله تعالى“۔ (الفتاوى التارخانية، كتاب المناسك، الوصية بالحج: ۶۶۷/۳، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)



لومات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الإسلام من غير وصية، قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله، وبعد الوصية يجزيه من غير المشية. (شامی: ۲/۵۹۷) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۲/۳/۱۴۰۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۲۸)

میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے:

سوال: کسی نے اپنے وارث کو وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد فلاں شہر سے حج کرادے؛ لیکن وہ شخص مامور حاجیوں کا معلم ہے، آج کل کے معلم لوگ متعدد لوگوں سے حج کرانے کے لیے روپیہ وصول کرتے ہیں؛ مگر شاید ایک آدمی کی طرف سے حج ادا کر دیتے ہیں؛ اس لیے لوگوں کو ظن غالب ہے کہ وہ مامور شخص خائن متہم غیر متدین ہے، آیا اس صورت میں وارث دوسرے شخص کے ذریعہ سے اپنے والد کا حج کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) مگر شخص مذکور بارہا تیسرے درجہ کی سواری میں آمد و رفت کرتے ہیں اور وارث کو تیسرے درجہ کا کرایہ دینے کی وسعت ہے، اس سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں ہے، اس صورت میں بھی وارث کو دوسرے شخص سے حج کرانا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹۲۶، محمد روح الدین صاحب (کلکتہ) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ، ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) دوسرے معتد شخص سے حج بدل کرا سکتے ہیں۔ (۱)

(۲) اس کو معمول سے زیادہ صرفہ دینا جائز نہیں، دوسرے شخص کو تیسرے درجے میں بھیجا جاسکتا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳/۳۴۳)

بلا وصیت نابالغ کے مال سے حج بدل درست ہے، یا نہیں:

سوال: میرے بھائی عمر علی نے انتقال کیا اور وہ بہت مالدار تھا؛ مگر حج کی وصیت نہیں کی اور وارث ان کے چار لڑکے ایک بالغ اور تین نابالغ ہیں اور تین بیوی اور پانچ لڑکی لڑکی تو اس صورت میں حج کرانے کا کیا حکم ہے اور یتیم کی زمین کو ٹھیکہ پر دینا اور مورث کا قرض ادا کرنا کیسا ہے؟

(۱) کیوں کہ موصی نے غیر سے حج کرانے کی نفی نہیں کی۔

”فلو قال يحج عنی فلان لا غیره، لم یجز حج غیره، ولو لم یقل لا غیره، جاز. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۰/۲، ط: سعید)

(۲) چونکہ موصی کو بھی معلوم ہوگا کہ یہ تیسرے درجے میں سفر کرتا ہے اور وہ تیسرے درجے کے کرایے پر راضی ہوگا۔

## الجواب

جو امور متعلق نفع یتیم کے ہیں، وہ کرنا درست ہے، مثلاً زمین کو ٹھیکہ پر دینا، اگر موجب نفع ہو تو درست ہے اور حج کرنا حصہ یتیم نابالغ میں سے بدون وصیت متوفی درست نہیں ہے اور بالغوں کے ذمہ لازم نہیں، البتہ اگر بالغین اپنے حصہ میں سے حج میت کی طرف سے کرادیں تو بہتر ہے؛ مگر فرض اور واجب نہیں ہے، (۱) اور جن لوگوں کا قرض بذمہ متوفی ہے، وہ ادا کرنا چاہیے۔ مشترک ترکہ میں سے سب کا قرض ادا کر دیا جائے اور زکوٰۃ نابالغ کے حصہ میں واجب نہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۰/۶)

## مطلق حج بدل کی وصیت میں کون سے حج احرام باندھے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی اور زید کا انتقال ہو گیا، حال یہ ہے کہ جن کی طرف سے وصیت کی ہے، ان پر حج فرض نہیں تھا، اب ورثا بکر کو بھیج رہے ہیں تو بکر اس صورت میں احرام حج افراد ہی کا باندھے گا، یا قرآن و تمتع کا بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ جب کہ آمر کی طرف سے تینوں قسم کے احرام باندھنے کی اجازت ہے، اور دم قرآن و دم تمتع آمر کے مال سے ہوگا، یا امور خود اپنے مال سے ادا کرے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب۔ وباللہ التوفیق

حج بدل کرانے والا اگر مطلق اجازت دے کہ حج کی کوئی قسم بھی ادا کرو تو مامور کے لیے قرآن، و تمتع کی بھی اجازت ہے، اگرچہ تمتع نہ کرنے میں احتیاط زیادہ ہے اور دم قرآن و تمتع مامور پر واجب ہوگا آمر پر نہیں۔

ولو أطلق النية عن ذكر المحجوج عنه فله أن يعينه قبل الشروع في الأعمال، وإن لم يعينه حتى شرع في الأعمال تعذر التعيين وتحققت المخالفة فيقع الحج عنه وعليه الضمان. (غنية الناسك: ۳۳۵، إدارة القرآن كراتشي)

فلو أمره بالحج فتمتع ولو عن الأمر فهو مخالف ضامن إجماعاً. (غنية الناسك: ۳۳۳، كراتشي، زبدة المناسك مع عمدة المناسك: ۴۵۰/۲-۴۵۶)

ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع. (الدر المختار: ۶۱۱/۲، كراتشي، ۳۲/۴، زكوبيا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۳/۱۴۱۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۶۰۲/۷)

(۱) لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الاسلام من غير وصية قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله وبعد الوصية يجزيه من غير المشية (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۶/۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

### بغیر وصیت میت کی طرف سے حج بدل کرے تو فرض ساقط ہو جائے گا:

سوال: میں سال گزشتہ اپنا حج کر چکا ہوں، امسال اپنے مرحوم بھائی کی طرف سے حج بدل کا ارادہ تھا، اسی نیت سے فارم بھی بھر دیا تھا، مرحوم بھائی پر حج فرض نہ تھا، بعد میں بعض رشتہ داروں نے توجہ دلائی کہ والد مرحوم پر حج فرض تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا ہے، لہذا والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کر لوں تو کیا میں والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہوں، یا نہیں؟ اور اس صورت میں والد مرحوم کی طرف سے حج فرض ادا ہوگا، یا نفل؟ اور میں حج بدل میں احرام باندھتے وقت کیا نیت کروں؟ بعض ساتھیوں کی رائے یہ ہے کہ میں پہلے مدینہ جاؤں اور پھر عین حج کے موقع پر یعنی ۷/ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر مکہ پہنچوں۔ حج بدل میں افراد افضل ہے، یا قرآن، یا تمتع؟ مذکورہ مسئلہ میں قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً ومسلماً

اگر آپ کے والد مرحوم پر حج فرض ہو چکا تھا اور زندگی میں انہوں نے حج ادا نہیں کیا اور بوقت وفات وصیت بھی نہیں کی ہے اور اب آپ اپنے خرچ سے تبرعاً فرض حج ادا کر رہے ہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ (شامی: ۲/۲۶۶) احرام کے وقت نیت اپنے والد مرحوم کے حج کی کریں، اگر زبان سے کہہ دیں ”لبیک عن ابي“ تو بہتر ہے، ورنہ دل سے بھی کافی ہے، چونکہ یہ حج آپ اپنے والد مرحوم کی طرف سے تبرعاً کر رہے ہیں؛ اس لیے آپ کو اختیار ہے، چاہیں افراد کا احرام باندھیں، چاہیں قرآن و تمتع کا، پہلے مدینہ منورہ جا کر عین حج کے موقع پر افراد کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آنا چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں، ضروری نہیں ہے۔

صورت مسئلہ میں آپ اگر تمتع، یا قرآن کا احرام باندھیں گے تو دم قرآن و تمتع واجب ہوگا اور اگر افراد کا احرام باندھا ہے تو جانور ذبح کرنا افضل ہے، واجب نہیں۔ یہ حکم توجہ کی قربانی کا ہے؛ رہی عید الاضحیٰ کی قربانی تو آپ حج کے خاص ایام شروع ہونے سے پہلے مکہ معظمہ مقیم بن چکے ہیں؛ یعنی پندرہ یوم، یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کے ساتھ اتنا قیام کر چکے ہیں اور ساتھ ہی بقدر نصاب مال کے مالک ہیں تو عید الاضحیٰ والی قربانی بھی آپ پر واجب ہے، ورنہ نہیں۔ (شامی: ۲/۱۹۶، زبدۃ المناسک: ۲/۱۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموع الفتاویٰ: ۲۹۹/۳۰۱)

### بلا وصیت مرحومہ کی جانب سے حج بدل کرنا:

سوال: مسماۃ خالدہ نے زید کے پاس کچھ روپے جمع کئے تھے، حج کے ارادے سے اور بقیہ کے لیے وصیت کر دی تھی، حج کی ادائیگی سے پہلے مسماۃ خالدہ کا انتقال ہو گیا اور حج بدل کی کوئی وصیت نہیں کی تھی، کیا زید کو اختیار ہے کہ مرحومہ خالدہ کی جانب سے حج بدل کرائے، یا وصیت شدہ جگہ پر خرچ کر دے؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً: بہتر ہے کہ مرحومہ کی جانب سے حج بدل کرا دیں، اگر حج فرض رہا ہو اور اگر کوئی وارث بھی ہو تو اس کی اجازت اور مرضی ضروری ہے۔

قال الشامی (۳۲۸/۲) بحثا عن الحج عن الغیر: فلو حج عنه الوارث أو أجنبي یجزیه و تسقط عنه حجة الإسلام إن شاء الله تعالى. والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۸/۳۰/۱۳۸۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۲۲/۳-۳۲۳)

بدون وصیت کے حج بدل کرا سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: حج فرض تھا؛ لیکن وصیت نہ کی تو ورثا اپنے مال میں سے حج کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

## الجواب

کرا سکتے ہیں، (۱) اور خود میت کے مال میں سے کرا سکتے ہیں؛ مگر یہ ضروری ہے کہ سب ورثا راضی ہوں؛ کیوں کہ ترکہ میں سب کا حق ہے؛ لیکن نابالغ وارثوں کی رضامندی معتبر نہیں۔ (۲) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

وصیت کے بغیر والدین کی طرف سے حج کیا تو ان کا حج ادا ہوگا، یا نہیں:

سوال: میرے والد صاحب پر حج فرض تھا، انہوں نے اپنا اور والدہ محترمہ کا حج کے لیے فارم بھر دیا تھا، اتفاقاً آٹھ یوم پہلے والد صاحب کی رحمت میں پہنچ گئے، مرحوم والد صاحب کو انتقال کے وقت اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ حج بدل کی وصیت کرتے، والد صاحب نے جو ترکہ چھوڑا ہے، وہ اتنا نہیں ہے کہ تقسیم شرعی کے بعد والدہ پر حج فرض ہو سکے۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) اس صورت میں ورثا پر حج بدل کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر ضروری نہ ہو؛ مگر ورثا جو سب بالغ ہیں اپنی خوشی سے حج بدل کرائیں تو ادا ہوگا، یا نہیں؟

(۳) سب ورثا اپنی مرضی سے والدہ محترمہ اور ایک بھائی کو والد صاحب کے حج بدل کے لیے بھیجیں تو جائز

ہے، یا نہیں؟

(۴) اگر بالکل آخری جہاز میں جائیں اس وقت والدہ کی عدت کے دو تین دن باقی رہتے ہیں تو والدہ حج کے

لیے جاسکتی ہیں، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(از احمد آباد)

(۱) ومنہا الأمر بالحج فلا یجوز حج الغیر عنه بغیر أمره إلا الوارث یحج عن مورثه بغیر أمره فإنه یجزیه.

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحج: ۲۵۷/۱)

(۲) وقد منا ان الوارث لیس له الحج بمال المیت لأن تجیز الوارثه وهم کبار لأن هذا مثل التبرع بالمال

فالظاهر تقييد حج الوارث هنا بذلك ايضاً تأمل. (شامی باب الحج عن الغیر: ۴۳۳/۲)

## الجواب

والد صاحب پر حج فرض تھا، والدہ پر فرض نہیں تھا؛ اس لیے والدہ کی فکر نہیں ہے، فکر والد صاحب کی ہے، جب ورثا سب کے سب بڑے اور بالغ ہیں اور حج بدل کرنا چاہتے ہیں تو بڑی سعادت کی بات ہے ان شاء اللہ حج ادا ہو جائے گا۔ شامی میں ہے:

إلا إذا كان وارثاً وكان على الميت حج الفرض ولم يوص به فيقع عن الميت عن حجة الاسلام لآمر دالة وللنص بخلاف ما إذا أوصى به لان غرضه ثواب الانفاق من ماله فلا يصح تبرع الوارث عنه (إلى قوله) واخرج الدار قطنی عن جابر رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حج عن أبيه وأمه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج، الخ. (شامی: ۳۳۷/۲، باب الحج عن الغير)

والدہ کو بھیجنا ضروری نہیں ہے کہ ان پر حج فرض نہیں ہے؛ لیکن اگر ورثا چاہیں تو بھیج سکتے ہیں، واجب نہیں ہے، عدت میں سفر کرنا جائز نہیں۔

وشرط وجوب الاداء خمسة على الأصح، صحة البدن (إلى قوله) وعدم قيام العدة، الخ. (مراقی الفلاح، ص: ۱۴۴، کتاب الحج) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ - (فتاویٰ رحیمہ: ۸)

### وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنے لیے چار وصی مقرر کئے، جن میں سے دو میت کے بیٹے اور دو اجنبی آدمی تھے، جب کہ میت کے ورثا میں نابالغ افراد بھی ہیں، وصیت یہ کی تھی کہ میری جائیداد کے ایک تہائی حصہ میں سے میرے لیے حج اور خیرات وغیرہ کئے جائیں، اب میت کے دو وصی جو وارث بھی ہیں، میت کی جانب سے حج ادا کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ نیز غیر ورثاء وصیان حج ادا کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص حج بدل ادا کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عبدالستار حقانی)

## الجواب

یہاں وصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں۔

لكون الايصاء مطلقاً ويدل عليه ما فى الهندية ( ۲۷۶/۱ ) : ولو أوصى الميت أن يحج عنه ولم يزد كان للوصى أن يحج بنفسه فإن كان الوصى وارث الميت أو دفع المال إلى وارث الميت ليحج عن الميت، الخ. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۴/۳)

## وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار:

سوال: جناب مفتی صاحب! آپ صاحبان کا فتویٰ موصول ہوا، لیکن نظر ثانی کے لیے دوبارہ ارسال خدمت ہے، لہذا آپ صاحبان تسلی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ کر بندہ کو ارسال کرے نوازش ہوگی؟ (المستفتی: عبد الستار حقانی)

### الجواب

یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں، البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے، جو کہ اس عبارت مذکورہ اور رد المحتار (۱۴۳۲ھ، قبیل باب الہدی) میں مسطور ہے اور وہ یہ ہے کہ وصی غیر، غیر وارث اجازت کا محتاج نہیں ہے، (جب کہ وصی وارث اجازت کا محتاج ہے) اور وصی وارث بالغ باقاعدہ اجازت دینے کا اہل ہے، نابالغ اجازت کا اہل نہیں ہے۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۵/۴)

## حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا والد بغیر ادائیگی فریضہ حج وفات پا گیا ہے اور وصیت بھی نہیں کی ہے۔ اب اس کا وارث بیٹا ایک غیر وارث شخص کو حج بدل کے لیے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے اور مسقط الفرض ہے؟ اگر ہے تو حج افراد کرے گا، یا تمتع؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: سید جلال الدین، مہتمم زرگری، ۲۵/۹/۱۹۷۵ء)

### الجواب

جس شخص پر حج فرض ہو تو وہ افراد تمتع قرآن میں سے جو بھی ادا کرے جائز اور مشروع ہوتا ہے، لہذا مامور بھی باجائز ہر ایک کر سکتا ہے، (۲) اور اسی سے اس غیر کا ذمہ فارغ ہوگا۔ پس صورت مسئلہ میں یہ شخص اصلۃً، یا وکالۃً اپنے والد کا ذمہ فارغ کر سکتا ہے۔ افراد تمتع اور قرآن سے کوئی بھی نخل نہیں ہے۔ نیز عدم وصیت بھی نخل نہیں ہے۔  
كما في الدر المختار وبشرط الأمر به أي بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير إذنه إلا إذا حج أو أحج الوارث عن مورثه. وفي رد المحتار (۲/۳۲۸): هذا إذا لم يوص المورث. (۳) وھوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۵/۴-۳۱۶)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: لو اوصى ان يحج عنه ولم يزد على ذلك كان للوصي ان يحج عنه بنفسه الا ان يكون وارثا او دفعه لوارث ليحج فانه لا يجوز الا ان تجيز الورثة وهم كبار. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۶۹/۲، قبیل باب الہدی فی الفروع)

(۲) قال العلامة فخر الدين الفرغاني: اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى الما؟ مور فيقول حج عنى بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ: ۳۰۷/۱، فصل فی الحج عن الميت)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۵۹/۲، قبیل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون

اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بغیر وصیت حج کے فوت ہو جائے اور وارث اپنی خوشی سے حج بدل ادا کرے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی، ۲۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

### الجواب

صورت مسئلہ میں ان شاء اللہ والد کا ذمہ فارغ ہوگا۔

كما في ردالمختار (۳۲۷/۲): وإن لم يوص به أى بالاحجاج فتبرع عنه الوارث فحج بنفسه أواجب عنه غيره جاز والمعنى جاز عن حجة الإسلام إن شاء الله تعالى. (۱) وهو الموافق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۶/۳)

### حج بدل کہاں سے کرائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کی وفات سے قبل دو سال تک زیارت بیت اللہ شریف کے لیے درخواست دی؛ لیکن وہ منظور نہ ہو سکی اور والدہ کا انتقال ہو گیا، والدہ نے انتقال سے قبل زید کو یہ وصیت کی کہ اگر تمہارے پاس گنجائش ہو تو میرا حج بدل کرا دینا، زید کے پاس اس وقت حج بدل کرانے کی گنجائش تھی؛ لیکن اس وقت نہیں کراسکا، اب حج بدل کرانے کا ارادہ ہے تو دریافت یہ کرنا ہے کہ حج بدل وطن ہی سے کرانا ضروری ہے، یا مکہ معظمہ میں بھی کرا سکتے ہیں؟ معلوم یہ ہوا ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں اس کا نظم ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب۔ وبالله التوفیق

صورت مسئلہ میں اگر والدہ کے مال سے حج بدل کرایا جائے؛ یعنی مرحومہ نے اتنا مال چھوڑا ہو کہ سارے حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد حج کا خرچہ نکل آتا ہو تو اس کا حج اس کے وطن سے کرانا ضروری ہے اور اگر بیٹا خود اپنے مال سے حج کر رہا ہے، والدہ نے مال نہیں چھوڑا تو کسی بھی جگہ سے حج بدل کرانے کی گنجائش ہے، مکہ مکرمہ سے بھی کرا سکتے ہیں؛ مگر میقات کے باہر سے حج کرنا صاحب استطاعت کے لیے افضل ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ: ۵۲۹/۳)

ومنها أن يحج من بلده الذي يسكن؛ لأن الحج مفروض عليه من بلده فمطلق الوصية تنصرف إليه، هذا إذا كان ثلث ماله يكفي ذلك، أما إذا كان لا يكفي فمن حيث يبلغ. (البحر العميق: ۲۳۶۶/۴)

فإن فسر المال أو المکان فالأمر عليه أى على مفسره وإلا فيحج عنه من بلده، فلو أحج الوصى عنه من غيره لم يصح، إن وفى به أى بالحج من بلده ثلثة، وإن لم يف فمن حيث يبلغ استحساناً. (شامی: ۶۰۴/۶-۶۰۵، کراتشی، ۲۳/۴-۲۴، زکریا)

فمن عجز عن الحج بنفسه وجب عليه أن يستتبع غيره ليحج عنه ويصح الحج عنه بشرط  
منها وإن لم يعين وجب أن يحج عنه من بلده إن كان ثلث ماله يكفى، فإن لم يكفى وجب أن يحج  
عنه من المكان الذى يكفى عنه المال. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۷۰۷/۱-۷۰۹)

هذا إذا كان ثلث المال يبلغ أن يحج عنه من بلده حج عنه، فإن كان لا يبلغ يحج من حيث  
يبلغ استحساناً. (بدائع الصنائع، وأما بيان فوائت الحج: ۴۷۱/۲، نعيمية ديوبند، ۲۲۲/۲، كراتشى، غنية  
الناسك، جديد: ۳۲۹، انوار مناسك: ۵۴۵-۵۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱۰/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۸۶/۷)

### حج بدل کے لیے آمر کے وطن سے روانگی ضروری ہے:

سوال: حج بدل جو کسی طرف سے بعد انتقال کرایا جائے، یا بحالت زیست جب کہ قال سفر نہ رہا ہو؛ یعنی کسی کو رقم  
سو، یا دوسرو پے کی دے دی جاوے تو یہ حج جائز ہو جائے گا، یا جس کی طرف سے حج کیا جائے، اس کی جائے سکونت  
سے ارکان حج کی ادائیگی تک متوسط خرچ کی رقم دینی چاہیے؟

#### الجواب

حج بدل کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جس کی طرف سے حج کیا جاوے، وہ اس کا امر کرے، یا وصیت کرے اور  
سفر حج کا کل خرچ، یا اکثر مال آمر سے ہو اور یہ کہ آمر کے وطن سے حج کیا جاوے۔  
در مختار میں ہے:

(وبشرط الأمر به) أى بالحج عنه (فلا يجوز حج الغير بغير إذنه إلا إذا حج) أو أحج (الوارث  
عن مورثه) لوجود الأمر دلالة وبقى من الشرائط النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها ... وفى  
ردالمحتار للشامى الحادى عشر أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث وإلا فمن حيث يبلغ كما  
سياأتى ببنائه الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۳-۵۷۴)

### حج بدل کے لیے آمر کے نفقہ اور اس کے وطن سے حج کرنا ضروری ہے:

سوال: ایک صاحب استطاعت اور صاحب نصاب میاں بیوی نے ۱۹۶۷ء میں حج کے لیے درخواست دی تھی، بمقدور  
کی بات اس سال قراءندازی میں نام نہیں آیا، بینک ڈرافٹ جو حج کمیٹی بمبئی نے واپس کر دیا تھا، وہ بینک میں محفوظ کر دیا۔  
پھر ہوا یہ کہ ان ہی کے ایک بیٹے نے والدین کے بغیر علم و اطلاع کے ایک درخواست حج کے لیے دی تھی؛ تاکہ حج

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی شروط الحج عن الغير عشرون: ۱۶/۴-۱۷، مکتبہ



کے بعد ملازمت مل جائے تو اختیار کر لیں، بیٹے کا نام قرعہ میں آنے اور اپنا نام نہ آنے پر بڑے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جن لوگوں پر حج فرض ہے، ان کا نام قرعہ میں نہیں آیا؛ لیکن جو حج کے عنوان پر ملازمت کرنا چاہتے ہیں، ان کا نام آگیا، دوسرے سال صاحب موصوف کو موتیابند کا آپریشن ہونے والا تھا؛ اس لیے آپریشن بعد آئندہ سال یعنی تیسرے سال حج کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، اسی عرصہ میں صاحب موصوف کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ چوتھے سال وہ خود علیل رہنے لگے، جس کی وجہ سے دوبارہ حج کے لیے درخواست نہیں دی جاسکی۔

صاحب موصوف نے دوران علالت ان دو بیٹوں میں سے جو مدینہ منورہ میں ملازمت کے سلسلہ میں مقیم ہیں، ان میں سے ایک کو خط لکھا کہ میری صحت دن بدن علالت کی وجہ سے گرتی جا رہی ہے، تم اپنے بھائی سے کہہ دو کہ وہ میری طرف سے حج بدل کر لیں اور اس کے اخراجات تم خود اپنے پاس سے ادا کر دو۔

چنانچہ ایک بیٹے نے والد کی اجازت سے حج کر لیا، صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا ہے، اب ان کے بیٹوں کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے بیٹے نے حج بدل کر لیا ہے اب پھر حج بدل کرانے اور کرنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن دیگر عزیز واقارب کا کہنا ہے کہ جس کا حج بدل ہو، اس کی طرف سے دوسرا حج بدل کرنے والا شخص اس کے وطن سے حج بدل کو جائے۔ اب سوال یہ درپیش ہے کہ صورت مذکورہ میں حج بدل ہوا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا ہے تو پھر حج بدل کرنے والا شخص صاحب موصوف کے وطن سے ہی حج کے لیے سفر کرے اور کیا یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب موصوف کے چھوڑے ہوئے مال ہی سے حج بدل پر خرچ کیا جائے۔ (سید امیر حسن، مکان ۶۵۳، فی کلاس جدید، جدید حیدر آباد)

### الحواب ————— وباللہ التوفیق

زندگی میں حج بدل کرانے کے لیے ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کرنا ہو، اس کے نفقہ سے اور اسی کے وطن سے کیا جائے۔

”ومن شرائط النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها، قال الشامي: قال في البحر: وبهذا علم أن اشتراطهم أن تكون النفقة من مال الأمر احترازاً عن التبرع، لا مطلقاً، الخ“۔ (۱)

صورت مسئلہ میں ایسا نہیں ہوا ہے، اس لیے از روئے قیاس حلی قویہ حج بدل جس کو لڑکوں نے اپنے پیسے سے باپ کے حکم کی بنا پر اور صرف مدینہ طیبہ سے کر دیا، کافی نہ ہوگا، البتہ از روئے استحسان و قیاس خفی اور مطابق حدیث شعمیہ رضی اللہ عنہا امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔ (۲)

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۱۶/۴، انیس

(۲) ثم ظاهر المذهب أن الحج يقع عن المحجوج عنه يعني امر وبذلك تشهد الأخبار الواردة في هذا الباب، فإنه صلى الله عليه وسلم قال للخنزمية رضي الله عنها حين قالت: إن أبي شيخ كبير لا يستطيع أن يستمسك على الرحلة أفيجزني أن أحج عنه؟ قال: نعم حجني عن أبيك واعتصري. (فتح القدیر: ۶۶/۳، باب الحج عن الغير فان كان على أحدهما حج الفرض وأوصى به لا يسقط عنه تبرع الوارث عنه بمال نفسه)

بہر حال لڑکے کا یہ حج کر دینا لغو و بے کار نہیں ہوگا؛ بلکہ تقرب الی الاجابۃ والقبولیۃ ہوگا، مرنے کے بعد مورث کے تہائی مال سے اور اس کے وطن سے حج بدل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے، جب مرنے والے یہ حج فرض رہا ہو اور وہ وصیت بھی حج بدل کروانے کی کر جائے اور یہاں یہ بھی نہیں ہے؛ یعنی موصی نے اپنے مرنے کے بعد حج بدل کرانے کی وصیت نہیں کی ہے؛ اس لیے وارثین پر حج بدل کرنا واجب نہیں ہے۔

البتہ اگر وارثین اپنے طور پر خود والدین کی جانب سے حج کر دیں، یا کرادیں تو بڑی فضیلت اور ثواب کا کام ہوگا اور والدین پر سے سقوط فرض بھی ہو جائے گا۔ (۱)

حاصل کلام یہ نکلا کہ لڑکے اگر اب حج بدل نہ کرائیں تو ان پر کوئی گرفت نہیں، البتہ جب اللہ نے موقع میسر فرمایا ہے تو والدین میں سے ہر ایک کی جانب سے حج پھر کر ڈالیں، مزید فضیلت اور اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ (۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۵۷۷-۵۹)

### کیا حج بدل وطن سے کرنا ضروری ہے:

سوال: چند آدمی انڈیا میں فوت ہو گئے ہیں، ان کے حج بدل کے لیے لندن سے آدمی لے جانا چاہتا ہوں تو حج بدل صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب:

مرحومین پر حج فرض ہوا اور انہوں نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور ان کی رقم سے حج بدل کے لیے آدمی بھیجنا ہو تو انڈیا سے؛ یعنی مرحومین کے وطن سے بھیجنا ضروری ہے، لندن سے بھیجنے میں حج بدل صحیح نہ ہوگا، اگر مرحومین نے لندن سے حج بدل کرانے کی اجازت دی ہو تو کرا سکتے ہیں۔ (۳)

اسی طرح مرحومین کی وصیت کے بغیر ورثا اپنی جانب سے اور اپنی رقم سے حج بدل کرنا چاہیں تو جہاں سے چاہیں کرا سکتے ہیں؛ مگر وطن سے کرنا اچھا ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

(۱) وإن لم یوص بہ تبرع الوارث عنه بالاحجاج أو الحج بنفسه، قال أبو حنیفۃ رحمہ اللہ: یجزیہ إن شاء اللہ

تعالیٰ، لقولہ علیہ السلام للخنعمیۃ أریأت لو کان علی أبیک دین؟ الخ. (رد لمحتار، کتاب الحج: ۲۱/۴، انیس)

(۲) من حج عن أبیہ فقد قضیٰ عنہ حجۃ لہ ولو کان لہ فضل عشر حجج. (فتح القدیر: ۶۸/۳، باب الحج عن الغیر)

(۳) وہی نیۃ الحج وان یکون الحج بمال الموصی أو بأکثرہ لا تطوعاً وأن یکون راکباً لا ماشیاً ویحج عنہ من ثلث مالہ سواء قید الرصیۃ بالثلث بأن أوصی أن یحج عنہ، بثلث مالہ أو اطلق بأن أوصی بأن یحج عنہ، ہکذا فی البدائع، فان لم یین مکانا یحج عنہ من وطنہ عن علی لنا... وان أوصی أن یحج عنہ من موضع کذا من غیر بلدہ یحج عنہ من ثلث مالہ ورجوعہ. (الفتاویٰ الہندیۃ، الحج عن الغیر: ۲۵۹/۱)

سعودی سے حج بدل کرنا:

سوال: اگر کسی کے ماں باپ زندہ ہوں اور حج کے لئے آنے کی انہیں استطاعت ہو، تندرست بھی ہیں، پھر بھی نہیں آتے تو ان دونوں کی طرف سے ان کا کوئی بڑا لڑکا، یا کوئی رشتہ دار وغیرہ، جو غیر ممالک (سعودی، قطر، بحرین، دبئی، وغیرہ) میں ہو اور وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرنا چاہے اور اگر والدین اجازت دے دیں تو وہ حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

جس شخص میں خود حج میں آنے کی استطاعت و طاقت ہو اور تندرست بھی ہو، اس کی طرف سے حج بدل کرنے سے اس کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ (۱) چاہے اس کی طرف سے حج بدل اس کا لڑکا کرے، یا کوئی رشتہ دار، چاہے اس کی اجازت سے کرے، یا بلا کسی اجازت کے ہر صورت میں یہی حکم ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی اپنا حج کر کے اس کا ثواب ان کو پہنچا دے تو ثواب اس کو پہنچ سکتا ہے، باقی حج فرض کرنے سے ادا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۴/۲/۱۴۰۱ھ۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۶۴۲)

جدہ سے حج بدل:

سوال: میرے ایک دوست پر حج فرض تھا، اب وہ حج کے لائق نہیں ہیں، ان کے ایک عزیز جدہ میں مقیم ہیں، کیا وہ اپنے ان عزیز کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان کی طرف سے حج بدل کر دیں؟ اور کیا یہ حج بدل ان کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟

(کفایت اللہ، گلبرگہ)

الجواب —————

حج بدل کے لیے ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل ہو رہا ہے، وہ حج کے اخراجات ادا کرے، دوسرے جس مقام پر اس کی سکونت ہے، وہاں سے حج بدل کیا جائے، لہذا اگر کوئی شخص ان صاحب کی طرف سے خود ان کی اجازت سے حج کرنے کے لیے تیار ہو تو یہ درست ہوگا، گویا اس نے حج کا حکم دینے والے کو اخراجات حج بطور ہدیہ کے دیا اور پھر اس نے ان کی طرف سے حج ادا کیا؛ لیکن جو شخص ہندوستان میں مقیم ہو، اس کی طرف سے جدہ سے حج بدل کر لینا کافی نہیں، ہندوستان سے حج کرنا ضروری ہے۔ ہاں، اگر اتنے اخراجات نہ ہوں کہ کسی کو ہندوستان سے بھیجے اور جدہ سے کسی کو حج کرادے تو امید ہے کہ مجبوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نیابتاً اس حج کو قبول فرمائیں گے۔

(۱) وجود العذر قبل الاحجاج فلو أحج صحيح ثم عجز لايجزيه. (ردالمحتار، كتاب الحج: ۱۷/۴، انیس)

تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز إلى الموت؛ لأنه فرض العمر حتى تلزم الإعادة بزوال

العذر. (الدر المختار على ردالمحتار: ۱۴/۱۵-۱۵، مكتبة زكرياء، ديوبند)

”... فیحج عنه من بلده ... إن وفی به ... وإن لم یف فممن حیث یبلغ استحساناً“۔ (الدر

المختار علی هامش ردالمحتار: ۲۳/۴) واللہ أعلم (کتاب الفتاویٰ: ۶۰/۳-۶۱)

### مکہ معظمہ سے حج بدل کرانا:

سوال: ایک ہفتہ ہوا ایک صاحب کا انتقال ہو گیا، ان پر حج فرض نہیں تھا؛ تاہم ان کا بھتیجا جو عربستان میں ملازمت کرتا ہے، اس کا خط مرحوم کے بیٹے پر آیا کہ میں یہاں چچا صاحب کا حج بدل مکہ مکرمہ میں کرالوں گا، آپ فکر نہ کریں، مرحوم کا بیٹا مجھ سے پوچھتا ہے کہ اس کا جواب حضرت مفتی صاحب سے دریافت کر لو۔ ہمارا خیال ہے کہ جس جگہ کا باشندہ وہاں سے مکہ مدینہ تک کے اخراجات سے حج کرایا جائے تو حج بدل ادا ہوگا، مکہ معظمہ سے تو بالکل معمولی خرچ سے حج ہو جاتا ہے، اگر اس طرح حج بدل نہ کرا سکیں تو مرحوم کے غریب بیٹے کو کچھ خرچ دے کر کمائی کا ذریعہ کرا دیں تو یہ اچھا ہے، یا حج بدل؟ بینوا تو جروا۔ (کاوی)

#### الجواب

جس پر حج فرض ہو اس کی جانب سے حج بدل کرایا جائے تو وطن سے کرایا جانا چاہیے۔ صورت مسئلہ میں مرحوم پر حج فرض نہیں تھا، اس کے باوجود درثناء اور بھتیجہ وغیرہ حج کرانا چاہیں تو مکہ سے بھی کرا سکتے ہیں، مکہ معظمہ سے حج کرانے میں معمولی خرچ ہوگا؛ اس لیے وہ اپنے چچا زاد بھائی کے لیے ذریعہ معاش کا انتظام بھی کر دے گا تو مزید ثواب کا حق دار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۸)

### حج بدل کے لیے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کے لیے جا رہا ہے؛ لیکن میقات سے حج بدل کے لیے احرام نہیں باندھا ہے، صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے، کیا حرم شریف سے حج بدل کے لیے احرام باندھ کر حج بدل ہو جائے گا؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابو ظہبی، ۳/۵/۱۴۰۱ھ)

#### الجواب

اگر آمر نے تمتع کی اجازت دی ہو تو بنا بر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا۔ (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۰/۳)

(۱) قال الفرغانی: إذا أمر غیره بأن یحج عنه ینبغی أن یفوض الأمر إلى المأمور فبقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمره وان شئت قرانا۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الہندیہ: ۳۰۷/۱، فصل فی الحج عن الغیر)

اگر حج فرض نہ ہو تو ایصال ثواب کے لیے حرمین میں کوئی شخص بدل کے لیے مقرر کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے حج کے لیے چلا گیا، اس کے والدین معذور ہیں، خود حج کیلئے نہیں جاسکتے ہیں؛ اس لیے اس شخص نے حرم شریف میں دو آدمیوں کو مثلاً دو دودھ روپیہ دیئے کہ میری ماں اور باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرو، انہوں نے یہ حج بدل ادا کیا، کیا یہ فریضہ حج ان کی طرف سے ادا ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مولوی عبدالودود، مدرس مدرسہ شمس المدارس لنڈیالہ کرک)

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم المقام مولانا عبدالودود سلمہ الرحمن

اما بعد:

پس واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں اگر زید کے والدین پر حج فرض نہ ہو تو اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، لأن ایصال الثواب لا يشترط فيه الأمر وغيره بخلاف فراغ الذمة عن الواجب، (۱) اور اگر والدین پر حج فرض ہو تو اس طریق کار سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔

كما في الدر المختار على هامش رد المحتار: والظاهر أن ههنا النفقة من مال الولد وكذا الظاهر أن الوالدین لم يأمر، آه.

وهذا بخلاف ما إذا مات، فليراجع إلى باب الحج من الغير. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۱/۳)

ضعیف والد کے لیے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو؛ لیکن خود ضعف اور بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکتا۔ کیا اس کا بیٹا، یا نواسہ جو سعودیہ، یا امارات میں مزدوری کے سلسلے میں مقیم ہو اور خود حج کیا ہو کیا وہ والد کے لیے حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور حج کے بعد اس کا یہاں پاکستان میں گھر آنا ضروری ہے، یا نہیں؟ یا حج کرنے سے پہلے پاکستان میں گھر آنا اور والد صاحب سے اجازت لینا ضروری ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: انجنیر عارف اللہ، الیکٹریکل کالج آف ٹیکنالوجی پشاور، ۱۸/۹/۱۹۸۶ء)

(۱) قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لأحدهما أو لهما. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۲۶۶، قبيل فروع وباب الهدى)

(۲) قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من شرائط النفقة من مال الامر كلها او اكثرها وحج المأمور بنفسه وتعينه إن عينه، الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۲۰۹، قبيل مطلب شروط الحج عن الغير)

## الجواب

اگر آپ کے والد صاحب پر حج فرض ہو تو اپنے وطن سے کسی قریب یا اجنبی کے لیے اپنے مملوکہ مال سے حج بدل کا داخلہ کر دے، البتہ افضل یہ ہے کہ مسائل حج سے واقف شخص کو جو کہ ایک دفعہ حج کر چکا ہو، حج کے لیے روانہ کرے۔ (ماخوذ از مسلک المتقسط) (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۲/۴)

## پاکستانی کے لیے ابو ظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

- (۱) ہمارے ایک ساتھی کی والدہ ضعیف العمری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا نہیں کر سکتی؛ اس لیے اس کا بیٹا یہاں سے والدہ کے لیے حج بدل ادا کر سکتا ہے، یا پاکستان سے ادا کرے گا؟
  - (۲) اگر کوئی شخص فوت شدہ والدین، یا کسی رشتہ دار کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے، جب کہ اس نے وصیت نہیں کی ہو تو وہ یہاں ابو ظہبی سے حج بدل کر سکتا ہے، یا پاکستان سے حج بدل کرنا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔
- (المستفتی: محمد اکبر ابو ظہبی متحدہ عرب امارات، ۲۲/شعبان ۱۴۰۳ھ)

## الجواب

- (۱) اگر اس شخص کی والدہ پر حج فرض ہو تو حج بدل کرنے والا والدہ کی نفقہ پر (والدہ کے وطن) پاکستانی میقات (بیللم) سے احرام باندھے گا۔ (شامیہ) (۲) اور والدہ کی اجازت سے حج کرے گا اور اگر والدہ یہ کہے کہ وہاں ابو ظہبی سے میرے لیے حج کیا جائے تو پاکستان آنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (ارشاد الساری: ۱۹۲) (۳)
  - (۲) تبرع کی صورت میں توسع ہے اور یہ تنگی حج بدل اور وصیت کی صورت میں ہے۔ (۴) وھوالموفق
- (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۹/۴)

- (۱) قال الملا علی قاری: اعلم أن کل من وجب علیہ الحج ... وعجز عن الاداء بنفسه ... یجب علیہ الاحجاج بان یحج عنه فی حال حیاته أو بعد مماته ... یتحقق العجز بالموت والحبس والمنع ... والعرج والهرم ... والسادس ان یحج بمال المحجوج عنه ... والثامن ان یحج عنه من وطنه ... ولا یشتط لجواز الاحجاج أن یکون الحاج المأمور قد حج عن نفسه ... إلا أن الأفضل كما فی البدائع أن یکون قد حج عن نفسه أی للخروج عن الخلاف الذی هو مستحب بالاجماع. (المسلک المتقسط: ۲۸۷-۳۰۰، باب الحج عن الغير)
- (۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله النفقة من مال الأمر الخ) أی المحجوج عنه ... ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ. (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۵۹/۲-۲۶۰، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)
- (۳) قال العلامة الملا علی قاری: ولو أوصی ای من له وطن ان یحج عنه من غیر بلده یحج عنه كما أوصی به قرب ذلک المكان الموصی به من مکة او بعد. (ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری: ۱۹۲، قبیل مطلب جواز اخراج البذل من مکة)
- (۴) قال العلامة ابن نجیم: وانما شرط غیر المنوب للحج الفرض لا النفل لجواز الانابة مع القدرة فی حج النفل لان المقصود منه الثواب. (البحر الرائق: ۶۲/۳، باب الحج عن الغير)

حج بدل میں واپسی شرط نہیں ہے:

سوال: حج بدل میں واپسی شرط ہے، یا نہیں؟

الجواب

حج بدل میں وطن میت سے جانا تو شرط ہے، بشرطیکہ ثلث میں گنجائش ہو، باقی عود شرط نہیں۔

قال فی العالمگیریۃ: ولو أحج رجلاً ویقیم بمکة جاز والأفضل أن یحج ویرجع. (۱/۶۷۱) (۱)

۱۲/شوال ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۳/۱۹۴)

کیا حج بدل کے بعد آمر کے مکان پر واپسی ہونی چاہیے:

سوال: کیا یہ بھی ضروری ہے کہ حج بدل کرانے والے کے مکان پر حج کے بعد واپس آئے؟

الجواب

واپس آنا اس کے جائے سکونت پر ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط (البتہ اچھا یہی ہے کہ واپس آئے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۷۸)

ایضاً:

سوال: عرض ہے کہ میں کاندھلہ سے حج بدل کرنے گیا، حج کرنے کے بعد وہیں قیام کیا، اگلا حج کرنے کے بعد میں کاندھلہ آ گیا، پھر گھر آ گیا کاندھلہ، جن کی طرف سے حج کرنے گیا، وہ فرماتے ہیں کہ حج بدل نہیں ہوا، اس کی بابت فرمائیے کہ حج بدل ہوا، یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب

صورت مسئلہ میں حج بدل جائز ہو گیا۔

فی العالمگیریۃ (۱/۶۷۱): ولو أحج رجلاً یؤدی الحج ویقیم بمکة جاز والأفضل أن یحج ویرجع وإذا فرغ المأمور بالحج ونوی الإقامة خمسة عشر يوماً فصاعداً أنفق من مال نفسه ولو أنفق من مال الأمریضمن (إلی أن قال) فإن نوى الإقامة خمسة عشر يوماً فصاعداً حتى سفت نفقة من مال الأمر ثم رجع بعد ذلك هل يعود نفقة فی مال الأمر، ذکر القدوری فی شرح مختصر الطحاوی أن علی قول محمد یعود وهو ظاهر الروایة وعند أبی یوسف لا یعود، آه. (۳)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحج: ۲۸۷/۱، انیس

(۲) ولو أحج رجلاً یؤدی الحج ویقیم بمکة جاز والأفضل أن یحج ویرجع. (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب

المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج: ۲۵۸/۱، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس)

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحج: ۲۸۷/۱، بیروت، انیس

اس سے معلوم ہوا کہ واپسی کا خرچ تو بھیجنے والے کے ذمہ ہوگا؛ لیکن قیام مکہ کا خرچ خود حج کرنے والا اپنے پاس سے کرے۔ فقط والسلام

کتبہ الاحقر عبدالکریم گمٹھولوی، ۱۰/۱۰ صفر ۱۳۴۲ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ۔ (امداد الاحکام: ۳/۱۹۵)

### حج بدل کرنے والا کس حج کی نیت کرے:

سوال: حج بدل میں اگر کوئی شخص جاتا ہے تو امور کس حج کی نیت کرے گا؟ تمتع کی، یا قرآن کی؟ آیا تمتع کے لیے آمر کی اجازت ضروری ہے؟ اگر امور قرآن کی نیت کرتا ہے تو وقت یہ پیش آتی ہے۔

(الف) کبھی حاجی ۸/ذی الحجۃ یعنی ایام حج سے پندرہ روز قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے، حکومت وہاں پہنچنے کے دو تین روز بعد ہی نو، دس روز کے لیے حاجی کو مدینہ منورہ بھیج دیتی ہے اور چار، پانچ روز قبل حج کے لیے مکہ مکرمہ واپس بلا لیتی ہے۔

(ب) اور کبھی حاجی ۸/ذی الحجۃ یعنی ایام حج سے دس روز قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو گرچہ حاجی کو مدینہ منورہ تو نہیں بھیجا جاتا ہے؛ مگر مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ۱۲/ذی الحجۃ تک حالت احرام ہی میں گزارنا لازمی ہے۔

لہذا استفتایہ ہے کہ ان دونوں صورتوں پر غور کرتے ہوئے یہ فرمایا جائے کہ حج بدل کرنے والا کس حج کی نیت کرے گا؟

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

(۱) حج بدل کرنے والے کے لیے آمر کی اجازت سے تمتع کی اجازت و گنجائش ہے اور اگر آمر کی طرف سے کچھ بھی صراحت نہ ہو تو چوں کہ عموماً حج تمتع ہی کرنے کا عرف ہے؛ اس لیے عرف کی بنا پر آمر کی طرف سے دلالت اجازت سمجھی جائے گی اور حج تمتع کی نیت سے حج بدل کرنے کی اجازت ہوگی۔

(ودم القرآن) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الآخر بالقرآن والتمتع. (الدر المختار: ۱۸۲/۲) (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۴۷/۲، طبع بیروت)

والتعین بالعرف کالتعین بالنص... وإنما يعتبر العرف إن لم يوجد التصريح بخلافه. (المبسوط للسرخسی: ۵۲/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۱/۶/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳/۲۵۵)

### حج بدل میں تمتع:

سوال: حج بدل میں کیا تمتع کیا جاسکتا ہے؟ بعض کتابوں میں اس کو منع کیا گیا ہے، اگر حج بدل میں افراد ہی ضروری قرار دیا جائے تو آج کل بہت طویل مدت تک احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا؟ (رشید الدین، بخارہ ہلز)

### الجواب

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کے یہاں دو قول ہیں: ایک یہ کہ حج بدل میں افراد اور قرآن ہی کی گنجائش ہے، تمتع



نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج کرانے والے کی اجازت سے کیا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ ”البحر الرائق“ (۱) اور علامہ شامیؒ نے ”رد المحتار“ (۲) میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حج بدل میں تمتع کیا جائے تو قربانی کس کے ذمہ ہوگی؟ حج کرانے والے کے ذمہ، یا سفر حج پر جانے والے کے ذمہ؟ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی حج بدل میں تمتع کیا جاسکتا ہے، موجودہ دور میں برصغیر کے اکثر اہل افتاء کا رجحان اسی طرف ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔ (۳) یہی رائے مفتی عبدالرحیم صاحبؒ لاہوری کی ہے، (۴) مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی لکھا ہے۔ (۵)

حج کے نئے مسائل پر ”اسلامک فقہ اکیڈمی“، جو ہندوستان کا نہایت باوقار علمی و تحقیقی ادارہ ہے، نے چند سال پہلے بمبئی میں ۱۰۰ افراد سمینار منعقد کیا تھا، جس میں ملک بھر سے ۱۰۰ سے زیادہ معروف اہل علم اور ارباب افتاء نے شرکت کی تھی، سمینار میں بہ اتفاق رائے یہ بات طے پائی کہ حج بدل میں تمتع کیا جاسکتا ہے، اگر حج بدل کرانے والا زندہ ہو تو بہتر ہے کہ اس سے اجازت حاصل کر لی جائے، اگر اس نے حج تمتع، یا مطلق حج کی اجازت دے دی تو حج تمتع کیا جاسکتا ہے، اگر ایسے شخص کی طرف سے حج کر رہا ہو، جن کی وفات ہو چکی ہے اور انہوں نے حج کی وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج افراد ہی کیا جائے تو حج افراد ہی کرنا ضروری ہوگا اور اگر انہوں نے مطلق حج کی وصیت کی تھی تو یہ بھی تمتع کی اجازت سمجھی جائے گی؛ کیوں کہ موجودہ زمانہ میں برصغیر سے حج کے لیے جانے والے نوے فیصد لوگ اندازہ ہے کہ حج تمتع کرتے ہیں۔ اب قاعدہ یہ ہے کہ جس عمل کے بارے میں صراحت نہ ہو تو اس میں مروج اور معروف طریقہ ہی مراد ہوتا ہے۔ (۶)

لہذا اگر کوئی شخص حج شروع ہونے کے قریب ہندوستان سے روانہ ہو تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ افراد، یا قرآن کر لے، ورنہ حج بدل کرانے والے سے اجازت لے کر تمتع کر لے؛ کیوں کہ اتنے طویل احرام کے احترام کو باقی رکھنا دشوار ہوتا ہے اور فقہانے لکھا ہے کہ جو احرام کے احکام کی رعایت کرنے کے بارے میں اندیشہ مند ہو اور خطرہ محسوس کرتا ہو تو اس کے لئے تمتع قرآن سے افضل ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۸/۴-۷۰)

## حج بدل میں تمتع:

سوال: مشہور واعظ حضرت شاہ ولی صوفی مولانا محمد روح الامین، مفتی اعظم جمعیتہ العلماء بنگال جو کہ ایک

(۱) البحر الرائق، کتاب الحج: ۱۱۶/۳

(۲) رد المحتار، کتاب الحج، باب القران هو أفضل: ۵۵۳/۳

(۳) جواہر الفقہ: ۵۱۶/۱

(۴) فتاویٰ رحیمیہ: ۱۲۰/۳

(۵) منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۰/۱

(۶) دیکھئے: تجویز نمبر: ۹

زبردست اور محقق عالم گزرے ہیں، ان کی تصنیف کردہ کتاب ”مسائل حج“، ص: ۱۳۰، میں انہوں نے یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ ”منیب، یا وصی اگر نائب کو پورا اختیار دے دے تو اس کے تمتع کرنا بلاشبہ جائز ہے اور اس سے حج بھی ادا ہو جاتا ہے۔“

مگر حضور عالی کا لکھا ہوا فتویٰ جو کہ معلم الحجاج میں مرقوم ہے، اس کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ (۱) بہر کیف جو قابل ترجیح بات ہو، عنایت فرمائیں؟

(۱) مفتی سعید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آمر کی مخالفت نہ کرنا، اگر آمر نے افراد یعنی صرف حج کا حکم کیا تھا اور مامور نے تمتع کیا تو مخالف ہوگا اور ضامن واجب ہوگا اور حج مامور ہوگا۔ اسی طرح اگر قرآن کیا تو بھی مخالف ہوگا اور ضامن دینا ہوگا، البتہ قرآن آمر کی اجازت سے کرنا جائز ہے؛ لیکن دم قرآن اپنے پاس سے دینا ہوگا، آمر کے روپے سے دینا جائز نہیں۔ اور تمتع کرنا اجازت سے بھی جائز نہیں، اگر اجازت سے تمتع کرے گا تو گویا مامور پر ضامن نہ ہوگا؛ لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔“

(وفی حاشیہ) ”حج بدل کرنے والے کو آمر کی بلا اجازت تمتع کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں؛ لیکن اگر آمر کی تمتع کی اجازت دے دے تو بعض علماء جائز کہتے ہیں، مگر محققین کی رائے یہی ہے کہ حج بدل والے کو آمر کی اجازت سے بھی تمتع کرنا جائز نہیں، اگر تمتع اجازت سے کرے گا تو گویا ضامن نہ ہوگا؛ لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔“

امام النسائین ملا علی القاری نے شرح لباب میں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (نور اللہ مرقدہ) نے زبدۃ المناسک میں عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاذ مولانا غلیل احمد صاحب مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد (بردار اللہ مضجعہ) بھی عدم جواز ہی کا فتویٰ دیتے تھے۔ اس لیے حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لیے تمتع کر کے آمر کے حج کو خراب نہ کرنا چاہیے اور آمر کو چاہیے کہ بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کر دے کہ تمتع نہ کرے۔ سعید احمد غفرلہ۔ (معلم الحجاج، حج بدل کے شرائط، ص: ۳۳۵، ۳۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

(تنبیہ: حج بدل میں قرآن اور افراد کا جواز محقق ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس میں تمتع کرے تو اس کی بھی گنجائش فقہائے کرام کی عبارات میں ہے، اردو فتاویٰ اور اس طرح عربی فتاویٰ میں اس کا جواز ملتا ہے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خاکسار کے پاس عدۃ ارباب الفتویٰ اور فتاویٰ اسعدیہ موجود نہیں، اپنے پاس کی موجودہ کتابوں میں جہاں تک میں نے غور کیا، مجھے معلوم ہوا کہ حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قرآن اور تمتع کر سکتا ہے، آہ۔“

لیکن اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میقات آمر سے احرام باندھنا ناجائز تھا؛ بلکہ عدم جواز کی وجہ مخالفت آمر ہے اور جب کہ آمر نے صرف حج کا امر کیا ہو تو اس وقت بظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا، جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو تو اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کی آمر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کر دیا ہے اور اس صورت میں نہ صرف تمتع؛ بلکہ قرآن کو بھی مخالفت آمر کی مدشا کر کیا ہے، حالانکہ قارن کا حج آفاقی ہے، نہ مکی۔

”فیصیر مخالفاً بالقرآن أو التمتع، كما مر“۔ (الدر المختار)

”وعدم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع، وإلا فيصير

مخالفاً، فيضمن، انتهى“، (الدر المختار: ۲/۶۱۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قرآن یا تمتع کرے تو جائز ہے۔ (کفایۃ المفتی، کتاب

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

اور بھی بعض علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے؛ لیکن ہمیں کتب فقہ: شامی، بحر، غنیۃ وغیرہ سے وہی رائج معلوم ہوا جو معلم الحجاج میں مذکور ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۲/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۱۱-۳۱۳)

ایضاً:

سوال: جیسا کہ معلم الحجاج میں ہے کہ ”اگر زندہ ہو اور اس کی طرف سے تمتع کی اجازت ہو تو کر سکتا ہے“ اور یہ کہ معلم الحجاج میں اس مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں۔ وہ مسئلہ وصیت کرنے کی صورت میں ہے۔ اب حضرت والا مزید اطمینان کے لیے تحریر فرمائیں؟ مولانا سعید احمد خان صاحب نے یہ جواب دیا ہے۔

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

معلم الحجاج میں حج بدل کے مسائل کے تحت یہ تشریح و تفصیل نہیں ہے کہ ”اگر زندہ ہے تو یہ حکم ہے، مر گیا ہے تو یہ حکم ہے“ بلکہ مطلقاً حج بدل میں تمتع کو منع کیا ہے، اگرچہ آمر کی طرف سے اجازت ہو تو حتیٰ کہ حاشیہ معلم الحجاج ص: ۳۰۷ میں تصریح کی ہے:

”حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لیے تمتع کر کے اس کے حج کو خراب نہ کرنا چاہیے اور اس کو چاہیے کہ حج بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کر دے کہ تمتع نہ کرے“۔ (۲)

”تنبیہ: پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے“۔ (۳)

(۱) وینبغی للآمر أن يفوض الأمر إلى المأمور، فيقول: حج عني: أي بهذا (كيف شئت مفرداً أو قارناً أو متمتعاً) فيه أن هذا القيد سهو ظاهر؛ إذ التفويض المذكور في كلام المشايخ مقيد بالافراد والقران لا غير، ففی الكبير: قال الشيخ الامام أبو بكر محمد بن الفضل إذا أمر غيره أن يحج عنه، ينبغی أن يفوض الأمر إلى المأمور، فيقول: حج عني بهذا كيف شئت إن شئت حجة، وإن شئت فاقرن. والباقي من المال وصية له، لكي لا يضيق الأمر على الحاج، ولا يجب عليه الرد إلى الورثة، انتهى كلامه. وقد سبق أيضاً أن من شرط الحج عن الغير أن يكون ميقاتياً افاقياً وتقرر أن بالعمرة ينتهي سفره إليها ويكون حجه مكياً. وأما ما في ”قاضيخان“ من التخيير بحجة أو عمرة وحجة أو بالقران، فلا دلالة على جواز التمتع؛ إذا لو أولاً تفيد الترتيب، فيحمل على حج وعمرة بأن يحج أوله لا عنه، ثم يأتي بعمرة أيضاً فتدبر؛ فانه موضع خطر. (المسلك المتسقط في المنسك المتوسط)

وفي إرشاد الساری: (قوله: فيه أن هذا القيد سهو ظاهر) قال القاضي عید في ”شرح“ لهذا الكتاب: ولا يخفى أن هذا سهو منه؛ لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور، صح، ولا يكون مخالفاً بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف، فتدبر. (المسلك المتسقط في المنسك المتوسط مع إرشاد الساری، الفصل في النفقة، ص: ۵۰۳-۵۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) معلم الحجاج ص: ۳۸، إدارة القرآن کراچی

(۳) زبدة المناسك مع عمدة المناسك، ۳۵۶، سعید

ظاہر عبارت سے تو یہ استفادہ ہوتا ہے کہ آمر زندہ ہے، اگر زندہ نہ بھی ہو، تب بھی اس کے امر کے بعد مر گیا ہو تو اس کے امر کی پابندی دونوں حالت میں مامور کو لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۳/۱۰)

ایضاً:

سوال: ایک شخص حج کے لیے جا رہا ہے کہ اور اپنے ساتھ والدین کی طرف سے بغیر وصیت کئے ہوئے حج بدل کے لیے دو شخصوں کو اپنے خرچ سے لے جا رہا ہے، یہ دونوں شخص اگر حج بدل کریں بغیر کسی وصیت کے تو کیا ان کے لیے یلملم ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے؟ اگر یہاں سے احرام باندھا جائے تو بڑا مبارک مانہ احرام کا ہو جائے گا، اس کی پابندیوں کا نبھانا مشکل ہے۔ اگر یہ دونوں جدہ سے مدینہ پاک سیدھے جائیں تو بھی جس مقصد کے لیے ان کو ساتھ لیا ہے، وہ فوت ہو جائے گا اور سب رفقا کا سیدھے مدینہ جانا مشکل ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھیں اور مکہ المکرمہ جا کر عمرہ کے ارکان سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں اور حج کا احرام یہ دونوں شخص جدہ آ کر باندھیں؟

مولانا منظور نعمانی نے ”الفرقان“ کے شعبان ۸۷ھ دسمبر ۶۷ء کے پرچہ میں اپنی رائے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دوسرے حضرات کی رائے بھی نقل کی ہے کہ ”ہندوستان و پاکستان سے آنے والے حضرات کے لیے جدہ میں احرام باندھنا صحیح ہے، اس سے پہلے جہاز میں احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، وہاں سے یلملم کی محاذات ایسی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے احرام ضروری ہو“۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر جدہ سے احرام باندھنا صحیح ہو تو یہ امر کی میقات ہو جائے گی تو کیا اس میں کچھ گنجائش ہے کہ روپیہ دینے والے کی اجازت سے یہ تمتع کا احرام باندھیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

”الفرقان“ کی اس تحقیق کے بغیر بھی نفلی حج بدل میں (بلا وصیت) تمتع کی گنجائش ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۵/۱۰)

(۱) الرابع عشر عدم المخالفه، فلو أمره بالافراد ففرن أو تمتع ولو للميت، لم يقع عنه ويضمن النفقة ... وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض. وأما النفل، فلا يشترط فيه شيء منها إلا الإسلام والعقل والتمييز. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۱/۲، سعيد)

وأما في الحج النفل فلا يشترط فيه شيء، الخ قال العلامة الرافعي في تقريره على رد المحتار: ”الاقتصار على ما ذكر من المشتريات ظاهر فيما إذا حج عن غيره فلهذا مجاناً بلا أمر، أما إذا ثواب الانفاق، الخ. (إرشاد الساري إلى المناسك الملا على القاري، فصل في شرائط جواز الاحجاج، ص: ۴۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

## حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کا حکم:

سوال: آج کل رمضان کے بعد چوں کہ سمندر میں طغیانی کا موسم ہوتا ہے؛ اس لیے اکثر حجاج اس کی کوشش کرتے ہیں کہ رمضان میں، یا اس سے پہلے حج کے لیے ہندوستان سے روانہ ہو جائیں؛ مگر اس صورت میں حج بدل کرنے والوں کو سخت پریشانی پیش آتی ہے کہ اگر وہ حج کا احرام میقات سے باندھیں تو احرام بہت طویل ہو جاتا ہے، جو باعث تکلیف ہے اور اگر تمتع کریں تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ حج بدل والے کو تمتع جائز نہیں۔ امید ہے کہ اس صورت میں حکم شرعی سے مفصل و مدلل اطلاع دی جائے؛ تاکہ حج بدل والے اس پریشانی و حیرانی سے نجات پائیں۔ والسلام

الجواب

قال فی الشامية تحت قول الدر (وهو الحيلة لمريد ذلك الا لما مور بالحج لمخالفة): ذكره في البحر بحثاً بقوله وينبغي أن لا يجوز هذه الحيلة للمأمور بالحج؛ لأنه حينئذ لم يكن سفره للحج ولأنه مأمور بحجة آفاقى وإذا دخل مكة بغير إحرام صارت حجته مكية فكان مخالفاً وهذه المسئلة يكثر وقوعها فيمن يسافر في البحر الملح وهو مأمور بالحج ويكون ذلك في وسط السنة فهل له أن يقصد البندر المعروف بجدة ليدخل مكة بغير إحرام حتى لا يطول الإحرام عليه لو أحرم بالحج فإن المأمور ليس له أن يحرم بالعمرة اه أى لأنه إذا اعتمر ثم إحرام بالحج من مكة يصير مخالفاً في قولهم كما في التارخانية عن المحيط، وهل مخالفته لكونه جعل سفره لغير الحج المأمور به، أو لكونه لم يجعل حجته آفاقى وعلى الثاني لو اعتمر أو فعل الحلية بأن قصد البندر ثم دخل مكة ثم خرج وقت الحج إلى الميقات فأحرم منه لم يكن مخالفاً لأن حجته صارت آفاقية أما على الأول فهو مخالف ويحتمل أن المخالفة لكل من العلتين كما يفيد أول عبارة البحر المذكورة فتحقق المخالفة بالعلة الأول لكن ذكر العلامة القارى في بعض رسائله مسألة اضطرب فيها فقهاء عصره وهى أن الآفاقى الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا إحرام للحج، ثم عاد إلى الميقات وأحرم يصح عن الآمر قيل: لا وقيل نعم ومال هو إلى الثاني قال وأفتى به الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومى فى منسكه والشيخ على المقدسى. قلت وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له عاد إلى الميقات وأحرم. والجواب عن قوله لأن سفره حينئذ لم يكن للحج أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقم به أياماً لبيع أو شراء مثلاً ثم يدخل مكة لم يخرج عن أن يكون سفره للحج كما لو قصد مكاناً آخر فى طريقه ثم النقلة عنه والله تعالى أعلم (۱)

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مامور بالْحج کو میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا، یا احرام عمرہ باندھ کر جانا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس صورت میں مخالفت آمر لازم آتی ہے۔

(۲) وجہ مخالفت دو ہیں: ایک یہ کہ اس صورت میں یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا، جس کا وہ مامور ہے۔ پہلے اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انشاء سفر میں کسی جگہ چند روز کے لیے قیام کرنا جب کہ وہاں سے مکہ ہی کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر وہ میقات سے بدون حج کا احرام باندھے گزر جائے اور پھر حج کے وقت میقات سے احرام باندھ لے تو اس صورت میں حج میقاتی ہو جائے گا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ میقات خود فی نفسہ اصل حج کے لیے بھی شرط نہیں؛ بلکہ واجبات حج میں سے ہے، پھر نیابت کے لیے اس کو شرط کیوں کر مانا جاسکتا ہے، اگر کوئی دلیل صریح و نقل صحیح اس پر دلالت کرتی ہو، فیہا، ورنہ یہ شرط باطل ہے۔

قال العلی القاری فی مناسکہ وفیہ أنه إن أراد بالمیقاتیة المواقیت الآفاقیة ففی اطلاقہ نظر ظاہر إذ تقدم أن المکی إذا أوصی بالری أن یحج عنه من مکة و کذا سبق أن من أوصی أن یحج عنه من غیر بلدہ یحج کما أوصی قرب من مکة أو بعد وأیضاً فیہ إشکال آخر حیث أن المیقات من أصله لیس بشرط لمطلق الحج وإصالته بل أنه من واجباته فکیف یکون شرطاً وقت نیابته فإن وجد نقل صریح ودلیل صحیح فالأمر مسلم وإلا فلا. واللہ سبحانہ أعلم، آه. (ص: ۲۵۲)

مگر یہ تفصیل اس وقت ہے، جب کہ مامور کو افراد کا حکم کیا گیا ہو، تمنع یا تجاوز بلا احرام کی اجازت نہ دی گئی ہو؛ کیوں کہ مخالفت کا اطلاق اسی صورت میں صادق ہو سکتا ہے اور اگر آمر نے صراحۃً، یا بعموم الفاظ مامور کو اجازت تمنع وغیرہ کی دے دی ہو تو اس صورت میں چون کہ مخالفت لازم نہیں آتی؛ اس لیے اس کو تمنع کر لینا جائز ہوگا۔

فی المناسک للقاری: الثالث عشر عدم المخالفة: فلو أمره بالافراد أى للحج أو للعمرة فقرن أو تمتع أى بأن نوى العمرة عن المیت ثم حج عنه فانه یصیر مخالفاً لاجتماع علی مافی البحر الزاخر ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن المیت فأنه الفرض علیه وینصرف مطلق الأمر لیه إلا أنه یشکل إذا أمره بالافراد العمرة ثم إتیان الحج بعده أو صرح بالتمتع فی سفره أو بتفویض الأمر لیه، إلخ. (ص: ۲۵۳، کتاب المناسک)

وقال الملا رحمة اللہ السندی فی رسالته لباب المناسک مع الشرح (ص: ۲۶۰): وینبغی للأمر أن یفوض الأمر لیه المأمور فیقول حج عنی کیف شئت مفرداً أو قارناً أو متمعاً، آه، وقال فی الدر المختار ودم القرآن والتمتع والجنایة علی الحاج إن إذن له الأمر بالقران والمتمتع وإلا کان مخالفاً فیضمن، إلخ. (۱)

قال في الشامية (قوله على الحاج): أي المأمور أما الأول (المراد بالأول: دم القران و المتمتع معاً كما صرح به في البحر) فلائنه وجب شكراً على الجمع بين النسكين و حقيقة الفعل مه وإن كان الحج يقع عن الأمر؛ لأنه وقوع شرعي لا حقيقي وأما الثاني فباعتبار أنه تعلق بجناية. (أفاده في البحر: ۴۰۳/۲)

قلت: في البحر تحت قول الكنز (ودم القران والجناية على المأمور) وأراد بالقران دم الجمع بين النسكين قراناً كان أو متمتعاً كما صرح به في غاية البيان لكن بالإذن المقدم، الخ. (ص: ۶۶) وفي لباب المناسك: حتى لو أمره بالقران أو التمتع فالدم على المأمور، إلخ. (ص: ۲۶۱) فعبارة لباب المناسك إذا أذن له الأمر وإن عليه إذا تمتع دم التمتع فقط لا ضمان النفقة وإنما يضمن إذا لم يأذن له الأمر في ذلك فخالف أمره لا يقال لزوم دم التمتع على المأمور لا يستلزم وقوع الحج عن الأمر بل يحتمل أن يقع الحج عن المأمور دون الأمر ولا ضمان عليه لكونه متمتعاً هناك معني؛ لأنه لا إشكال ح في لزوم الدم على المأمور لا نقطاع و صلته عن الأمر وكذا صرح في البحر كما تقدم. وأما أورده العلامة القاري على عبارة لباب حج عنى كيف شئت مفرداً أو قارناً أو متمتعاً الخ بأن هذا القيد (يعنى قوله متمتعاً) سهو ظاهر إذا التفويض المذكور في كلام المشائخ مفيد بالافراد والقران لا غير إلخ فقد أجاب عنه في حاشية عدة أرباب الفتوى بجواب حسن ونصه هذا.

اعلم أن المأمور بالحج لو أذنه الأمر بالتمتع فتمتع يقع الحج عن الأمر كما صرح به في رد المحتار ولا يكون مخالفاً كما في الدر المختار و عبارته (ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الأمر بالقران والتمتع والايصير مخالفاً، انتهى. وعلى هذا يقال إذا صح أذن الأمر للمأمور بالتمتع صح أن يخيره فيه كما ذكره صاحب المنسك الوسط فحينئذ يجوز التمتع في الصورة المشروحة ويكون ما ذكره من اشتراط أن تكون الحجة افاقية ليس على عموميه بدليل تجويزهم التمتع عند الأذن به مع أنه ليس فيه حجة آفاقية قطعاً فليتأمل. (ص: ۱۰)

قلت: ويؤيده ما في البرهان وخفي خلافه في بالافراد يخالف بأوان نواه للأمر عند أبي حنيفة كما التمتع له أى للأمر بالافراد وإنما يصير مخالفاً؛ لأنه مأمور بأن يحج عنه من الميقات والمتمتع يحج من جو ف مكة فكان هذا غير ما أمر به، آه. (ص: ۴۰۴، المجلد الأول قلمي) قلت: فقله كما التمتع له أى للأمر بالافراد يدل على أن المتمتع إنما يصير مخالفاً بالتمتع إذا التمتع لمن أمره بالافراد وأما لو أمره بالتمتع فتمتع فلا مخالفة فافهم.

خلاصہ یہ کہ مامور بال حج کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آمر اس کو صراحۃً افراد بال حج کا حکم کرے اور تتمتع سے صراحۃً منع

کردے، یا ممانعت پر قرینہ قائم ہو، اس صورت میں مامور بال حج کے لیے طول احرام سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر سے روانہ ہوتے ہوئے چند روز جدہ میں قیام کرنے کی نیت کرے اور اس سفر کو جدہ کا سفر قرار دے اور راستہ میں نہ عمرہ کا احرام باندھے، نہ حج کا، نہ اپنی طرف سے، نہ آمر کی طرف سے اور بدون احرام کے چند روز کے بعد جدہ کے قیام سے فارغ ہو کر مکہ میں چلا جاوے اور عمرہ وغیرہ کچھ نہ کرے، صرف طواف وغیرہ بدون احرام کے کرتا رہے اور وقت حج پر جدہ آ کر احرام حج باندھ کر حج ادا کرے۔

قال فی حاشیة البحر: فینبغی التفصیل وهو أنه إن جاوز المیقات بلا إحرام قاصد البستان ثم دخل مكة ثم خرج إلى الحل وقت الإحرام فأحرم من المیقات عن الأمر یجوز لأنه صار آفاقاً كما یأتی وإن فعل نسكاً غیر ما أمر به قبل إحرامه عن الأمر یكون مخالفاً وإن عاد إلى المیقات وأحرم عنه من المیقات فتأمل، ۵. (ص: ۳۱۸) (۱)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ آمر صراحۃً تمتع کی اجازت دے دے، یا یہ کہ دے کہ پہلے عمرہ میری طرف سے کرنا اور پھر حج کرنا، یا مامور کو اختیار عام دے دے کہ تم جس طرح چاہو کر لینا، اس صورت میں مامور کرنا تمتع جائز؛ مگر تمتع کے لیے شرط یہ ہے کہ عمرہ کے لیے شوال سے پہلے نہ کئے جاویں، لہذا اگر ہندوستان سے ایسے وقت میں روانگی ہو کہ مکہ میں شوال سے پہلے پہنچ جاوے تو اس صورت میں اگر تمتع کی نیت کی جاوے گی تو شوال کی یکم تک محرم رہنا ضروری ہوگا، یکم شوال کو عمرہ کے افعال ادا کر کے حلق کر دیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ آمر سے تمتع کی بھی اور عمرہ مفردہ کرنے کی بھی صراحۃً الگ الگ اجازت لے لی جاوے، یا عام اختیار لے لیا جاوے کہ مامور جس طرح چاہے گا، حج کرے گا، خواہ افراد سے، یا قرآن و تمتع سے، یا پہلے عمرہ مفردہ کر کے پھر حج کرے گا۔ ان سب صورتوں میں مامور کو حج کا احرام مکہ ہی سے باندھنا جائز ہوگا میقات کی طرف عود لازم نہ ہوگا، بس عمرہ کر کے احرام کھول دے پھر وقت پر حج کر لے۔ واللہ اعلم

حرره احقر الطلبة ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۸ محرم ۱۳۴۰ھ۔

الجواب صواب: اشرف علی، ثامن محرم الحرام ۱۳۴۰ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۸۶۳)

### تنبیہ:

اس مسئلہ میں شافعیہ کے قول پر بھی مامور بال حج کو تمتع کرنا باذن الٰہ مرجّز ہے؛ بلکہ ان کے نزدیک اگر تمتع کی اجازت بھی نہ اور تمتع کر لے تب بھی حج ہو جائے گا، صرف اگر میں کسی قدر کمی کر دی جائے گی۔

قال فی الوجیز (ص: ۶۷): (الثانیة إذا خالف فی المیقات فأحرم بعمره عن نفسه ثم أحرم بجبج المستأجر فی مكة ففی قول لا تحسب المسافة له؛ لأنه صرفه إلى نفسه فیحط من أجرته بمقدار التفاوت بین حجه من بلده و بین حجه من المیقات وحج من مكة فیقل المحطوط، الخ.



وفيه أيضاً: وإن أمر بالقران فتمتع كان كالقران على وجه جعل المحطوط، إلخ، مخالفاً له وعليه الدم ويعود الخلاف في حط شيء من الأجرة، آه. (ص: ۶۸)  
ظفر احمد عفا عنه، ۲۶/ رمضان ۱۳۴۰ھ۔

إيصال الخير في مسائل الحج عن الغير؛ یعنی حج بدل کے ضرور مسائل:  
حج بدل کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

- (۱) اجرت کی شرط نہ ہو۔
- (۲) بھیجنے والے کے مال ہی سے حج کیا جاوے؛ لیکن اگر زیادہ تر خرچ میت کے مال سے کرے اور کچھ اپنا بھی خرچ ہو جائے تو جائز ہے۔
- (۳) اگر حج بدل والا میت کی رقم کو اپنی رقم سے علاحدہ رکھے، تب تو وہ امانت ہے، اگر باجود احتیاط کے ضائع ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اپنی رقم کے ساتھ خلط کر دے گا تو ضامن ہوگا۔
- (۴) اگر ثلث مال میں وسعت ہو تو حج سوار ہو کر کرنا چاہیے، اگر پیادہ حج کرے گا اور کرایہ کی رقم اپنے لئے بچاوے گا تو ضمان دینا واجب ہوگا، اگرچہ بھیجنے والے نے پیادہ حج کرنے کی اجازت بھی دے دی ہو اور سوار ہونا مکہ سے عرفات تک اور وہاں سے مکہ کی واپسی تک واجب ہے، باقی سفر میں اگر بھیجنے والے کی اجازت سے پیادہ چلے تو جائز ہے۔
- (۵) حج میت کے وطن سے کرنا چاہیے۔
- (۶) میت کی طرف سے احرام کے وقت حج کی نیت کرنا چاہیے، یعنی زبان سے یوں کہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے حج کی نیت کرتا ہوں اور اگر نام بھول جائے تو یوں کہ لے کہ جس شخص کی طرف سے مجھ کو حج کے واسطے بھیجا گیا ہے، میں اس کی طرف سے حج کی نیت کرتا ہوں۔
- (۷) احرام میقات سے باندھنا چاہئے بدون اجازت بھیجنے والے کے عمرہ کا احرام میقات سے نہ باندھے، نہ تمتع کرے۔ ہاں، اگر وہ اجازت دے دے، یا یوں کہہ دے کہ جس طرح چاہو، حج ادا دینا تو تمتع بھی جائز ہے۔ ہذا هو الحق عندنا؛ مگر اختلاف سے بچنا چاہئے؛ اس لیے میقات سے احرام حج ہی باندھے۔
- (۸) حج بدل والے کو جو روپیہ دیا جائے، اس میں غایت احتیاط لازم ہے، ورنہ حق العباد کا مواخذہ سر پر ہوگا، سفر کے بعد جو کچھ رقم اور سامان رقم سے خریدا ہوا باقی بچے واپس کر دے اور بہتر یہ ہے کہ بھیجنے والا پہلے ہی یہ کہہ دے کہ اگر خرچ میں کوئی بے عنوانی اتفاقاً ہو جائے تو میری طرف سے معاف ہے۔ (امداد الاحکام: ۱۸۷/۳)

حج بدل میں تمتع کا احرام باندھنے کا حکم:

سوال (۱) زید نے حج بدل میں تمتع کا احرام باندھا تھا اور سنا ہے کہ حج بدل میں افراد کا احرام میقات سے باندھنا چاہیے؟

## کیا حج بدل کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے:

(۲) اور کیا حج بدل کرنے پر حج فرض ہو جاتا ہے، جب کہ پہلے اس پر فرض نہیں تھا؟ حج بدل کے لیے کیا شرائط ہیں؟ صورت مذکورہ میں احرام تمتع سے کوئی خرابی آتی ہو تو اس کا کوئی تدارک ہو سکتا ہے؟

### الجواب

(۱) حج بدل میں تمتع کا احرام باندھنا اگر بھیجنے والے (آمر) کی مرضی اور اجازت سے ہو تو جائز ہے؛ لیکن اس صورت میں قربانی کی رقم خود حج کرنے والے کے ذمہ ہے، بھیجنے والے پر اس کا دینا ضروری نہیں، اگر بھیجنے والے نے تمتع کی اجازت نہیں دی تھی اور حاجی نے تمتع کر لیا تو یہ بھیجنے والے حکم کی مخالفت سمجھی جائے گی اور اس کا حج ادا نہ ہوگا اور جانے والے کے ذمہ ہوگا کہ خرچہ واپس کر دے؛ اس لیے فقہانے لکھا ہے کہ بھیجنے والے کو چاہیے کہ وہ ہر طرح کے احرام کی مامور کو اجازت دے دے۔

ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا فیصیر مخالفاً فیضمن. (۱)

فلو امره بالافراد أو العمرة فقرن أو تمتع ولو للمیت لم یقع حجه عن الأمر ویضمن النفقة. (حاشیة البحر: ۶۸/۳) (۲)

(۲) جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو، اسے حج بدل پر نہ بھیجا چاہیے؛ لیکن اگر بھیج دیا تو بھیجنے والے کی طرف سے حج ہو جائے گا اور اگر جانے والے کے ذمہ پہلے سے حج فرض نہیں تھا تو تحقیق یہی ہے کہ صرف حج بدل کر لینے سے حج فرض نہیں ہوگا، تا وقتیکہ خود اس کو استطاعت پیدا نہ ہو۔ (۳) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴/۲/۱۳۸۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الہی۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۲۱/۲-۲۲۲)

## حج بدل میں تمتع کا عدم جواز:

سوال: آج کل رمضان کے بعد چوں کہ سمندر میں طغیانی کا موسم ہوتا ہے؛ اس لیے اکثر حجاج اس کی کوشش کرتے ہیں کہ رمضان میں، یا اس سے پہلے حج کے لیے ہندوستان سے روانہ ہو جائیں؛ مگر اس صورت میں حج بدل

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۳۳۹/۲ (۱۱۶/۲)، طبع سعید

(۲) منحة الخالق: ۶۳/۳، طبع رشیدیہ، کوئٹہ

نیز اس مسئلہ کی مزید تفصیل و تحقیق کے لئے امداد الاحکام، ج: ۲، ص: ۱۸۲ تا ۱۸۷ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) دیکھئے: العقود الدریة: ۱۳/۱، کتاب الحج، ۱/۴، دار المعرفۃ بیروت/شامی: ۲۳۲/۲، دار المعرفۃ

کرنے والوں کو سخت پریشانی یہ پیش آتی ہے کہ اگر وہ حج کا احرام میقات سے باندھیں تو احرام بہت طویل ہو جاتا ہے، جو باعث تکلیف ہے اور اگر تمتع کریں تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ حج بدل والے کو تمتع جائز نہیں۔ امید ہے کہ اس صورت میں حکم شرعی سے مطلع فرمائیں گے؛ تاکہ حج بدل والے اس پریشانی سے نجات پائیں؟ والسلام

الجواب

از مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی:

قال فی الشامیة تحت قول (وهو الحيلة لمريد ذلك المأمور بالحج للمخالفة) ذكره في البحر بحثاً بقوله وينبغي أن لا تجوز هذه الحيلة للمأمور بالحج؛ لأنه حينئذ لم يكن سفره للحج ولأنه مأمور بحجة افاقية وإذا دخل مكة بغير احرام صارت حجته مكية فكان مخالفاً وهذا المسئلة يكسر وقوعها فيمن يسافر في البحر الملح وهو مأمور بالحج وكون ذلك في وسط السنة فهل له أن يقصد البندر المعروف بجدة ليدخل مكة بغير احرام حتى لا يطول الاحرام عليه لو أحرم بالحج فإن المأمور بالحج ليس له أن يحرم بالعمرة اهـ أي لأنه إذا اعتمر ثمه أحرم بالحج من مكة يصير مخالفاً في قولهم كما في التارخانية عن المحيط وهل مخالفته لكونه جعل سفره لغير الحج المأمور به أو لكونه لم يجعل حجة افاقية وعلى الثاني لو اعتمر أو فعل الحيلة بأن قصد البندر ثم دخل مكة ثم خرج وقت الحج الى الميقات فأحرم منه لم يكن مخالفاً لأن حجته صار آفاقية إما على الأول فهو مخالف ويحتمل إن المخالفة لكل من العلتين كما يفيد أول عبارة البحر المذكورة فتحقق المخالفة بالعلة الأولى لكن ذكر العلامة القاري في بعض رسائله مسائلة اضطرب فيها فقهاء عصره وهي أن الآفاقي الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا إحرام للحج ثم عاد إلى الميقات وأحرم هل يصح عن الأمر قليل لا وقيل نعم ومال هو إلى الثاني قال وأفتى به الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومي في منسكه والشيخ على المقدسي قلت وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له إذا عاد إلى الميقات وأحرم والجواب عن قوله لأن سفره ح لم يكن للحج أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقیم به أياماً لبيع أو شراء مثلاً ثم يدخل مكة لم يخرج عن أن يكون سفره للحج كما لو قصد مكاناً آخر في طريقه ثم انتقله عنه وأى تعالى أعلم فافهم. (۲۵۰/۲)

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مأمور الحج کو میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا، یا احرام عمرہ باندھ کر جانا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس میں مخالفت آمر لازم آتی ہے۔

(۲) وجہ مخالفت دو ہیں: ایک یہ کہ اس صورت میں یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا، جس کا وہ مأمور ہے۔ دوسرے یہ کہ اس صورت میں حج میقاتی نہ ہوگا، جس کا وہ مأمور ہے۔

پہلے اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اثناء سفر میں کسی جگہ قیام چند روز کے لیے کرنا جب کہ وہاں سے مکہ ہی جانے کی نیت ہے، قاطع سفر نہیں؛ بلکہ یہ تمام سفر حج کے لیے شمار ہوگا۔ دوسرے اشکال کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر وہ میقات سے بدون حج کا احرام باندھے گزر جاوے اور پھر حج کے وقت پر میقات سے احرام باندھے تو اس صورت میں حج میقاتی ہو جائے گا؛ مگر یہ تفصیل اس وقت ہے، جب کہ مامور کو افراد کا حکم دیا گیا ہو، تمتع، یا تجاوز بلا احرام کی اجازت نہ دی گئی ہو؛ کیوں کہ مخالفت کا اطلاق اسی صورت میں صادق ہو سکتا ہے اور اگر آمر نے صراحۃً بعموم الفاظ مامور کو اجازت تمتع وغیرہ کی دے دی ہو تو اس صورت میں چوں کہ مخالفت لازم نہیں آتی؛ اس لیے اس کو تمتع کر لینا جائز ہوگا۔

فی المناسک للقاری: الثالث عشر عدم المخالفة فلو أمره بالافراد إلى الحج أو للعمرة فقرر أو تمتع أي بأن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه فإنه يصير مخالفاً إجماعاً على ما في البحر الزاخر ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن الميت فإنه الفرض عليه وينصرف مطلق الأمر إليه إلا أنه يشكّل إذا أمره بافراد العمرة ثم إتيان الحج بعده أو صرح بالتمتع في سفره أو بتفويض الأمر، إلخ. (ص: ۳۵۳)

وقال الملا رحمة الله السندی فی رسالۃ لباب المناسک (ص: ۳۶): وينبغي للأمر أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني كيف شئت صفرًا أو قارنًا أو متمتعًا، آه.

وقال في الدر المختار: ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا كان مخالفا فيضمن، إلخ.

وقال في الشامية (قوله على الحاج): أي المأمور أما الأول (المراد بالأول دم القران والتمتع كما صرح به في البحر، فلأنه وجب الشكر على الجمع بين النسكين وحقيقة الفعل منه وإن كان الحج يقع عن الأمر لأنه وقوع شرعي للاحققي وأما الثاني فباعتبار أنه معلق بجنابته أفاده في البحر. (۴۰۳/۲)

قلت: قال في البحر تحت قول الكنز (ودم القران والجناية على المأمور وأراد بالقران دم الحج بين النسكين قراناً كان أو متمتعاً كما صرح به في غاية البيان لكن بالإذن المتقدم. (ص: ۶۶)

فعبارة لباب المناسک والدر المختار والشامية والبحر مصرحة بأن المأمور بالحج له أن يتمتع إذا أذن له الأمر وأن عليه إذا تمتع دم التمتع فقط لا ضمان النفقة وإنما يضمن إذا لم يأذن له الأمر في ذلك مخالف أمر واما ما أورده العلامة القاری على عبارة اللباب حج عني كيف شئت مفرداً أو قارنًا أو متمتعاً إلخ بأن هذا القيد (يعنی قوله متمتعاً) سهو ظاهر إذا التفويض المذكور في كلام المشائخ مقيد بالأفراد والقران لا غير، إلخ، فقد أجاب عنه في حاشية عدة أرباب التقوى بجواب حسن ونصه هذا: اعلم أن المأمور بالحج لو أذنه الأمر بالتمتع فتمتع يقع الحج عن الأمر كما صرح به في رد المحتار ولا يكون مخالفاً كما في الدر المختار وعبارته

(ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج) إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا يصير مخالفاً، انتهى، وعلى هذا يقال: إذا صح أذن الأمر للمأمور بالتمتع صح أن يخيره فيه كما ذكره صاحب المنسك الوسط فحينئذ يجوز التمتع في الصورة المشروحة ويكون ما ذكره على القارى من التقييد في عبارة المشائخ اتفاقاً لا احترازاً وما ذكره من اشتراط أن تكون الحجة آفاقية ليس على عمومہ بدليل تجویزہم التمتع عند الإذن به مع أنه ليس فيه حجة آفاقية قطعاً فليتأمل.

خلاصہ یہ کہ مامور بالْحج کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آمر اس کو صراحۃً افراد بالْحج کا حکم کرے اور تمتع سے صراحۃً منع کر دے، یا مخالفت پر قرینہ قائم ہو، اس صورت میں مامور بالْحج کے لیے طول احرام سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر سے روانہ ہوتے ہوئے چند روز جدہ میں قیام کرنے کی نیت کرے اور اس سفر کو جدہ کا سفر قرار دے اور راستہ میں نہ عمرہ کا احرام باندھے، نہ حج کا، نہ اپنی طرف سے، نہ آمر کی طرف سے اور بدون احرام کے چند روز کے بعد جدہ کے قیام سے فارغ ہو کر مکہ میں چلا جائے اور عمرہ وغیرہ کچھ نہ کرے، صرف طواف وغیرہ بدون احرام کے کرتا رہے اور وقت حج پر جدہ آ کر احرام حج باندھ کر حج ادا کرے۔

قال في حاشية البحر: فينبغي التفصيل وهو أنه إن جاوز الميقات بلا إحرام قاصد البستان ثم دخل مكة ثم خرج إلى الحل وقت الإحرام فأحرم من الميقات عن الأمر يجوز لأنه صار آفاقاً كما يأتى وإن فعل نسكاً غير ما أمر به قيل إحرامه عن الأمر يكون مخالفاً وإن عاد إلى الميقات وأحرم عنه من الميقات فتأمل، ۵. (ص: ۳۸۱)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ آمر صراحۃً تمتع کی اجازت دے دے، یا یہ کہہ دے کہ پہلے عمرہ میری طرف سے کرنا اور پھر حج کرنا، یا مامور کو اختیار عام دے دے کہ تم، جس طرح چاہو کر لینا، اس صورت میں مامور کو تمتع جائز ہے؛ مگر تمتع کے لیے شرط یہ ہے کہ عمرہ کے افعال شوال سے پہلے نہ کئے جائیں، لہذا اگر ہندوستان سے ایسے وقت میں روانگی ہو کہ مکہ میں شوال سے پہلے پہنچ جاوے تو اس صورت میں اگر تمتع کی نیت کی جائے گی تو شوال کی یکم محرم رہنا ضروری ہوگا، یکم شوال کو عمرہ کے افعال ادا کر کے حلق کر دیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ آمر سے تمتع کی بھی اور عمرہ مفردہ کرنے کی بھی صراحۃً الگ الگ اجازت لے لی جاوے، یا عام اختیار لے لیا جاوے کہ مامور جس طرح چاہیگا حج ادا کر دے گا۔ ان سب صورتوں میں مامور کو حج کا احرام مکہ ہی سے باندھنا جائز ہوگا، میقات کی طرف عود لازم نہ ہوگا، بس عمرہ کر کے احرام کھول دے پھر وقت پر حج کرے۔ فقط

حرره احقر الطلبة ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۸ محرم ۱۳۴۰ء۔ الجواب صواب: اشرف علی، ثامن محرم ۱۳۴۰ھ

الجواب \_\_\_\_\_ الثانی

از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب:

میری رائے حج عن الغیر میں تمتع کے جواز کی نہیں ہے اور جو عبارتیں آپ نے تمتع کے استدلال جواز میں لکھی ہیں اور جو عبارتیں اس قسم کی اور پائی جاتی ہیں، میرے نزدیک اس مدعا کے لیے مفید نہیں ہیں۔

بروئے مذہب حج عن الغیر ادا ہونے کے لیے حج میقاتی ہونا شرط ہے تو پھر جواز تمتع کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ علی قاری اپنی مناسک میں ماتن کا قول نقل کرتے ہیں:

”وينبغي للامران يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني كيف شئت مفرداً أو قارناً أو متمتعاً“۔  
اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

”فيه أن هذا القيد سهو ظاهر إذ التفويض المذكور في كلام المشائخ مقيد بالافراد والقران لا غير الخ ما قال“۔

اور اس کا جواب آپ نے عدة ارباب التقویٰ سے جو نقل کیا ہے، میرے نزدیک وہ جواب صحیح نہیں ہے، مفصل لکھنے کی نہ گنجائش ہے، نہ طاقت، کبھی ملاقات ہوگی تو عرض کر دیا جائے گا۔ فقط  
(مولانا) خلیل احمد صاحب، ۲۲ صفر ۱۳۴۰ھ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم، ۱۶۰/۱: ۱۶۶)

### حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں نے حج بدل کا ارادہ کیا ہے، معلم الحجاج ملقب با شرف المناسک میں لکھا ہے کہ حج عن الغیر کرنے والا تمتع نہیں کر سکتا اور تمتع اجازت سے بھی جائز نہیں۔ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ حج عن الغیر میں تمتع ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: عبد الجلیل کر بوغہ شریف، ۹/۸/۸۷۹ء)

الجواب

حج بدل میں جب آمر کی اجازت سے قرآن اور تمتع کئے جائیں تو اس میں اختلاف ہے۔ ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی (۱) وغیرہ نے عدم جواز کو مختار کیا ہے

(۱) قال الملا علی قاری: إن هذا القيد سهو ظاهر إذ التفويض المذكور في كلام المشائخ مقيد بالافراد والقران لا غير ... وأما ما في قاضي خان من التخيير بحجة أو عمرة و حجة أو بالقران فلا دلالة على جواز التمتع اذ الواو لا تفيد الترتيب فيحمل على حج وعمرة بان يحج أولا عنه ثم يأتي بعمرة له أيضا. (إرشاد الساری الى مناسک القاری: ۳۰۴، قبیل فصل ولوصی المیت أو وارثه)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کر دیا تو ضمان دے وے گا اور حج مامور کا ہو وے گا م نہ آمر کا علیٰ ہذا... اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں، اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو، الخ۔ (تالیفات رشیدیہ، رسالہ زبدۃ المناسک: ۶۷۷، باب الحج عن الغیر)

اور ارشاد الساری (ص: ۳۰۴) نے ملا علی قاری پر رد کیا ہے اور جواز کو رائج قرار دیا ہے۔ (۱)

قلت: وهو الأقوى لأن كلام أبي بكر محمد بن الفضل لغير الجواز حيث قال: إذا أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول: حج عني بهذا المال كيف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة وعمرة وإن شئت قرانا. (كذا في الخانية على هامش الهندية: ۱۸۲/۱) (۲)

وكذا يقتضيه كلام غاية البيان حيث قال في شرح قوله الهداية فان امره غيره ان يقرن عنه فالدم على من احرم واراد بالقران الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعاً فافهم. (الهداية: ۲۷۸/۱، باب الحج عن الغير)

واستدلال المخالف بعبارات الفقهاء لا يصح لانها وردت عند الامر بالافراد وعللوها بعدم الاذن، وفي الصورة المسؤلة يأمره الامر بالحج وهو في عرفنا شامل للاقسام الثلاثة، وكذا لا ريب في الاذن لا سيما عند الاستيذان ومزيد التفصيل في جواهر الفقه (۵۰۸/۱) فليراجع. (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۹/۴)

### حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں:

- (۱) حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں باذن الامر اور بغیر اذنه دونوں کا حکم یکساں ہے، یا اذن کے بعد کر سکتا ہے، اگر اذن کے بغیر کر سکتا ہو تو جس صورت میں حج عن المیت کیا جا رہا ہو، ورثہ کی اجازت کیا اس حج کے لیے جانے والے کی جانب سے کافی ہو جائے گی، یا نہیں؟
- (۲) اور یہ حج بوصیت حج یا تبرع وارث ہو، اس مسئلہ میں دونوں کا ایک حکم ہوگا، یا مختلف؟ براہ کرم سب صورتوں کا واضح جواب مرحمت فرمایا جائے؛ تاکہ سمجھنے میں خلجان نہ ہو؟

### الجواب — وباللہ التوفیق

- (۱) مجوع عنہ آمر پر اگر حج فرض تھا اور بوجہ معذوری خود نہیں جاسکتا ہے، بلکہ اپنی نیابت میں کسی کو حج بدل میں بھیجنا چاہتا ہے تو اس صورت میں حج بدل کے صحیح ہونے کے لیے بیس سے زائد شرطیں ہیں، جو باب المناسک وغیرہ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ من جملہ ان کے جو شرطیں مامور حج بدل کے لیے جانے والے شخص سے متعلق ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) قال الشيخ حسين بن محمد سعيد المكي: قوله فيه ان هذا القيد سهو ظاهر، قال القاضي عيّد في شرحه لهذا الكتاب: ولا يخفى ان هذا سهو منه لأن المیت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفاً بلا خلاف بين الائمة الاسلاف فتدبر. (ارشاد الساری إلى مناسک القاری: ۲۰۴، قبیل فصل ولو صی المیت)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية: ۳۰۷/۱، فصل فی الحج عن المیت)

(۳) جواهر الفقه: ۵۰۸/۱، رسالہ منج الخیر فی الحج عن الغير

(الف) جب تک مجموع عنہ (آمر) مامور کو حج قرآن، یا تمتع کی اجازت نہ دے دے، مامور کو حج قرآن، یا تمتع کرنا جائز نہ ہوگا، اگر کرے گا تو حج بھی آمر کا نہ ہوگا؛ بلکہ مامور کا ادا ہوگا اور اس صورت میں مامور پر ضمان لازم آئے گا، جو حج بدل کے لیے گیا ہے۔ (۱)

(ب) اور اگر آمر مجموع عنہ نے قرآن اور تمتع کی اجازت دے دی ہے، خواہ مجمل ہی دی ہو، مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کر آؤ تو اس صورت میں مامور کو حج تمتع اور قرآن دونوں کرنا جائز رہے گا؛ لیکن دم قرآن تمتع، جنایت یہ بذمہ مامور رہے گا، مامور کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرنا ہوگا۔

كما في الدر المختار: ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر ...، وإلا فيصير مخالفا فيضمن. (الدر المختار ۲۳/۳)

معلوم ہوا کہ باذن آمر اور بغیر اذن دونوں کا حکم یکساں نہیں؛ بلکہ دونوں کے حکم میں فرق ہے۔

(الف ۲، ۳) اگر مجموع عنہ (آمر) پر حج فرض تھا اور اس نے حج بدل کی وصیت کر کے انتقال کیا ہے اور تہائی ترکہ بعد ادائیگی قرض وغیرہ حقوق متقدمہ مکان آمر (مجموع عنہ) سے حج بدل کے لیے کافی ہے تو اگر کسی متعین شخص کو بھیجنے کی وصیت فرمائی ہے تو جب تک وہ متعین کردہ شخص اظہار معذوری، یا انکار نہ کر دے، یا ایسا مہمل ہو کہ اس سے حج بدل ادا ہی نہ ہوگا، اس وقت تک اس متعین کردہ شخص کو بھیجنا اور پھر ضروری رہے گا، اگر کسی شخص کو آمر نے متعین نہ کیا ہو تو ورثا جس کو مناسب سمجھیں بھیج سکتے ہیں، بھیجنا ضروری رہے گا۔

(ب) اگر وصیت تو کی ہے؛ مگر تہائی ترکہ بعد ادائے گی حقوق متقدمہ (قرض وغیرہ) مجموع عنہ (آمر) کے مکان سے حج بدل کے لیے کافی نہ ہوگا؛ مگر خارج میقات سے بھیجنے کے لیے کافی ہو تو خارج میقات سے بھیجنا اگر ورثا کی قدرت میں ہے تو خارج میقات سے ہی جہاں سے کافی ہو، بھیجنا واجب رہے گا۔ ہاں، اگر ورثا اپنے ذاتی مال سے تبرع کر کے اور پہلے سے؛ بلکہ مکان آمر سے ہی کسی کو بھیج دیں تو درست ہوگا؛ بلکہ بہتر و افضل رہے گا، وصیت کی ان تمام صورتوں میں مامور کو حج قرآن تمتع کرنا درست نہ ہوگا اور نہ ورثا کی اجازت منجانب موصی کافی ہوگی؛ بلکہ حج افراد کرنا ہر حال میں ضروری رہے گا۔

(ج) وصیت تو فرمائی ہے؛ مگر اتنا ہی چھوڑا کہ اس کا تہائی حصہ خارج میقات سے حج کے لیے کافی ہو تو وہ رقم مکہ مکرمہ بھیج کر مکی سے حج کروانا ضروری ہوگا۔

(د) اور اگر وصیت تو کی ہے؛ لیکن بالکل کوئی ترکہ نہیں چھوڑا کہ مکی ہی سے حج کر لیا جاسکے، یا ترکہ کافی چھوڑا؛ مگر وصیت نہیں کی تو اگرچہ اس پر (آمر و مجموع عنہ) پر حج فرض باقی رہا ہو؛ مگر اس صورت میں ورثا پر کسی قسم کا حج مکی، یا میقاتی کرنا ضروری نہ رہے گا، البتہ اگر ورثا اپنی طرف سے تبرع کر دیں تو بہتر و احسن ہوگا اور اللہ نے وسعت دی ہو تو کرنا چاہیے۔



(ھ) اگر مجموع عنہ (آمر) پر حج فرض نہیں تھا؛ لیکن حج کرانے کی وصیت فرمادی اور حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد تہائی ترکہ کی مقدار اتنی ہے کہ آمر (مجموع عنہ اور موصی) کے مکان سے نہ سہی، راستہ ہی کے کسی حصہ سے حج بدل میقاتی کرایا جاسکتا ہے اور وہاں سے حج کرانا ورثا کی قدرت میں ہو تو ورثا پر وہیں سے حج کرانا ضروری ہوگا اور اس حج بدل کرنے والے (مامور) کے لیے قرآن و تمتع کرنے کی اجازت نہ رہے گی اور موصی کے ورثا کی اجازت منجانب موصی کافی و صحیح نہ ہوگی۔

(و) اگر مجموع عنہ (آمر) پر حج فرض نہ رہا ہو اور نہ اس نے حج کی وصیت فرمائی ہو، یا وصیت کی ہو؛ مگر تہائی بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الوصیت جیسے قرض و مہر وغیرہ اتنی مقدار کا بھی نہ چھوڑا ہو کہ جس سے حج کمی ہی سہی (وہ حج جو خارج میقات سے آکر کیا جائے) کیا جاسکے تو اس صورت میں کسی وارث پر حج بدل کرانا ضروری نہ رہے گا، حج بدل کرادے تو کر سکتا ہے؛ بلکہ مستحسن ہے اور ایسے حج بدل میں قرآن و تمتع کر سکتا ہے۔ (۱)

(ز) اگر صورت نمبرہ میں تہائی ترکہ کی اتنی مقدار ہو کہ کمی حج (جو اندرون میقات والوں پر ہوتا ہے) کرایا جاسکتا ہے اور ورثہ کی قدرت میں ایسا حج کرانا ہے تو اس کا بھی ادا کر دینا ضروری رہے گا اور اس صورت میں حج بدل کرنے والا (مامور) قرآن و تمتع، افراد سب کر سکتا ہے، البتہ دم قرآن و دم جنایت خود بذمہ مامور رہے گا، مامور کو یہ دم اپنے ذاتی مال سے ادا کرنا ہوگا، ہکذا يستفاد من جميع مباحث الحج عن الغير. فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۵۹/۲-۶۱)

### حج بدل میں افراد ہو، یا قرآن:

سوال (۱) حج بدل اگر میت کی طرف سے کیا جائے، جب کہ اس نے حج کی قسم سے کسی قسم کا تعین نہ کیا ہو تو کون سی صورت مناسب ہے؟

(۲) اگر حج بدل میں افراد کرنا ہو تو رمضان المبارک سے قبل والے جہاز سے روانہ ہو کر پھر ایام حج میں حج کا احرام میقات سے باندھنا کیسا ہے؟

(۳) بمبئی سے جدہ اور جدہ سے مدینہ منورہ احرام کے بغیر جا کر پھر ایام حج میں حج بدل لے کر افراد کا احرام باندھ کر آنا کیسا ہے؟

(۴) حج بدل میں تمتع اور قرآن کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ تمتع کی کوئی صورت جواز ہے؟

(۱) قال: وإن لم يوص أي بالاحجاج فتبصر عنه الوارث وكذا من هم أهل التبرع فحج أي الوارث ونحوه بنفسه أي عنه أو غيره جاز، والمعنى جاز عن حجه الإسلام إن شاء الله تعالى، كما قاله في الكبير. (رد المحتار: ۲۳۹/۲، باب الحج عن الغير)

## الجواب ————— حامداً ومصلیاً

(۱) افراد کیا جائے۔ (۱)

(۲) درست ہے۔ (۲)

(۳) درست ہے۔ (۳)

(۴) جب وصیت کے ماتحت بدل میں حج فرض ادا کرنا ہو تو تمتع نہ کیا جائے، قرآن کی گنجائش ہے لیکن دم

قرآن مامور لازم ہوگا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۸/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۶/۱۰-۳۱۷-۳۱۸)

(۱) ”الثالث عشر عدم المخالفة، فلو أمره بالافراد: أي للحج أو العمرة (فقرن): أي عن الأمر، فهو مخالف ضامن عند أبي حنيفة وعندهما يجوز ذلك عن الأمر استحساناً. وأما لو نوى بأحدهما عن نفسه أو عن غيره، والآخر عن الأمر فهو مخالف ضامن اجمعاً، كذا في المحيط ... (أوتمتع): أي بأن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه، فإنه يصير مخالفاً اجمعاً على ما في ”البحر الزاخر“ ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن الميت، فإنه الفرض عليه، وينصرف مطلق الأمر إليه“. (المسلك المتسقط في المنسك المتوسط، فصل في شرائط جواز الاحجاج، ص: ۴۸۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

”إن أذن له الأمر بالقرآن والتمتع، والا فيصير مخالفاً فيضمن“. (الدر المختار)

”أمره بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، فقد خالف أمر الأمر فيضمن“. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: العمل على القياس دون الاستحسان هنا: ۱۱۶/۲، دار الفكر بيروت، انيس)  
مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل حج بدل میں افراد ہے، ورنہ قرآن اور تمتع کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔ معلم الحاج میں ہے: ”حج بدل والے کو تمتع کرنا جائز نہیں، بلکہ افراد کرنا چاہیے۔“ (معلم الحاج، ص: ۴۲۸، ادارۃ القرآن کراچی) فتاویٰ رجیمیہ میں ہے: ”حج بدل میں افراد کیا جائے۔“ (فتاویٰ رجیمیہ: ۱۲۰/۳، دارالاشاعت کراچی)

(۲) أن الأفاقى الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا احرام للحج، ثم عاد إلى الميقات وأحرم هل يصح عن الأمر؟ قيل: لا، وقيل: نعم ... قلت: وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له إذا عاد إلى الميقات وأحرم. والجواب عن (قوله: لأن سفره حينئذ لم يكن للحج) أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقیم به أياماً لبيع أو شراء مثلاً، ثم يدخل مكة، لم يخرج عن أن يكون سفره للحج، كما لو قصد مكاناً آخر في طريقه ثم النقلة عنه. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في المواقيت: ۴۷۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) أن الأفاقى الحاج عن الغير إذا جاوز الميقات بلا احرام للحج، ثم عاد إلى الميقات وأحرم هل يصح عن الأمر؟ قيل: لا، وقيل: نعم ... قلت: وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له إذا عاد إلى الميقات وأحرم. والجواب عن (قوله: لأن سفره حينئذ لم يكن للحج) أنه إذا قصد البندر عند المجاوزة ليقیم به أياماً لبيع أو شراء مثلاً، ثم يدخل مكة، لم يخرج عن أن يكون سفره للحج، كما لو قصد مكاناً آخر في طريقه ثم النقلة عنه. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في المواقيت: ۴۷۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۴) (ودم القران) و التمتع (والجناية على الحاج) ان أذن له الأمر بالقرآن والتمتع، والا فيصير مخالفاً فيضمن. (الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: العمل على القياس دون الاستحسان هنا: ۶۱۱/۲، سعيد) ==

## حج بدل میں تینوں اقسام حج آمر سے واقع ہوتے ہیں:

سوال: حج بدل یعنی حج عن الغیر میں اگر مامور نے میقات سے احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا، خواہ اپنے لیے ہو، یا آمر کے لیے، بعد میں حج ادا کیا مکہ مکرمہ سے، کیا یہ حج آمر کے لیے ہوا، یا نہیں؟ بعض کتب میں لایجوز مذکور ہے، ان کی عبارات یہ ہیں:

إن من شروط الحج عن الأمر أن يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد أمره بالحج ثم حج من مكة يضمن في قولهم جميعاً ولا يجوز ذلك عن حجة الإسلام، الثالث عشر عدم المخالفة فلو أمره بالافراد ففقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع حجه عن الأمر ويضمن النفقة، الخ.

اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کرام میں بہت اختلاف ہے، بعض وقوع و جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم وقوع و عدم جواز کے قائل ہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں؟ مینو اتوجروا۔

(المستفتی: حاجی نوراجان)

### الجواب

عن عبد اللہ جان ناصردی: یہاں تفصیل کی ضرورت ہے، اس کے بعد صراحۃً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حج آمر کے لیے واقع اور جائز ہے، تفصیل یہ ہے، عبارت البحر الرائق (۳۱۸/۲):

== ”وإنما وجب دم القران على المأمور ... وأطلق في القران، فشمّل ما إذا أمره واحد بالقرآن ففقرن.“  
(البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۱۶/۳، رشیدیہ) وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب الحج عن الغير: ۳۰۹/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

”الثالث عشر عدم المخالفة، فلو أمره بالافراد: أي للحج أو العمرة (فقرن): أي عن الأمر، فهو مخالف ضامن عند أبي حنيفة وعندهما يجوز ذلك عن الأمر استحساناً. وأما لونهما بأحدهما عن نفسه أو عن غيره، والآخر عن الأمر فهو مخالف ضامن اجماعاً، كذا في ”المحيط“ ... (أو تمتع): أي بأن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه، فإنه يصير مخالفاً اجماعاً على ما في ”البحر الزاخر“ ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن الميت، فإنه الفرض عليه، وينصرف مطلق الأمر إليه.“ (المسلك المتسقط في المنسك المتوسط، فصل في شرائط جواز الاحجاج، ص: ۴۸۸، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

”ان اذن له الأمر بالقران والتمتع، والا فيصير مخالفاً فيضمن.“ (الدر المختار)

”أمره بسفر يصرفه الى الحج لا غير، فقد خالف أمر الأمر فضمن.“ (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: العمل على القياس دون الاستحسان هنا: ۶۱۱/۲، دار الفكر بيروت، انیس)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل حج بدل میں افراد ہر فرقہ اور فرقہ کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔  
معلم الحاج میں ہے: ”حج بدل والے کو تمتع کرنا جائز نہیں، بلکہ افراد کرنا چاہیے۔“ (معلم الحاج، ص: ۴۲۸، ادارۃ القرآن کراچی)  
فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: ”حج بدل میں افراد کیا جائے۔“ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۲۰/۳، دارالاشاعت کراچی)

لأن الاتفاقی إذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم وإذا وصل إليه التحق باهله، ومن كان داخل الميقات فله أن يدخل مكة بغير إحرام إذا لم يقصد الحج أو العمرة وهي الحيلة لمن أراد ان يدخل مكة بغير إحرام وينبغي أن لا تجوز هذه الحيلة للمأمور بالحج (لأنه حينئذ لم يكن سفره للحج) ولأنه مأمور بحجة آفاقية وإذا دخل مكة بغير إحرام صارت حجته مكية فكان مخالفا وهذه المسئلة يكثر وقوعها فيمن يسافر في البحر الملح وهو مأمور بالحج ويكون ذلك في وسط السنة فهل له أن يقصد البندر المعروف بجدة ليدخل مكة بغير إحرام حتى لا يطول الإحرام عليه لو أحرم بالحج فإن المأمور بالحج ليس له أن يحرم بالعمرة.

پھر ملاحظہ ہو، اسی صفحہ ۳۱۸، جلد ۲ پر عبارت منحة الخالق على البحر لابن عابدين تحت قوله لأنه حينئذ لم يكن سفره للحج:

هذا التعليل يفيد أنه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد إلى أحد المواقيت وإحرامه منه، ونقل كلام المؤلف هنا الشيخ حنيف الدين المرشدي في شرح منسكه وأقره ونقله عنه القاضي محمد عيّد في شرح منسكه كما في حاشية المدنى على الدرالمختار، ثم قال فيها: ونقل الملا على قارى في رسالته المسماة. (بيان فعل الخير إذا دخل مكة من حج عن الغير) أنه وقعت مسئلة اضطرر فيها فقهاء العصر وهي أن الآفاقى الحاج عن الغير إذا انفصل عن الميقات بغير إحرام للحج هل هو مخالف أم لا؟ فقيل: نعم فيبطل حجه عن الأمر وإن عاد إلى الميقات، وأحرم وقيل: لا بل عليه أن يرجع إلى الميقات ويحرم عن الأمر واعتمد الأولون على ظاهرهما في المنسك الكبير للسندى أن من شروط صحة الحج عن الأمر أن يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد أمره بالحج ثم حج من مكة يضمن في قولهم جميعا ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام، لأنه مأمور بحجة ميقاتيته، الخ... ولا يصح الاعتماد عليه لأن الشرط فرض لا يثبت إلا بدليل قطعى فمجرد قوله من غير نقله عن مجتهد أو إسناده إلى دليل غير مقبول، وأطال إلى أن قال: وبما ذكرناه افتى الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومى في منسكه وافتى به الشيخ على المقدسى ونقل فتواه فراجعها، الخ، ما في الحاشية ملخصا، أقول وفي رده ما ذكره السندى نظر، لأن المسئلة منقولة والمقلد متبع للمجتهد وإن لم يظهر دليله ففي التارخانية عن المحيط ولو أمره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف في قولهم وفي الخانية: ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام عن نفسه وكذا لو حج ثم اعتمر كان مخالفا عند العامة، وفي المحيط: ولو أمره بالعمرة فاعتمر أولا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا وإن حج أولا ثم اعتمر فهو مخالف، الخ، فليتأمل، وفي قول ابن عابدين فليتأمل إشارة إلى جواب نظره وهو أن نقل الدليل عن مجتهد أو إسناده إلى دليل لا ينافى التقليد

والاتباع وأيضاً قال ملا علی قاری فی کتاب المناسک (۳۵۲) وأيضاً فيه إشكال آخر حيث أن الميقات من أصله ليس شرطاً لمطلق الحج وأصله بل أنه من واجباته فكيف يكون شرطاً وقت نيابته فإن وجد نقل صريح أو دليل صحيح فالأمر مسلم وإلا فلا.

حاصل ما قال الملا علی قاری فی المنحة وفي كتاب المناسك ان الميقات إما أن يكون شرطاً أولاً، فإن كان شرطاً فالشرط فرض لا يثبت، الخ، ولم يأت أحد بدليل قطعي إلى الآن ولم يوجد، وإن لم يكن شرطاً بل من واجبات الحج فكيف يكون شرطاً وقت نيابته فإن وجد نقل صريح ودليل صحيح فالأمر مسلم وإلا فلا.

وبقوله إن الشرط فرض، الخ، وإن الميقات من أصله ليس شرطاً، الخ، اندفع ما قال في رد المحتار في باب الحج عن الغير (ص: ۲۱۱، ۲۱۲) وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة إذا عادل الميقات واحرم على أن البحر الرائق علل بعلتين أحدهما قوله لأنه حينئذ لم يكن سفره للحج وثانيهما لأنه مأمور بحجة آفاقية وبينهما تناقض كما يظهر بادن تامل، وهو أن قوله لأنه حينئذ تعليل يفيد أنه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد إلى أحد المواقيت وإحرامه منه كما ذكرناه آنفاً، وقوله؛ لأنه مأمور بحجة آفاقية تعليل يفيد ويفهم منه أنه لو خرج إلى الميقات وأحرم منه أنه يصح ولعل البحر لهذا التناقض أتى وجاء بلفظ ينبغي وهو غير صريح في اشتراط الاحرام من الميقات وعلل الشيخ السندی بعلّة واحدة وهي قوله لأنه مأمور بحجة ميقاتية وهي أيضاً منقوضة بما قال في المنحة على البحر (۶۳/۳) وهو (قول السندی لأنه مأمور بحجة ميقاتية) يفهم منه أنه لو خرج إلى الميقات واحرم منه أنه يصح لكن يرد عليه أنه لما اعتمر جعل سفره للعمرة ولم يؤمر به فيكون مخالفاً كما يفيد قوله الآتي (لأنه جعل المسافة) والقول الآتي من آخر صفحة: ۳۶، إلى نصف سطرى ثانية: ۶۴.

وايضاً قال ملا علی قاری فی کتاب المناسک (ص: ۳۵۱) تحت قوله فلو أمره بالافراد ففقرن أو تمتع به ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج فإنه المفروض عليه وينصرف مطلق الأمر إليه إلا أنه يشكل عليه إذا أمره بالافراد العمرة ثم إتيان الحج بعده أو صرح بالتمتع في سفره أو بتفويض الأمر إليه.

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حج آمر کی طرف سے واقع اور جائز ہے۔

الحجیب: عبد اللہ جان ناصر کی لور لائی

الجواب عن مفتی صاحب دامت برکاتہم:

ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حج آمر سے واقع ہوتا ہے، البتہ عوام کے عرف میں حج کا افراد اور تمتع اور

قرآن تینوں اقسام پر اطلاق ہوتا ہے، لہذا اسی بنا پر یہ حج آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے، فائیم۔ (۱) وهو الموفق

محمد فرید عفی عنہ، ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۰/۴)

## حج بدل کے لیے کس کو بھیجنا افضل ہے:

سوال: حج بدل کے لیے کیسے آدمی کو بھیجنا افضل ہے، کیا جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے، وہ حج بدل میں جاسکتا ہے؟

الجواب: وبالله التوفیق

حج بدل یعنی حج فرض کسی کی طرف سے ادا کرنے کے لیے ایسے بالغ مرد مسلمان کو بھیجنا افضل ہے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو: (۲) لیکن اگر ایسے شخص کو بھیجا جائے، جس نے خود حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو بھی شخص مذکور کی طرف سے حج

(۱) اس میں اصل یہ ہے کہ میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفاقی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے، وہ میقات کا یہ امر دلالت ثابت ہونے کی وجہ سے ہے، پس جب آمر کی اجازت اس کے خلاف واقع ہوئی، مثلاً اس کو قرآن کا امر کیا، یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی، یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا، پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملا لیا حتیٰ کہ اس کا قرآن ہو گیا تو جائز ہے: اس لیے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس کو اس کی اجازت حاصل ہے، اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بنا پر مامور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا، پس یہ میقات سے احرام کی شرط نیابت حج کے لیے فی نفسہ شرط نہیں ہے؛ بلکہ آمر کے امر سے دلالت ثابت ہونے کی وجہ سے ہے۔ (عمدة الفقہ: ۲۵۴/۴)

درج بالا قول سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں چوں کہ حج بھی مشہور قسم یعنی تمتع کا نام ہے اور عوام اس میں فرق نہیں کرتے، بلکہ مطلق حج کا امر کرتے ہیں اور ہر قسم حج کی اجازت ہوتی ہے تو دلالت اس سے بھی حج تمتع مراد ہوتا ہے۔ نیز نظام الفتاویٰ: ۱۵۱/۱ میں ہے: ”اور اگر آمر نے قرآن اور تمتع کی اجازت دے دی ہے، خواہ مجملاً ہی دی ہو، مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کر آؤ تو اس صورت میں مامور کو حج تمتع اور قرآن دونوں کرنا جائز رہے گا.... کما فی الدر المنختار: ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر وإلا فیصیر مخالفا فیضمن۔

معلوم ہوا کہ باذن آمر اور بغیر اذن دونوں کا حکم یکساں نہیں؛ بلکہ فرق ہے، اتنی، پس معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں حج تمتع کی اجازت مجملاً دلالت ہوتی ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

إذا أمر غیرہ بان یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیکول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ: ۳۰۷/۱، الحج عن الغیر) (۲) ومع هذا: لو أحج رجلاً، لم یحج عن نفسه حجة الإسلام، یجوز عندنا، وسقط الحج عن الأمر. (الفتاویٰ الہندیہ: ۲۵۷/۱، بدائع الصنائع: ۲۷۴/۳، بیروت)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن یحج رجلاً عن نفسه أن یحج رجلاً قد حج عن نفسه، ومع هذا لو أحج رجلاً لم یحج عن نفسه حجة الإسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الأمر، کذا فی المحيط، و فی الکرمانی: الأفضل أن یکون عالماً بطریق الحج وأفعاله، ویکون حراً عاقلاً بالغاً، کذا فی غایة السروجی شرح الہدایة. (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ط: رشیدیہ، انیس)

ادا ہو جائے گا، جس پر حج فرض نہیں ہے، وہ اگر دوسرے شخص کی طرف سے اس کے خرچ سے حج کرنے کے لیے مکہ پہنچا ہے تو اس پر زیارت خانہ کعبہ کی وجہ سے حج فرض نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۱/۸/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۶/۳)

### حج بدل کے لیے حاجی ہونا:

سوال: حج بدل اپنا حج کئے بغیر درست ہے، یا نہیں؟

#### الجواب

حج بدل میں اس شخص کے لیے جو کہ اپنا فریضہ ادا نہیں کر چکا ہے، خلاف ہے امام شافعیؒ اور ان کے موافقین ناجائز بتلاتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ مکروہ فرماتے ہیں تحریماً، اس کے لیے جو پہلے سے مالک زاد اور احلہ تھا اور تنزیہاً اس کے لیے جو پہلے سے غیر مستطیع تھا؛ مگر ہر دو حالت میں فریضہ آمراد ادا ہو جائے گا، البتہ مامور (یہ حج بدل کرنے والا) فقیر جب میقات حدود حرم میں پہنچ گیا تو اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا، اب یا تو یہیں ایک سال رہ کر اگلے سال اپنا حج کر کے لوٹے ورنہ وطن واپس آ کر حج اسلام ادا کرے، ورنہ گناہگار ہوگا۔ (۲)

(مکتوبات: ۲۹۶/۲-۲۹۷) (فتاویٰ شیخ الاسلام، ص: ۶۳)

### حج بدل کرنے والے کا حاجی ہونا:

سوال (۱) حج کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے، اس کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ وہ قبل سے خود بھی حاجی ہو، یا بغیر اس کے بھی اس کام کو انجام دے سکتا ہے اور حج بدل کا فرض بھیجنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟

### میت کی جانب سے حج بدل کرنا:

(۲) کیا فوت شدہ انسان کی طرف سے حج کرایا جاسکتا ہے؟ یعنی شرعاً اس کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

(۱) أقول: وظاهره يفيد أن الصلوة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة. (رد المحتار: ۲/۱۷۲)

(۲) والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه وهو يدل على كراهة، والأقل ويجب الخ والحق انها تنزيهية على الأمر تحريمية على الصلوة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج عن نفسه لأنه آثم بالتأخير (البحر الرائق: ۳/۶۹)

وقال في غنية الناسك: لا يخفى عليك أنه بإطلاقه يقتضى أنه بوصوله إلى الميقات يجب الحج

عليه. (غنية الناسك: ۱۸۱)

ضروری نوٹ: غیر مستطیع شخص اگر دوسرے کی طرف سے حج بدل کرے تو اس پر حج فرض ہونے کے متعلق فقہاء متاخرین کا اختلاف ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے عدم فرضیت کو ارجح قرار دیا ہے۔ (شامی مطلب فی حج الصلوة: ۲/۶۰۳-۶۰۴، محمد سلمان)

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

(۱) جس کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے، اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ حج کر چکا ہو، اگر ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجا جائے، جس نے حج نہیں کیا ہے تو حج فرض بھیجنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ (۱) یوں حج کئے ہوئے آدمی کو بھیجنے میں یہ فائدہ ہے کہ وہ حج سے واقف کار ہے۔ (۲)

(۲) فوت شدہ انسان کی طرف سے حج کرایا جانا ضروری نہیں ہے، (۳) البتہ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہے اور وہ مال چھوڑ کر مرا ہے تو شرعاً ورثہ پر لازم ہے کہ ان کی وصیت کو ضرور پوری کریں، (۴) اور اگر وصیت نہیں کیا ہے تو ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
عبدالصمد رحمانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۷/۳)

### تحقیق اشراط حج خود برائے حج بدل:

سوال: من العبد المفتاق إلى حضرة الشيخ الأکمل الأشرف الأجل مد الله ظلاله أما بعد فهذا العبد منذ زمان قد قصر عن التحرير و ليس هذا الأمر من قصور الباع على أنى قد كان عوض لى الحمى بنا قص فحالت بينى وبين ما اشتهى وبحمد الله قد برء السقم فشكر الله على اسباغ النعم وتلك الأيام لم استطع على حز بى فى لاهف نفسى ثم إنى أكلف جنابكم لحل شبهات قد عرضت لى فى أثناء التدريس الصحيح للإمام محمد بن إسماعيل البخارى ولم أقدر على جواب شاف من عندى فالتجأت إلى سندی ووسيلة البخارى فى يوم وغدى، أنا معاشر الحنيفة نستدل على جواز الحج عن الغير وإن لم يحج عن نفسه بحديث الخشعمية المروية فى البخارى المطبوع فى المطبع المصطفائى، ص: ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ونقول: الحديث

(۱) یہ مسئلہ جب ہے کہ خود اس پر حج فرض نہ ہو اور اگر خود اس پر اپنا حج فرض ہے تو ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فجواز حج الصرورة) بمہملہ من لم یحج ... وغیرہم اولی لعدم الخلاف. (الدر المختار)

”إن حج الصرورة عن غیرہ إن کان بعد تحقق الوجوب علیہ بملک الزاد والراحلة والصحة فهو مکروہ کراهة تحریم.“ (رد المحتار مطلب فى حج الصرورة: ۲/۲۴۱)

(۲) ایسے ہی شخص کو بھیجنا افضل ہے۔ ”والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والأفضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه.“ (رد المحتار: ۲/۲۴۱)

(۳) (وبشرط الأمر به) أى بالحج عنه (فلا يجوز حج الغير بغير إذنه إلا إذا حج) أو أحج (الوارث عن مورثه) لوجود الأمر دلالة (الدر المختار على هامش رد المحتار مطلب شروط الحج عن الغير عشرون: ۲/۲۳۹)

(۴) (وأوصى بالحج عنه) ... إنما تجب الوصية به إذا أخره بعد وجوبه. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحج: ۲/۲۴۲)



مطلق و ایضاً لم یسئلہا صلی اللہ علیہ وسلم احججت أم لا، فیدل علی جواز الحج البدل وإن لم یحج عن نفسه؛ لکن فی هذا شیء لأن سوال الخشعية کان غداة جمع کما وقع فی الصحيح، ص: ۲۲۶، ۲۵۰، استنباطاً وفي سنن النسائی صریحاً بهذا اللفظان أمرأء من خشعمر سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداة جمع الحديث باب الحج عن الحي الذي لا یستمسک علی الرحل فلا یمكن أن یكون المعنی أفأحج عنه العام لأن الوقت قد مضى بل المعنی أفأحج عنه عاما آخر ولما کان الغالب من حالها أنها قد قضت الحج ثم سألت فلهذا لم یتعرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سؤالها بأنها حجت أم لا وقال نعم أى یجوز ذلك أداء فريضة الحج عن أبيک ولما کان الملبى عن شبرمة لم یحج من قبل قطعاً إذا کان ذلك عامة حجة الوداع فلما قال لبيک عن شبرمة سألہ من شبرمة فلما قال هو خی فلا جرم نهى النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك وأمره لقضاء الوطر عن نفسه ثم عن شبرمة فحديث قبل قطعاً إذا کان ذلك عامة حجة الوداع فلما قال لبيک عن شبرمة سألہ عن ذالك وأمره لقضاء الوطر عن نفسه ثم عن شبرمة فحديث الخشعية ظنی أنه مقيد لا مطلق وعدم الكشف لما مرفعل مبنی تلک المسئلة کون وقت الحج طر فامو سعا هو العمر لا هذا الحديث وأمثاله فالمرجو ان تفيد وفيه بجواب شاف من عند کم إذا الشراح لم یأتوا بشی یغنی ولم یفتح لی ما یعنى .

الجواب

نعم هذا الحديث محتمل فلا یصح للاستدلال لکن لنا فی أصل المسئلة دلیل آخر ایضاً وهو سوال الجهنية وجوابه صلی اللہ علیہ وسلم لها بقوله أرأیت لو کان علی أمک دين الحديث وهو مذکور فی صحيح البخارى، ص: ۲۵۰، من الجلد الأول فلما الحق صلی اللہ علیہ وسلم الحج عن الغير یقضاء الدين ولم یشرط فی قضاء الدين تقدیم دين نفسه علی دين غيره فكذا الحج وأما الاستدلال بحديث شبرمة فليس بقوى لاحتمال علی الكراهة وقد قال فقهاءنا به واللہ أعلم وما ورد فی بعض الروایات قوله علیه السلام هذا منك فيحمل علی ما فی بعض روايات أخرى حج عن نفسك ثم هو موقوف عند بعضهم ورحبه كثير . (وهذا كله فی التلخیص الحبير)

(تتمہ رابعہ) (امداد الاحکام: ۱۷۰/۳)

☆ جس نے حج نہیں کیا، اس سے حج بدل کروانا:

سوال: جو شخص غریب ہو، یا امیر ہو؛ لیکن خود اس نے اپنا حج نہیں کیا ہو تو کیا وہ حج بدل کر سکتا ہے؟

(عبد الجبار، جامعہ عثمانیہ) ==

جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، اس کے حج بدل کا حکم:

سوال: سنا جاتا ہے کہ اس شخص کو جو خود حاجی نہ ہو، حج بدل کے لیے جانا جائز نہیں؛ اس لئے کہ کعبہ شریف کو دیکھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ جب خود ان پر فرض ہو گیا، تو وہ دوسرے کی جانب سے ادا نہیں کر سکتا۔

الجواب

جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، اس کو حج بدل کرنا مکروہ ہے اور جب وہ کعبہ شریف پہنچتا ہے تو وہ دوسرے کا احرام باندھے ہوئے ہوتا ہے، اس واسطے اس پر اس زیارت کعبہ سے حج فرض نہیں ہوتا، مگر ہومصرح فی کتب الفقہ، البتہ اگر اس کو آئندہ حج تک مکہ معظمہ میں قیام دشوار نہ ہو اور اس کے اہل و عیال کو بھی تنگی پیش آوے نہ تو بعض فقہانے اس پر وہاں قیام کر کے آئندہ سال حج کرنے کو واجب کہا ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبد الکریم، از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، ۱۱/شوال ۱۳۴۸ھ۔

الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۲/شوال ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۹۹/۳)

حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے، جس نے پہلے حج کیا ہو:

سوال: حج بدل اپنے بھائی مرحوم کا کرانا ہے اور دریافت طلب یہ ہے کہ جو حاجی حج کیا ہوا ہو وہ جاسکتا ہے، یا نہیں اس کا فتویٰ مذہب حنفی کی رو سے جو ہو، تحریر فرمائیے؟

(المستفتی: ۱۲۳۱، حاجی عبدالغفور خاں صاحب، ضلع ریتک، ۲۷/رجب ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۴/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

جس شخص نے اپنا حج کر لیا ہے، اس کو حج بدل کے لیے بھیجنا افضل ہے؛ لیکن اگر ایسا شخص حج بدل کے لیے جائے جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے، جب بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے، حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۴۲/۴)

الجواب

==

بہتر ہے کہ اس شخص سے حج بدل کرایا جائے، جو اپنا حج ادا کر چکا ہو، جس شخص نے خود حج نہیں کیا، اس سے حج بدل کرانے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، حنفیہ کی رائے ہے کہ ایسا شخص بھی حج بدل کر سکتا ہے؛ لیکن اگر اس پر خود حج واجب ہے تو اس سے حج کرانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر خود اس پر حج واجب نہیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (یقع الحج المفروض عن الأمر علی ظاهر المذهب). (الدر المختار)

والحق أنها تنزيهية على الأمر لقلولهم و الأفضل إلح تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه؛ لأنه آثم بالتأخير. (رد المحتار: ۲۰/۴ - ۲۱) (کتاب الفتاویٰ: ۵۹/۴)

(۱) فجاز حج الضرورة... وغيرهم أولى بعدم الخلاف.

==

## حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا؛ جس نے پہلے حج نہ کیا ہو:

سوال: زید کا انتقال ایسی صورت میں ہوا کہ اس نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا اور کچھ اپنا سرمایہ چھوڑ گیا ہے، اب اس کے وارثین حج بدل کرانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حج کے واسطے کس آدمی کو بھیجا جائے، آیا جس نے ایک بار حج کیا ہو، اس کو ہی بھیجا جائے، یا کہ بغیر حج کئے ہوئے آدمی کو بھی بھیجا جاسکتا ہے؟ میت نے وصیت نہیں کی۔  
(المستفتی: ۱۱۰۱، معرفت: فضل رحیم، طالب علم، مدرسہ امینیہ، دہلی، ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، ۱۴/ اگست ۱۹۳۶ء)

### الجواب

اگر ایسا شخص مل سکے، جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو تو افضل ہے اور نہ ملے تو ایسے شخص کو بھیجنا بھی جائز ہے، جس پر حج فرض نہ ہو اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ ہاں، جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور وہ اپنا حج نہ کرے، حج بدل کے لیے جائے تو اس کے لیے یہ مکروہ ہے۔ (۱) فقط  
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی، (کفایت المفتی: ۳۴۲/۴)

## جس نے پہلے حج نہ کیا ہو اور جو کر چکا ہو، حج بدل میں کس کا بھیجنا بہتر ہے:

سوال: جس نے پہلے حج نہ کیا ہو، اس سے حج کرانا کیسا ہے اور جس نے پہلے حج کر لیا ہو اور وہ خوش حال ہو، اس سے حج بدل کرانا کیسا ہے؟

### الجواب

دوسرے شخص سے جو کہ حج کئے ہوئے ہو، حج بدل کرانا افضل ہے، پہلے شخص سے جس نے حج نہیں کیا، حج بدل کرانا مکروہ ہے۔ (کذا فی الدر المختار و الشامی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۵/۶)

== وفي الشامية، والأفضل أن يكون قد حج من نفسه حجة الإسلام خروجا من الخلاف، قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر، بقولهم والأفضل إلخ تحريرية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه، لأنه أثم بالتأخير. (رد المختار، كتاب الحج، باب الحج من الغير، مطلب في حج الضرورة: ۶۰۳/۲، ط: سعيد)

(۱) فجاز حج الضرورة... وغيرهم أولى بعدم الخلاف... وفي الشامية: والأفضل أن يكون قد حج من نفسه حجة الإسلام خروجا من الخلاف، قال في البحر... والحق أنها تنزيهية على الأمر، لقولهم والأفضل إلخ تحريرية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه، لأنه أثم بالتأخير. (رد المختار، كتاب الحج، باب الحج من الغير، مطلب في حج الضرورة: ۶۰۳/۲، ط: سعيد)

(۲) (فجاز حج الضرورة) من لم يحج... وغيرهم أولى لعدم الخلاف (الدر المختار) أى خلاف الشافعي فإنه لا يجوز حجهم كما في الزيلعي ولا يخفى أن التعليل يفيد أن الكراهة تنزيهية؛ لأن مراعاة الخلاف مستحبة فافهم. (رد المختار، كتاب الحج، باب الحج من الغير، مطلب في حج الضرورة: ۳۳۱/۲، ظفير)

## حج بدل کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: جس شخص نے حج نہ کیا ہو، اس کو حج بدل کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ذی استطاعت حج بدل کو جاوے، اس کے لیے مکروہ تحریمی ہے، یا جس شخص پر بلحاظ استطاعت حج فرض نہیں ہے؛ لیکن وہ تشریق زیارت واسطے حج بدل کے جانا چاہتا ہے تو اس میں کسی قسم کا اکراہ شرعی تو نہیں ہے؟

### الجواب

جس پر پہلے سے حج فرض ہو چکا ہے، اس کا حج بدل کو جانا تو باتفاق مکروہ تحریمی ہے اور جس پر حج فرض نہیں ہے اور اس کو استطاعت نہیں ہے، اس پر چوں کہ بعض علماء محققین کے نزدیک مکہ معظمہ پہنچ کر حج فرض ہو جاتا ہے؛ اس لیے ان علماء کے نزدیک وہ بھی تارک فرض ہونے کی وجہ سے مرتکب کراہت تحریمہ کا ہے، جیسا شامی میں بدائع سے منقول ہے: یکره إحتجاج الضرورة؛ لأنه تارك فرض الحج يفيد أنه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه... قلت وقد أفتى بالوجوب مفتي دار السلطنة العلامة أبو السعود وتبعه في سكب الأنهر وكذا أفتى به السيد أحمد بادشاه وألف فيه رسالة. (۱)

اور بہر حال جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا، اس کو حج بدل کرنا کسی صورت میں کراہت سے خالی نہیں ہے۔ غایت یہ کہ یہ صورت ذی استطاعت نہ ہونے کے عند البعض وہ کراہت تنزیہی ہے اور ان علماء کے نزدیک جو مکہ معظمہ پہنچ کر اس پر حج فرض کہتے ہیں، کراہت تحریمی ہے اور بصورت ذی استطاعت ہونے کے باتفاق کراہت تحریمی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۶-۵۷۷)

## جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، اس کے حج بدل کرنے کا حکم:

سوال: کیا حکم ہے علماء حنفیہ کا اس مسئلہ میں کہ زید ایک غریب شخص ہے، جس نے حج نہیں کیا، اس کو ہندہ بدل حج کرنے کے واسطے بھیجنا چاہتی ہے، اگر زید ہندہ کا روپیہ لے کر حج کو جاوے، تو حج ہندہ کا ادا ہوگا یا نہیں؟

### الجواب

جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ اگر حج بدل کرے تو حج بدل صحیح ہو جاتا ہے؛ لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے اور افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جاوے، جو اپنا حج کر چکا ہو اور جو شخص اپنا حج کئے بدون حج بدل کو جاوے، اگر وہ اتنا مالدار ہے کہ اس پر حج فرض ہے تو اس کو حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

كما في غنية الناسك، ص: ۱۸۱، قال في الفتح (۷۰۳) والبحر: والحق أنها تنزيهية على الأتم تحريمه على الضرورة (۲) المأمور إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الضرورة: ۲۲/۴، مکتبہ ذکریا دیوبند، انیس

(۲) قوله: الضرورة وهو الذي لم يحج أولاً عن نفسه. (دلا ورحسن عفا الله تعالى عنه ولوالديه)

والصحة وكذا الوتنفل لنفسه آه ملخصاً.

اور اگر اس بدل کے لیے جانے والے پر حج فرض نہیں ہے، تو کراہت تحریمہ نہ ہوگی؛ مگر کراہت تنزیہیہ سے خالی نہیں، للاختلاف فی أن الحج بوصولہ إلى الميقات يفرض عليه أم لا. (۱) واللہ أعلم

نوٹ: سوال میں یہ نہیں لکھا کہ ہندہ کو خود جانے سے کیا عذر ہے؛ اس لیے دوبارہ سوال کر لیں کہ اس کا عذر ایسا ہے کہ حج بدل کو بھیج سکتی ہے، یا نہیں؟

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ، از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ (امداد الاحکام: ۳/۱۹۷)

جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، اس کے حج بدل کرنے کا حکم:

سوال: حج بدل کے مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے آدمی کو بھیجنا چاہیے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہے، عمر کہتا ہے کہ حج بدل کے لیے یہ قید ضروری نہیں۔ اب علمائے دین سے التماس ہے کہ ایسی صورت میں حج بدل کے لیے مستطیع، یا غیر مستطیع کیسے آدمی کو بھیجنا چاہیے۔ ان تمام باتوں پر خیال کرتے ہوئے مفصل اور واضح حج بدل کے احکام مع حوالہ کتب فرمائیں؟

#### الجواب

دونوں قول اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی طرف سے حج نہیں کیا، اگر اس کو حج بدل کے لیے بھیج دیا تو باتفاق مشائخ حنفیہ حج بدل درست و صحیح ہو جائے گا، خلافاً للشافعی.

اس سے معلوم ہوا کہ یہ قید ضروری نہیں کہ اپنی طرف سے حج کر چکا ہو؛ لیکن چونکہ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں کہ ان کے نزدیک حج بدل غیر کی طرف سے جب ہی صحیح ہو سکتا ہے، جب کہ پہلے اپنے لئے حج فرض کر چکا ہو؛ اس لیے افضل یہ ہے کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، اس کو حج کے لیے نہ بھیجیں؛ تاکہ بلا اختلاف حج صحیح ہو جائے گا؛ لیکن اگر بھیج دیا تو حنفیہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گا، اگرچہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔

قال الشامي: قال في الفتح أيضاً: والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجاً عن الخلاف (إلى قوله) قال في البحر: والحق أنها يعني الكراهة تنزيهية على الأمر لقولهم

(۱) اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ خثعم کے ایک آدمی کو اجازت دی ہے، چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل من خثعم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن أبي أدر كه الإسلام وهو شيخ كبير، لا يستطيع ركوب الرجل والحج مكتوب عليه أفأحج عند؟ قال: أنت أكبر ولدك قال: نعم، قال: أفأحج عنه. (إعلاء السنن، باب إذا حج عن الغير: ۴۶۲/۱۰، رقم الحديث: ۳۰۱۱، انيس)

قال الشوكاني: واستدل بأحاديث على أخذ يصح ممن لم يحج أن يحج نيابة عن غيره، لعدم استفصاله صلى الله عليه وسلم لمن سأله ذلك. (نيل الأوطار: ۴/۱۶۸، انيس)

والأفضل، إلخ، تحريمية على الضرورة الذي اجتمعت فيه شروط الحج عن نفسه لأنه آثم بالتأخير. (۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (امداد المقتنین: ۴/۲۱۹) ☆

جس نے حج فرض ادا نہ کیا ہو، اس کا حج بدل میں پہنچنا کیسا ہے:

سوال: جس شخص نے حج فرض نہ کیا ہو، اس کو حج بدل کے لیے بھیجنا اور اس کو حج بدل کرانا کیسا ہے اور جو عالم اس کو مکروہ کہے، اس پر طعن کرنا اور اس کو غیر مقلد کہنا کیسا ہے اور طعن کرنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

حج بدل ایسے شخص سے کرانا، جس نے حج نہ کیا صحیح اور جائز ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے؛ جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو، پس ایسے شخص سے حج کرانا، جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو، مکروہ تنزیہی ہے، جیسا کہ مفاد عبارت در مختار ہے:

(فجاء حج الضرورة) بمهلة من لم يحج ... وغيرهم أولي، إلخ. (الدر المختار) (۲)  
اور علامہ شامی نے محقق ابن ہمام سے نقل کیا ہے کہ جس شخص سے بدل کرایا جاوے، اگر اس نے باوجود فرض ہونے کے اپنی طرف سے حج نہیں کیا تو اس کے حق میں مکروہ تحریمی ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ آمر کے حق میں یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور حج کرنے والے کے حق میں جب کہ اس پر حج فرج ہو گیا ہو مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ وہ بوجہ اپنے حج کے ادا نہ کرنے اور تاخیر کرنے کے گنہ گار ہوا، لہذا مکروہ کہنے والے عالم پر طعن و تشنیع کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور جب کہ حنفیہ خود مامور کے حق میں مکروہ تحریمی ہونے کے قائل ہیں تو مکروہ کہنے والے کو غیر مقلد کہنا مسائل شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کی دلیل ہے۔

(۱) رد المحتار، کتاب الحج: ۲۱/۴، دار عالم الکتب، ریاض، انیس

☆ جس نے حج نہیں کیا، اس کا حج بدل کرنا:

سوال: کوئی غریب آدمی جس کے اوپر حج فرض نہیں اور نہ اس سے قبل کوئی حج کیا، ایسا شخص اور کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص بھی حج بدل کر سکتا ہے، جو خود اپنا حج نہ کئے ہو؛ لیکن یہ افضل نہیں ہے، حج بدل ایسے شخص سے کرانا بہتر ہے، جو اپنا حج کر چکا ہے۔ (فجاء حج الضرورة بمهلة من لم يحج وغيرهم أولي لعدم الخلاف). (الدر المختار مع الرد، کتاب الحج: ۱۲/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۴/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ الجواب صحیح: مجموعہ مفتی عنہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۳۲-۲۳۷)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الضرورة، مطلب فی

حج الضرورة: ۲۱/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس

شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے:

والذى يقتضيه النظر ان حج الضرورة عن غيره ان كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم؛ لأنه تضيق عليه في أول سنى الإمكان فيأثم بتركه... قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر لقولهم والأفضل... تحريمية على الضرورة المأمور الذى اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه؛ لأنه آثم بالتأخير الخ. (۱)  
اور حج بدل کرنے والے کو اس روپے میں سے جو اس کو خرچ سفر حج کے لیے ملا، زائد از خرچ سفر کا رکھنا اس صورت میں درست ہے کہ روپیہ دینے والے نے اس کو وکیل بالہبہ بنا دیا ہو؛ یعنی یہ اجازت اور اختیار دے دیا کہ زائد روپیہ تم خود رکھ لینا۔ درمختار میں ہے:

وعليه رد ما فضل من النفقة وإن شرط له فالشرط باطل إلا أن يوكله بهبة الفضل من نفسه. (۲)  
فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۲-۵۷۳) ☆

ساری تیاریاں مکمل کر لینے کے بعد سفر حج شروع کرنے سے پہلے انتقال کر جائے:

سوال: زید کی تجارت اور کاروبار مدراس شہر میں تھا اور اصل مکان اور اہل و عیال مدراس سے ۵۷ میل کے فاصلہ پر ہے، زید مدراس سے ہفتہ عشرہ میں ایک مرتبہ وطن آیا کرتا تھا، اس اثنا میں زید نے حج کا قصد کیا، حج کی تیاری سے فارغ ہو کر مکان سے رخصت ہوتے ہوئے مدراس پہنچا اور حج کے ٹکٹ بھی خرید لیے، بمبئی کے ریل پر سوار ہونے کے قبل دفعتاً بیمار ہو کر ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس بیماری میں انتقال ہو گیا۔ ایسی صورت میں زید سے فریضہ حج ساقط ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا بدل کرانا ہے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

اگر اسی سال زید کے ذمہ حج فرض ہوا تھا اور اس سے قبل زید میں اتنی وسعت نہ تھی کہ اس پر حج فرض ہوتا اور وقت حج آنے سے پیشتر زید انتقال کر گیا تو زید کے ذمہ میں حج نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں؛ کیوں کہ ادائے حج کے لیے زید

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في حج الضرورة: ۲۱/۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳۴/۴-۳۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

☆ جس نے حج بدل نہ کیا ہو، وہ حج بدل کر سکتا ہے:

سوال: جس شخص نے اپنا حج فرض پہلے ادا نہ کیا ہو، وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

مکروہ ہے۔ (بحر) (ثم المصنف رحمه الله تعالى لم يقيد الحاج عن الغير بشيء ليفيد أنه يجوز إحتجاج الضرورة: وهو الذى لم يحج أولاً عن نفسه، لكنه مكروه، كما صرحوا به، الخ. (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۲۳/۳، رشيدية) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۹/۱۰)

نے کوئی وقت نہیں پایا۔ اس سال سے قبل حج فرض نہیں ہوا وسعت نہ ہونے کی وجہ سے، اس سال وسعت ہوئی اور زید نے ارادہ بھی کر لیا؛ مگر قضاء الہی سے وقت ادائے حج سے قبل انتقال ہو گیا۔

اگر اس سے قبل اس کے ذمہ حج فرض ہو چکا تھا اور اس نے ادا نہیں کیا، امسال یہ واقعہ پیش آیا تو زید کے ذمہ فرض باقی رہ گیا اور نہ کرنے سے گناہ گار ہوا، اس کے ذمہ واجب تھا کہ مرنے سے پہلے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کرتا، پس اگر وصیت کی ہے تو حسب وصیت تو اس کی طرف سے حج کرنا فرض ہے؛ (۱) لیکن اس کے ترکہ میں سے ایک ثلث مال سے اس کی وصیت کا پورا کرنا فرض ہے، اگر ایک ثلث میں حج ہو سکتا ہے تب تو خیر، ورنہ اگر ورثا بالغ ہوں اور وہ اجازت دیں، تب بھی حج کر دیا جائے۔

اگر ایک ثلث میں حج نہ ہو سکتا ہو اور ورثا نا بالغ ہوں، یا ورثہ بالغ ہوں، اگر ایک ثلث سے زائد خرچ کرنے کی اجازت نہ دیں۔ (۲) تو جس جگہ ثلث میں سے حج ادا ہو سکے، حج کرنا کافی ہوگا۔ (۳)

اگر وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ حج کرنا ضروری اور فرض نہیں؛ تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے روپیہ سے (خواہ روپیہ زید کے ترکہ سے ہی ملا ہو) حج کر دیں تو زید کو ثواب پہنچ جائے گا۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۵/ ذی الحجۃ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۰۱-۲۰۳) ☆

(۱) وإن مات عن وصية لا يسقط الحج عنه، ويجب أن يحج عنه؛ لأن الوصية بالحج قد صحت، وإذا حج عنه يجوز عند استجماع شرائط الجواز. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان حكم فوات الحج عن العمر: ۲۹۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) فإن أجازت الورثة وهم كبار، جاز، وإن لم يجيز والايحوز. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج: ۲۰۹/۱، رشيدية) ایک ثلث تو بغیر اجازت کے بھی خرچ کرنا ضروری ہے۔

(۳) الحادى عشر أن يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث، والا فمن حيث يبلغ، كما سيأتى بيانه (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: شروط الحج عن الغير عشرون: ۶۰۰/۲، سعید)

(۴) ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به، لم يلزم الوارث أن يحج عنه، وإن أحب أن يحج عنه حج، وأرجو أن يجزيه انشاء الله تعالى. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الوصية بالحج: ۵۶۴/۲، ادارة القرآن كراتشى)

(خرج) المكلف (إلى الحج، ومات في الطريق، وأوصى بالحج عنه) إنما تجب الوصية به إذا أخره بعد وجوبه، أما لو حج من عامه فلا، (فإن فسر المال) أو المكان، (فالأمر عليه): أى على ما فسر، (وإلا فيحج) عنه (من بلده) قياساً لا استحساناً فليحفظ، فلو أحج الوصى عنه من غيره لم يصح (إن وفى به) أى فى الحج من بلده (ثلثه)، وإن لم يف فمن حيث يبلغ استحساناً. (الدر المختار: ۳۷۳/۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۴/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

فيجب عليه أن يوصى به، فإن لم يوص به حتى مات، أثم بتفويته الفرض عن وقته مع امكان الأداء فى الجملة. (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: وأما بيان حكم فوات الحج عن العمر: ۲۹۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت) ==



## حج ضرورہ:

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، یا مرض الموت میں مبتلا ہے، جس پر حج فرض تھا، اگر وہ حج کرانا چاہے تو کیا ایسے شخص کے ذریعہ کرا سکتا ہے کہ جس نے قبل اس کے کسی قسم کا حج نہ کیا ہو، مگر اس پر حج فرض نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

اگر تندرستی میں حج فرض ہوا تھا اور پھر بیمار ہو گیا حج نہیں کر سکا اور اس نے وصیت بھی کی ہے۔ نیز ترکہ میں اتنی گنجائش بھی ہے کہ ثلث مال سے حج کرایا جاسکے تو اس کی طرف سے حج کرانا ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کے ذریعہ حج کرایا جائے، جس نے پہلے حج کر لیا ہو، اگر اس نے پہلے اپنا حج نہیں کیا تو اس کو حج کرانا مکروہ ہے۔

”يجوز إحجاج الضرورة، ويراد به الذي لم يحج عن نفسه حجة الإسلام. قال في البدائع: إلا أن الأفضل أن يكون قد حج عن نفقه؛ لأنه بالحج عن غيره يصير تاركاً لاسقاط الفرض عن نفسه، فيتمكن في هذا الإحجاج ضرب كراهة، ولأنه أعرِف بالمناسك وأبعد عن محل الخلاف، فكان أفضل، آه“۔ (غنية) (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ربیع الثانی / ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۲۶-۲۲۷) ☆

## == ☆ حج بدل کا حکم:

سوال: حاجی صاحبان کو چندہ کر کے، یا کچھ لوگ اپنی خواہش سے اپنے صرفہ سے حج کے لیے روانہ کریں تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

جو شخص حج کو نہ جاسکے، وہ اپنی طرف سے، یا کسی میت کی طرف سے حج بدل کو بھیجے تو یہ درست ہے، جس کی طرف سے حج کیا جائے گا، اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ ((فمن عجز عن حج الفرض (فأحج) غيره (صح) حجه، (ويقع عنه): أي يقع عن الأمر أصل الحج. (الدر المننتقى شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الحج عن الغير: ۳/۶۸، مكتبة زكريا ديوبند، انیس) وفي الذخيرة: ثم إنما يسقط فرض الحج عن الإنسان باحجاج غيره إذا كان المِجَّح وقت الأداء عاجزاً عن الأداء بنفسه، ودام عجزه إلى أن مات. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب المناسك، الحج عن الغير: ۲/۵۴۵، إدارة القرآن كراتشي) ”وإن أذن له الأمر بذلك: أي بدفع المال إلى غيره عند حصول عجزه، جاز: أي وقوع الحج عنه، وأجاز دفع المال إلى غيره ليحج عنه“۔ (إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، باب الحج عن الغير، ص: ۲۹۳، مصطفى محمد مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۲۶-۳۲۷)

(۱) غیہ الناسک، باب الحج عن الغير، فصل فيما ليس من شرائط النيابة في الحج، ص: ۳۳۷، إدارة القرآن كراتشي

(۲) ”ثم المصنف لم يقيد الحاج عن الغير بشيء، ليفيد أنه يجوز إحجاج الضرورة، وهو الذي لم يحج أولاً عن نفسه، لكنه مكروه كما صرحوا به، واختار في فتح القدير أنها كراهة تحريم، للنهي الوارد في ذلك“۔

==

== وفى البدائع: يكره احجاج المرأة والعبد والضرورة. والأفضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه، وهو يدل أنها كراهة تنزيهية، الخ. (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۲۳/۳، رشيدية) ☆  
جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو، اس سے حج بدل کرانے کا حکم:

سوال (۱) میرے والد مرحوم پر حج فرض نہ تھا، میں بغرض البصال ثواب ان کے لیے حج بدل کرنا چاہتا ہوں، ایک عالم اس کام پر آمادہ ہیں؛ لیکن انہوں نے اپنا حج نہیں کیا ہے اور نہ ان پر حج فرض ہے، کیا ایسا شخص جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو، کسی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؟  
حج بدل کے لیے مکہ مکرمہ جانے سے کیا اپنے اوپر حج فرض ہو جاتا ہے:

(۲) اور جس شخص پر حج فرض نہ ہو اور زمانہ حج میں مکہ معظمہ پہنچ جائے تو کیا اس پر حج فرض ہو جاتا ہے؟

#### الجواب

(۱) افضل اور بہتر تو تمام فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرایا جائے، جو اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو اور جس شخص نے اپنا حج فرض ادا نہ کیا ہو، اس کے ذریعے حج بدل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص کو حج بدل پر بھیجا جا رہا ہے، اگر اس کے ذمے خود حج فرض ہے اور وہ ابھی ادا نہیں کیا تو اس کے لیے حج بدل پر جانا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے، (وفی الشامیة ۳۰۶/۲، طبع سعید) قال فی البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر لقلولهم والأفضل الخ. تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لأنه اثم بالتأخير، الخ. وكذا في فتاوى دارالعلوم دیوبند: ۵۷۳/۲: وفى حاشية البحر الرائق: ۱۹۶/۳: إن حج الضرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم عليه لأنه يتضيق عليه. وفى البحر الرائق: ۷۰/۳: والحق أنها تنزيهية على الأمر تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لأنه اثم بالتأخير)، البتہ بھیجنے والے کا حج بہر صورت ادا ہو جائے گا، لہذا بہتر یہی ہے کہ کسی ایسے شخص کا حج بدل کے لیے انتخاب کریں، جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو، (وفی الفتاوى التاتارخانية: ۵۴۶/۲، طبع ادارة القرآن كراتش: والأفضل للناسن اذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه (أن يحج رجلا قد حج عن نفسه) فإن الذى لم يحج عن حجة الإسلام عن نفسه لم يجز حجه عن غيره عند بعض الناس، ومع هذا لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا، الخ. وفى البحر الرائق: ۶۹/۳: والأفضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه) حج فرض کے معاملے کو خواہ مخواہ خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں۔

(۲) جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا اور اس پر حج فرض نہیں تھا، تو بعض علماء کے نزدیک محض حج بدل کے لیے مکہ معظمہ پہنچ جانے سے اس پر فرض ہو جاتا ہے، لیکن راجح قول یہی ہے کہ اس طرح حج فرض نہیں ہوتا، کذا فی جواهر الفقہ، ج: ۱، ص: ۵۰۷ (نیز) حج ضرورہ“ سے متعلق حضرات والا دامت برکاتہم کے اگلے تفصیلی فتویٰ میں فریقین کے دلائل اور راجح قول ملاحظہ فرمائیں۔ (واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی، ۱۳۹۷ھ/۵/۹۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۱۴۲-۲۱۵)

#### مسئلہ حج ضرورہ کی مفصل اور مدلل تحقیق:

سوال: ضرورہ کسے کہتے ہیں؟ اور کیا جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو اسے دوسرے کی طرف سے حج پر بھیجا جائز ہے؟ اگر بھیجا جائے تو حج ادا ہو جائے گا، یا نہیں؟ اور ایسا شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے تو کیا اس سے خود اس پر حج فرض ہو جائے گا؟ براہ کرم یہ مسئلہ مفصل و مدلل بیان فرمادیں۔

==

الجواب

جس شخص نے اپنا حج ادا نہیں کیا ہو، اس کو ”صروہ“ کہتے ہیں، وہ اگر دوسرے کی طرف سے حج کرے تو وہ حنفیہ کے یہاں ادا ہو جاتا ہے۔ علامہ علاء الدین متحسفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”فجاء حج الصروۃ بمہلۃ من لم یحج“. (الدر المختار، مجتہائی، ص: ۱۸۲) (الدر المختار: ۶۰۳/۲، طبع سعید)  
بشرطیکہ حج کرنے والے کو کوئی ایسا عذر لاحق نہ ہو کہ جو موت تک مستمر رہے، مگر زکّل ہونا ممکن ہو؛ کیوں کہ حج ایک ایسی عبادت ہے، جو مالی بھی اور بدنی بھی اور ایسی عبادت کے بارے میں فقہاء نے یہی حکم دیا ہے۔  
در مختار میں ہے:

”والمركبة منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز إلى الموت“. (ص: ۱۸۱، مجتہائی) (۸۹۵/۲، طبع سعید)  
اور ”بذل المجہود“ میں ہے:

”ومركبة من البدنية والمالية كالحج لا تجرى فيها النيابة في غير عذر“. (بذل المجہود: ۱۱۲/۳) (طبع مکتبہ قاسمیہ ملتان) و مثله فی کتاب الفقہ علی المذاهب الأربعة: (۷۰۷/۱) (طبع شركة فن الطباعة، مصر، محمد زبیر)  
لیکن چون کہ ایک چیز کا ادا ہو جانا اور چیزہ اور فی نفسہ مکروہ ہونا اور چیز؛ اس لیے یہاں بھی حج صروہ فی نفسہ تو مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی کرے تو ادا ہو جائے گا۔

اب اس کی کراہت کی نوعیت میں تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ اگر حج بدل کرنے والا ایسا شخص ہے کہ جس پر حج فرض تھا مگر اس نے نہیں کیا، تب تو اس کے لیے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے اور حج کروانے والے کے لیے مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی: ۲۳۱/۲) (رد المحتار: ۳۰۶/۲، طبع سعید)  
اور اگر حج بدل کرنے والے پر حج فرض نہیں ہے تو دونوں کے لیے مکروہ تنزیہی؛ یعنی خلاف اولیٰ ہے، بہر حال! افضل یہی ہے کہ حج بدلاں شخص سے کرایا جائے، جس نے اپنا حج کر لیا ہو، جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے:

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا. (عالمگیریہ: ۲۷۴/۱) (۲۵۷/۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)  
اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

قالوا وينبغي أن يكون الحاج رجلاً حج مرة. (فتاویٰ قاضی خان: ۲۶۰/۱) (الفتاویٰ الخانية علی هامش الهندیہ: ۳۰۷/۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وينبغي أن يكون الحاج رجلاً حج مرة. (عالمگیریہ: ۲۰۶/۱) (کتاب الحج: ۱/۱، طبع دار المعرفۃ، بیروت)  
اور تنقیح حامد یہ میں ہے:

”يجوز لمن لم يكن حج عن نفسه أن يحج عن غيره لكنه خلاف الأفضل“. (العقود الدرية: ۱۳/۱) (کتاب الحج: ۴۱/۱، طبع دار المعرفۃ، بیروت)

الغرض! ان اور ان جیسی دوسری نصوص سے یہ بات تو پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ حج صروہ عن الغير خلاف اولیٰ ہے؛ لیکن ادا ہو جاتا ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی صروہ حج بدل کرے تو اس پر اپنا حج فرض ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ سو اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے، حتیٰ کہ کئی علماء نے اس پر مستقل رسالے لکھے ہیں، جن میں سید عبدالغنی نابلسی اور سید احمد بادشاہ رحمہما اللہ کے رسالوں کا ذکر علامہ شامی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ (العقود الدرية: ۱۳/۱ و شامی: ۲۳۲/۲) (۴۰۶/۲، طبع سعید)  
==

== اور یہ اختلاف بھی متقدمین میں نہیں ہے؛ بلکہ مشائخ متاخرین میں ہے، جیسے کہ علامہ حامد آفندی عمادیؒ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے:

”وہل يجب عليه أن يمكث بمكة حتى يحج عن نفسه لم أره إلا في فتاوى أبي السعود“. (تنقيح الحامدية: ۳۱/۱) (ج: ۱، ص: ۳۱)

### تنقيح خلاف:

مجمع الانہار کے مصنف تحریر فرماتے ہیں:

”ويجوز احجاج الصرورة... ولكن يجب عليه عند روية الكعبة الحج لنفسه وعليه أن يتوقف إلى عام قابل ويحج لنفسه أن يحج بعد عوده أهله بماله وإن فقيراً فليحفظ والناس عنها غافلون“. (مجمع الأنهار: ۳۰۸/۱) (ج: ۱، ص: ۴۵۶، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی شرح منک کبیر میں اس کی تائید فرماتے ہوئے لکھا ہے:

”أنه بوصوله لمكة وجب عليه الحج“. (بحواله العقود الدرية: ۱۳/۱) (ج: ۱، ص: ۱، طبع دار المعرفة، بيروت)

سید احمد بادشاہ رحمہ اللہ نے بھی ایک مستقل رسالہ لکھ کر اس کی تائید کی ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ (بحوالہ مذکورہ) (رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید)

علامہ ابن حزمہ نقیب رحمہ اللہ نے بھی ”نہج النجاة“ میں اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (شامی: ۲۳۲/۳) (رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید)

علامہ ابوالسعود (یہ فتویٰ علامہ حامد آفندی نے اپنے فتاویٰ میں بکسہ نقل کیا، لیکن غالباً وہ ترکی زبان میں؛ اس لیے سمجھ میں نہیں آسکا۔) اور صاحب سلب الانہر نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید)

اس کے برخلاف مندرجہ ذیل علماء وفقہار رحمہم اللہ نے عدم وجوب کا قول اختیار کیا ہے:

(۱) علامہ سید عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر مستقل رسالہ لکھ کر ثابت کیا ہے کہ حج واجب نہ ہوگا۔ (العقود الدرية: ۳۱/۱) (کتاب الحج، ج: ۲، ص: ۱۴، طبع دار المعرفة، بيروت) (وشامی: ۲۳۲/۲)

(۲) علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار میں اسی قول کو دلالت اختیار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو؛ شامی: ۲۳۲/۲) (ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید)

واجب کہنے والوں کے دلائل:

جہاں تک احقر نے جستجو کی ہے، واجب کہنے والوں کے دلائل مجموعی اعتبار سے یہ نظر آئے:

(۱) حج بدل کرنے والا ایک مرتبہ کعبہ مشرفہ تک پہنچنے پر قادر ہو چکا، لہذا ﴿من استطاع إليه سبيلاً﴾ (سورۃ آل عمران: ۷۹) میں داخل ہونے کے سبب اس پر آئندہ سال حج فرض ہو جائے گا۔

(۲) جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، (رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید) علامہ ابن حزمہ نقیب نے نہج النجاة میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ بدائع الصنائع میں ہے کہ ”یکوہ احجاج الصرورة لانه تارك فرض الحج“. (رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۰۴، طبع سعید)

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ شخص دخول مکہ سے عن نفسه پر قادر ہو چکا ہے، اگرچہ اس وقت دوسرے کا حج کرنے میں مشغول ہے۔

(۳) علامہ شامی رحمہ اللہ نے لباب سے نقل کیا ہے:

”الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال شارحه أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد والراحلة إن لم يكن عاجزاً عن المشي“. (رد المحتار: ۵۹۱/۲) (ج: ۲، ص: ۶۰۴، ايضاً)

==

== قائلین وجوب کے جوابات:

لیکن یہ تمام دلائل جیز قبول میں نہیں ہیں، بلکہ ان کے خلاف دوسرے دلائل قویہ موجود ہیں۔

چنانچہ پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ استطاعت معتبر نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی امیر شخص کسی غریب کو اداء زکوٰۃ کے لیے وکیل بنائے اور وہ وکیل زکوٰۃ ادا کرے تو کوئی بھی اس کو یہ نہیں کہتا کہ یہ قادر ہو گیا، لہذا اس پر اپنی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، بعینہ اسی طرح ایک ضرورہ فقیر اگر حج بدل کے لیے مکہ پہنچ گیا تو اگر وہ آمر باج کے بجائے اپنا حج کرنا شروع کر دے تو یہ ”تصرف فی مال الغیر باذن“ ہے اور اگر اپنا حج بھی کرے اور اس کا بھی تو یہ تداعل لازم آنے کے سبب محال ہے اور اگر ایک سال تک وہیں ٹھہرا رہے تو حرج عظیم ہے؛ کیوں کہ وہ فقیر ہے اور عادتہ سفر میں انسان ایک سال تک کے مصارف ساتھ نہیں رکھتا اور پھر اس کے اہل و عیال وغیرہ وطن میں بے سہارا رہیں گے، خصوصیت سے اس زمانے میں کہ ایک ملک کی حکومت کسی غیر ملکی کو اپنے ملک میں زیادہ عرصہ قیام کی اجازت نہیں دیتی اور اگر اس وقت لوٹ آئے اور اگلے سال پھر جائے تو یہ دو حال سے خالی نہیں، ایک یہ کہ اس عرصہ میں وہ غنی ہو جائے، سواس صورت میں ہم بھی وجوب حج کے قائل ہیں، نہ اس وجہ سے کہ وہ پہلے حج کو چاچا ہے؛ بلکہ اس لیے وہ غنی ہو گیا، دوسرے یہ کہ اگر وہ غنی نہ ہو تو حج بغیر غنی کیسے کر سکتا ہے؟

غرض یہ آیت وجوب دلیل بنا کر پیش کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا؛ بلکہ یہ تو عدم وجوب پر دال ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

دوسری دلیل سودر اصل وہ ضرورہ غنی کے بارے میں ہے، جیسے کہ اب ہمام رحمہ اللہ کا صنیع اس پر دال ہے کہ انہوں نے صاحب بدائع کا یہ جملہ نقل کرنے کے بعد حج ضرورہ کی صحت پر استدلال پیش کئے اور پھر لکھا ہے کہ:

و الذی یقتضیہ النظر ان حج الصرورة عن غیرہ ان کان بعد تحقیق الوجوب علیہ بملک الزاد والراحلة و الصحة فهو مکروه کراہة تحریم؛ لأنه ینتضیق علیہ، الخ. (فتح القدیر: ۳۲۱/۲) (۷۹/۳، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)  
علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی اس عبارت کو ضرورہ غنی پر محمول قرار دیا ہے، (ملاحظہ ہو، رد المحتار: ۳۳۱/۲-۳۳۲) (رد المحتار: ۶۰۶/۲، طبع سعید)  
باقی رہی تیسری دلیل تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس مع الفارق ہے؛ کیوں کہ ضرورہ فقیر قادر بقدرتہ وغیرہ ہے اور قدرت بقدرتہ وغیرہ معتبر نہیں، مگر قرنا، بخلاف آفاقی فقیر کے کہ وہ قادر بقدرتہ نفسہ ہے؛ اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔  
یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ جہاں آفاقی فقیر کا مسئلہ بیان فرمایا ہے، وہاں تو اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ:

”ان المأمور بالحج اذا وصل الى مكة لزمه ان یمکث لیحج حج الفرض عن نفسه لکونه صار قادراً علی مافیہ.“ (شامی: ۵۹۱/۲) (۴۰۶/۲، طبع سعید)

لیکن ”باب الحج عن الغیر“ کے اندر اس دلیل کو رد کیا ہے۔ (شامی: ۲۳۳/۲) (۶۰۶/۲) (ایضاً)

عدم وجوب پر دلائل:

(۱) وہ آیت جو قائلین وجوب کے استدلال میں تحریر کی گئی تھی، دراصل عدم وجوب پر دال ہے؛ کیوں کہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حج لوگوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے، جب کہ قطع سبیل کی استطاعت ہو اور ضرورہ فقیر اس میں داخل نہیں ہوتا، جیسے کہ ہم نے اوپر عرض کیا کہ اگر وہ وہاں رہتا ہے تو تکلیف ہے اور اگر واپس آتا ہے تو اس کی سابقہ اور موجودہ کیفیت میں کوئی فرق نہیں، اگر وہ فقیر ہے تو ﴿من استطاع إلیہ سبیلاً﴾ (سورۃ آل عمران: ۷۹) میں داخل نہیں، لہذا آئندہ سال بھی اس پر حج فرض نہ ہونا چاہیے۔ اگر شبہ کیا جائے کہ وہ قرض لے جا کر جاسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قدرت بقدرتہ وغیرہ ہوگی، جو معتبر نہیں۔

## صاحب استطاعت کا اپنا حج کئے بغیر حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسا شخص جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا ہے، وہ کسی دوسرے شخص کا حج بدل ادا کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ نے اپنی کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا شخص اگر حج بدل کرتا ہے تو احناف کے نزدیک جائز ہے، مگر مکروہ ہے، اس مکروہ سے کیا مراد ہے، اس کی عام فہم انداز میں وضاحت فرمائیں؟

ایسا شخص جو کسی شرعی عذر کی بنا پر سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کر سکتا، وہ اپنا حج بدل ایسے شخص سے کرائے جس نے ابھی اپنا فرض ادا نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس پر فرض ہے۔ ایسی صورت میں ان دونوں لوگوں کا کیا حکم ہوگا؟ الگ الگ واضح فرمائیں۔

== (۲) ﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶) مجمع الانهار وغیرہ میں ضرورہ فقیر کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ یا مکہ میں ٹھہر کر آئندہ سال کا انتظار کرے، یا وطن واپس جا کر دوبارہ آئے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اگر دونوں میں سے کسی ایک شق کو اختیار کر لے تو جائز ہے، اب اگر وہ قصداً یا خطاً وہاں سے چلا آئے اور ہم اس پر حج فرض ہونے کا حکم لگا دیں تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے؛ کیوں کہ ضرورہ اس کی وسعت نہیں رکھتا اور وہ مذکورہ الصدر آیت کی رو سے صحیح نہیں۔

اس آیت میں ﴿الَا وُسْعَهَا﴾ کے الفاظ بطور خاص قابل غور ہیں؛ کیوں کہ یہاں وسعت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، امکان کا نہیں؛ اس لیے وہ شبہ بھی اس دلیل سے دور ہو گیا، جو پہلی دلیل میں ہو سکتا تھا کہ وہ قرض لے کر جاسکتا ہے۔

(۳) اور اگر علی سبیل التفرل یہ مان لیا جائے کہ امکان، یا وسعت ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مشقت اور حرج عظیم ہے، ج و ”إن الدين يسر“ (فی الصحيح البخاری، باب الدين يسر... الخ، ص: ۱۰، طبع قديمی کتب خانہ) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الدين يسر ولن يشاد الدين إلا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا واتعينوا بالعدوة والروحة وشیء من الدلجة. وغیرہ کے خلاف ہونے کے سبب احکام شرعیہ میں تخفیف کا باعث بنتا ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حرج اور مشقت ہر جگہ معتبر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”المشقة والخرج انما يعتبر فی موضع لانص فيه“. (الأشباه والنظائر: ۱۱۷/۱) (ص: ۴۲، طبع سعید)

مسئلہ زیر بحث میں بھی کوئی نص موجود نہیں، حتیٰ کہ ائمہ حنفیہ؛ بلکہ مشائخ تک سے کوئی قول منقول نہیں ہے، جیسا کہ علامہ حامد آفندی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح فرمائی ہے:

”لم أره إلا فی فتاویٰ أبي السعود“. (العقود الدرية: ۱۳/۱) (ج: ۱، ص: ۴۱) (طبع دار المعرفۃ، بیروت)

اس لیے یہاں پر باعث تخفیف بننے میں کوئی مانع نظر نہیں آتا۔

خلاصہ غرض ہو رہی بحث سے خلاصہ کے طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حج ضرورہ ادا ہو جاتا ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے کسی فقیر پر حج واجب نہیں ہوتا۔ لہذا ما ظہر لی بعد بحث و تفتیس و نظر و تفحص کثیر، والعلم الصحيح عند الله اللطيف الخبير، إذ هو أعلم بما هو صواب وإليه مصيرنا والمآب، واخر دعوانا إن الحمد لله رب العالمين، وسلم على المرسلين والعاقبة للمتقين.

احقر العباد محمد تقي العثماني۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ غفر اللہ لہ وھداه الی الصواب، ۱۱/۲۷، ۱۳۹۷ھ۔ (یہ فتویٰ حضرات والا

دامت برکاتہم کے درجہ تخصص (تمرین افتاء) کی کاپی سے لیا گیا ہے۔ (محمد زبیر حق نواز) (فتاویٰ عثمانی: ۲۱۵/۲-۲۲۰)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ————— وباللہ التوفیق

جس شخص نے خود پہلے حج نہیں کیا ہے، اس سے حج بدل کرانا بکراہت درست ہے اور کراہت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مامور بالحق خود صاحب استطاعت ہو اور اپنا حج نہ کر کے دوسرے کی طرف سے حج بدل کے لیے جائے تو اس کا یہ عمل مکروہ تحریمی ہوگا، اور اگر مامور پر حج فرض نہیں ہے، اور وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے جا رہا ہے، تو یہ عمل خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اپنا حج پہلے ادا کر چکا ہو، اور مساکل و مناسک حج سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول: لبيک عن شبرمة قال: من شبرمة قال: أخ لی، أو قریب لی، قال: حججت عن نفسک؟ قال: لا، قال: حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة. (سنن ابی داؤد، باب الرجل یحج عن غیرہ، رقم: ۱۸۱۱)

عن جعفر عن أبیه: أن علیاً کان لا یری بأساً أن یحج الضرورة عن الرجل. (المصنف لابن أبی شیبہ، الحج: ۱۸۹/۸، رقم: ۱۳۵۴۲)

عن مجاهد 'فی الرجل یحج عن الرجل ولم یکن حج قط؟ قال: یجزئی عنه وعن صاحبه الأول، قال أبوبکر: الضرورة الذی لم یحج قط. (المصنف لابن البحر الرائق: ۶۹/۳، کراتشی، الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۶۴۹/۳، زکریا دیوبند)

والذی یقتضیه النظر أن حج الضرورة عن غیرہ إن کان بعد تحقیق الوجوب علیہ بملک الزاد والراحلة والصحة، فهو مکروه کراهة تحریم. (فتح القدیر: ۶۰/۳، بیروت)

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه. (شامی: ۲۱/۴، زکریا، الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۶۴۹/۳، زکریا، الفتاویٰ الہندیة: ۲۵۷/۱، کوئٹہ، بدائع الصنائع، بیان شرائط جواز النيابة: ۲۷۴/۳، بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۰/۶/۱۴۳۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۹۷/۷)

### من استطاع الیہ سبیلاً کا مفہوم:

سوال: ایک شخص جس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے، وہ حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ حج بدل کرتا ہے تو کیا ﴿من استطاع الیہ سبیلاً﴾ کے تحت اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور وہ تارک فرض قرار پائے گا؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

بہتر تو یہی ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہے، لیکن اس شخص کو بھیجا جاسکتا ہے، جس نے حج نہیں کیا ہے اور حج آمر کی طرف سے ادا ہو جائے گا، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه، ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآزر، كذا في المحيط“۔ (الفتاوى الهندية: ۲۵۷/۱)

اور آیت قرآنی ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (سورہ آل عمران: ۹۷) کے تحت وہ مستطیع قرار نہیں پائے گا اور نہ اس پر حج فرض ہوگا؛ اس لیے کہ وہ آمر کے خرچ سے وہاں تک پہنچا ہے، چنانچہ حاشیہ مناسک ملا علی قاری میں ہے:

”قال العلامة طاهر سنبل: وكذا لا تثبت الاستطاعة ببذل غيره الزاد والراحلة حتى لا يجب عليه الحج عندنا وعند الشافعي يجب، ولو امتنع عن البذل يجبر عليه بعد إحرام المبدول له، وقبله لا يجبر، والصحيح قولنا؛ لأن الاستطاعة لا تثبت إلا بالملك وهو لا يثبت بالبذل والإباحة؛ لأن للمبيح قدرة المنع عن البذل كذا في المحيط. (إرشاد الساري على هامش مناسك ملا علي قاري: ۳۱) فقط والله تعالى أعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۳/۳)

کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پہلے حج ادا کیا ہے کیا اس کی جانب سے حج بدل کرنا درست ہے، یا نہیں؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: حاجی ظفر الحق، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ)

### الجواب

جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو تو اس کی طرف سے دوبارہ حج کرنا جائز ہے، (۱) اور جس شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہو، وہ دوسرے کی طرف سے بلا کراہت حج بدل کر سکتا ہے۔ (۲) دھوا الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۵/۴)

(۱) وفي الهندية: ففي الحج النفل تجوز النيابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية: ۲۵۷/۱، باب الحج عن الغير)

(۲) وفي الهندية: والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الأمر، كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: ۲۵۷/۱، باب الحج عن الغير)

☆ مامور نے حج نہیں کیا ہو، حج بدل کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے خود حج نہیں کیا ہے؛ لیکن دوسرے شخص کی طرف سے حج بیت اللہ کے لیے چلا گیا ہے کیا غیر حاجی شخص حج بدل کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: حافظ انداز گل، سکنہ، جمرود) ==



حج بدل کے لیے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کے لیے حرمین میں کوئی مقرر کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کے لیے عمر کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے؛ لیکن عمر کہتا ہے کہ میں اپنے لیے حج کروں گا اور تمہاری والدہ کے لیے حرمین شریفین میں کسی کو حج بدل کے لیے منتخب کروں گا تو مجھے اپنے حج کے لیے اور اسی طرح حج بدل والے کے لیے جو خرچ ہو، وہ دو گے، کیا یہ طریقہ حج بدل صحیح ہے اور ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بیٹو! تو جروا۔

(المستفتی: روئید ادا خان، نخونسوں بنکاک، ۳۰/۹/۱۹۷۷ء)

### الجواب

نہ یہ طریقہ مذکور مشروع ہے اور نہ اس سے زید کی والدہ کا ذمہ فارغ ہوتا ہے۔

أما الأول فلأن عمر لم يحج أم زید، وأما الثاني فلما في ردالمحتار (۳۱۹/۲): الحادی عشر أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث وإلا فمن حيث يبلغ كما سيأتي بيانه. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۹/۳) ☆

### الجواب

یہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوتا ہے اگرچہ مامور نے حج نہیں کیا ہو۔

فی الهندية، لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الامر كذا في المحيط (الهندية: ۷۲۸/۱) (الفتاویٰ الهندية: ۷۵۲/۱، باب الحج عن الغير) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۴/۳) جس شخص نے حج نہیں کیا ہو، اس سے حج بدل کرنا خلاف افضل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے متوفی والد کی جانب سے حج بدل کرنا چاہتا ہے، جب کہ خود اس پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے، امسال وہ اس مقدس فریضہ کے لیے والد کی طرف سے منتخب ہوا ہے۔ اب وہ یہ حج کس کی طرف سے ادا کرے؟ بیٹو! تو جروا۔

(المستفتی: فلائیٹ لفٹنٹ ولایت حسین، پی اے ایف پشاور)

### الجواب

جس شخص نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہو اس کو حج بدل کیلئے منتخب کرنا جائز ہے البتہ افضل نہیں ہے، کما فی شرح التنویر: جاز حج الضرورة. (باب الحج عن الغير) وتمام الکلام فی ردالمحتار: ۳۰۶/۳، فلیراجع. (قال العلامة الحصکفی: فجاز حج الضرورة بمهمة من لم يحج، وقال ابن عابدين: والضرورة يراد به الذي لم يحج عن نفسه ای حجة الاسلام (الی ان قال) وفي الفتح والافضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف، والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۶۱/۲-۲۶۲، مطلب فی حج الضرورة). وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۴/۳-۳۲۵)

==

(۱) ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲۶۰/۲، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون

غیر حاجی حج بدل کو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہم تین بھائی ہیں۔ ہماری حالت اچھی ہے ہم زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بڑے بھائی نے حج کیا ہے۔ اب چھوٹا بھائی حج بدل کو جاسکتا ہے؟ اس نے اپنا فرض حج نہیں کیا ہے تو جاسکتا ہے اور کیوں کر؟

الجواب

جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا ہے، اس کو حج بدل میں جانا اور بھیجنا مکروہ تریبی ہے۔ اگر وہ صاحب استطاعت ہو اور اس پر حج فرض ہو تو اس کو اپنا حج چھوڑ کر حج بدل کے لئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر چہ حج بدل ادا ہو جاتا ہے۔

(فجاز حج الصرورة). (تنویر الأبصار)

وفی البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر لقلولهم والأفضل الخ تحريمه على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لانه اثم بالتأخير، ۵۰. (شامی: ۱/۳۳۱، باب الحج عن الغير) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

جس میت پر حج فرض باقی ہو، اس کی طرف سے حج بدل کرنا بہتر ہے:

سوال: ایک بیوہ مسماۃ حدیث النساء اپنے ایام حیات میں فریضہ حج کا ارادہ کر چکی تھیں؛ لیکن کسی محرم کے نہ

== ☆ غیر حاجی کا حج بدل کرنا:

سوال (۱) جس شخص نے حج نہیں کیا ہے اور نہ تو اس پر حج فرض ہے، اگر وہ کسی کی طرف سے حج بدل کرے تو کر سکتا ہے کہ نہیں زید کا کہنا ہے کہ جس نے حج نہ کیا ہو، اس کو حج بدل کے لیے بھیجنا جائز نہیں ہے۔

(۲) زید کے پاس بینک میں کچھ پیسے ہیں مال طیب اور مال خبیث دونوں قسم کے ہیں؛ مگر مال طیب کی مقدار اتنی نہیں، جس سے حج کر سکتا ہو مگر زید چاہتا ہے کہ کسی طریقے سے حج کر لوں، زید کے دوست عمر نے جتنا پیسہ کم پڑ رہا تھا زید کو دے دیا، جس سے زید کے پاس حج کے لیے پیسہ ہو گیا تو کیا زید کے لیے حج کرنا جائز ہے؟ نیز کیا زید اتنی مقدار رقم کسی سے قرض لے کر حج کر سکتا ہے؟ نیز قرض کی ادائے گی بینک میں جمع شدہ روپیہ کے سود سے کر سکتا ہے کہ نہیں اگر کر لے تو حج پر اس کا کچھ اثر ہوگا کہ نہیں؟ بینا تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً: (۱) ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنا جائز ہے، البتہ زیادہ بہتر ایسے شخص کو بھیجنا ہے جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔ (جواہر الفقہ: ۱/۵۰۷)

(۲) اگر قرض کی ادائے گی کا کوئی بندوبست نہ ہو تو قرض لے کر حج کے لیے جانا اچھا نہیں، اگر قرض لے کر چلا جائے اور سودی رقم کے علاوہ قرض کی ادائے گی کی کوئی صورت نہ ہو تو سودی رقم سے قرض ادا کر دینے کی اجازت ہے؛ لیکن سودی رقم سے قرض ادا کرنے کی وجہ سے حج کی مقبولیت اور ثواب میں کمی ہوگی اور اگر قرض ادا کرنے کی کوئی دوسری صورت نہ ہو تو سودی رقم سے قرض ادا کرنا جائز نہیں، اگر ادا کر دے تو اس کے ذمہ اتنی رقم کا تصدق واجب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان عفی عنہ، ۱۴۲۴/۵/۸ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۴۴-۳۴۵)

ہونے کی وجہ سے فریضہ حج ادا نہ کر سکیں، تین یا چار ماہ کے بعد ان کا انتقال بھی ہو گیا، اب ان کے وارثین (چار لڑکیاں ہیں) کا کہنا ہے کہ حج بیت اللہ کے نام پر جتنا بھی پیسہ جمع کیا ہے، اس کو مسجد یا مدرسہ میں دے دیا جائے، یا مسماۃ حدیث النساء مرحومہ کے نام سے مسجد کا مینارہ بنوایا جائے تو کیا ایسے پیسے سے مسجد کا مینارہ بنوانا، یا مدرسہ و مسجد میں ایسی رقم دینا شرعاً درست ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

حامداً و مصلياً و مسلماً:

جب کہ مسماۃ حدیث النساء پر حج فرض ہو چکا تھا اور وہ عذر کی بنا پر ادا نہ کر سکی تھیں تو ایسی صورت میں اگر وصیت کی ہو تو کل ترکہ کے تہائی مال سے ان کا حج بدل کرنا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو واجب تو نہیں؛ لیکن اگر سارے ورثہ (جس میں کوئی نابالغ شامل نہ ہو؛ کیونکہ ان کی رضا کا اعتبار نہیں اور اگر ہو تو اس کا حصہ الگ کر کے) اپنی رضا سے حج بدل کرادیں تو امید کہ ان کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جائے گا، ایصالِ ثواب تو یہی ہے کہ ان کی طرف سے حج بدل کرادیا جائے، نہ کہ مسجد و مدرسہ میں رقم دی جائے؛ تاکہ ان سے فریضہ کا مواخذہ نہ ہو اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں چوں کہ ورثہ کے ذمہ حج بدل کرنا نہیں ہے؛ اس لیے ورثہ کو اختیار ہے کہ چاہیں تو جمع شدہ رقم کو بطور وراثت آپس میں تقسیم کر لیں، یا سارے ورثہ (قید مذکور کے ساتھ) اپنی رضا سے کسی بھی کار خیر میں صرف کر دیں؛ مگر اس میں یہ ملحوظ رہے کہ ریا و نمود کی خاطر نہ کریں، محض لوجہ اللہ خرچ کریں اور ایصالِ ثواب کی نیت کر لیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حمزہ، ۱۴۱۸ھ/۵/۱۰۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳/۳۴۵)

### مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف سے حج بدل:

سوال: کیا عورت مرد کی طرف سے، اور مرد عورت کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں؟ یا یہ ضروری ہے کہ مرد کا حج بدل مرد ہی کرے، اور عورت کا عورت ہی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

### الجواب

مرد و عورت کی طرف سے اور عورت مرد کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ فریضہ حج دونوں سے یکساں طریقہ پر متعلق ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”قبیلہ بنو شعم کی ایک خاتون نے حجتہ الوداع کے موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے والد بہت ضعیف ہیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۶۲/۴)

مرد کی طرف سے عورت حج بدل کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید متوفی کی طرف سے کوئی عورت حج بدل کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

مرد کی طرف سے عورت حج بدل کر سکتی ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ مرد سے ہی حج بدل کرایا جائے۔

درمختار میں ہے: فجاز حج الصرورة ... والمرأة ... وغیرہم أولى. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۷/۶)

عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کے لیے جانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت مرد کی طرف سے حج بدل کے لیے جاسکتی

ہے، یا نہیں؟ مینواتو جروا۔ (المستفتی: محمد ندیم رستم، ضلع مردان)

الجواب

مرد کی طرف سے عورت (محرم کے ساتھ) حج بدل کے لیے جاسکتی ہے، البتہ کراہت سے خالی نہیں۔ (کما صرح

بہ الفقہاء) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۳/۴)

عورت کی حج بدل کون کرے:

سوال (۱) کیا عورت حج بدل میں عورت کو بھیجے یا کسی مرد کو بھی بھیج سکتی ہے؟

(۲) کیا حج بدل میں حاجی کو بھیجے، یا اس کو جس نے ابھی حج نہ کیا ہو؟ کس کو بھیجنا ضروری ہے؟

(۳) مرحومہ دو ہزار روپیہ چھوڑ گئی ہے اور سفر کا خرچ تین ہزار روپیہ ہیں تو اس کو کس طرح حل کیا جائے؟

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الصرورة: ۲۱/۴، مکتبہ زکریا، دیوبند، ظفیر

(۲) قال الملا علی قاری: ويجوز احجاج المرأة باذن زوج لها ووجود محرم معها والعبد والامة باذن المولى مع الكراهة فيه أنه لا يظهر وجه الكراهة لا سيما في احجاج المرأة عن المرأة فإن الظاهر أن يكون أولى وانسب ويدل عليه اطلاق الفتاوى السراجية حيث قال وسواء كان عبدا او امة من غير ذكر امرأة. (ارشاد الساری: ۱۰۳، قبیل فصل ولو أوصى أن يحج عنه)

قال العلامة ابن الهمام: ويجوز احجاج الحر والعبد والامة والحررة وفي الاصل نص على كراهة المرأة في المبسوط فان احج امرأته جاز مع الكراهة لان حج المرأة نقص فانه ليس عليها رمل ولا سعی في بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبية ولا الحلق. (فتح القدير: ۷۲/۳، باب الحج عن الغير)

وفي الهندية: ولو احج عنه امرأة او عبدا او امة باذن السيد جاز ويكره، هكذا في محيط السرخسی. (الفتاوى الهندية: ۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

(۴) کیا یہ صحیح ہے کہ حج بدل جانے والا آتے جاتے راستہ میں انتقال کر جائے، یا حج کرنے کے بعد واپس اپنے مقام پر نہ لوٹے تو یہ حج قبول نہیں ہوا؟

(۵) سنا ہے کہ مکہ، مدینہ والے بھی حج بدل کرتے ہیں۔ کیا اس طرح حج بدل صحیح ہے؟

الجواب

(۱) عورت کا حج بدل عورت کر سکتی ہے، مگر مرد حج بدل کرے تو افضل ہے۔

(۲) جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے اس سے حج بدل کرانا مکروہ ہے؛ اس لیے اولیٰ یہی ہے کہ حج بدل میں اس کو بھیجا جائے، جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔

(۳) دو ہزار روپے حج اور زیارت روضہ اطہر کے لیے ناکافی ہوں تو صرف حج ادا کر دیا جائے؛ تا کہ مرحومہ فرضیت سے سبکدوش ہو جائے۔

(۴) حج کی ادائیگی سے پہلے مرجائے تو حج نہیں ہوا؛ لیکن حج کرنے کے بعد وہاں، یا راستہ میں انتقال کر جائے تو حج ادا ہو گیا۔

(۵) اتنی رقم ہے کہ مکہ، یا مدینہ سے حج کرایا جاسکتا ہے تو وہاں سے کرایا جائے، یا کوئی بلا وصیت اپنی طرف سے شرعاً حج کرائے تو جہاں سے چاہے کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۸)

عورت کی طرف سے مرد اور خفی کی طرف سے غیر مقلد حج کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: عورت کی جانب سے مرد حج کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور خفی کی طرف سے غیر مقلد بھی حج کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت کی طرف سے حج بدل مرد بھی کر سکتا ہے اور مقلد کی طرف سے غیر مقلد بھی کر سکتا ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۷)

غیر محرم کے ذریعہ حج بدل:

سوال: میں نے اس سال بفضلہ تعالیٰ فریضہ حج ادا کیا ہے اور اپنے دوست کے ذریعہ اپنی اہلیہ کا حج بدل کرایا ہے، جب کہ میری والدہ، ہمشیرہ، برادر نسبتی، دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ صاحب زادیاں موجود ہیں، کیا ان محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں کسی غیر محرم سے حج بدل کرنا درست تھا؟ (سید علی، جنگم پیٹ)

(۱) والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ... ولو أوحى عنه امرأة أو عبداً أو أمة

باذن السيد جاز ويكره، هكذا في محيط السرخسي. (الفتاوى الهندية، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۱/۲۶۳-۲۶۴)

(فجاء حج الصرورة ... المرأة) ولو أمة (والعبد وغيره) كالمراهق وغيرهم أولى لعدم الخلاف. (الدر المختار على

هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب في حج الصرورة: ۲/۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

## الجواب

حج بدل کے لیے یہ ضروری نہیں کہ محرم رشتہ دار ہی کو حج پر بھیجا جائے، کوئی بھی عاقل، بالغ، مسلمان دوسرے مسلمان کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے جو خود اپنا فریضہ حج ادا کر چکا ہو؛ کیوں کہ بعض فقہاء کے نزدیک وہی شخص حج بدل کر سکتا ہے، جو اپنا حج ادا کر چکا ہو، حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری تو نہیں ہے؛ لیکن جس سے حج بدل کر رہا ہے، اگر خود اس پر حج فرض نہیں تو اس سے حج کرنا خلاف اولیٰ ہے، اگر اس پر حج فرض ہے تو اس سے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی۔ حج کئے ہوئے شخص سے حج بدل کرنا کا فائدہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کے اقوال پر اس کا حج درست ہو جاتا ہے۔ (۱) واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۶۵/۴-۶۶)

حج بدل کے لیے جس شخص کو رقم دی، وہ اس میں سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو:

سوال: زید کو ایک شخص نے اپنے متونی کی جانب سے کچھ رقم حج بدل کے لیے بالکل دے دی، اب زید اپنے عوض کسی دوسرے شخص کو حج میں بھیجنا چاہتا ہے؛ مگر اس میں سے کچھ رقم نہیں دیتا ہے تو یہ لینا اس کا جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ دوسرا شخص متونی کی طرف سے حج کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۲۹۴، علی خاں صاحب، مونگیر، ۲۹ شوال ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء)

## الجواب

اگر رقم دینے والے نے اس قسم کی اجازت دے دی ہو کہ چاہے خود جاؤ، چاہے کسی کو بھیج دو تو وہ دوسرے شخص کو بھیج سکتا ہے اور اگر یہ اجازت نہ تھی تو رقم لینے والے کو خود جانا ضروری ہے۔ (۲) خود جائے، یا رقم واپس کر دے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۲۲/۴-۳۲۳)

حج بدل کے لیے جس شخص کو بھیجا جائے،

اس کے آنے تک اس کے گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے:

سوال: امسال ایک ضعیفہ نے فرض حج کی ادائیگی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور قضاء الہی سے دو چار روز ہوئے ان کا انتقال ہو گیا، اب ان کے خاوند اور لڑکوں کا خیال ہے کہ مرحومہ کی جانب سے کسی کو حج بدل کے لیے لے جائیں، جس کے لیے ایک غیر مستطیع ہمراہ جانے کے لیے تیار ہے؛ مگر اس کو ایسا خیال ہے کہ اگر حج بدل کے لیے جاؤں تو دوسرے

(۱) دیکھئے: الدر المختار مع الرد، کتاب الحج: ۲۱/۴

(۲) وتعيينه أن عينه فلو قال: يحج عنى فلان، لا غيره، لم يجز حج غيره، ولو لم يقل لا غيره جاز. (الدر المختار على

هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۶۰۰/۲، ط: سعيد)

سال باوجود عدم استطاعت کے حج کے لیے جانا ضروری ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟  
یہ مسئلہ ہے کہ حج کے لیے جانے والے کو واپسی تک گھر کے بال بچوں کے خرچہ کا بندوبست کر کے جانا چاہیے، سو مذکورہ خرچہ حج بدل کرانے والے کے ذمہ ہوگا، یا جانے والا خود بندوبست کرے؟  
(المستفتی: مولوی حکیم عبدالکریم قاضی، کربکی دواخانہ بھروچ، مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۷ھ)

### الجواب

بہتر یہ ہے کہ حج بدل کو وہ شخص جائے، جو خود حج کر چکا ہو اور اگر ایسا آدمی دستیاب نہ ہو تو ایسا شخص بھی جاسکتا ہے، جس نے حج نہیں کیا۔ (۱) اس کے اوپر حج جب فرض ہوگا، جب اس کے پاس مصارف ہوں، ورنہ وہ اپنا حج نہ ادا کرنے کا گناہ گار نہ ہوگا۔

اس کے گھر والوں کو واپسی تک مصارف دینا بھی اس شخص کے ذمہ ہے، جو حج بدل کے لیے لے جاتا ہے اور جانے سے آنے تک کے تمام مصارف سفر لے جانے والے کے ذمہ ہوں گے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۴۳/۴-۳۴۴)

ترجمانی کے لئے مکہ گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازمی نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

سوال: زید، عمر کے درمیان یہ گفتگو ہوئی کہ ہم دونوں ممالک اسلامیہ مصر، بیت المقدس وغیرہ کی زیارت اور حج کے لیے چلیں؛ چوں کہ عمر عربی داں ہے، زید نے عمر سے کہا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا، آپ کی وجہ سے مجھے سہولت ہو گی، لہذا سفر خرچ آپ کا بھی میں برداشت کروں گا، یہ بات طے کر کے دونوں روانہ ہو گئے، اول حج کو گئے کئی ماہ پیشتر مکہ مکرمہ پہنچے، ایک عرصہ کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ تم کو میرے باپ کی طرف سے حج بدل کرنا ہوگا۔ عمر نے کہا کہ تم نے مجھ سے مکان پر، یا دوران سفر میں بالکل نہیں کہا، اگر وہاں کہتے تو میں چاہتا تو آتا، یا نہ آتا، اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں

(۱) فجاز حج الضرورة... وغيرهم أولى بعدم الخلاف، وفي الشامية: والأفضل أن يكون قد حج من نفسه حجة الإسلام خروجا من الخلاف، قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر، بقولهم والأفضل إلخ تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه، لأنه آثم بالتأخير. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج من الغير، مطلب في حج الضرورة: ۶۰۳/۲، ط، سعيد)

(۲) فجاز حج الضرورة... وغيرهم أولى بعدم الخلاف. وفي الشامية، والأفضل أن يكون قد حج من نفسه حجة الإسلام خروجا من الخلاف، قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر، بقولهم والأفضل إلخ تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه، لأنه آثم بالتأخير. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج من الغير، مطلب في حج الضرورة: ۶۰۳/۲، ط، سعيد)

کہا اور میرا تمہارا اقرار ہے کہ مدینہ طیبہ چلیں گے؛ لہذا تم مجھے مدینہ طیبہ لے چلو، میں تمہارے باپ کی طرف سے حج بدل کروں گا، زید نے اول تو انکار کیا، پھر بہت کچھ کہنے سننے کے بعد کہا کہ میں ایک سال تک عرب میں رہوں گا، ۶ ماہ بعد مدینہ جاؤں گا، میرے ساتھ چلنا اور ممالک اسلامیہ نہیں جاؤں گا اور زید طرح طرح سے خرچ کی تکلیف دینے لگا؟

### الجواب

جب کہ زید نے پہلے حج بدل کا ذکر نہیں کیا تو عمر و پر لازم نہیں کہ وہ حج بدل کرے۔ (۱)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی ۳۴/۳۷)

### حج بدل کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام:

سوال: حج بدل میں جانے والے کے لیے حج سے پہلے مدینہ جانا اور ذوالحلیفہ (بر علی) سے احرام باندھنا درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ آمر کی میقات سمندر میں محاذاتِ یلملم ہے۔ کیا اس میں آمر کا حج خراب ہوگا؟

### الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اذنِ آمر سے درست ہے۔ (۲)

”میرا مشورہ یہ ہے کہ حج بدل میں جانے والا شخص آمر سے ہر قسم کے احرام کی اجازت لے اور سب سے پہلے مدینہ طیبہ جاوے، وہاں سے دو تین ذی الحجہ کو میقات (ذوالحلیفہ) اگر حج افراد کا احرام باندھے، پھر مکہ آجائے، اس صورت میں آٹھ روز احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حرہ العبد محمود گنگو، ہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۰۶) ☆

(۱) کیوں کہ بات تو مطلق ہوئی تھی؛ بلکہ عربی داں ہونے کی وجہ سے اپنی سہولت کی خاطر ساتھ لیا تھا۔

(۲) (الثامن أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث): أي ثلث مال المیت (وان لم يتسع): أي الثلث (يحج عنه من حيث يبلغ) ... (ولو أوصى: أي من له وطن (أن يحج عنه من غير بلده يحج عنه كما أوصى): أي على وفق ما أوصى به (قرب) أي ذلك المكان الموصى به (من مكة أو بعد)، آه. (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط) وفي إرشاد الساری: قوله من حيث يبلغ: أقول: فيه أنه لو كان ثلثه لا يسع إلا بأن يحج من مكة، فظاهره جواز ذلك، ويحج به عنه من مكة، لكن من جملة الشروط على ما ستقف عليه أن ميقات الأمر شرط لجواز ذلك، فلو أحرّم المأمور من مكتبة لا يصح وإطلاق المتن هنا يقتضي الجواز، ولم أر من تعرض بذلك، ويمكن أن يجاب عنه بأن ذلك عند الإطلاق، وأما عند التعيين فلا، كما سيصرح به الشيخ رحمه الله بقوله: ولو أوصى بأن يحج عنه من غير بلده يحج عنه كما أوصى. (إرشاد الساری الى مناسک الملا على القاری، فصل في شرائط جواز الاحجاج، ص: ۴۸۳-۴۸۴، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

☆ مامور بالحج کا پہلے مدینہ طیبہ جانا:

سوال (الف) حج بدل والے کو تنبیہ کرنا محتاط علماء منع کرتے ہیں، اب آج کل جہازوں کے ٹکٹوں کا معاملہ کچھ ==



## حج بدل والے کو مدینہ طیبہ پہلے جانا:

سوال: ہندوستان سے حج بدل کرنے والے اگر جدہ سے سیدھے مدینہ شریف چلے جائیں اور حج کے قریب کے دنوں میں افراد کا احرام باندھ کر حج کریں تو کسی قسم کی قباحت تو نہیں؟ اگر ایسا حاجی رمضان سے پہلے والے جہاز سے سفر کرے اور سیدھا مکہ شریف جائے ورنہ سوال آنے سے پہلے وہاں سے مدینہ شریف چلا جائے اور آخر میں افراد کا احرام باندھ کر حج کرے تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

== ایسا ہے کہ کبھی بہت پہلے جانے کی صورت ہو جاتی ہے؛ اس لیے حج بدل میں جانے والے بعض ذی علم یہ صورت کرتے ہیں کہ پہلے مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں اور وہاں سے واپسی میں ذوالحلیفہ سے حج بدل کے لیے افراد کا احرام باندھتے ہیں۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ کیا یہ صورت جائز ہے، یا نہیں؟ کیا اس کے لیے بھی بھیجنے والے کی اجازت ضروری ہے؟

(ب) اسی طرح اگر بھیجنے والے کی اجازت سے حج بدل والا قبل از رمضان جاوے اور بیس پچیس رمضان تک مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر اشیر حج شروع ہونے سے پہلے مدینہ چلا جاوے، پھر ابتدائے ذی الحجہ میں وہاں سے حج بدل کے لیے افراد کا احرام باندھ کر آئے تو جائز ہے، یا نہیں؟ (شبیر محمود سورتی)

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

(الف) آمر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے۔

(ب) یہ بھی اجازت سے درست ہے۔ (الثامن أن يحج عنه من وطنه إن اتسع الثلث): أي ثلث مال المیت وإن لم يتسع: أي الثلث (يحج عنه من حيث يبلغ) ... (ولو أوصى): أي من له وطن (أن يحج عنه من غير بلده يحج عنه كما أوصى) أي على وفق ما أوصى به (قرب) أي ذلك المكان الوصى به (من مكة أو بعد)، آه. (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط)

وفى إرشاد السارى: (قوله: من حيث يبلغ): فيه أنه لو كان ثلثه لا يسع إلا بأن يحج من مكة، فظاهره جواز ذلك، ويحج به عنه من مكة، لكن من جملة الشروط على ما ستقف عليه أن ميقات الأمر شرط لجواز ذلك فلو أحرم المأمور من مكة لا يصح. وإطلاق المتن هنا يقتضى الجواز، ولم أر من تعرض لذلك، ويمكن أن يجاب عنه بأن ذلك عند الإطلاق، وأما عند التعيين فلا كما سيصرح به الشيخ رحمه الله بقوله: ولو أوصى بأن يحج عنه من غير بلده يحج عنه كما أوصى. (إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، فصل فى شرائط جواز الاحجاج، ص: ٤٨٣-٤٨٤، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

”میرا مشورہ یہ ہے کہ حج بدل میں جانے والا شخص آمر سے ہر قسم کے احرام کی اجازت کے لیے اور سب سے پہلے مدینہ طیبہ جاوے، وہاں سے دو تین ذی الحجہ کو میقات (ذوالحلیفہ) اگر حج افراد کا احرام باندھے، پھر مکہ آجائے، اس صورت میں آٹھ روز احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا۔

”قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى: إذا أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور، فيقول: حج عنى بهذا المال كيف شئت، إن شئت حجة، وإن شئت حجة وعمرة، وإن شئت قرناً. (فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى الهندية: ٣٠٧/١، مكتبة زكريا ديوبند، انيس) (زبدة المناسك: ١/٢ ١٥٨) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۰)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر آمر کی طرف سے اجازت ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، دونوں صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۹/۱۰)

**حج بدل میں پہلے روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری:**

سوال: ۲۸ رشوال المکرم کے جہاز سے میں حج بدل کے لیے روانہ ہو رہا ہوں، جو ۵/ذی قعدہ تک جدہ پہنچے گا۔ موسم سرما کی وجہ سے پہلے مدینہ منورہ جانے کے بجائے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ المکرمہ جانے کا خیال تھا؛ مگر معلوم یہ ہوا کہ بدل میں حج کرنے والا صرف افراد کر سکتا ہے، تمتع کی کوئی گنجائش نہیں، اگر ایسا ہے تو اولاً مدینہ منورہ جانا ناگزیر ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس موسم میں ایک مہینہ دس روز تک احرام میں رہنا تو بہت دشوار ہے، لہذا مسئلہ کی تحقیق مقصود ہے۔ اگر جدہ سے مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کر کے حلال ہو جانے کی کوئی شرعی گنجائش ہو تو بتلادیں۔

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

سفر مبارک ہو۔

زہے سعادتِ بندہ کہ کرد نزول گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسول

حق تعالیٰ بہت سہولت و عافیت کے ساتھ جملہ مناسک پورے کرائے اور ہر قسم کی جنایت سے محفوظ رکھے، مقامات مقدس کے آداب کی رعایت پوری توفیق دے، بہت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ ترقیات سے نوازے۔ روضہ اقدس پر اس سیاہ کار کی طرف سے بھی صلوٰۃ و سلام پیش فرماویں۔

آپ جدہ سے اتر کر پہلے در اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری دیں، پھر وہاں کی شفاعت اور دعا ساتھ لے کر مکہ مکرمہ حاضر ہوں، یہی اسلم وارجی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۰/۱۰)

(۱) ودم القرآن والتمتع (والجنایۃ علی الحاج) ان اذن له الامر بالقرآن والتمتع، والا فیصیر مخالفاً

فیضمن۔ (الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر: ۶۱۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) جب کہ مذکورہ خدشات اور اعذار سامنے ہوں تو اس صورت میں حج بدل والا شخص زیارت مدینہ کو حج پر مقدم کر سکتا ہے۔

”و زیارۃ قبرہ مندوبۃ، بل قیل واجبة لمن له سعة، ویبدأ بالحج لو فرضاً، ویخیر لو نفلًا، ما لم یمر بہ فیبدأ

بزیارۃ لا محالۃ“۔ (الدر المختار)

”قال فی شرح اللباب: وقد روی الحسن عن أبی حنيفة أنه اذا كان الحج فرضاً، فالأحسن للحاج أن يبدأ بالحج، =

## بیمار کا حج بدل کرانا:

سوال: ایک شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کے لیے تیار بھی تھا؛ لیکن حج کرنے سے قبل ایک شدید مرض میں مبتلا ہو گیا کہ اطبانے حکم دیا کہ چار چھ ماہ سے قبل اس کو شفا ہونی مشکل ہے تو کیا یہ شخص اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

ابھی تو حج بدل کے لیے نہ بھیجے؛ بلکہ علاج کرائے، اگر شفا ہو جائے تو خود حج کرے، ورنہ اخیر وقت میں جب خود جانے سے مایوس ہو جائے تو اس وقت حج بدل کی وصیت کر دے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۱۸)

== ثم یشنی بالزیارة. وان بدأ بالزیارة، جاز، اهو هو ظاهر (رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، مطلب فی تفضیل قبرہ المکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۶/۶۲۷، سعید)

”قال مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ: أنها أفضل المندوبات، وفي مناسک الفارسی وشرح المختار: أنه قریبة من الوجوب لمن له سعة. والحج إن كان فرضاً، فالأحسن أن یبدأ به، ثم یشنی بالزیارة وإن كان نفلًا كان بالخيار.“ (الفتاویٰ الہندیة، کتاب الحج، خاتمة فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلب: زیارة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۲۶۵، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

قال مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ من أفضل المندوبات، وفي مناسک الفارسی وشرح المختار أنها قریبة من الوجوب لمن له سعة، روى الدار قطنی، والبرزاز عنه علیہ الصلاة والسلام: ”من زار قبری وجبت له شفاعتی.“ (یہ روایت ضعیف ہے، اس روایت کی تخریج دار قطنی: ۲۷۳/۲، ابن عدی: ۶/۳۵۱، اور عقیلی نے کی ہے، ان تمام ائمہ نے موسیٰ بن بلال عبید کی سند سے کی ہے اور موسیٰ بن عبید اس روایت کا مدار ہے وہ ضعیف ہیں) (دیکھئے: میزان الاعتدال: ۴/۲۶۱، التلخیص الحبیر: ۲/۲۶۷، انس)

وأخرج الدار قطنی أيضاً ”من حج وزار قبری بعد موتی، كان کمن زارنی فی حیاتی“ (اس روایت کی تخریج امام طبرانی نے معجم الکبیر اور اوسط میں کی ہے، (مجمع الزوائد: ۴/۲۷۳) اسی طرح امام دار قطنی: ۲۷۳/۲، ابن عدی نے اکمال فی الضعفاء میں اس روایت کو نقل کیا ہے: ۳۸۲/۲) حفص ابن داؤد ہیں جو ضعیف ہیں اور طبرانی میں مجہول آدمی ہے (التلخیص الحبیر: ۲/۲۶۶) لیکن ظفر احمد تھانوی نے اس کی سند اور متعدد طرقوں پر بحث کے بعد اس روایت کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: اعلیٰ السنن: ۱۰/۵۰۴، انیس)

لهذا، والحج إن كان فرضاً، فالأحسن أن یبدأ به، ثم یشنی بالزیارة. وإن كان تطوعاً كان بالخيار“ (فتح القدير، کتاب الحج، مسائل منشورة، المقصد الثالث فی زیارة قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۳/۱۷۹، انیس)

(۱) وفي العبادات البدنية المعتبر الوسع، ولا يعتبر العجز للحال؛ لأن الحج فرض العمر، فيعتبر فيه عجز مستغرق لبقية العمر ليقع به اليأس عن الأداء بالبدن، فقلنا: إن كان عجزه بمعنى لا يزول أصلاً كالزمانة، يجوز الأداء بالنائب مطلقاً. وإن كان عارضاً يتوهم زواله بأن كان مريضاً أو مسجوناً، فإذا أدى بالنائب كان ذلك مراعى، فإن دام به العذر إلى أن مات تحقق اليأس عن الأداء بالبدن، فوقع المؤدى موقع الجواز، وإن برئ من مرضه تبين أنه لم يقع فيه اليأس عن الأداء بالبدن، فكان عليه حجة الإسلام، والمؤدى تطوع له. (المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب

ایضاً:

سوال: زید مالدار ہے، حج اس پر فرض ہے؛ لیکن آنت اترنے کا عارضہ ہے اور بیماری ہے، آنکھ کی روشنی بھی کم ہے؟، زید چاہتا ہے کہ حج بدل کر لیا جائے۔ اب آپ فرمائیے کہ ایسی صورت میں زید کا حج بدل ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر مرض کی وجہ سے زید خود جا کر ارکان حج ادا نہیں کر سکتا تو اس کے لیے درست ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرالے؛ لیکن اگر زید پھر خود حج کرنے کے قابل ہو گیا تو خود کرنا لازم ہوگا، یہ حج بدل کافی نہیں ہوگا۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۹۱)

حج بدل کے بعد عذر زائل ہو گیا تو دوبارہ حج فرض نہیں:

سوال: اگر کوئی نابینا شخص قائد ملنے کی وجہ سے حج بدل کر ادا کرے اور بعد کو قائد میسر آجائے تو کیا صاحبین کے قول کے مطابق دوبارہ حج ادا کرنا فرض ہوگا، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

نابینا نے اگر حج بدل کر دیا، پھر اس کا عذر زائل ہو گیا، مثلاً بینائی آگئی، تب بھی اس کے ذمہ اپنا حج خود کرنا لازم نہیں، قائد ملنے کا مسئلہ بھی اسی سے واضح ہو گیا۔

(هذا): أى اشتراط دوام العجز الى الموت (إذا كان العجز) كالجس و (المرض يرجى زواله):

== (تقبل النيابة عند العجز فقط)، لكن بشرط دوام العجز الى الموت؛ لأنه فرض العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العذر. (الدر المختار) (قوله: لأنه فرض العمر) تعليل لاشتراط دوام العجز الى الموت: أى فيعتبر فيه عجز مستوعب لبقية العمر ليقع به اليأس عن الأداء بالبدن. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فى الفرق بين العباداة والقربة والطاعة: ۲/۵۹۸، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) وفى الذخيرة: ثم انما يسقط فرض الحج عن الإنسان باحجاج غيره اذا كان المحج وقت الأداء عاجزاً عن الأداء بنفسه، ودام عجزه الى أن مات. أما اذا زال عجزه بعد ذلك، فلا يسقط عنه حج الفرض ... رجل أحج رجلاً وهو مريض، فلم يزل مريضاً حتى مات، فهو جائز عن حجة الإسلام. وإن صح، لا يجزيه عن حجة الإسلام. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الحج عن الغير: ۲/۵۴۵، إدارة القرآن كراچی)

(قوله: حتى تلزم الاعادة بزوال العذر): أى العذر الذى يرجى زواله كالجس والمرض، بخلاف نحو العمى، فلا اعادة لزوال علامائى. (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فى الفرق بين العباداة والقربة والطاعة: ۲/۵۹۸، سعيد)

أی ممکن۔ (وإن لم یکن کذا لک کالعمی والزمانۃ؟ سطق الفرض) بحج الغیر (عنه) فلا إعادة مطلقاً، سواء استمر به ذلک العذر، أم لا، ۵۰۵۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۴/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۱۰)

### بیوی کو اپنے حج سے پہلے حج بدل کرانا:

سوال: میں اپنی مرحومہ بیوی کے ساتھ ایک مرتبہ حج کر چکا ہوں، اب دوبارہ اپنی موجودہ بیوی کے ساتھ حج کا ارادہ ہے؛ لیکن بیوی کو حج بدل میں لے جانے کا ارادہ ہے اور اس نے اب تک حج نہیں کیا ہے۔ میں نے اس کے نام گزارے کے لیے پانچ ہزار روپیہ کے شیر لکھ دیئے ہیں۔ پانچ ہزار روپیہ کے شیر کا جو دیوان (آمدنی) ملے گا، وہ استعمال کرے گی، اس کے علاوہ اس کو نکاح کے وقت میں نے ڈیڑھ ہزار روپیہ کے زیور بھی دیئے ہیں اور قصبہ کے رواج کے مطابق جتنی قیمت کا زیور ہوتا ہے اتنی ہی قیمت کی مہر بھی لکھائی جاتی ہے جو میں نے لکھ دی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں؟ اور حج فرض ہونے کی صورت میں حج فرض ادا کرنے سے قبل حج بدل کے لیے اس کو لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

آپ کی موجودہ بیوی کی ملک میں اگر اتنا مال ہے کہ حج کے سفر کے لیے واپسی تک کافی ہو سکے تو اس پر حج فرض ہے اور جب کہ شوہر بھی سفر حج میں ہمراہی کے لیے موجود ہے تو اس کو بہت جلد اپنا فرض حج ادا کرنا چاہیے، حج بدل کے لیے اس وقت نہ جائے کہ پھر خدا جانے محرم، یا شوہر کا ساتھ میسر آئے، یا نہ آئے کہ جس نے اپنا حج فرض ادا نہ کیا ہو، اگر وہ حج بدل کر لے تو حج بدل ہو جائے گا؛ لیکن اعلیٰ بات یہ ہے کہ حج بدل ایسے شخص سے کرایا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کیا ہو، جس کے ذمہ خود اپنا حج فرض ہو اور اس کو موقع بھی ہو، اس سے حج بدل نہ کرایا جائے؛ کیوں کہ وہ اپنا حج فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۳/۱۰-۲۲۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الحج عن الغیر، مطلب فی الفرق بین العبادۃ والقربۃ والطاعة: ۵۹۹/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(والعجز الدائم الی الموت)؛ لأنه فرض العمر حتی تلزمه الاعادة بزوال العذر إن کان یرجى زواله، وإن لم یرج كالأعمی والزمانۃ یجب علیہ الاحجاج، كما فی القهستانی عن المحيط. ولا یعید مطلقاً، كما فی البحر عن المحيط. (سکب الأنهر مع مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر: ۴۵۵/۱-۴۵۶، مکتبۃ فقیہ الأمت دیوبند، انیس)

(۲) ”فدل أنه لا يجوز الحج عن غيره قبل أن يحج عن نفسه، ولأن حجه عن نفسه فرض عليه،

حج بدل کرنے والے کا مکہ پہونچ کر کسی دوسرے سے حج بدل کرانا اور خود اپنا حج کرنا:

سوال: حج بدل کرنے والا غریب ہے اور حاجی بھی نہیں، اب حج بدل جانے کے وقت حج فرض ہوگا، یا نہیں؟ حج بدل کرنے والا مالک کی اجازت سے مکہ مکرمہ پہونچ کر کسی دوسرے کو وہ حج بدل کرنے کو کہہ کر پھر خود اپنا حج کر سکتا ہے، یا نہیں؟ مالک یعنی بھیجنے والے نے صرف یہی کہا کہ مرنے والے کے لیے حج بدل کو تم کو بھیج رہا ہوں، یہ روپے ہیں، میرے باپ کا حج ادا ہونا چاہیے، اب تم کیسے بھی کرو۔ یہ مالک کی طرف سے اجازت ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

غریب آدمی (جس پر حج فرض نہیں)؛ مگر دوسرے کے روپے سے حج بدل کے لیے جائے تو اسی کی طرف سے حج بدل کرے، وہاں پہونچ کر کسی اور کو حج بدل کے لیے تجویز کر کے اپنا حج نہ کرے۔ (۱) وہاں حج بدل کے لیے پہونچ جانے کی وجہ سے خود اس غریب کے ذمہ حج فرض نہیں ہو جائے گا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۲۲-۳۲۵)

== وحجہ عن غیرہ لیس بفرض، فلا يجوز ترك الفرض بما ليس بفرض“. (بدائع الصنائع، کتاب الحج، بیان شرائط النیابة فی الحج، ۳/۲۷۴، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

”والأفضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عنه نفسه“. (البحر الرائق)

(إن حج الضرورة عن غیرہ ان كان بعد تحقق الوجوب علیه بملک الزاد والراحلة والصحة، فهو مکره کراهة تحریم علیه؛ لأنه يتضيق علیه والحالة هذه فی أول سنی الامکان، فیأتم بترکھ“. (منحة الخالق مع البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير ۳/۱۲۳، مکتبة زکریا ویوبند، انیس)

(۱) (وإذا مرض المأمور) بالحج (فی الطريق، لیس له دفع المال إلى غیره لیحج) ذلك الغير (عن الميت، إلا إذا أذن) له بذلك بأن (قیل له وقت الدفع: اصنع ماشئت، فیجوز له) ذلك (مرض أولاً)؛ لأنه صار وکیلاً مطلقاً. (الدر المختار) لا یمکنه الحج عن نفسه؛ لأن سفره بملال الأمر فیحرم عن الأمر، ویحج عنه، الخ. (رد المحتار مع رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الضرورة: ۲/۶۰۴، دار الفکر بیروت، انیس)

ولیس للمأمور أن يأمر غیره بما أمر به عن الأمر وإن مرض فی الطريق، إلا أن یكون وقت الدفع قیل له: اصنع ماشئت، فحینئذٍ له أن يأمر غیره به وإن كان صحیحاً. (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۱۳، رشیدیة)

(۲) ویجوز احجاج الضرورة، ولكن يجب علیه عند رؤية الکعبة الحج لنفسه ... (أقول) وقد ألف سیدی عبد الغنی النابلسی رسالة فی ذلك، جنح فیها إلى عدم الوجوب. (تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الحج: ۱/۱۳، مکتبه تاجران کتب ارگ بازار قندهار)

قلت: وقد أفتی بالوجوب مفتی دار السلطنة العلامة أبو السعود، وتبعه فی سكب الأنهر، وكذا أفتی به السيد أحمد بادشاه، وألف فیہ رسالة، وأفتی سیدی عبد الغنی النابلسی بخلافه، وألف فیہ رسالة؛ لأنه فی هذا العام لا یمکنه الحج عن نفسه؛ لأن سفره بملال الأمر، فیحرم عن الأمر ویحج عنه، وفی تکلیفه بالاقامه بمكة إلى قابل لیحج عن نفسه ویترک عیاله ببلده حرج عظیم، وكذا فی تکلیفه بالعود وهو فقیر حرج عظیم أيضاً. (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی حج الضرورة: ۲/۶۰۴، سعید)

## حج بدل میں روپیہ مامور کو دیں یا اپنے پاس رکھیں:

سوال: ایک شخص خود حج کرنے جا رہا ہے اور دو شخصوں کو اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کرانے لے جا رہا ہے تو اخراجات کے لیے روپیہ ان کو دے دینا زیادہ بہتر ہوگا، یا اپنے پاس رکھ کر ان کی ضروریات میں خرچ کرنا؟ ان کو ہر چیز کا پھر حساب بھی مشکل ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر یہ اعتماد ہو کہ وہ روپیہ حفاظت سے رکھیں گے اور بے محل خرچ نہیں کریں گے اور مقصدِ وصیت بھی فوت نہیں ہوگا تو ان کو دیدینا بہتر ہے۔ (۱) زبدۃ المناسک میں ہے کہ ”جو عاجز ہو جائے وہ دوسرے شخص کو امر حج کر دینے کا کرے اور خرچ راہ اس کو دے اور جانے والا اس کے خرچ سے سوار ہو کر حج ادا کر دے“۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۶/۱۰)

## بیوی پر حج فرض ہونے کے باوجود مکہ سے اس کا حج بدل کرانا:

سوال: رواج ہے کہ حج میں جا کر کسی شخص کو سو روپیہ دے کر حج بدل کراتے ہیں، یا اپنی زوجہ کی طرف سے جس پر بھی حج فرض تھا؛ لیکن زوجہ کو اپنے ساتھ لے جانے میں راضی نہیں ہوا اور کہا کہ میں تیری طرف سے بھی حج کراؤں گا؛ یعنی کچھ روپیہ دیکر کسی غیر کی طرف سے افعال حج ادا کرانے سے حج کا ثواب ملتا ہے اور فرضیت حج ساقط ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اس طرح فریضہ حج ادا نہیں ہوگا۔ (۳) سو روپیہ اگر کسی مستحق کو دیئے ہیں تو صدقہ دینے کا ثواب مل جائے گا۔ (۴)  
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۸/۱۰)

(۱) فإذا عرف ذلك فللمأمر بالحج أن ينفق على نفسه بالمعروف ذاهباً وآتياً ومقيماً من غير تبذير ولا تقتير،

الخ. (البحر الرائق، كتاب الحج. باب الحج عن الغير: ۳/ ۱۱۵، رشيدية)

(۲) زبدۃ المناسک، ص: ۴۴۸، سعید

(۳) تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز إلى الموت). (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحج

عن الغير، مطلب في الفرق بين العبادة والقربة والطاعة: ۵۹۹/۲، سعید)

ولجواز النيابة في الحج شرائط: منها أن يكون المحجوج عنه عاجزاً عن الأداء بنفسه وله مال، فإن كان

قادراً على الأداء بنفسه بأن كان صحيح البدن وله مال أو كان فقيراً صحيح البدن، لا يجوز حج غيره عنه، الخ. (الفتاوى

### مکتب میں پیسہ دینے کا ثواب زیادہ ہے، یا حج بدل کا:

سوال میری والدہ پر حج فرض نہیں تھا اور وہ اس کی بہت زیادہ خواہشمند تھیں؛ مگر ان کا انتقال ہو گیا، میں ان کو ثواب پہنچانے کے لیے کچھ کرانا چاہتا ہوں تو حج بدل کرانے میں زیادہ ثواب ملے گا، یا ایک سسکتے ہوئے مکتب کی مدد کرنے میں، جس مکتب کے بندہ ہو جانے کا اندیشہ ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جب کہ میت کے ذمہ حج فرض نہیں تھا اور ان کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو جس مکتب میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ مکتب ضرورت مند بھی ہے تو وہاں روپیہ دے کر مکتب کو سنبھالنے اور ترقی دینے میں ثواب زیادہ ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۸-۲۲۹)

### حج بدل کے لیے دی ہوئی رقم اگر کمپنی ضبط کر لے تو مامور پر ضمان نہیں:

سوال: زید فرض حج ادا کر چکا ہے، عمر اپنے کسی عزیز کی طرف سے زید کو حج بدل کرانے کو تیار ہو گیا اور رقم بھی دی؛ مگر عمر سے پہلے بکرنے بھی زید کو حج بدل کرانے کے لیے تجویز کیا تھا، اتفاق وقت کہ بکر تو پہلے اس ارادہ سے پلٹ گیا اور عمر بھی اسی طرح پلٹ گیا، زید قانونی مجبوری کی وجہ سے حج کو نہ جاسکا اور بھیجنے والوں کے دل بھی بدل گئے۔ بہر حال عمر اپنی دی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، زید میں دینے کی سکت نہیں، یہ جواب دے دیا کہ جو رقم داخل کمپنی کی گئی ہے واپس مل جائے تو ادا کر دوں گا؛ لیکن عمر کو یہ شک ہے کہ کمپنی اس روپیہ کو ضبط بھی کر گئی ہے تو اگر یہ ضبطی عمل میں آگئی تو زید کے ذمہ یہ ادائیگی ساقط ہو جائے گی، یا باقی رہے گی؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جب کہ عمر نے زید کو حج بدل کے لیے رقم دے دی اور اس نے حسب قانون ٹکٹ خریدنے کے لیے کمپنی میں بھیج

== (۴) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب، و لا یقبل اللہ إلا الطیب، فإن اللہ یتقبلها بيمينه، ثم یربہا لصاحبها کما یربی أحدکم لفوہ حتی تکون مثل الجبل". متفق علیہ، (مشکوٰۃ المصابیح، باب فضل الصدقة، الفصل الأول، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۱) ورجح فی البرازیة أفضلیة الحج) حیث قال: الصدقة أفضل من الحج تطوعاً... ومذا كان الفقیر مضطراً. (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی تفضیل الحج علی الصدقة: ۶۲۱/۲، سعید) قلت: قد یقال: إن صدقة التطوع فی زماننا أفضل لما یلزم الحاج غالباً من ارتکاب المحظورات، ومشاهدته لفواحش المنکرات، وشح عامة الناس بالصدقات، وترکهم الفقراء. (منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الحج: ۵۴۴/۲، رشیدیہ)



دیا، اس کے بعد عمر کا ارادہ بدلا ہے تو زید کی طرف سے تعدی نہیں پائی گئی، اگر خدا نخواستہ کمپنی نے رقم ضبط کر لی تو زید پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲۹/۱۰-۴۳۰)

### حج بدل کی رقم میں تصرف کرنے کا ضمان:

سوال (۱) زید نے اپنے والد مرحوم کا حج بدل کرانے کے متعلق اپنے بہنوئی کو تیار کیا اور اس نے متواتر دو سال درخواست دی؛ مگر قمرے میں نام نہ آسکا، کچھ رقم زید نے اپنے بہنوئی کو بہ سلسلہ درخواست اور فارم بھرنے کے لیے دیا تھا، جو تقریباً ایک ہزار ہے، وہ بہنوئی نے بغیر زید کے علم میں لائے اپنے بھانجے کو تجارت کے سلسلہ میں دے دی۔ اس کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ آیا وہ روپیہ جو زید کا تھا، وہ زید کے بہنوئی نے جو خرچ کر دیا، جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) زید کے پاس جو رقم حج بدل کے لیے جمع ہے، اگر تیسری بار بھی قمرے میں نام نہ آیا تو وہ روپیہ کسی تجارت میں، یا مکان بنانے کے لیے استعمال میں لاسکتا ہے اور کیا زید کے لیے جمع شدہ رقم جو ایک مرحوم کے حج بدل کی نیت سے تھی استعمال میں لانا علمائے دین جائز قرار دیتے ہیں اور جائز ہے تو کس حد تک؟ تفصیل دی جائے۔

(۳) اگر جمع شدہ رقم حج بدل والی زید اپنی ضروریات میں لانے کا حقدار نہ ہو تو وہ رقم کس استعمال میں لاسکتا ہے؟ کیا دینی مدرسہ میں دینا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کس مد میں؟

### الجواب ————— حامداً ومصلیاً

(۳، ۲، ۱) اگر والد مرحوم نے اپنی طرف سے حج بدل کرانے کی وصیت نہیں کی تھی؛ بلکہ زید خود ہی ان کی طرف سے حج بدل کرانے کی نیت کر چکا ہے اور اس مقصد کے لیے روپیہ رکھا ہوا ہے تو محض اس نیت کی وجہ سے حج بدل کرانا واجب نہیں ہوا، زید اس روپیہ کا مالک ہے، اس کو اختیار ہے کہ کسی بھی دینی کام میں لگا کر والد کو ثواب پہنچا دے، مثلاً: کسی مسجد کی تعمیر، یا پانی اور لٹل کا انتظام، یا دینی مدرسہ کی تعمیر، طلبہ کی خوراک، پوشاک، یا دینی کتب خرید کر وقت، یا غیر بچوں کی پرورش، یا بیواؤں کی ضروریات میں خرچ کر دے، ضرورت ہو تو اپنے ذاتی کام میں بھی صرف کر سکتا ہے، بہنوئی وغیرہ اقربا کو بھی دے سکتا ہے۔ (۲)

(۱) قال: والودعية أمانة، فإذا تلفت بغير تفريط من المودع، فليس عليه ضمان... وحكم عام يعطى قانوناً كلياً مقتضاه أن الودعية أمانة لا ضمان فيها إلا أن يتعدى. (إعلاء السنن، كتاب الودعية، باب: لا ضمان على المؤمن: ۶۵/۱۶، مكتبة اشرفية ديوبند، انیس)

الأمانة غير مضمونة، فإذا هلك، أو ضاعت بلا صنع الأمين، ولا تقصير منه، لا يلزمه الضمان. (شرح المجلة، الباب الأول في أحكام عمومية تتعلق بالأمانات، (رقم المادة: ۶۷۸، ص: ۴۲۶، مكتبة حنفی کوئٹہ)

(۲) قال العلامة بن عابدين: "لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص، كما في التلويح. (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال: ۵۱/۵، سعيد)

بہنوئی صاحب کا اس روپیہ کو جو کہ درخواست فارم وغیرہ کے لیے دیا گیا تھا، کسی دوسرے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بھانجے کو تجارت کے لیے دینا بھی جائز نہیں، یہ خیانت ہے۔ (۱) ان کو لازم ہے کہ وہ زید کو روپیہ واپس کر دیں اور اس سے معافی طلب کریں تاکہ وہ دنیا و آخرت میں بری الذمہ ہو سکیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰ھ / ۲۶/۹ - (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۳۰-۲۳۱)

### باسٹھ سالہ حج بدل کیوں کر اسکتا ہے یا نہیں:

سوال: جس شخص پر حج فرض ہے اور عمر اس کی ۶۲ برس کی ہے، بوجہ ضعیفی قوی اس کے کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں، اس کو فکر یہ ہے کہ میں تکالیف سفر کا تحمل نہ ہو سکوں گا اور نیز وہ ضعف ہاضمہ میں بھی مبتلا ہے اور تین لڑکیاں اس کی نابالغ موجود ہیں، ایسی حالت میں اسکو حج کے لیے خود جس طرح ہو سکے جانا چاہیے، یا حج بدل کرانے سے اس کا فرض ادا ہو جائے گا؟

### الجواب

ایسے احتمالات سے نیابت حج میں؛ یعنی حج بدل کرانا مسقط فرض نہیں ہے؛ کیوں کہ حج بدل کے لیے بالکل عاجز ہونا اصل کا شرط ہے۔

كما في الدر المختار (والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز إلى الموت؛ لأنه فرض العمر حتى تلزم الإعادة بزوال العذر، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۵۵۷)

### ایک شخص حج کرنے کے لیے روانہ ہوا؛

مگر راستہ میں انتقال کر گیا: دوسرے شخص نے وہ روپیہ لے کر حج کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص حج فرض کو مکہ شریف روانہ ہوا اور راستہ میں میقات پہنچنے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا، باقی ماندہ

== والحاصل أن القياس في جنس هذه المسائل أن يفعل المالك ما بدا له مطلقاً؛ لأنه متصرف في خالص ملكه. (رد المحتار، كتاب القاضي، مطلب: اقتسموا داراً وأراد كل منهم فتح باب، لهم ذلك: ۴۴۸/۱۵، دار الفكر بيروت، انيس) قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۳۰) وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ (سورة الأنفال: ۲۷) لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح: ۲۰۰/۶، سعيد)

(۱) لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة، ص: ۶۱، رقم المادة: ۹۶، حنفية) (۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في الفرق بين العبادة و القرية والطاعة: ۱۴/۱-۱۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

روپے سے دوسرے آدمی نے اس کی طرف سے حج ادا کیا، اب اس کے ورثہ اس سے روپیہ مانگتے ہیں؛ کیوں کہ میت نے اس کو وصیت نہیں کی تھی۔ اس صورت میں میت کی طرف سے حج ادا ہو گیا، یا نہیں اور ورثہ اس کو روپیہ طلب کرنے کا حق ہے، یا نہیں؟ بعض وارث نابالغ ہیں؟

الجواب

اس شخص کو وہ روپیہ ورثہ کو دینا ہوگا؛ کیوں کہ متوفی نے کچھ وصیت نہیں کی اور روپیہ باقی ماندہ میراث وارثوں کا ہو گیا، لہذا صرف کرنا اس شخص کا روپیہ مملوکہ ورثہ کو بلا اجازت ورثاء بالغین جائز نہ تھا اور جب کہ ورثہ میں نابالغ بھی ہیں تو اس باقی ماندہ روپے کی ان کی طرف سے اجازت بھی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال روپیہ باقی ماندہ جو اس نے اس کے حج میں خرچ کیا، وہ اس کو واپس دینا ہوگا اور حج اس میت کی طرف سے ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جائے گا۔

كما في تبرع الوارث أو الأجنبي قال في الشامي: وإن لم يوص به أي بالأحجاج فتبرع عنه الوارث إلخ جاز والمعنى جاز عن حجة الإسلام إنشاء الله تعالى ثم أعاد في شرح اللباب المسئلة في محل آخر وقال فلو حج عنه الوارث وأجنبي يجزيه وتسقط عنه حجة الإسلام إن شاء الله تعالى؛ لأنه إيصال للثواب، إلخ. (۱)

(فإن فسر المال) ... (فالأمر عليه) إلخ وفي رد المحتار: نعم لو كان الميت هو الذي دفع للمأمور ثم مات كان للوارث استرداد ما في يد المأمور وإن أحرّم ... لأن الباقي صار ميراثاً لكون الميت لم يوص به. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۸/۶)

اندھا مستطیع خود حج کرے، یا حج بدل کرا سکتا ہے:

سوال: ایک شخص نابینا ہے، اس پر حج فرض ہے اور اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ ایک دو شخصوں کو اپنی ہمراہ خدمت کے لیے لے جاوے، ایسی حالت میں وہ خود حج کرے، یا حج بدل کراوے؟

الجواب

اس صورت میں وہ اپنی طرف سے حج بدل کرا سکتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن (بشرط دوام العجز إلى الموت) ... أي اشتراط دوام العجز إلى الموت (إذا كان) العجز كالحبس و (المرض يرجي زواله وإن لم يكن كذلك كالعَمَى والزمانة سقط الفرض) بحج الغير (عنه) فلا إعادة مطلقاً سواء استمر به ذلك العذر أم لا، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۹/۶)

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير قبیل مطلب شروط الحج عن الغير: ۱۶/۴

(۲) رد المحتار باب الحج عن الغير، مطلب العمل على القياس دون الاستحسان هنا: ۲۴، ۲۳/۴، مکتبہ زکریا دیوبند

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ والقربۃ: ۱۵۹، ۱۵۸/۴

زید پر حج فرض تھا، اس نے نہ ادا کیا اور نہ وصیت کی، کیا کیا جائے:

سوال: زید مر چکا اور اس پر حج فرض تھا وہ ادا نہ کر سکا بوجہ دنیوی کاروبار کے اور حج کے متعلق وصیت بھی نہ کی تو اب اس نے جوتہ کہ چھوڑا ہے، اس سے پہلے حج بدل کر دیا جائے، یا ترکہ تقسیم کر دیا جائے اور پھر ورثا بطور خود زید مرحوم کی طرف سے حج بدل کرائیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ اور زید قرض دار بھی ہے؟

الجواب

بدون وصیت کے ورثا کے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ وہ متوفی کی طرف سے حج بدل کرا دیں؛ لیکن اگر جملہ ورثا اس پر راضی ہوں اور وہ سب بالغ ہوں تو اگر وہ سب متوفی کی طرف سے حج کرا دیں تو اچھا ہے اور امید ہے کہ ان شاء اللہ میت کی طرف سے حج فرض ادا ہو جاوے گا۔

در مختار میں ہے: (ويشترط الأمر به)، أي بالحج عنه (فلا يجوز حج الغير بغير إذنه إلا إذا حج أو أحج الوارث عن مورثه). (۱)

وفى الشامى: وأن لم يوص به أى بالاحجاج "فتبرع عنه الوارث" ... جازو المعنى جاز عن حجة الإسلام إن شاء الله تعالى. (۲)

پس اگر جملہ ورثا بالغ ہیں اور وہ سب مورث متوفی کی طرف سے حج کرانے پر راضی ہیں تو قبل از تقسیم ترکہ بھی حج کرا سکتے ہیں اور اگر بعض ورثا بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو پہلے ادائے قرض کے بعد ترکہ تقسیم کر لیا جاوے، اس کے بعد بالغین اپنے حصہ میں متوفی کی طرف سے حج کرا سکتے ہیں۔

الغرض بدون وصیت کے وارثوں کے ذمہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ ضرور حج کرا دیں، البتہ اگر چاہیں تو کرا سکتے ہیں اور اسے حج فرض میت کا ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵۹/۶، ۵۶۰)

جس کی صحت خراب ہے وہ اپنی زندگی میں حج بدل کرا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص پر حج فرض ہے اور اس کی صحت اس قدر خراب ہے کہ اس کو اپنی زندگی کی بھی امید نہیں ہے اور اس کا ایک لڑکا ہے، جو آوارہ اور اس سے امید نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد حسب وصیت اپنے والد کی طرف سے حج کرا دے۔ ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں جب کہ وہ خود حج کرنے سے بسبب مرض لاحق کے عاجز ہے اور اس کو اپنی زندگی میں خود حج

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ: ۱۶/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس

(۲) رد المحتار، باب الحج عن الغير، قبیل مطلب شروط الحج عن الغير: ۱۶/۴، مکتبہ زکریا دیوبند

کرنے پر قادر ہونے کی امید نہیں ہے تو وہ دوسرے شخص سے اپنی زندگی میں اپنی طرف سے حج کرا سکتا ہے اور اگر اس نے خود حج نہ کرایا تو پھر اس کو وصیت کرنا لازم ہے، اس سے وہ سبکدوش ہو جاوے گا، اگر بعد میں اس کے وارث نے باوجود وصیت کے حج نہ کرایا تو گناہ اس پر رہے گا۔

در مختار میں ہے: (والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز إلى الموت، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۰/۶)

تکلیف کے ڈر سے حج بدل کرنا اور خود نہ کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک مالدار شخص جس کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی ہے؛ لیکن حج کو جانے کے قابل ہے، محض سفر کی تکلیف میں حج بدل کرنا چاہتا ہے، اس کا حج ادا ہوگا، یا نہ؟ اور یہ کہ اس کا مال سودی کاروبار ہے؟

الجواب

اس شخص کو حج کو جانا چاہیے، بحالت موجودہ دوسرے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنے سے اس کا حج فرض ادا نہ ہوگا، (۱) اور حرام روپے سے حج نہ کرنا چاہیے، وہ حج مقبول نہ ہوگا، اگرچہ حج فرضیت ساقط ہو جاوے گی اور یہ طریقہ اختیار کیا جاوے کہ وہ شخص قرض لے کر حج کرے، پھر وہ قرض ادا کر دے وے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۱/۶)

زید شروع میں غفلت سے حج نہ کر سکا، اب وہ لائق سفر نہیں ہے تو حج بدل کرا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر زید مالدار نے بوجہ غفلت کے حج نہ کیا، حتیٰ کہ شیخ فانی ہو گیا، اگر زید اپنی طرف سے کسی کو ادائے حج کے لیے بھیجے تو اس کا حج ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس حالت میں وہ اگر کسی کو اپنی طرف سے حج کو بھیجے اور اس سے حج کرا دے تو صحیح ہے، اس کا حج ادا ہو جائے

گا۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۲/۶)

- (۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۴/۴، ظفیر
- (۲) (والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) بشرط دوام العجز إلى الموت ... (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۴/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، ظفیر)
- (۳) وقد يتصف بالحرمة كالحج بمال حرام. (الدر المختار) ليس حراماً بل الحرام هو إفاق مال الحرام ... مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه و عدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام: ۱۹۱/۲)

إذا أراد الرجل أن يحج بمال حلال فيه شبهة يستدين للحج ويقضى دينه من ماله كذا في فتاوى قاضی خان. (الفتاوى الهندية، کتاب الحج، الباب الأول وما يتصل بذلك مسائل: ۲۲۰/۱، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

(۴) والحاصل إن من قدر على الحج وهو صحيح ثم عجز لزم الاحتجاج اتفاقاً. (رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۳۲۷/۲، ظفیر)

بلا تقسیم ترکہ حج بدل کرانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر بلا تقسیم زرفنذ مع زیورات متعلقہ فرائض اس مال سے زید حج بدل کرائے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو غرض اور ثواب حج بدل کا ہے، وہ ان کو حاصل ہے، یعنی ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کو یہ جائز نہیں ہے کہ بلا تقسیم ترکہ حج بدل کرائے، یا صدقہ و خیرات برائے ایصال ثواب کرے، البتہ اپنے حصہ میں سے یا جو بالغ وارث راضی ہوں، ان کے حصہ میں سے حج بدل کر سکتا ہے اور صدقہ و خیرات کر سکتا ہے، نابالغوں کے حصہ میں سے نہیں کر سکتا، اس کا حصہ علاحدہ کر دینا چاہیے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۲، ۵۶۳)

جس پر حج فرض نہ تھا، حج خرید کر اس کا ثواب بخشنا کیسا ہے:

سوال: اگر کسی آدمی پر حج فرض نہیں تھا، اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا وارث حج فرض کو گیا، اگر وہ مکہ معظمہ پہنچ کر کسی باشندہ مکہ شریف سے حج خرید کر اس کا ثواب مورث کو پہنچا دے تو درست ہے، یا نہیں؟ اور مورث متوفی کو ثواب حج نفلی کا پہنچانے کا، یا نہیں؟

الجواب

یہ تو جائز ہے کہ مکہ معظمہ پہنچ کر کسی شخص کو خرچ دے کر اس سے نفلی حج کر کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاوے؛ مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ شخص حج کرنے والا احرام کے باندھنے کے وقت اس میت کی طرف سے نیت حج کی کرے اور اس کی طرف سے احرام باندھے اور یہ درست نہیں ہے کہ اس کا پہلا کیا ہو حج خرید کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاوے؛ کیوں کہ حج کی بیع و شرانہیں ہو سکتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۳)

ورثا حج بدل کرائیں تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بموجب شرع شریف جواب سے معزز فرمائیں۔ ایک صاحب کا انتقال ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ اس کے ورثان کی طرف سے حج بدل کرائیں، حالاں کہ انہوں نے وصیت بھی نہ کی ہو، میت کے اوپر سے حج ادا ہو سکتا ہے؟ اور داخل ثواب ہے؟

الجواب

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ حج اور اس نے وصیت حج کی نہ کی ہو اور اس کے ورثا

(۱) تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة الخ. (السراجي: ۵، ۸، ظفير)

اس کی طرف سے حج کرائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ حج میت کی طرف سے ادا ہو جاوے گا۔ پس ورثا کو مناسب ہے کہ وہ میت کی طرف سے حج کرا دیں، اس میں امید اس کے حج ادا ہونے کی ہے اور ورثا کو ثواب حاصل ہوگا۔

قال الشامي: ففی مناسک السروجی لومات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص به ... فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الإسلام من غیر وصیة قال أبو حنیفة یجزیه إن شاء الله تعالیٰ وبعد الوصیة یجزیه من غیر المشیئة، آه.

وفیه أيضاً عن الباب: وإن لم یوص به ففترع عنه الوارث وكذا من هم أهل التبرع فحج: أى الوارث ونحوه بنفسه: أى عنه أو حج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الإسلام إن شاء الله تعالیٰ، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۳/۶-۵۶۴)

### حج بدل والا پہلے اس روپے سے اپنا حج کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جس شخص نے کبھی حج نہیں کیا ہے، اس کو کسی شخص نے روپیہ حج بدل کے لیے دیا؛ مگر اس نے اس سے اجازت لی لے کہ اس سال اپنا حج کروں گا اور آئندہ سال آپ کا تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ جس کے روپے سے سفر حج کیا اور جس کا روپیہ صرف کیا، اسی کی طرف سے پہلا حج کرے۔ پس صورت مسئلہ میں آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۳/۶)

### جو روپیہ ماں لے، وہ کس کے حصہ میں شمار ہوگا:

سوال: ہندہ نے جائیداد متروکہ زید سے مبلغ چھ سو روپے اپنے ایک بیٹے عمر کو اپنی طرف سے ادائے حج کے واسطے دیا، یہ روپیہ ہندہ کے حصہ میں محسوب ہوگا، یا نہیں؟

(۱) رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ: ۱/۶، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس  
أخرج الدارقطني عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
من حج عن أبيه دامه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج. (سنن الدارقطني، كتاب الحج، باب  
المواقيت: ۲/۲۶۰، انیس)

وأخرج أيضاً عن زيد بن أرقم رضى الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا حج الرجل عن  
والديه، تقبل منه ومنهما، أو استبشرت أرواحهما في السماء، وكتب عند الله. (سنن الدارقطني، كتاب الحج، باب  
المواقيت: ۲/۲۵۹، انیس)

(۲) ولجواز النيابة في الحج شرائط ... ومنها نية المحجوج عنه عند الاحرام والأفضل أن يقول بلسانه لبيك  
عن فلان ومنها أن يكون حج المأمور بمال المحجوج عنه. (الفتاوى الهندية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر في  
الحج عن الغير: ۲۵۷/۱، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

(۲) عمر نے اس سے پہلے حج ادا نہیں کیا، حالاں کہ حج اس پر فرض تھا، ایسی حالت میں کیا اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کر ناجائز ہوگا۔

(۳) عمر نے اس سے پہلے حج ادا نہیں کیا، حالاں کہ حج اس پر فرض تھا، ایسی حالت میں کیا اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کر ناجائز ہوگا۔

(۴) وجوب حج کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ تین دن چلنے کی اس کو طاقت ہو، جن لوگوں نے ہندہ کو یہ مسئلہ بتلا کر حج کو جانے سے روکا، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

### الجواب

(۱) ہندہ اس روپے اپنے حصہ میں لگاوے، عمر کے سب ورثا اس کے ذمہ دار نہیں ہے۔

(۲) اگر واقعی عمر نے روپیہ ہندہ سے نہیں لیا تو اس پر واپسی اس کی لازم نہیں ہے اور اگر درحقیقت لیا ہے تو یا اس کو واپس کرے، یا اپنے حصہ میں لگاوے۔

(۳) اس صورت میں دوسرے کی طرف سے حج کرنا مکروہ ہے؛ لیکن کیا تو جس کی طرف سے کیا، اس کا حج ادا ہو گیا اور اپنی طرف سے اس کو پھر حج کرنا ہوگا۔ (۱)

(۴) یہ شرط نہیں ہے۔ پس جس شخص نے ایسا مسئلہ بتلایا، اس نے غلطی کی، آئندہ ایسا مسئلہ نہ بتلاوے اور اگر عہد اذہ کو دینے کے لیے ایسا کہا تو بے شک وہ لوگ عاصی ہوئے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۲-۵۶۵)

### چندہ سے حج میں کسی سے یہ کہنا کہ اتنا روپیہ دیدیتجئے، حج بدل کروں گا:

سوال: زید لوگوں سے روپیہ حج بدل کرنے کے لیے بدخیرات طلب کرتا ہے، چنانچہ اس نے مصارف حج تقریباً مکمل کر لیا ہے۔ بکر کو حج بدل کرانے کی ضرورت ہے، زید بکر سے کہتا ہے کہ آپ صرف سو ہی روپے مجھے دے دیجئے، میں آپ کی طرف سے حج بدل کر دوں گا۔ ایسی صورت میں بکر کی طرف سے حج بدل ہو جائے گا، یا نہیں؟ اور بکر کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، یا نہیں؟ نیز بکر چاہتا ہے کہ اسی قسم کے چند شخصوں کو سو سو روپے دے کر اپنی

(۱) (فجائز حج الصرورة) من لم يحج الخ وغيرهم أولي لعدم الخلاف (الدر المختار) ثم قال في الفتح بعد ما أطل في الاستدلال والذي يقتضيه النظران حج الصرورة عن غيره ان كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم... ومع ذلك يصح؛ لأن النهي ليس لعين الحج المفعول بل لغيره وهو الفوات. (رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب في حج الصرورة: ۲/۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهلاً ففسلوا فافتوا بغير علم فضلوا وأضلوا. (صحيح البخاري، باب كيف يقبض العلم، رقم الحديث: ۱۰۰، انيس)



طرف سے حج بدل کرا دے، اس کا کیا حکم ہے، کسی کو حج بدل کے لیے روپیہ دے دیا گیا اور اس نے حج نہیں کیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے اور حج میں زیارت مزار شریف فرض یا واجب تو نہیں ہے، کیا اس کا بھی بدل ہو سکتا ہے؟

الجواب

حج بدل کے لیے ضروری ہے کہ پورا خرچ سفر حج کرنے والے کو دیا جائے کہ حج کرانے والے کے مکان سے تمام خرچ مکہ معظمہ وغیرہ تک جانے کا اور واپس کا حج کرانے والے کے مال میں سے ہو، ورنہ حج بدل فرض ادا نہ ہوگا، البتہ نفل کا ثواب ہو جاوے گا اور اگر حج بدل کرنے والے کو روپیہ دیا اور اس نے حج آمر کی طرف سے نہ کیا تو آمر کا حج ادا نہیں ہوا، (۱) اور گناہ مامور پر یعنی اس پر ہوا، جس نے حج نہ کیا اور وہی مواخذہ دار رہا اور حج بدل میں زیارت روضہ اطہر داخل نہیں ہے، اگر وہ شخص جس کو حج بدل کے لیے بھیجا، اس میں نیابت اور بدلیت نہیں ہے، جو کوئی زیارت کرے گا، اس کو ثواب ہوگا اور جس نے اس کام کے لیے روپیہ دیا، اس کو صدقہ کا ثواب ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۶-۵۶۷)

حج کے ارادے سے نکلا، مگر کسی وجہ سے واپس آ گیا، کیا وہ روپیہ مسجد، یا مدرسہ پر خرچ کرنا درست ہے:

سوال: ایک شخص حج کے ارادے سے کسی وجہ سے مکان پر واپس چلایا آیا، اب وہ بیمار قریب المرگ ہے، اس روپے کو مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کو لازم ہے کہ جب کہ اس پر حج فرض ہے اور خود نہیں کر سکتا تو اپنی طرف سے دوسرے شخص سے حج کرا دے اور اس روپے کو دوسرے کسی معرف میں مثل مسجد و مدرسہ کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۷-۵۶۸)

نفل حج بدل کرنا کیسا ہے:

سوال: زید اور اس کے والدین حج فرض ادا کر چکے ہیں۔ اب زید چاہتا ہے کہ اپنی طرف سے اور اپنے والدین مرحومین کی طرف سے حج بدل بطور نفل کرائے اور وہ تین شخص مکہ کے رہنے والے ہوں اور مکہ ہی سے احرام حج بدل نفل کا باندھیں تو آیا زید کی طرف سے جو زندہ ہے، حج بدل نفل جائز ہے، یا نہیں؟ اور حج بدل کا ثواب ان کو ملے گا، یا نہیں؟

(۱) وبقی من الشرائط النفقة من مال الأمر (الدر المختار) أي المحجوج عنه (ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ... ۱۶/۴، مکتبۃ زکریا دیوبند)

بشرط (نیۃ الحج عنہ) أي عن الأمر فبقول أحرمت عن فلاں الخ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۵/۴، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس)

(۲) (والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن (بشرط دوام العجز إلى الموت الخ) (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۴/۴، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس)

## الجواب

قوله ”لم یجز“ أى عن الفرض وإن وقع نفلاً لآمرأفاده فى البحر قال الحموی: ومن هنا يؤخذ عدم صحة ما یفعله السلاطین والوزراء من الا حجاج عنهم؛ لأن عجزهم لم یکن مستمراً إلى الموت ... أو لعدم عجزهم أصلاً والمراد عدم صحته عن الفرض بل یقع نفلاً، الخ. (۱)

پس معلوم ہوا کہ حج نفل کا ثواب اس طرح حاصل ہو جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶۹/۲)

### حج بدل میں خرچ کے کم ہونے کی وجہ سے احرام غیر میقات سے:

سوال: حج بدل کرنے والا اگر بوجہ کمی زاد راہ کے میقات آمر سے حج نہ کر سکے تو اپنے میقات سے، یا دوسرے میقات سے احرام باندھ سکتا ہے، یا نہیں؟

## الجواب

حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ وطن آمر سے حج کا سفر شروع کیا جاوے؛ لیکن اگر بسبب کمی زاد راہ دوسری جگہ سے جہاں سے خرچ کفایت کرتا ہے، سفر شروع کرے، یہ درست ہے، (۲) اور احرام اس کا میقات آمر سے ہونا چاہیے اور در صورت کمی زاد راہ جس راستہ سے پہنچ سکتا ہو، سفر کرے اور جس میقات سے گزرے احرام باندھے۔ اس حالت میں شرط اسی قدر معلوم ہوتی ہے کہ حج اس کا آفاقی ہو اور کسی میقات سے احرام باندھے، حج اس کا کمی نہ ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۰/۲)

### حج بدل کے روپے سے تجارت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ مالدار جس پر حج فرض تھا؛ مگر بوجہ کاروبار دنیاوی کے زندگی میں ادا نہ کر سکی، وصیت کر گئی کہ میری جانب سے حج کر دینا۔ فاطمہ اس کی لڑکی جو اس کی وارث ہوئی، اس نے زید کی مبلغ تین سو روپے حج کرنے کے لیے دیا کہ میری والدہ کی جانب سے حج کیجئے، زید نے روپیہ لے لیا اور چوں کہ راستہ مخدوش ہے، پابند ہے؛ اس لیے روپیہ عمر کو دے دیا کہ تجارت کرے، تجارت شروع ہوئی اور نفع بھی ہوا، چنانچہ اس منافع سے اس روپے زکوٰۃ بھی زید نے دیئے، بعد میں میں روپیہ دے دوں گی، زید نے واپس دے دیا، آیا زید کا اس روپیہ سے تجارت کرنا اور اس کے منافع کے روپے سے زکوٰۃ ادا کرنا اور فاطمہ کے مانگنے پر واپس کر دینا کیسا ہے؟ نیز باقی منافع کا کون مستحق ہے؟

## الجواب

جب کہ مامور بالحق یعنی زید نے بوجہ مخدوش پابند ہونے راستہ کے حج نہ کیا تو اس کے ذمہ واپسی اس روپے کی لازم

(۱) ردالمحتار، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ ... ۱۵/۴-۱۶، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس

(۲) وإن لم یف فمّن حیث یبلغ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۴/۴،

تھی، یعنی فاطمہ کو واپس کرنا لازم تھا، پھر اگر باجائز فاطمہ اس نے اس میں تجارت شروع کی اور زکوٰۃ ادا کی تو یہ جائز ہوا اور نفع جو اس روپے سے ہوا، فاطمہ کا ہے اور فاطمہ کا اس روپے کا واپس لینا اس صورت میں صحیح ہوا؛ لیکن فاطمہ کے ذمہ ہے کہ ہندہ متوفیہ کی طرف سے حج کرادے، تہائی مال تک ہندہ کے حج میں صرف ہو سکتا ہے، تہائی سے زیادہ صرف ہو تو فاطمہ کے اختیار میں ہے کہ دے، یا نہ دے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۱/۶)

ہندہ پر حج فرض تھا، بغیر وصیت انتقال کر گئی، اب اس کا بیٹا حج بدل کرادے تو کافی ہے، یا نہیں: سوال: ہندہ پر حج فرض تھا، اس کا انتقال ہو گیا؛ مگر اس نے حج کی وصیت نہیں کی۔ اب اس کا بیٹا زید اس کی طرف سے حج کرانا چاہتا ہے، زید کو اپنے گھر سے آدمی بھیجنا، ایسے حج بدل کا جو وصیت کا نہ ہو، ضروری ہے، یا نہیں؟ اور اگر مکہ معظمہ سے ہی کسی سے حج کرادے تو والدہ کی طرف سے حج ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور ایسے حج میں مدینہ منورہ جانا ضروری ہے، یا نہیں؟

### الجواب

جب کہ متوفیہ کی وصیت نہیں ہے تو وارث جو اس کی طرف سے حج کرادے گا، وہ تبرع ہے۔ مکہ معظمہ سے بھی کر سکتا ہے اور مدینہ منورہ جانا ایسے حج میں ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۲/۶)

کیا حج بدل کے لیے اولاد کا بہتر ہے اور اس روپے سے قرض دینا درست ہے، یا نہیں: سوال: قاسم نے اپنی جائداد پچاس ہزار کی چھوڑی اور حج بدل کی وصیت کی، ایک عرصہ کے بعد جب قاسم کی اولاد نے جائداد تقسیم کی تو روپیہ حج بدل کا علاحدہ رکھ کر کئی برس کے بعد کسی شخص سے ارکان حج پورا کرادیئے۔ بعد کو یہ معلوم کر کے جہاں کا قاسم رہنے والا ہے، وہیں سے کسی کو بھیجنا چاہیے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ قاسم کی اولاد ہی باپ کی طرف سے حج بدل کرے، یہ بھی صحیح ہے، یا نہیں؟ اور جو روپیہ حج بدل کا علاحدہ رکھا ہوا ہے، اس میں سے کسی کو قرض حسنہ دینا، یا اپنے کام میں صرف کرنا درست ہے، یا نہیں؟

(۱) خرج المكلف الى الحج و مات في الطريق وأوصى بالحج عنه) إنما تجب الوصية به إذا أخره بعد وجوبه ... فإن فسر المال) أو المكان (فالأمر عليه) أي على من فسر (وإلا فيحج) عنه (من بلد) ... إن وُفِيَ به بالحج من بلد ثلثة. (الدر المختار)

أي ثلث مال الموصى إلخ (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب العمل على القياس دون الاستحسان: ۲۳/۴ - ۲۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) وإن لم يوص به، أي بالاحجاج "فتبرع عنه الوارث" ... "فحج" بنفسه أو أحج عنه غيره جاز. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الحج عن الغير، مطلب في الفرق بين العبادة والقربة: ۱۶/۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

## الجواب

قاسم کی اولاد میں سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیجنا ضروری نہیں ہے اور بہ نسبت غیر کہ اس بارے میں ان کو کچھ زیادہ استحقاق نہیں ہے اور اگر روپیہ حج کے لیے علاحدہ کیا گیا، اس کو حج میں ہی صرف کرنا چاہیے۔ جلدی کسی کے بھیجنے کا انتظام کر دینا چاہیے۔ کسی کو قرض دینا، یا اپنے کاموں میں صرف کرنا اس روپے کا جائز نہیں ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷/۶)

## حج بدل میں جانے والا راستہ میں مرگیا تو اب کیا کیا جائے:

سوال: ایک شخص نے حج بدل کے واسطے اپنی جانب سے دوسرے شخص کو بھیجا، وہ شخص راستہ میں فوت ہو گیا، مکہ معظمہ نہ پہنچ سکا، ایسی صورت میں بھیجنے والے کا حج پورا ہوا، یا نہیں ہوا؟ اس کو کیا کرنا چاہیے؟

## الجواب

اس کا حج نہیں ہوا، اگر اس کے ذمہ حج فرض ہے تو اس کو کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج بدل کرنا چاہیے؛ یعنی جب کہ خود نہ جاسکتا ہو اور خود حج کرنے سے عاجز ہو۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷/۶-۵۷/۶)

## حج بدل کے لیے جو روپے دیئے وہ کم ہیں تو کیا کیا جائے:

سوال: زید نے ڈھائی سو روپے عمر کو دیئے کہ میری وفات کے بعد میرا حج کر دینا۔ چھ ماہ بعد زید کا انتقال ہو گیا، انتقال سے تین روز پیشتر دریافت کیا گیا کہ اس روپے کا کیا ہوگا؟ جواب دیا گیا ہے کہ حج کر دینا۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے روپے میں حج نہیں ہو سکتا۔ جواب دیا کہ عمر کو اختیار ہے، جس طریقہ پر چاہے خرچ کرے اور اسی روز پچاس روپے عمر کو دیئے کہ میرے کفن وغیرہ میں صرف کر دینا۔ ایک بیٹا اور بیوی زید نے چھوڑے، ایک شخص تین سو روپے میں حج بدل کرنے کو تیار ہے، اگر عمر پچاس روپے اپنے پاس شامل کر کے حج کرادے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

## الجواب

اگر رقم مذکور (۲۵۰) ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے تو اس رقم کو حج میں صرف کرنا چاہیے اور ایسی صورت میں کہ روپیہ مذکورہ وطن میت سے حج کرانے کو کافی نہ ہو، یہ حکم ہے کہ جس جگہ سے اس روپے میں حج ہو سکے، وہاں سے کرادیا جاوے۔ درمختار میں ہے:

(۱) أما إذا لم يخرج وأوصله بأن يحج عنه ... فإنه يحج عنه من ثلث ماله من بلد الخ (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: قبيل مطلب العمل على القياس دون ... ۲۳/۴: ۴۰۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) (و) الحج (فرضه) ثلاثة (الإحرام) ... والوقوف بعرفة ... ومعظم (طواف الزيارة) وهما ركنا

الخ (الدر المختار على هامش رد المحتار، مطلب في فروض الحج: ۴۶۸/۳-۴۶۹، مكتبة زكريا ديوبند، ظفیر)

(وإلا فيحج) عنه (من بلدہ) ... إن وفي به ثلثه وإن لم يف فممن حيث يبلغ. (۱)

باقی عمر اگر اپنے پاس سے پچاس روپے مثلاً دے کر حج کرادے تو اس میں اختلاف روایات ہے، جواز کی بھی روایت ہے، لہذا حج کرادینے میں کچھ حرج نہیں ہے، نفع ہی ہے۔ درمختار میں ہے:

و کذا لو أحج لالیر جمع کالدين إذقضاءه من مال نفسه الخ الدر المختار. قوله (و کذا لو أحج لالیر جمع) أى أنه يجوز الخ. (شامی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۷/۶) ☆

اپنا حج دوسرے کو دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: مکہ شریف میں اکثر اشخاص اپنا حج دوسرے شخص کو بھی دے دیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ اگر وہاں پر کسی سے بیوی مرحومہ کے لیے حج سے لیا جاوے تو جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

حج کر لینے کے بعد تو یہ درست نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا حج کسی کو روپیہ لے کر دے دے؛ لیکن یہ درست ہے کہ

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: مطلب العمل علی القیاس دون ... ۲۴، ۲۳/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس

(۲) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان: ۲۵/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس

☆ جس پر نہ حج فرض ہے اور نہ اس نے حج کیا ہے، کیا اسے حج بدل میں بھیجنا درست ہے:

سوال: شخصے کہ حج نہ کر دو بروے حج فرض نیست، اگر از جانب کسی کہ قبل ادائے حج مفروض انتقال کر دو وصیت ادائے حج کر دو، حج اداء کند از ذمہ میت مذکور حج ادا خواہد شد، یا نہ؟ (جس شخص پر حج فرض نہیں اور نہ اس نے حج کیا ہے، ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا جا سکتا ہے؟ اور اس سے میت کا حج ادا ہو جائے گا۔ انیس)

الجواب

دریں صورت حج از میت ساقط خواہد شد و اداء خواہد شد البتہ فقہاء حنفیہ اس صورت را مکروہ داشتہ اند بہتر آنست از چنین کسی حج کرنا کننا نند کہ او حج خود ادا کر دہ باشد (ایسی صورت میں حج ادا ہو جائے گا، البتہ احناف کے نزدیک بہتر ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجا جائے، جو حج کر چکا ہو، ایسے شخص کا بھیجنا جس نے حج نہیں کیا ہے، مکروہ ہے، انیس)

(فجاء حج الصرورة) من لم يحج (والمرأة) ... و غیر ہم اولی لعدم الخلاف (الدر المختار) بکروہ احجاج الصرورة، لأنه تارك فرض الحج يفيد أنه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه الخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب: فی حج الصرورة: ۲۲، ۲۱/۴، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو حج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الاسلام، يجوز عندنا وسقط الحج عن الأمر كذا في المحيط (الفتاویٰ الهندية، کتاب الحج، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير: ۲۵۷/۱، مکتبہ زکریا دیوبند، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۷/۶)

وہاں کسی سے حج نفل والدین، زوجہ وغیرہ کی طرف سے کرایا جاوے؛ یعنی پہلے سے وہ شخص احرام دوسرے کی طرف سے جس کی طرف سے حج کرانا مقصود ہے، باندھے، یہ درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷۶-۵۷۹)

### حج بدل کرنے والا کس حج کا احرام باندھے:

سوال (۱) حج مفرد کا احرام باندھے، یا قرآن کا اور کس طرح نیت کرے؛ یعنی مرنے والے کی طرف سے احرام باندھنے کی نیت کرے، یا اپنی طرف سے نفل حج کی نیت کر کے ثواب بخشے؟

### حج بدل کرنے والا احرام کہاں سے باندھے:

(۲) کیا رمضان شریف میں یلملم کے میقات سے حج بدل کا احرام باندھ سکتا ہے، یا ایام حج مثلاً شوال، ذی قعدہ وغیرہ میں احرام حج باندھنا شرط ہے اور اگر رمضان میں مکہ پہنچنے کا قصد کرے تو پھر حج بدل کا احرام مکہ شریف سے باندھے، یا کسی دوسرے میقات سے باندھے۔

### الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

(۱) جس قسم کے احرام کا آمر نے حکم دیا قرآن یا افراد میں سے اسی کا احرام باندھے، البتہ تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں، اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ آمر (حج کرانے والا) مامور (حج بدل کرنے والا) کو عام طرح اجازت دے دے کہ میری طرف سے، یا میرے فلاں عزیز کی طرف سے جا کر حج کرو، جس طریقہ سے بھی تیری مرضی ہو اور تجھے سہولت ہو، افراد، یا قرآن، یا تمتع جو بھی کرو تو اس سے آمر کا حج جائز ہو جائے گا، اگرچہ تمتع ہی کرے؛ کیوں کہ آمر کے امر کی مامور نے مخالفت نہیں کی؛ لیکن اس اجازت عام کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے، احرام باندھنے کے وقت نیت آمر کے حج کی کرے، اگر زبان سے کہے: بلیک عن فلان مثلاً تو بہتر ہے، ورنہ نیت دل سے بھی کافی ہے؛ بلکہ نائب کو چاہیے کہ اپنے میت کی طرف سے حج کی نیت اس طرح کرے تو افضل ہے:

”اللہم انی أريد الحج عن فلان وأحرمت به لله تعالى عنه لبیک لحجتي عنه وبشرط نية الحج عنه أي الأمر فيقول أحرمت عن فلان ولبيت عن فلان ولونفسي اسمه فنوی عن الأمر صرح وتكفي نية القلب“۔ (۱)

(۲) جس کے امر سے، یا جس کے لیے حج کر رہا ہے، احرام اس کے میقات سے باندھے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۶/۸/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح محمد جمیل الرحمن، سید احمد علی سعید۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۶۳، ۶۴)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحج: ۱۵/۴، انیس

(۲) الثانی عشر: أن يحرم من الميقات. (رد المحتار، کتاب الحج: ۱۷/۴، انیس)

## میت کے حج بدل کی وصیت اور عدم وصیت کا حکم اور حج بدل کہاں سے ادا کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال میرے والد پر حج فرض ہوا تھا؛ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ میرے والد کا گزشتہ برس ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اب مفتی صاحب آپ سے معلوم کرنا ہے کہ ہم ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور ان کو اس کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟ اور ہمارے ایک بھائی وہیں جدہ میں ملازمت کرتے ہیں تو اگر ہم ان کو کہہ دیں کہ وہ حج کر لیں آیا یہ صحیح ہے، یا یہاں پاکستان سے کسی کو جانا ہوگا، نیز یہ بات یاد رہے کہ ہمارے والد صاحب نے اس کی وصیت بھی کی تھی اور یہ بات بھی بتادیں کہ اگر کوئی وصیت نہ کرے تو اس صورت میں کیا حکم ہوتا ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب \_\_\_\_\_ بعون الملک الوہاب

مذکورہ صورت میں آپ کے والد مرحوم کے متروکہ مال کے ثلث حصہ تک وصیت نافذ کرتے ہوئے ان کی طرف سے حج بدل کرنا ضروری ہے اور حج بدل اسی شہر سے کروانا لازم ہے، جہاں آپ کے والد مرحوم مقیم تھے، ہاں اگر ثلث مال کے اندر اندر وصیت نافذ کرتے ہوئے وہاں سے حج بدل کروانا دشوار ہو تو جہاں سے سہولت ہو، وہاں سے حج بدل کروالیا جائے، چنانچہ اگر آپ کے بھائی جو جدہ میں ہیں، آپ کے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرنا چاہیں تو دو شرطوں کے ساتھ اس کی گنجائش ہے: اولاً یہ کہ ثلث مال سے وہیں سے حج بدل کروانا دشوار ہو، جہاں آپ کے والد مرحوم مقیم تھے۔ ثانیاً یہ کہ حج کے اخراجات مرحوم کے ترکہ سے ادا کئے جائیں۔ اگر کسی پر حج فرض ہو اور اسے ادا نہ کر سکے اور اس حال میں وصیت کئے بغیر مر جائے تو وہ گنہگار ہوگا؛ تاہم اگر ان کی طرف سے کوئی تبرعاً حج بدل ادا کر دے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ مواخذہ نہ ہوگا۔

وفی الدر المختار (۶۰۴/۲): (خرج) المکلف (الی الحج ومات فی الطريق و اوصی بالحج عنه) انما تجب الوصیۃ به إذا أخره بعد وجوبه، أما لو حج من عامه فلا.

وفی الشامیۃ تحتہ: (قوله خرج المکلف، الخ): أما إذا لم یخرج و اوصی بان یحج عنه و اطلق: أى لم یعین مالا ولا مکانا فانه یحج عنه من ثلث ماله من بلده إن بلغ الثلث، لأن الواجب علیه الحج من بلده الذی یسکنه والا فمن حیث یبلغ، وان لم یمكن من مکان بطلت الوصیۃ.

وفی الشامیۃ (۶۰۸/۲): وان لم یوص به فتبرع الوارث عنه بالإحجاج او الحج بنفسه، قال ابو حنیفۃ یجزیہ إن شاء اللہ تعالیٰ، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم للخنعمیۃ أرایت لو کان علی ابیک دین، الحدیث، انتہی. وبهذا ظهر فائدة أخرى للتقید بالأبوين فی هذه المسئلة وهی سقوط الفرض عن الذی عینه له بعد الإبهام لوبدون وصیۃ، الخ. (مجم فتاویٰ: ۳/۳۵۷-۳۵۸)

# اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، واکان کتب خانہ رجمید، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جگیشوری، ممبئی ۱۰۰
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پرہدہ نگر (مظفر نگر) یو پی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ابن فضل الرحمن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ابن فضل الرحمن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۸)	الحلیۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا فخر احمد عثمانی بن لطیف احمد مولانا عبدالکریم گتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۳)	مجموعہ فتاویٰ عبدالحی	ابوالحسنات محمد عبدالحی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یو پی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابو ابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھوی محدث سہارنپوری	شعبہ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبہ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پکھاری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفظ الرحمن و اصطفیٰ، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد سلیم بن مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارک پور، یو پی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایف اے پبلیکیشن، جوگابائی، بنی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایف اے پبلیکیشن، جوگابائی، بنی دہلی، انڈیا



- (۲۲) خیر الفتاویٰ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری
- (۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ
- (۲۴) فتاویٰ حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی
- (۲۵) احسن الفتاویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی
- (۲۶) فتاویٰ عثمانی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی
- (۲۷) فتاویٰ قاضی قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی
- (۲۸) فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری
- (۲۹) کتاب الفتاویٰ مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
- (۳۰) محمود الفتاویٰ مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب
- (۳۱) حبیب الفتاویٰ مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب
- (۳۲) فتاویٰ فرنگی محل حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی
- (۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب
- (۳۴) فتاویٰ بینات مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان
- (۳۵) فتاویٰ فریدیہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی
- (۳۶) فتاویٰ مفتی محمود مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی
- (۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی
- (۳۸) مرغوب الفتاویٰ مولانا مفتی مرغوب الرحمن صاحب لاچپوری
- (۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا مولانا مفتی رضا الحق صاحب، افریقہ
- (۴۰) فتاویٰ شا کر خان مولانا مفتی محمد شا کر خان صاحب پونہ، انڈیا
- (۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جوہنپور
- (۴۲) فتاویٰ بسم اللہ حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ
- (۴۳) فتاویٰ یوسفیہ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاولوی
- (۴۴) کتاب النوازل مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری
- (۴۵) نجم الفتاویٰ مفتی سید نجم الحسن امروہوی
- مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
- مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یو پی، انڈیا
- دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
- زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
- مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندری، سورت گجرات
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- مکتبہ نور محمد دگر، متصل جامعہ ڈاکھیل
- سیچ پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی
- مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یو پی، انڈیا
- مجلس صحافت و نشریات، ندوۃ العلماء، مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
- مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
- مولانا حافظ حسین احمد صوفی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زرہنی ضلع صوابی، پاکستان
- جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
- مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
- جامعۃ القراءت کفلیہ، مولانا عبدالحق نگر، سورت، گجرات
- ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۶، انڈیا
- مدرسہ بیت العلوم کوٹہ وا، خردسہ روے نمبر ۱۴۲، شوکا میوزک پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
- مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جوہنپور (یو پی)
- جامعۃ القراءات، مولانا عبدالحق نگر، کفلیہ، سورت گجرات
- مکتبہ فقیر الامت، دیوبند
- زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
- شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، ناتھہ کراچی

## مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	-----------	------------	---------

### ﴿قرآن (مع تفاسیر و علوم قرآن)﴾

(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وہی الہی
(۲)	جامع البیان فی تائیل القرآن	ابو جعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفتاح الغیب)	أبو عبد اللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل و اسرار التاویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۷ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبد الرحمن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	شیخ زادہ علی تفسری البیضاوی	شیخ زادہ، محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۱)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۴۵ھ
(۱۲)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمود بن عبد اللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ

### ﴿عقائد (مع شروحات)﴾

(۱۴)	فقہ اکبر	ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	الشریعہ	ابوبکر محمد بن الحسن بن عبد اللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۷)	أبو المعین علی ہامش شرح العقائد	أبو المعین مبین بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد ابن مکمل - الفضل النسفی السکونی	۵۰۸ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۹)	مخبروض الأزہرنی شرح فقہ اکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۰)	مبدأ و معاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	-----------	------------	---------

### ﴿متون و اطراف و اجزاء حدیث﴾

- (۲۱) مسند ابو حنیفہ بروایۃ الحکمی والبی نعیم امام اعظم ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز ۱۵۰ھ
- (۲۲) جامع معمر بن راشد ابو عروۃ البصری معمر بن ابی عمرو راشد الازدی ۱۵۳ھ
- (۲۳) موطاً امام مالک امام دار الجرحہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبغی المدنی ۱۷۹ھ
- (۲۴) کتاب الآثار بروایۃ ابی یوسف ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبیبۃ انصاری ۱۸۲ھ
- (۲۵) الزہد والرقائق لابن المبارک ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحظلی الترمذی ثم المروزی ۱۸۱ھ
- (۲۶) کتاب الآثار بروایۃ امام محمد ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۲۷) موطاً امام مالک موطاً امام محمد ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۲۸) الجامع لابن وهب ابو محمد عبد اللہ بن وهب بن مسلم المصری القرشی ۱۹۷ھ
- (۲۹) مسند الشافعی ترتیب السندی امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادريس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی ۲۰۴ھ
- (۳۰) اسنن الماثورۃ بروایۃ المزنی ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیلسی البصری ۲۰۴ھ
- (۳۱) مسند ابو داؤد الطیلسی عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی ۲۱۱ھ
- (۳۲) مصنف عبد الرزاق صنعانی ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ القرشی الاسدی الحمیدی المکی ۲۱۹ھ
- (۳۳) مسند الحمیدی ابو نعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروفی بایں دیکین ۲۱۹ھ
- (۳۴) الصلوۃ علی بن الجعد بن عید الجوهری البغدادی ۲۳۰ھ
- (۳۵) مسند ابن الجعد حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورسنی ۲۳۵ھ
- (۳۶، ۳۷) مصنف ابن ابی شیبہ مسند ابن ابی شیبہ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحظلی المروزی، ابن راهویہ ۲۳۸ھ
- (۳۸) مسند اسحاق بن راهویہ امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی ۲۴۱ھ
- (۳۹) مسند امام احمد امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی ۲۴۱ھ
- (۴۰) فضائل الصحابۃ ابو محمد عبد الحمید بن نصر الکسی ۲۴۹ھ
- (۴۱) المنتخب من مسند عبد بن حمید صحیح البخاری ۲۵۶ھ
- (۴۲) صحیح البخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ۲۵۶ھ
- (۴۳) الادب المفرد ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ۲۶۱ھ
- (۴۴) صحیح مسلم ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن درین النیشافوری ۲۶۱ھ
- (۴۵) اخبار مکة فی قدیم الدرہ و حدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی ۲۷۲ھ
- (۴۶) سنن ابن ماجہ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربیع القزوینی، ابن ماجہ ۲۷۳ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۴۷)	سنن ابوداؤد و مر اسئل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی الجستانی	۲۷۵ھ
(۴۸)	سنن الترمذی	ابوعبید بن محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۹)	شئکل الترمذی	ابوعبید بن محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۰)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داہر التیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۱)	البدع	ابوعبد اللہ محمد بن وضاح بن یزید المروانی القطرانی	۲۸۶ھ
(۵۲)	آحاد و المثنیٰ	ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۳)	السنة	ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۴)	البحر الزخار المعروف بمسند البرار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد القلق بن خلاد بن عبید اللہ العتقی، البرار	۲۹۲ھ
(۵۵)	تعظیم قدر الصلاة	ابوعبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۶)	مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر	ابوعبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۷)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۸)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۹)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۰)	المسند	حافظ ابویعلیٰ احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۱)	المستفی	ابن الجارود ابو محمد عبد اللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۲)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۳)	الکفی و الاسماء	ابوبکر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۴)	صحیح ابن خزيمة	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمي النیسابوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۵)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمي النیسابوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۶)	السنة لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحسینی	۳۱۱ھ
(۶۷)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۸)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائینی	۳۱۶ھ
(۶۹)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۰)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۱)	مکارم الاخلاق و مساویء الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الحرانی السامری	۳۲۷ھ
(۷۲)	مسند الشافعی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سرتج بن معقل الشافعی البکشی	۳۳۵ھ
(۷۳)	معجم ابن الاعرابی	ابوسعید بن الاعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم البصری الصوفی	۳۴۰ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۴)	صحیح ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التیمی الداری البستی	۳۵۴ھ
(۷۵)	المعجم الاوسط والجمع الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۷)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبد اللہ	۳۶۴ھ
(۷۹)	سنن الدار قطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدار قطنی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاپین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۱)	شرح مذاہب اہل السنۃ	ابن شاپین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الإبانۃ الکبریٰ	ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطہ	۳۸۷ھ
(۸۳)	معالم السنن الصحیح	ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۴)	المستدرک علی الحسنین	محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ الحاکم النیسافوری	۴۰۵ھ
(۸۵)	الإیمان	ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندرہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۶)	شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھیۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللاکائی	۴۱۸ھ
(۸۷)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۸)	المستدرک المستخرج علی صحیح مسلم	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مہران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشہاب	ابو عبد اللہ محمد بن سلامیۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاۃ المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ والسنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البہقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	المدخل إلی السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البہقی	۴۵۸ھ
(۹۶)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم الحمیری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۷)	تفسیر غریب مافی الحسین	محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸ھ
(۹۸)	الفرودس بمآثور الخطاب	ابوشجاع، شیروید بن شہر دار بن شیروید بن فناخسرو الدیلیمی البہمدانی	۵۰۹ھ
(۹۹)	شرح السنۃ	محی الدین ابوجہر الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۰)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام التیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۱)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۵۱ھ
(۱۰۲)	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین البہندی	۵۵۷ھ
(۱۰۳)	جامع الاصول فی احادیث الرسول	محمد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۴)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۵)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن تميمہ الجرجانی الحسینی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۶)	الجوہر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المارودینی ابن الترمکانی	۷۵۰ھ
(۱۰۷)	جامع المسانید والسنن الھادی لا قوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرطبی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۸)	نصب الراية فی تخریج احادیث الھدایۃ	جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزبیلی	۷۶۲ھ
(۱۰۹)	البدر الممیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملتن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۱۰)	تخریج احادیث احیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسن بن عبدالرحمن الخافض العراقي	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۱)	مجمع الزوائد و منبع الفوائد	نور الدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان البیہقی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان البیہقی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدراية فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی السیوطی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الخیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی السیوطی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنة	محمد بن عبدالرحمن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغير للفتح الكبير	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحوالیک شرح موطا الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد	العلامة محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آغا السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن التیمی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ
<b>﴿شرح وعلل حدیث﴾</b>			
(۱۲۱)	شرح صحیح البخاری	ابن بطلان ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محمد بن علی ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۴)	المفتاح شرح المصباح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدی الکوئی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۷۲ھ
(۱۲۵)	الکشف عن حقائق السنن شرح الطبری	شرف الدین حسین بن عبد اللہ بن محمد الحسن الطبری	۷۷۳ھ
(۱۲۶)	فتح الباری	زین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن السلاوی البغدادی ثم دمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۷)	الحلی شرح الموطأ	ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۸)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	تقریب التہذیب	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۰)	تہذیب التہذیب	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	شرح المصباح	محمد بن عز الدین عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۲)	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موی بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۳)	شرح سنن أبي داود	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موی بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۴)	قوت المعتبری شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۵)	الآلی المصنوعة فی الا حدیث الموضوعه	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۶)	مصباح الترغیب شرح سنن ابن ماجہ	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۷)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبد الملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۸)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۹)	جمع الوسائل فی شرح الشماک	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۰)	فیض القدری شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۱)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۲)	اشعة المسمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبد الحق محدث دہلوی (عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۳)	حاشیہ السنن علی سنن ابن ماجہ	ابو الحسن نور الدین السندی محمد بن عبد الہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۴)	شرح مسند الشافعی	ابو الحسن نور الدین السندی محمد بن عبد الہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۵)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی العجلونی دمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۶)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمنانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۷)	نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۸)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۹)	بذل المجہود فی حل أبي داود	الحمد ثلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۰)	تعلیق المجد علی موطأ الامام محمد	ابو الحسنات محمد عبد الحق بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین کھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۱)	حاشیہ السنن لابن داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۲)	حاشیہ حسن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۳)	عون الباری کل أدلة البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۵۴)	اتعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن التیوی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۵)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۶)	الکوکب الدرر علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۷)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی الصدیق العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۸)	المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۹)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۰)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۱)	تحفۃ الاخوان فی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۲)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۳)	اتعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۴)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۵)	أوجز المسالك إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۶)	مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبید اللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۷)	سلسلة الأحادیث الضعيفة	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۸)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۹)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زروہوی	۱۴۳۲ھ

### ﴿سیرت و شائل﴾

(۱۷۰)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۱)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۷۲)	لمواہب اللدیۃ بالبحر المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۳)	شرح المواہب اللدیۃ	العلامة محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ

### ﴿کتب فقہ احناف﴾

(۱۷۴)	النجی علی اہل المدینۃ	ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
-------	-----------------------	--------------------------------------------	------



نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۵)	کتاب الأصل	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۶)	الجامع الصغیر	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۷)	مختصر الطحاوی	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۸)	شرح مختصر الطحاوی	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۹)	عیون المسائل	ابو الیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۰)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۱)	المثقف فی الفتاوی	ابو الحسن علی بن الحسن بن محمد السعدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۲)	المبسوط	نحس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۳)	شرح السیر الکبیر	نحس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۴)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۵)	خلاصۃ الفتاوی مجموع الفتاوی	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۶)	الحیط البرہانی فی الفقہ العمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۷)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۸)	فتاوی قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۹)	بدایۃ المبتدی و شرح الہدیۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۰)	رقیۃ المذیۃ للتمیم الغزینی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزینی	۶۵۸ھ
(۱۹۱)	المجتبی شرح مختصر القدوری	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزینی	۶۵۸ھ
(۱۹۲)	تحفۃ المملوک	زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۳)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۴)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم الحنبلی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۵)	الاختصار لتعلیل الاختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابو الفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۶)	الفتاوی الغیاتیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۷)	مجمع البحرین و ملتقى النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن تغلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۸)	مذیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۹)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النشفی	۷۰۱، ۷۱۰ھ
(۲۰۰)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن یحییٰ الزلیعی	۷۴۳ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۰۱)	شرح مختصر الوقایہ (شرح وقایہ الروایہ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد الحنبلی الحنفی	۷۷۷ھ
(۲۰۲)	التقایہ مختصر الوقایہ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد الحنبلی الحنفی	۷۷۷ھ
(۲۰۳)	الکفایہ شرح الہدایہ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۷۷ھ
(۲۰۴)	النہایہ شرح الہدایہ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۷ھ
(۲۰۵)	جامع المصنوعات شرح مختصر القندوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکا دوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۶)	شرح العنایہ علی الہدایہ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الباہر تی	۷۸۶ھ
(۲۰۷)	الفتاویٰ التاتاریخانیہ	علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۸)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القندوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۹)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القندوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۰)	شرح مجمع البحرین علی ہامش الجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۱)	الفتاویٰ البرزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردوری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۲)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۳۴ھ
(۲۱۳)	البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحجج الی بیت العتیق	ابو البقا محمد بن احمد بن محمد بن الفضیاء الحنفی	۸۵۳ھ
(۲۱۴)	البنایہ شرح الہدایہ	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۵)	منجۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۶)	فتح القدر علی الہدایہ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۷)	کتاب التبیح والترجیع علی مختصر القندوری	ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۸)	درر الحکام شرح غرر الاحکام	ملا خسرو، محمد بن فرامرزی علی	۸۸۵ھ
(۲۱۹)	شرح التقایہ	ابو المکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۰)	حاشیہ علی العنایہ شرح الہدایہ	سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشیخ بسعدی حلی و بسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۲۱)	ملتی الا بحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی المعروف بالکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۲)	الصغیر الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی المعروف بالکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۳)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ المسمی بالتقایہ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۴)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۵)	المساک فی المناسک	ابو منصور محمد بن کرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۶)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۷)	الفتاویٰ الحامدیہ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۲۸)	تنویر الایصار و جامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن ترمناش الغزی الحنفی الخطیب الترمناشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۹)	انھر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۰)	شرح النقایہ فی مسائل الہدایہ	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۱)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۲)	المسک المنقط فی المنک التوسط علی باب المنک	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۳)	حاشیہ الخلی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الششی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۴)	سکب الایمن علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۵)	نور الایضاح و نجات الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشربلاوی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۶)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشربلاوی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشربلاوی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مجمع الایمن فی شرح ملتقى الأبحر	عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلبی المدغشچی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۹)	الفتاویٰ الخیریہ لنفع البریہ	خیر الدین بن احمد بن نور الدین علی ایوبی علم فی فاروقی الرلی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۰)	الدر المختار شرح تنویر الایصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن حسن الحنفی المعروف بالعلاء الحنفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۱)	الفتاویٰ السعدیہ	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحنفی	۱۱۱۶ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الہندیہ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماۃ من اعلام فقہاء الہند)	۱۱۶۱ھ
(۲۴۳)	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولیٰ القدر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسوی قدوسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالا بدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثماني الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	رد المحتار حاشیہ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۸)	العقود الدیریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	منہ الخالق حاشیہ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	مآۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد فضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدہلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد فضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدہلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۵۳)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ --
(۲۵۴)	اتحریر المختار حاشیہ رد المحتار	عبدالقادر الرافعی القاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۵)	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخطاطی الحسینی	--
(۲۵۶)	مفتاح الحجۃ	کرامت علی بن ابوالبراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جارا اللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۷)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حماد بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۸)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	السعیۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	عمدة الرعیۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	مجموعۃ الفتاوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	مجموعۃ رسائل المکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۵)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۶)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۷)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۸)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۹)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۷۰)	رسالہ تراویح	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۷۱)	زبدۃ المناسک (قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین)	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۲۷۲)	رسائل الارکان	عبدالحی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۷۳)	مجلة الاحکام العدلیۃ	لجنۃ کلوئۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافتۃ العثمانیۃ	--
(۲۷۴)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزوی	۱۳۴۰ھ
(۲۷۵)	بہشتی گوہر بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق اتھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۶)	کشف الدلیلی عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق اتھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۷)	الصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق اتھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۸)	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۹)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۰)	احکام حج	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۸۱)	غنیۃ الناسک فی بغیۃ الناسک	محمد حسن شاہ الہابراہمی	--
(۲۸۲)	معلم الحجاج	مولانا قاری سعید احمد سہارنپوری مظاہری	--
(۲۸۳)	انوار مناسک	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی	مدظلہ
(۲۸۴)	ایضاح المناسک	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی	مدظلہ
(۲۸۵)	اثمار الہدایہ	مولانا محمد ثمیر الدین قاسمی، لندن	مدظلہ
(۲۸۶)	مسائل حج	شاہ ولی صوفی مولانا محمد روح الامین، مفتی اعظم جمعیتہ العلماء بنگال،	--
(۲۸۷)	حیات القلوب	--	--
(۲۸۸)	انمول حج	--	--
(۲۸۹)	مسائل و معلومات حج و عمرہ	جناب محمد معین الدین احمد صاحب کراچی	--
(۲۹۰)	حج میں قصر و اتمام کی تحقیق	مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی	مدظلہ

### ﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

(۲۹۱)	المودونہ	امام دارالبحرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۹۲)	کتاب الام	امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن اوریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی الہمی	۲۰۴ھ
(۲۹۳)	الحکلی بالآثار	ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۳۵۶ھ
(۲۹۴)	فہامیۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۹۵)	بحر المذہب	ابو الحسان عبد الواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۹۶)	المغنی	ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامة المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۹۷)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۸)	المقتع رالشرح الکبیر علی المقتع	نفس الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامة المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۹۹)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیبہ الجرائی الحسنبی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۰۰)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۳ھ
(۳۰۱)	المبدع شرح المقتع	ابو اسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبد اللہ بن محمد بن مغلح	۸۸۲ھ
(۳۰۲)	المیزان الکبریٰ	ابو المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفان ابی الشیخ اشعرانی	۹۷۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	------------	------------	---------

## ﴿فقہ مقارن﴾

(۳۰۳)	بلوغ المرام من ادلتہ الاحکام	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۳۰۴)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۳۰۵)	الموسوعة الفقهية	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

## ﴿اصول فقہ﴾

(۳۰۶)	اصول البرز دوی	فخر الاسلام علی بن محمد البرز دوی	۳۲۲ھ
(۳۰۷)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۳۸۳ھ
(۳۰۸)	آداب المفتی	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی دمشقی	۶۷۶ھ
(۳۰۹)	المنار	حافظ الدین الشافعی	۷۱۰ھ
(۳۱۰)	الکافی شرح البرز دوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغنائی	۷۱۱ھ
(۳۱۱)	کشف الاسرار شرح اصول البرز دوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۱۲)	الاشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۱۳)	غفریمون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد الحسینی ابو العباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۱۴)	نور الانوار فی شرح المنار	ملا جیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۱۵)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۱۶)	عمدة الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

## ﴿تزکیہ و احسان﴾

(۳۱۷)	ادب الدنیا والدین	ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۱۸)	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۹)	غنیۃ الطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبد القادر بن ابی صراح الجبلی	۵۶۱ھ
(۳۲۰)	الترغیب والترہیب	ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۲۱)	الکبائر	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قانماز ذہبی	۷۳۸ھ
(۳۲۲)	شرح الصدور بشرح حال الموتی	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
(۳۲۳)	الزوائد من إقتضاف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر البیہقی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۲۴)	تکمیل القبور ترجمہ شرح الصدور	--	--

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	------------	------------	---------

### ﴿لغات، معاجم، ادب و تاریخ، طبقات و تراجم﴾

(۳۲۵)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲۶)	المحقق والمفتقر	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۲۶۳ھ
(۳۲۷)	النهاية في غريب الحديث والأثر	محمد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶ھ
(۳۲۸)	مجمع البحار فی اللغة الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی ٹنٹی	۹۸۶ھ
(۳۲۹)	کشف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۳۰)	نور اللغات	مولوی نور الحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۳۱)	التعريفات الفقهية	محمد عظیم الاحسان الجحدی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۳۲)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدین	--
(۳۳۳)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین	--

### ﴿متفرقات﴾

(۳۳۴)	هدایة السالک إلى المذاهب الأربعة	عز الدین ابو عمر عبدالعزیز بن قاضی القضاة بدر الدین محمد ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعۃ الکناانی	۷۶۷ھ
(۳۳۵)	ما ثبت من السنة	شیخ ابوالمحمد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۳۶)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمحمد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۳۷)	حجة الله البالغة	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابو عبدالعزیز ابو عبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۳۸)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۹)	نہج النجاة، علامہ ابن حمزہ نقیب	--	--
(۳۴۰)	عدة ارباب الفتوى مصری	--	--

### نوٹ:

”فتاویٰ علماء ہند، جلد-۱۳“ کے متن و حاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی

تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمن قاسمی/محمد اسامہ ندوی)